ماہنامہ

اشرفیہ

مبارک پور

صدر الشریعہ نمبر



مبارک حسین مصباحی

الجامعۃ الاشرفیہ اعظم گڑھ یوپی

بیادگار حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا

دینی، علمی اور روحانی اخلاقی ترجمان

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

—— صدر الشریعہ نمبر ——

ماھنامہ اشرفیہ مبارک پور

جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۱۰-۱۱

اکتوبر / نومبر سنہ ۱۹۹۵ء جمادی الاولیٰ / جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۱۶ھ

مدیر مسئول
مبارک حسین مصباحی

معاون مدیر
محمد محبوب عزیزی مصباحی

★ نمبر کی قیمت ——— ۴۰ روپے

★ عام شمارہ ——— ۶ روپے

★ سالانہ ——— ۶۰ روپے

★ سالانہ بیرونی ممالک سے ——— ۲۶۰ روپے

فون نمبر دفتر ماھنامہ اشرفیہ ۴۱۴۹ ، الجامعۃ الاشرفیہ ۴۱۴۸ ، ایس ٹی ڈی ۰۵۴۶۷۷

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ :- منیجر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی - پن نمبر ۲۷۶۴۰۴

ایڈیٹر پرنٹر پبلشر محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

کاتب تنویر احمد ٹانڈوی

نگارشاتِ قلم

اداریہ — مبارک حسین مصباحی — ۴
ایسا کہاں سے لائیں کہ تم سا کہیں جسے — مبارک حسین مصباحی — ۶
ایک نظر میں — ادارہ — ۱۰

پہلا باب
احوال و مشاہدات

○ صدر الشریعہ کا تبحر علمی — حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی — ۱۲
○ صدر الشریعہ ایک پیکر اخلاص و عمل — علامہ غلام جیلانی اعظمی — ۱۴
○ صدر الشریعہ کی تعلیمی خصوصیات پر ایک نظر — علامہ غلام جیلانی میرٹھی — ۲۲
○ صدر الشریعہ کی تدریسی خدمات — مفتی خلیل احمد خاں برکاتی — ۲۳
○ صدر الشریعہ ایک باکمال مشفق استاذ — مفتی محبوب رضا خاں بریلوی — ۲۵
○ صدر الشریعہ اولاد کی تعلیم و تربیت — علامہ عبد المصطفیٰ ازہری — ۳۱
○ صدر الشریعہ ایک جامع کمالات شخصیت — علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی — ۳۶
○ صدر الشریعہ حیات و خدمات کا اجمالی جائزہ — علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی — ۴۲
○ صدر الشریعہ اور مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں — علامہ سید ظہیر الدین زیدی — [illegible]

دوسرا باب
افکار و کارنامے

○ صدر الشریعہ کا جنازہ مبارکہ بمبئی سے گھوسی تک — علامہ ارشد القادری مصباحی — ۱۰۰
○ صدر الشریعہ کی عبقری شخصیت — مولانا یٰسین اختر مصباحی — ۱۰۶
○ صدر الشریعہ اور درس و تدریس — مولانا بدر القادری مصباحی — ۱۱۱
○ صدر الشریعہ کچھ یادیں کچھ باتیں — مولانا محمد حسن علی ملتانی — ۱۱۴
○ صدر الشریعہ یادوں کے چراغ — مولانا مظفر احمد صدیقی — ۱۲۳
○ صدر الشریعہ ایک بلند پایہ شخصیت — مولانا احمد میاں برکاتی — ۲۶
○ صدر الشریعہ آں ساقی نماند — مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی — ۱۲۹
○ صدر الشریعہ ایک جہان علم و فضل — مولانا عبد المنان کلیمی مصباحی — ۱۳۱
○ صدر الشریعہ احوال و کارنامے — مولانا بہاء المصطفیٰ مصباحی — ۱۳۷
○ صدر الشریعہ ایک زندہ جاوید شخصیت — مولانا صابر القادری — ۱۴۰

○ صدر الشریعہ اور دار العلوم اشرفیہ — مولانا کوثر مصطفیٰ امجدی — ۱۲۴
○ صدر الشریعہ کا علمی جاہ و جلال — مولانا حبیب اللہ مصباحی — ۱۴۶
○ صدر الشریعہ ارباب علم و دانش کی نظر میں — مولانا فتح احمد مصباحی — ۱۵۰
○ صدر الشریعہ کے آٹھ اہم کارنامے — مولانا علاؤ المصطفیٰ مصباحی — ۱۵۶
○ صدر الشریعہ کا باطنی سفر — مولانا ارشاد احمد مصباحی — ۱۵۹
○ صدر الشریعہ — حیات و خدمات کا تفصیلی جائزہ — مولانا عابد حسین مصباحی — ۱۸۱
○ صدر الشریعہ — حالات و افکار — ڈاکٹر اختر القادری کراچی — ۱۹۸

تیسرا باب
تحقیقات و تصنیفات

○ صدر الشریعہ کا حاشیہ طحاوی — علامہ مبین الدین محدث امروہوی — ۲۰۲
○ کنز الایمان اور صدر الشریعہ — مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی — ۲۰۶
○ بہار شریعت کا تجزیاتی مطالعہ — ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی — ۲۱۴
○ بہار شریعت — ایک تحقیقی مطالعہ — مولانا قمر الحسن مصباحی — ۲۲۹
○ بہار شریعت — فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف — مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی — ۲۴۰
○ صدر الشریعہ کی دینی اور قلمی خدمات — مولانا سید الزماں حمدوی — ۲۴۳
○ صدر الشریعہ کی فقہی بصیرت فتاویٰ امجدیہ کی روشنی میں — مولانا صدر الوریٰ مصباحی — ۲۵۱
○ صدر الشریعہ کا مرتب کردہ نصاب تعلیم — مولانا اختر حسین فیضی مصباحی — ۲۵۸

چوتھا باب
امام احمد رضا اور صدر الشریعہ

○ امام احمد رضا کی تحریکات اور صدر الشریعہ کی خدمات — مولانا شہاب الدین رضوی — ۲۶۴
○ امام احمد رضا کے ایک نامور خلیفہ — ڈاکٹر محمود حسین بریلوی — ۲۷۷
○ امام احمد رضا اور صدر الشریعہ — ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی — ۲۸۰
○ امام احمد رضا کا مسلک تصوف اور صدر الشریعہ — مولانا ایاز احمد مصباحی — ۲۸۳

پانچواں باب
فضائل و مناقب

۲۸۵ — تا — ۲۸۸

اداریہ

مبارک حسین مصباحی

ادارۂ اشرفیہؔ کا سجدۂ شکر

یک چراغے است دریں بزم کہ از پرتو آں ❊ ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

اس وسیع کائنات میں انسانی قافلے مسافروں کی طرح اترتے ہیں اور اپنی حیات مستعار کے دن پورے کرکے چلے جاتے ہیں ـــ انھیں کے دم قدم سے بزم ہستی میں بہاریں ہیں ـــ مگر روش حیات کے انداز مختلف ہیں ـــ کچھ تخریبیں کرتے ہیں ـــ کچھ تعمیریں کرتے ہیں ـــ کچھ انسانیت کے دامن پر بدنما داغ بن جاتے ہیں ـــ کچھ انسانیت کی پیشانی کا دلکش جھومر بن جاتے ہیں ـــ کچھ جیتے جی مر جاتے ہیں ـــ کچھ بساط ہستی سمیٹ کر بھی نقش و نگار حیات چھوڑ جاتے ہیں ـــ خود بھی چمکتے ہیں دوسروں کو بھی چمکاتے ہیں ـــ

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں ❊ خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

انھیں عہد ساز تابندہ شخصیتوں میں ایک دل آویز، بلند پایہ اور عبقری شخصیت صدر الشریعہ حضرت علامہ شاہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی بھی ہے ـــ آپ سنہ ۱۳۰۰ھ میں مدینۃ العلماء گھوسی میں پیدا ہوئے اور ۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ کو مدینہ شریف جاتے ہوئے عروس البلاد بمبئی میں واصل بحق ہو گئے ـــ اس ۶۷ سالہ عرصہ حیات میں آپ نے سیکڑوں گرانقدر اور یادگار کارنامے انجام دیئے ـــ برصغیر کی دینی وملی تاریخ انھیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی ـــ ان کی زندگی سراپا عشق وعرفان تھی ایک عالم ان کی دہلیز سے روحانی سوز وگداز حاصل کر رہا تھا ـــ ان کی درس گاہ کارخانۂ علم وحکمت تھی جس سے علم وحکمت کے پیکر ڈھل ڈھل کر نکلتے تھے ـــ وہ علوم وفنون کے بدر کامل تھے ان کا فیضان چاندنی کی طرح پھیلتا چلا گیا ـــ ان کے افکار ونظریات پہاڑ کی طرح مضبوط وبلند تھے ـــ جو ان سے ٹکرایا پاش پاش ہو گیا ـــ ان کی زندگی میں ترقی ہی ترقی تھی، تعمیر ہی تعمیر تھی، تحریک ہی تحریک تھی ـــ وہ اپنوں کے لئے پیار کا ساغر اور بد مذہبوں کے لئے شمشیر برہنہ تھے ـــ وہ اپنے استاذ کا قابل فخر سرمایہ تھے ـــ وہ امام احمد رضا قدس سرہ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھے ـــ امام احمد رضا نے انھیں اپنا کہا ـــ

میرا امجد مجد کا پکا ❊ اس سے بہت کچھ ساتے یہ ہیں

صدر الشریعہ ایک شخصیت ساز استاذ تھے ـــ ان کے تلامذہ کا فیضان پورے عالم اسلام پر بادلوں کی طرح برس رہا ہے ـــ صدر الشریعہ ایک عظیم مفسر تھے ـــ فن تفسیر میں آپ کے سیکڑوں افادات ہیں، کنز الایمان کی تصنیف کے موقع پر امام احمد رضا نے آپ پر بھرپور اعتماد کیا تھا ـــ صدر الشریعہ ایک بلند پایہ محدث تھے ـــ آپ نے چالیس برس تک درس حدیث دیا، ضخیم حاشیہ طحاوی، آپ کی محدثانہ بصیرت کا عظیم شاہکار ہے ـــ صدر الشریعہ فقیہ اعظم اور آفاقی مصنف تھے ـــ سترہ حصوں پر مشتمل بہار شریعت فقہ حنفی کی انسائیکلوپیڈیا ہے ـــ صدر الشریعہ ایک بافیض اور صاحب دل بزرگ تھے ـــ آپ کی پوری زندگی عشق وعرفان اور عبادت وریاضت کے سوز وگداز سے موجزن تھی ـــ صدر الشریعہ ایک عظیم مصلح اور داعئ حق تھے ـــ رد بدعات اور دعوت حسنات پر آپ کی تقریریں بھی ہوتی رہیں اور تحریریں بھی آتی رہیں ـــ صدر الشریعہ ایک انقلاب آفریں سیاسی مفکر تھے ـــ تنظیم رضائے مصطفےٰ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے اسٹیج سے آپ مسلسل قوم مسلم کی رہنمائی فرماتے رہے ـــ صدر الشریعہ ... امام (۳) تھے ـــ چار جلدوں پر مشتمل فتاوائے امجدیہ اس کی زندہ مثال ہے ـــ صدر الشریعہ اولین ناشر رضویت تھے ـــ "مطبع اہلسنت" بریلی شریف سے آپ نے امام احمد رضا کی درجنوں کتابیں شائع فرما کر ملک وبیرون ملک تک پھیلائیں ـ

صبر آزما لمحات ختم ہوئے ـــ اب لیجئے صدر الشریعہ نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے ـــ ہم اپنی اس جانگسل خدمت میں کہاں تک کامیاب ہیں اس کا فیصلہ آپ کے ضمیر پر ہے ـــ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو اس ہنگامۂ عالم سے گزرے ہوئے قریب ۴۷ برس کا طویل عرصہ گزر گیا ـــ اس

دوران اس آفاقی اور فلک پیما شخصیت کے احوال وکارناموں پر دو چار مضامین کے سوا کچھ نہیں چھپ سکا اور جو کچھ لکھا گیا وہ پردہ طباعت پر نہ آسکا ـــ آپ نے اپنے ہم نشیں رفقا اور تلامذہ کی جو لمبی تعداد چھوڑی سلک جواہر کے وہ موتی بھی معدودے چند کے سوا ایک ایک کرکے آسودہ خاک ہو گئے ـــ اور انھیں کے ساتھ آپ کی کتاب زندگی کے خزینے بھی دفینوں میں بدل گئے ـــ آپ کی تصانیف میں بہار شریعت انتہائی مقبول ترین تصنیف ہے مختلف پبلشرز اسے مختلف انداز سے شائع کر رہے ہیں ـــ آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ تھی مگر افسوس کافی حصہ زمانے کی دست درازیوں سے محفوظ نہ رہ سکا ـــ لیکن جو کچھ باقی رہ گیا وہ بھی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے ـــ چاروں جلدوں کو حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی صاحب نے بڑی خوش اسلوبی سے مرتب کر دیا ہے ابتدائی دو جلدیں عرصہ ہوا حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب کی نظر ثانی اور وقیع تعلیقات کے ساتھ شائع ہوئیں اور باقی دو جلدیں کسی قدر داں پبلشر کی منتظر ہیں ـــ آپ کی ایک بہت اہم تصنیف حاشیہ طحاوی شریف بھی ہے جو ہنوز منتظر ترتیب واشاعت ہے ـ

اب اس پس منظر میں کسی ضخیم نمبر کی ترتیب واشاعت کتنا مشکل مرحلہ تھا اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس پرخار وادی میں کچھ دور تک چلے ہوں مگر اہل اشرفیہ آبلہ پائی کا احساس کئے بغیر بھرپور عزم اور ولولہ وترنگ کے ساتھ آگے بڑھتے ہی رہے ـــ خدا بھلا کرے حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی صاحب کا کہ انھوں نے حضرت صدر الشریعہ کے حال آشناؤں سے کچھ مضامین کبھی لکھوائے تھے ـــ لیکن وہ بھی اپنے پروگرام کو کسی منزل تک پہنچائے بغیر اپنے جمع کردہ مضامین قادری منزل کے حوالے کرکے کسی دوسری مہم پر نکل گئے ـــ راقم کو یہ تمام مضامین حضرت مولانا علاء المصطفےٰ امجدی صاحب کے ذریعہ دستیاب ہو گئے ـــ لیکن یہ مضامین کافی حد تک قابل اصلاح تھے ـــ فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ نے ان تمام مضامین پر نظر ثانی فرمائی، انھوں نے اپنے نشتر قلم سے بہت کچھ چھانٹ دیا اور جو کچھ بچا ہمارے حوالے کر دیا ـــ اس دوران ہم مسلسل ہند وبیرون ہند کے قلم کاروں اور واقف کاروں سے رابطہ کرتے رہے ـــ اس طرح بہت سے مضامین ادارہ کو موصول ہو گئے ـــ مگر ایک دردناک سوال یہ تھا کہ اکثر مضامین اپنے عنوانات ومندرجات کے اعتبار سے یکساں تھے ـ

جہاں تک ممکن ہوا ان کے مکررات کو حذف کر دیا گیا اور عنوانات بھی بدل دیئے گئے ـــ قریب دو سال کی مسلسل جد وجہد اور دماغ سوزی کے بعد یہ نمبر آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کر رہے ہیں ـــ ترتیب وتصحیح میں کافی احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ پھر بھی ہمیں اعتراف ہے کہ اس میں خامیاں رہ گئی ہوں گی ـــ آپ سے مخلصانہ گذارش ہے کہ اگر کچھ نظر آئے تو مطلع کریں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے ـــ

اخیر میں ہم اپنے ان تمام کرم فرماؤں کے شکر گزار ہیں جنھوں نے کسی بھی طرح اس نمبر کو قارئین تک پہنچانے میں حصہ لیا ـــ خاص طور پر حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ اور فقیہ عصر شارح بخاری دامت برکاتہم العالیہ جن کی دعاؤں اور مفید مشوروں سے یہ کارواں اپنی منزل سے ہمکنار ہوا ـــ اللہ تعالیٰ اس نمبر کو شرف قبول اور قبول عام عطا فرمائے ـــ آمین ـــ

میری وارفتگئ شوق تماشا ہو گی
دل کی آنکھوں کے تقاضوں کو ابھر لینے دو

مبارک حسین مصباحی

آہ احسن العلماء مارہروی

ایسا کہاں سے لائیں کہ تم سا کہیں جسے

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں ؞ خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

۱۲ ستمبر ۱۹۹۵ء بیر کا دن گزار کے رات کو قریب ڈیڑھ بجے محترم جناب سعید نوری بانی رضا اکیڈمی ممبئی کا یہ قیامت خیز فون موصول ہوا کہ احسن العلما حضرت سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف دہلی میں وصال فرما گئے ۔۔۔ یہ روح فرسا خبر سنتے ہی دل و دماغ کا عالم زیر و زبر ہوگیا ۔۔۔ ایک سرد آہ کے ساتھ زبان پر " انا للہ و انا الیہ راجعون " کے کلمات جاری ہوگئے ۔۔۔ اب آنکھوں سے نیند کا پرندہ اڑ چکا تھا ۔۔۔ دل بیٹھا جا رہا تھا ۔۔۔ شب دیجور کے سناٹوں میں پوری فضا ڈوبی ہوئی تھی ۔ پردہ ذہن پر طرح طرح کے خیالات ابھر رہے تھے اور ختم ہو رہے تھے ۔۔۔ آہ اب ملت کے الجھے ہوئے مسائل کا حل کون تلاش کرے گا ۔۔۔ آہ اب تشنگان معرفت کو سیراب کون کرے گا ۔۔۔ آہ اب علمائے اہلسنت کی دستگیری کون کرے گا ۔۔۔ آہ اب مشائخ اہلسنت کی سرپرستی کون کرے گا ۔۔۔ آہ اب امام احمد رضا کی شراب عشق معرفت کے جام میں کون پلائے گا ۔۔۔ آہ اب تصوف کے اسرار و رموز کون سمجھائے گا ۔۔۔ آہ اب الجامعۃ الاشرفیہ کا محبت بھرا تعارف کون کرائے گا ۔۔۔ یہ سوچتے سوچتے مجھ پر ایک سیمابی کیفیت طاری ہوگئی اور نمود صبح کے انتظار میں بستر پر کروٹیں بدلتا رہا ، مگر شب غم کی اس تنہائی میں کوئی نہیں تھا جو کہتا کہ تمہارے دل و دماغ کی یہ مضطربانہ کیفیت حضور احسن العلما کو واپس نہیں لاسکتی ۔۔۔ دلوں کی ناشکیبائی نے کبھی قدرت کا نظام بدلا ہے جو آج بدلے گا ۔۔۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (اعراف آیت ۳۴)

انتظار کے صبر آزما لمحات کے بعد صبح کا سپیدا نمودار ہوا ، نماز فجر کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ رابطہ قائم کیا فون پر حضرت مولانا زاہد علی سلامی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ سے ملاقات ہوگئی ، ان کا پہلا سوال تھا مارہرہ شریف جانے کے لئے کیا پروگرام مرتب کیا ۔۔۔ حضرت مفتی صاحب اور حضرت مصباحی صاحب وغیرہ ماروتی وین سے رات ہی میں نکل چکے ہیں ۔۔۔ میں نے اشرفیہ پہنچنے کا وعدہ کرکے فون رکھ دیا اور بلا تاخیر اشرفیہ کے لئے روانہ ہوگیا ۔۔۔ اشرفیہ پہنچا تو پورا ماحول حساس تھا ۔ جامعہ پر غم و اندوہ کی چادر تنی ہوئی تھی ۔۔۔ جامعہ کے تمام شعبوں میں تعطیل کا اعلان کر دیا گیا تھا ۔۔۔ آفس سے قرب و جوار کے مدارس اور ذمہ داروں کو اس حادثہ کی خبر بھیجی جا رہی تھی ، اساتذہ و طلبہ ایک عجیب بے چینی اور مضطربانہ کیفیت میں ڈوبے ہوئے تھے ، عزیزی ہال میں قرآن خوانی اور بزم ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا تھا ۔۔۔ کچھ لوگ اس میں شریک ہوکر مصروف تلاوت تھے ، کچھ مارہرہ شریف پہنچنے کی تیاریوں میں سرگرداں تھے ۔ قریب نو بجے دن تمام شعبوں کی جانب سے مشترکہ طور پر سیکڑوں قرآن عظیم کی تلاوت کا ایصال ثواب کیا گیا ۔۔۔ اور دعائے مغفرت کی گئی ۔۔۔

مبارکپور سے مارہرہ شریف کا فاصلہ چھ سو کلو میٹر سے بھی زائد ہے ۔ سیکڑوں طلبہ شرکت جنازہ کے لئے پر تول رہے تھے ، اتنی عجلت میں ایک لمبے سفر کے لئے کئی گاڑیوں کا انتظام ایک مشکل ترین مسئلہ تھا ، خیر انتظامیہ پوری تندہی کے ساتھ حرکت میں آئی اور یہ مشکل بھی حل ہوئی ، گیارہ افراد پر مشتمل ایک قافلہ کے ساتھ پہلے ہم لوگ نکلے ہمارے بعد اساتذہ کی قیادت میں دو بسوں کے ذریعہ طلبہ بھی روانہ ہوگئے ۔۔۔ اشرفیہ کے اندر میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا ، ایسا لگ رہا تھا کہ حضور حافظ ملت نے نقارہ " الرحیل " بجا دیا ہو اور عزیزی دستے رخت سفر باندھ کر سرکار مارہرہ کی بارگاہ میں عہد غلامی کی تکمیل کے لئے ٹوٹے دلوں کا نذرانہ لے کر نکل پڑے ہوں ۔

۔ راستے بھر حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہوتا رہا ، سب لوگ اپنی اپنی یادوں کے چراغ جلاتے رہے اور ذکر خیر کی محفل سجاتے رہے ۔۔۔ وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت یقینی نہیں تھی مگر ایک امید کی کرن تھی جس کے سہارے زخم آبلہ پائی کا احساس کئے بغیر دیوانوں کا قافلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا ۔

اس عہد بلاخیز میں آپ کی زندگی ایک مینارہ ہدایت تھی ، انھیں نہ اپنے حسب و نسب کا غرہ تھا اور نہ کبھی پدرم سلطان بود کو وجہ افتخار سمجھا ، وہ عالی نسب سید گھرانے کے چشم و چراغ تھے مگر انھوں نے اپنے آبا و اجداد کے روشن ناموں کو کبھی کھانے کمانے کا دھندا نہیں بنایا ۔۔۔ ان کی نظر میں امیر و غریب یکساں تھے وہ سب کو اپنے خوان نعمت سے نوازتے ، ان کی علما نوازی کا حال دیکھ کر اسلام کے عہد زریں کی یاد تازہ ہوجاتی تھی ، آج پیری مریدی ایک پیشہ نہیں بلکہ اعلیٰ تجارت ہوکر رہ گئی ہے اگر چل گئی تو پیر رئیس وقت ہوجاتا ہے اور نہ چلی تب بھی عام سطح زندگی سے بلند ہی رہتا ہے ۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے پیر الا ماشاء اللہ اسلامی تعلق خاطر کے تمام پیمانے توڑ کر صرف سیٹھوں اور دولت مند مریدوں ہی کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں مگر حضرت کی زندگی اس عام روش سے بالکل مختلف تھی مرید ان کی تلاش میں نکلتے تھے وہ مریدوں کی تلاش میں کبھی نہیں نکلتے ۔۔۔ احباب آپ کی پاکباز زندگی کے رقت انگیز واقعات سناتے رہے اور سفر کٹتا رہا کتنی ہی بار پیمانہ صبر چھلکا اور دامن تر ہوکر رہ گیا ۔۔۔ آہ ؏

دل سے کس طرح مٹاؤں ان کی یادوں کے نقوش

ایٹہ پہنچے تو نماز فجر کا وقت قریب تھا ، رفقائے سفر کا مشورہ ہوا پہلے نماز فجر ادا کرلی جائے پھر آگے بڑھیں گے مسجد میں داخل ہوئے تو مسافروں کا ایک وفد نظر آیا ، ان کے تھکے ہارے جسموں اور پژمردہ چہروں کو دیکھ کر یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ یہ بھی اسی تیر غم کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں جس کے قتیل ہم ہیں ۔۔۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نماز جنازہ بعد نماز عصر ادا کی جاچکی ہے اتنا سننا تھا کہ پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی ۔ آہ آخری دیدار کی حسرت بھی بالیں کے قریب سر پٹک کر رہ گئی ۔

اس کے دل سے پوچھئے ناکامیوں کی لذتیں ؞ جو مسافر لٹ گیا ہو جائے منزل کے قریب

نماز فجر اول وقت میں ادا کرنے کے بعد ہم لوگ جب مارہرہ شریف کی حدود میں داخل ہوئے تو لوگ نمازوں سے فارغ ہوکر جوق در جوق آستانہ عالیہ برکاتیہ میں داخل ہو رہے تھے ، ہم لوگ بھی پراگندہ حال ، درد و غم سے نڈھال آستانہ پر جلال کی چوکھٹ کو چومتے ہوئے داخل ہوگئے ، یکلخت پردہ ذہن پر یہ تصور ابھرا ۔۔۔ یہی وہ مرکز روحانیت ہے جس کے معدن سے امام احمد رضا جیسا عبقری اور مجدد اٹھا اور پوری دنیا میں عشق و معرفت اور علم و تحقیق کا انقلاب برپا کر دیا ۔۔۔ یہی وہ دربار فیض بار ہے جس کی ایک جھلک شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی پر پڑی تو وہ آفتاب رشد و ہدایت بن کر چمکنے لگے ، یہی وہ بحر معرفت ہے جس کے ساحل سے بڑے بڑے اساطین علم اور تشنگان معرفت سیراب ہوئے ۔۔۔ پہلے ہم لوگوں نے صاحب البرکات حضرت شاہ برکت اللہ عشقی علیہ الرحمہ اور دیگر بزرگوں کے مزارات مقدسہ پر فاتحہ پڑھی اور پھر دل تھام کر لرزتے قدموں سے اس تازہ قبر انور کی جانب بڑھے جس میں صاحب مزار کو لیٹے ہوئے صرف ایک رات گزری تھی ۔۔۔ عجیب رقت کا عالم تھا ، ہر آنکھ اشکبار تھی ، ہر شخص اپنے ہی غم کا فریادی تھا ۔۔۔ یہاں بہت سے شناسا چہرے نظر آئے مگر اجنبی اجنبی سے ، اتنے میں ایک دل ہلا دینے والی چیخ بلند ہوئی دیکھا تو فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی تھے ، حاضرین پر عجیب رقت طاری ہوگئی ، دلوں کے پیمانے تو پہلے ہی سے لبریز تھے ٹیس لگتے ہی چھلک پڑے اور پورا مجمع آہ و فغاں میں ڈوب

گیا حضرت مفتی صاحب اور احسن العلماء کے درمیان بڑے گہرے مراسم تھے حضرت مفتی صاحب احب الخلفاء رہتے میں نہیں جانتا کہ علماء میں مفتی صاحب سے زیادہ کوئی عالم ان سے قریب تھا

حضرت احسن العلماء حضرت حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی اور ان کے ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کے بڑے مداح تھے۔ اپنے مریدین ومتوسلین میں جامعہ اشرفیہ کا بڑے موثر انداز میں تعارف فرماتے تھے، بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ جامعہ کی بنیادوں میں خانوادہ برکاتیہ کے بزرگوں کی دعاؤں کا لہو پیوستہ ہے ـــــ حضور حافظ ملت نے جب ۶ مئی ۱۹۷۲ء میں "الجامعۃ الاشرفیہ" کے سنگ بنیاد کے لئے مبارکپور کی سرزمین پر کل ہند تعلیمی کانفرنس کا اہتمام کیا تھا تو حضور مفتی اعظم ہند بریلوی اور حضرت احسن العلماء کے برادر اکبر حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ صاحب علیہم الرحمہ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا ـــــ سنگ بنیاد کے موقع پر حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ صاحب نے یہ حوصلہ افزا جملے ارشاد فرمائے تھے جو اب تاریخ اشرفیہ کا ایک حصہ بن گئے ہیں ـــــ

• حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہیئے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادہ برکاتیہ شریک اور ان کا معاون و مددگار ہے اس مشن کے لئے میں اپنے تمام اہل سلسلہ کو حافظ ملت کے آگے جھکا دوں گا ـــــ (ماہنامہ اشرفیہ دسمبر ۱۹۹۱ء)

اس کل ہند تعلیمی کانفرنس کی صدارت بھی حضرت سید العلماء نے فرمائی تھی ہفت روزہ تاجدار بمبئی نے آپ کے خطبہ صدارت پر تبصرہ کیا تھا اس کی چند سطور ذیل میں پڑھئے اس سے حضرت سید العلماء کی نظر میں جامعہ اشرفیہ کی ضرورت و اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ـــــ

"نعرہ تکبیر کی گونج میں صدر کانفرنس حضور سید العلماء نے خطبہ صدارت کا آغاز فرمایا ـــــ پورا خطبہ ایمان و عمل کی تاریخ میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے ـــــ بدلے ہوئے حالات میں دینی تعلیم کا تحفظ، ہمہ گیر اشاعت اور دار العلوم اشرفیہ کو پورے ملک کے لئے ایک عظیم یونیورسٹی میں ڈھال دینے کا حسین ترین خاکہ تھا ـــــ ایک ایسی تعلیم گاہ جس میں دینی شعور اور اسلامی احساس کی بنیاد پر مسلمانوں کی نئی پود کو حالات حاضرہ کی مکمل بصیرت مل سکے اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک ایسی تربیت گاہ جہاں معاشی مشکلات کو دور کرنے کے لئے فن اور ہنر کے مختلف شعبے قائم کئے جائیں، پورے خطبہ میں مستقبل کی حسین تعبیر کے لئے واضح اشارات موجود ہیں ـــــ (ہفتہ وار تاجدار ۱۲ مئی ۷۲ء ص۷ بحوالہ اشرفیہ کا ماضی اور حال)

حضرت احسن العلماء حضرت حافظ ملت بانی جامعہ اشرفیہ کی علمی وفکری خدمات سے بھی بے پناہ متاثر تھے، حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ نے "حافظ ملت نمبر" کے لئے جو پیغام رقم کیا ہے وہ میرے مدعا کی بڑی قوی دلیل ہے ـــــ پیغام کا ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

گرامی نامہ ملا ـــــ یاد آوری کا شکریہ ـــــ مجھ جیسے طالب کے لئے ایسے عظیم الشان نمبر کے لئے جو ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے، جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت و دانش، علم و معرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں ـــــ کچھ لکھنا گویا امتحان دینا ہے ـــــ

یاد آئی ۳۶ء کی وہ صبح جب مارہرہ برکاتی خانقاہ میں حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ کے ساتھ پہلی بار حافظ ملت کی زیارت ہوئی تھی، اور آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء کا نپور کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۶۳ء میں پہلی بار اور یوم شہید اعظم ۱۹۷۱ء بمبئی میں دوسری بار ان کا بیان سننے کا موقع ملا ـــــ آخری بیان میں نے وہ سنا کہ دار العلوم برکاتیہ ملکہر ضلع بستی کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر اپریل ۱۹۷۶ء میں فرمایا تھا ـــــ ان تمام مواعظ حسنہ میں علم و حکمت کے موتی پروئے تھے......

علم وحکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیا باری سے اقطار ہند و بیرون ہند منور اور جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں ـــــ جو یقیناً کھانے کے دستر خوان سے لے کر محراب و منبر اور مسند درس و افتا سے تخت مشیخیت تک حافظ ملت تھے ـــــ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

اس تاثراتی اقتباس کے بعد یہ حقیقت دل ودماغ میں پوری طرح مبرہن ہو گئی ہوگی کہ احسن العلماء علیہ الرحمہ حضور حافظ ملت سے بے پناہ متاثر اور ان کی عالم گیر خدمات کے معترف تھے، اسی طرح حضرت احسن العلماء کی نظر میں جامعہ کے دیگر متعلقین کی بڑی قدر و منزلت تھی

۲۷ اکتوبر ۱۹۱ء کو حضرت سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن عرف شاہ جی میاں متوفیٰ صفر ۱۳۴۷ھ کے عرس میں شرکت کے لئے حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ کی معیت میں مارہرہ شریف حاضر ہوا تھا، اس خانقاہ کے طور وطریقے، رسم و رواج دیکھ کر دل ودماغ نے بڑا اچھا اثر قبول کیا تھا، حضرت احسن العلماء نے بھی بڑی دعاؤں اور شفقتوں سے نوازا تھا ـــــ قل شریف کی خاص محفل میں ماہنامہ اشرفیہ کا تعارف کراتے ہوئے اپنے مریدین ومتوسلین کو حکم دیا تھا کہ ہر برکاتی بھائی کے گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے ـــــ آہ آج جب یہ تمام باتیں سوچتا ہوں تو دل کانپنے لگتا ہے اور ڈبڈباتی آنکھوں میں آپ کی نورانی صورت تیرنے لگتی ہے ـــــ

خانوادۂ برکاتیہ کے دیگر بزرگوں اور دانشوروں کا بھی یہی حال ہے تمام حضرات جامعہ اشرفیہ کے مداح اور اس کے متعلقین سے مخلصانہ تعلق خاطر رکھتے ہیں ـــــ حضرت مفتی صاحب قبلہ اور حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ سے بڑے گہرے مراسم ہیں ـــــ دو سال قبل، شہزادہ سید العلماء حضرت حسان العصر سید حسنین میاں برکاتی جامعہ اشرفیہ تشریف لائے تھے ان کی آمد پر جامعہ کے اساتذہ، ارکان اور طلبہ نے دلوں کا فرش بچھایا تھا اور بڑے شوق و ولولہ کے ساتھ جلسہ استقبالیہ کا اہتمام کیا تھا، راقم نے جامعہ کی جانب سے اپنے معزز مہمان کی بارگاہ میں سپاس نامہ پیش کیا تھا ـــــ حضرت احسن العلماء کے تمام صاحبزادگان بھی اہل اشرفیہ سے بڑے قریب ہیں ـــــ حضرت احسن العلماء کے حقیقی بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم صاحب اساتذہ اشرفیہ اور مصباحی برادران سے بڑے قریبی معاملات رکھتے ہیں موصوف عظیم دانشور اور بلند پایہ قلم کار ہیں کئی سیمناروں میں ساتھ رہنے کا موقع میسر آیا ہے راقم پر بڑے مہربان ہیں ادارت کے تعلق سے قیمتی مشوروں سے بھی نوازتے رہتے ہیں ـــــ خدا کرے خانقاہ برکاتیہ سے جامعہ اشرفیہ کا تعلق روز افزوں اور ہمیشہ ہمیش باقی رہے ـــــ

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی موت ـــــ "مَوْتُ العَالِمِ مَوْتُ العَالَمِ" کی صحیح مصداق تھی آپ کے سانحہ ارتحال سے پوری جماعت اہلسنت متاثر ہو کر رہ گئی ہے ـــــ ملک بھر میں تعزیتی جلسوں کے سلسلے جاری ہیں ـــــ مگر سچائی تو یہ ہے کہ اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک لمحے کے لئے ان پر موت طاری ہوتی ہے پھر ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتے ہیں ـــــ اور ان کا روحانی فیضان حیات ظاہری سے ہزاروں گنا بڑھ جاتا ہے ـــــ دعا ہے مولیٰ تعالیٰ ان کی قبر پر انوار پر رحمت و غفران کی بارش فرمائے ـــــ

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہار چمن
گلوں سے دب نہ سکی جس کی بوئے پیرہن

حضرت صدر الشریعہ کے متعلقین ایک نظر میں

اساتذہ کرام

- امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ
- علامہ ہدایت اللہ رام پوری
- علامہ وصی احمد محدث سورتی
- مولانا خدا بخش کھوسوی
- مولانا الٰہی بخش کوپا گنجوی

خلفاء عظام

- حافظ ملت علامہ عبد العزیز مراد آبادی
- مولانا غلام جیلانی اعظمی
- مولانا غلام یزدانی اعظمی
- مفتی محمد شریف الحق امجدی
- مفتی ظفر علی نعمانی کراچی
- مولانا عبد الحق مبارکپوری

اولاد امجاد

- مولانا حکیم شمس الہدیٰ اعظمی
- مولانا محمد یحییٰ اعظمی
- مولانا عبد المصطفیٰ ازہری
- مولانا عطاء المصطفیٰ اعظمی
- قاری رضاء المصطفیٰ مصباحی
- علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی
- مولانا ثناء المصطفیٰ مصباحی
- مولانا بہاء المصطفیٰ مصباحی
- مولانا فداء المصطفیٰ مصباحی

- دو صاحبزادیاں

چند مشاہیر تلامذہ

- حافظ ملت مولانا عبد العزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ
- شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی لکھنوی
- مولانا سردار احمد محدث اعظم پاکستان
- مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن
- مولانا غلام جیلانی اعظمی
- مولانا غلام یزدانی اعظمی
- مولانا عبد المصطفیٰ ازہری
- مولانا شمس الدین جونپوری
- مولانا غلام جیلانی میرٹھی
- مفتی رفاقت حسین کانپوری
- مولانا مبین الدین امروہوی
- مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی
- مفتی وقار الدین مفتی پاکستان
- مفتی اعجاز ولی پاکستان
- مفتی خلیل احمد برکاتی
- مولانا ابراہیم رضا بریلوی
- مولانا فیض الہدیٰ گیاوی
- مولانا محمد عمر مدراسی
- مولانا سلیمان اشرفی بھاگلپوری
- مولانا الفت علی گورکھپوری
- مولانا خلیل احمد کچھوچھوی
- مولانا اسد الحق بھوپالی
- مفتی لطف اللہ علی گڑھی
- مفتی مجیب الاسلام ادروی

○ پہلا باب

احوال و مشاہدات

—۱۲ تا ۹۸—

تلامذۂ صدر الشریعہ کے قلم سے

حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی

علامہ غلام جیلانی اعظمی

علامہ غلام جیلانی میرٹھی

مفتی خلیل احمد خاں برکاتی

مفتی محبوب رضا خاں بریلوی

علامہ عبد المصطفیٰ ازہری

مفتی محمد شریف الحق امجدی

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی

علامہ ظہیر احمد زیدی

حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز مرادآبادی*

صدر الشریعہ کا تبحر علمی

خاتم الفقہا رحمۃ العصر حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ ابوالعلا محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ جامع الکمالات مجمع البحرین تھے آپ متبحر عالم جامع معقول و منقول ہونے کے ساتھ اپنے علم پر عامل متبع سُنّتِ پابندِ شریعت تھے۔ تبحرِ علمی کا یہ عالم کہ پورا درسِ نظامی مستحضر تھا۔ جو کتاب سامنے آتی بے دریغ پڑھاتے کما حقہٗ، پڑھاتے۔ ایسی جامع تقریر فرماتے کہ تمام اعتراضات و شبہات رفع ہوجاتے اور مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہوجاتا۔ علاوہ درسیات کے جو بھی کتاب لائی گئی کما حقہٗ، پڑھایا۔ قاضی کا حاشیہ فضل حق و امور عامہ کا حاشیہ عبدالحق، مولانا سیّد غلام جیلانی و مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہما جیسے ذی استعداد اور خیر الاذکیا حضرات کو پڑھایا غرضیکہ درسی اور غیر درسی جو کتاب حضرت کے سامنے آئی بے دریغ پڑھاتے۔

تتمہ خانقاہی: ایک طالبِ علم افغانی سن رسیدہ جو دوسرے مدارس میں کئی بار درسِ نظامی کی تکمیل کرچکا تھا حضرت کی شہرت سُن کر اجمیر شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ درس میں بخاری شریف وغیرہ آپ سے پڑھتا تھا۔ اس نے تتمہ خانقاہی پڑھنے کی درخواست کی حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمالی "تتمہ خانقاہی" اصولِ فقہ میں بہت مشکل کتاب ہے ہندوستان میں رائج نہیں اس لئے نہ کتب خانہ میں تھی نہ حضرت کے پاس تھی صرف ایک ہی کتاب اس افغانی طالب علم کے پاس تھی خارج وقت میں پڑھاتے تھے اور فارسی میں تقریر فرماتے تھے کیونکہ یہ اردو کم سمجھتا تھا۔

"عبدالغفور": بہت مشکل کتاب ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ جہاں مجھے کچھ شبہ رہ جاتا حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کرتا حضرت ایسی واضح تقریر فرماتے۔ کہ شبہ رفع ہوکر پورا اطمینان ہوجاتا ایسا معلوم ہوتا کہ حضرت پہلے سے اس کی تفہیم کے لئے تیار تھے یہ آپ کے تبحرِ علمی کی دلیل ہے۔

اجمیر شریف: ہندوستان کا مشہور اور مرکزی شہر ہے۔ اہلِ کمال کا مرجع ہے۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اندرون درگاہِ معلّیٰ محفل خانہ میں تھا اوقات درس میں بڑے بڑے علمار و مشائخ آپ کے ہاں تشریف لاتے اسباق سُنتے اور بہت خوش ہوتے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے تبحّرِ علمی پر داد دیتے تھے۔ آپ کے تلامذہ حضرت مولانا سیّد غلام جیلانی صاحب شارح بخاری شریف و حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب جیسے آفتابِ علم و فضل آپ کے تبحّرِ علمی پر روشن دلیل ہیں کیونکہ درخت اپنے پھل اور استاذ اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے آپ کی وسعتِ درس کا یہ عالم تھا کہ زمانہ طالبِ علمی سے ہی پڑھانا شروع کیا اور آخر عمر تک پڑھاتے رہے۔ باخبر حضرات کا بیان ہے کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد بواسطہ اور بلاواسطہ تقریباً چار ہزار ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ عظیم مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ قلم و صاحبِ لسان تھے۔ "بہار شریعت" اور "فتاویٰ امجدیہ" آپ کی تصانیف میں ممتاز مقام رکھتی ہیں۔ آپ کی تقریر بھی ایسی جامع اور مؤثر ہوتی تھی کہ علمار اور مشائخ

* بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی

جھومتے اور داد دیتے تھے۔

جامعہ نعیمیہ: مرادآباد کے سالانہ اجلاس میں آپ نے تقریر فرمائی۔ سارا مجمع محوِ حیرت تھا حضرت الحاج پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے فرمایا کہ مولانا آپ اس تقریر کو قلم بند کردیں تو میں اسے چھپوا کر شائع کرادوں۔ اجمیر شریف میں آپ کی تقریر اس قدر مقبول تھی۔ کہ علمار و مشائخ اور سب خاص و عام دِل کی گہرائیوں میں جگہ دیتے اوّل سے آخر تک ہمہ تن گوش ہوکر سُنا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت دیوان سیّد آل رسُول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ درگاہ معلّیٰ کے مکان پر آپ کی تقریر تھی آدھا مجمع مکان کے اندر اور آدھا مکان کے باہر تھا دورانِ تقریر بارش ہونے لگی۔ سارا مجمع ہمہ تن گوش تھا سامعین بارش میں بھیگتے رہے اور آخر تک برابر سُنتے رہے۔ اس علم و فضل کے باوجود آپ عملی میدان کے بھی شہسوار تھے میں دس سال حضرت کی کفش برداری میں رہا۔ پوری مدّت میں آپ کو متبع سُنّت پایا۔

ذوقِ عبادت: کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ علیل ہوگئے شدت کا بخار تھا بے ہوشی و غنودگی طاری تھی اور میں بھی حاضر تھا۔ جب ذرا ہوش ہوا تو دریافت فرمایا کیا وقت ہے۔ میں نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا تو ظہر کا وقت ختم ہوگیا تھا۔ فوراً آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمانے لگے آہ میری نمازِ ظہر قضا ہوگئی۔ وغیرہ وغیرہ

ہمدردی: اجمیر شریف کا ہی یہ واقعہ ہے کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے جو حضرت سے بہت مشابہ تھے اور حضرت ان کو بہت پیار کرتے تھے بہت محبت کرتے تھے ان کا انتقال ہوگیا گرمی کا موسم تھا اور ہم لوگ (طلبا) محلہ پر مٹھا دارالاقامہ میں رہتے تھے اور حضرت ترکولیہ دروازہ میں رہتے تھے تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے، ہمیں بہت دیر میں خبر ہوئی۔ ہم پہنچے تو صاحبزادہ صاحب دفن ہوچکے تھے ہم نے عرض کیا حضور نے ہمیں اطلاع نہیں دی فرمایا خیال ہوا کہ گرمی کا وقت ہے آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی لہٰذا دفن کردیا۔

کمالِ صبر: بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب کا انتقال ہوگیا تو حضرت اس وقت نماز تراویح ادا کر رہے تھے۔ اطلاع دی گئی تشریف لائے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور فرمایا ابھی آٹھ رکعت تراویح باقی ہیں نماز میں مصروف ہوگئے جس شخصیت کے صبر و تحمل کا یہ عالم ہے کہ اپنے فرزندِ دلبند کے انتقال پر ایسا صبر و ضبط کرے وہ نماز قضا ہونے پر زار و زار روئے اور بار بار افسوس کرتے کہ میری نمازِ ظہر قضا ہوگئی۔ نہایت قابل غور اور بے نماز و تارک الجماعت لوگوں کے لئے لمحۂ فکر ہے۔

(بقیہ احوال و سوانح کا اجمالی جائزہ)

کم و بیش دس برس تک روزمرہ کا یہی معمول رہا حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی اس محنت شاقہ و عزم و استقلال سے اس دور کے اکابر علمار حیران تھے۔ حضرت[1] ننھے میاں صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ مولانا امجد علی کام کی مشین ہیں لیکن ایسی مشین جو کبھی فیل نہ ہو۔

[1] اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ننھے میاں کے نام سے مشہور تھے۔ یہ حضرت مفتی اعظم ہند کے خسر بھی تھے۔ امجدی

علامہ غلام جیلانی اعظمی ★

صدر الشریعہ ـــــ ایک پیکرِ اخلاص وعمل

حضرت صدر الشریعہ جامع کمالات تھے

عمی مکرمی استاذی المکرم صدر الشریعت (مصنف بہار شریعت) حضرت علامہ محمد امجد علی صاحب قدس سرہٗ العزیز، شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے۔ منطق وفلسفہ میں بھی آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی ذہانت بھی آپ کی کرامت تھی۔ جس مضمون کو ایک مرتبہ دیکھ لیا سالہا سال تک یاد رہا۔ اس لئے حدیث وتفسیر وعلم کلام وفقہ ومنطق وفلسفہ وغیرہ علوم کو حاصل کرنے کے سلسلے میں اس کے عبوری دور کو بہت جلد طے فرمالیا۔ اور جب آپ مسند تدریس پر جلوہ فرما ہوئے تو ایسا پڑھایا کہ ہزاروں مفلسوں اور تہی دستوں کو علم دین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادیں۔ اگرچہ اس ماہتاب تدریس کو غروب ہوئے عرصہ ہوچکا ہے۔ مگر اب بھی ہند وپاک کے صدہا مدارس میں آپ کے بلاواسطہ اور بالواسطہ تلامذہ کے ذریعہ علوم دینیہ کی ضیاباری ہورہی ہے۔ اس علمی کمال کے ساتھ (۱) آپ عمل صالح اور خلوص کے بھی حامل تھے۔ آپ کی عبادت وزہد وتقویٰ بلکہ آپ کا ہر کام خلوص سے ہوتا تھا۔ اس وجہ سے آپ کا کلام پُرتاثیر ہوتا تھا (۲) آپ کی دعا ومناجات سے رقت قلبی کا پتہ چلتا تھا۔ (۳) آپ مستجاب الدعوات بھی تھے (۴) آپ صابر ومتحمل المزاج بھی تھے عفو ودرگزر آپ کا طریقہ رکار تھا۔ (۵) آپ کا غصہ بے محل نہ ہوتا۔ دینی نقصان کے پیش نظر آپ اظہار ناراضگی فرماتے (۶) احقاق حق وابطال باطل آپ کا شیوہ تھا۔ (۷) غیبت وچغلی ونفسانی عداوت سے آپ کو نفرت تھی۔ (۸) کینہ بغض وحسد سے آپ پاک وصاف تھے (۹) نہ کسی مخالف کی ترقی سے آپ کو رنج ہوتا نہ اس کی مصیبت سے خوشی (۱۰) بہترین سیرت بلند اخلاق وتہذیب وشائستگی کے پیکر تھے۔ (۱۱) آرام طلبی وعیش پرستی سے آپ کو نفرت تھی۔ (۱۲) مسکین پرور بیکس نواز تھے۔ (۱۳) صادق القول وعدہ وفا تھے۔ (۱۴) حرص وآز از تکبر وغرور سے بری تھے (۱۵) ایک عالم باعمل اور صوفی کے لئے جو محاسن ہونے چاہئیں وہ آپ میں موجود تھے ـــــ آپ کے ان تمام صفات کے شواہد قلمبند کروں تو ایک دفتر درکار ہوگا۔ عدیم الفرصتی کے سبب قدرے قلیل صرف آپ کے خلوص ومحبت کے موضوع پر کچھ لکھتا ہوں۔

آپ کے خلوص سے

حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی متاثر تھے۔ چنانچہ ۱۳۷۶ء کا زمانہ تھا جب کہ میں دار العلوم مظہر اسلام (بریلی شریف) میں تدریسی خدمت انجام دیتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ کی خدمت میں مجھے حضوری کا شرف حاصل ہوا۔ اس مجلس میں ایک صاحب نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا تذکرہ فرمایا۔ اتنے میں مفتی اعظم صاحب قبلہ چشم پرآب ہوگئے اور فرمانے لگے کہ

> صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنا کوئی گھر نہیں بنایا بریلی ہی کو اپنا گھر سمجھا۔ وہ صاحب اثر بھی تھے اور کثیر التعداد طلبہ کے استاذ بھی وہ چاہتے تو باآسانی کوئی ذاتی دار العلوم ایسا کھول لیتے جس پر وہ یکہ وتنہا قابض رہتے مگر ان کے خلوص نے ایسا نہیں کرنے دیا۔ تَمَّ کَلَامُہٗ

بیشک حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ کا یہ کلام بالکل حق ہے جو ہستیاں رضائے الٰہی کو اپنا نصب العین بناتی ہیں وہ اپنے

★ سابق شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی

اثرات وتلامذہ اور مدارس دینیہ کو اپنے لئے ذریعہ معاش نہیں بناتیں ایسی نفوس قدسیہ کو مَنْ کَانَ لِلّٰہِ، کان اللّٰہُ لَہٗ سے عنوحاصل ہوتا رہتا۔ وہ دین کے پردے میں دنیا نہیں کماتے۔

مُریدین کے ساتھ خلوص

غالباً ۱۳۶۳ھ کا زمانہ تھا جب کہ میں دار العلوم مظہر اسلام (بریلی شریف) میں تدریسی خدمت انجام دیتا تھا۔ مخدومی صوفی شاہ حضرت علامہ سردار احمد صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز ان دنوں میں یہاں شیخ الحدیث تھے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ان دنوں غالباً قصبہ دادوں (ضلع علی گڑھ) میں پڑھاتے تھے اس زمانے میں اس دار العلوم کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ اس وقت اس کی اتنی شہرت بھی نہ تھی نہ یہاں سے کوئی سفیر بھیجا جاتا، نہ فراہمی چندہ کا کوئی معقول انتظام تھا۔ چند مخصوص احباب کی امداد وسعی تھی جو دار العلوم کے مصارف کے پیش نظر بالکل ناکافی تھی مدرسین کی تنخواہوں، درسی کتابوں کی فراہمی اور دیگر مصارف کی کمی کو حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ اپنی جیب خاص سے پوری فرماتے۔ جب یہ سلسلہ دراز ہوا تو آپ کی جیب بھی خالی ہوگئی ـــ تو اپنی ذمہ داری پر مخصوص احباب سے دار العلوم کے لئے قرض حسنہ لے لے کر صرف فرماتے رہے حتیٰ کہ دار العلوم کئی ہزار روپئے کا مقروض ہوگیا اور آپ نے اپنی چند دوکانیں (یا مکانات) رہن میں لکھوادیں۔

> حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ بھی از سرتاپا خلوص تھے

آپ نے اپنے اس ایثار وقرضہ کی خبر نہ تو شہر کے سُنّی روساؤں اور عوام کو کیا نہ اس سلسلہ میں کوئی اعلان شائع فرمایا۔ نہ اس خصوص میں کسی کمیٹی کی تشکیل فرمائی، جو چندے کی فراہمی کرکے، دار العلوم کو اس قرضہ کے بار سے سبکدوش کرتی حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ کے مابین ایک خط دہی سے ارتباط تو پیدا کردیا۔ مگر میں اس اشارے کا مطلب کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔ (اس کا مطلب نذرانہ پیش کرنا ہوگا)[1] چنانچہ اس کے بعد ہی ان سیٹھوں نے یکے بعد دیگرے، سَو سَو روپئے کے نوٹ آپ کے دست اقدس میں، دینے شروع کئے پہلے ایک سے آپ نے لیا، اور فرمایا کہ مفتیٔ اعظم صاحب! لیجئے یہ سَو روپئے فلاں سیٹھ آپ کی خدمت میں نذر پیش کررہے ہیں۔ اس طرح فرداً فرداً ہر ایک سے آپ نے لیا اور حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ کی خدمت میں پیش کیا ـــ ان نذر پیش کرنے والے حضرات کی تعداد کل پانچ یا چھ تھی، ان میں سے صرف ایک صاحب نے پچاس روپئے کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ باقی ماندہ میں پہلے سے ہر ایک نے سَو سَو روپئے دیئے تھے اس طرح آپ نے ساڑھے چار سو یا ساڑھے پانچسو کا نذرانہ اپنے مریدین سے دلوایا۔ اس وقت تمام زائرین اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے مواجہہ میں کھڑے تھے سب حاضرین پر ایک کیف طاری تھا۔ خاص کر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے چہرے انور پر مسرت کی لہر دوڑ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اعلیٰحضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دست پاک ہی میں نذرانہ پیش کرار ہا ہوں اور یہ سمجھنا حق بھی ہے کہ حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ صورت اور سیرت میں اُن کے مثل ہیں اور علم وعمل، تقویٰ وطہارت میں ان کے نقش قدم پر اس کے ساتھ آستانۂ رضویہ کے سجادہ نشین بھی تو ان کا ہاتھ بمنزلہ دست پاک اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہونے میں کیا شبہ ہے

سید احمد رضا ہیں چاند یہ ہیں چاندنی
چاند گو پردے میں ہے، پھیلی ہوئی ہے روشنی

ناظرین کرام غور فرمائیں

کہ ہزاروں روپیوں کی تھیلی دار العلوم مظہر اسلام کو دلوانے کے بعد بھی آپ کی سیری نہیں ہوئی۔

حتیٰ کہ ایک بڑی رقم اپنے پیرزادے کی خدمت میں پیش کرائی کہ عرس شریف کے مصارف میں انھیں سہولت ہو ـــ عرس رضوی شریف کے ساتھ آپ کے خلوص کا یہ ایک روشن ثبوت ہے ان شواہد کی روشنی میں یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اپنے

[1] میرا ذاتی فیصلہ ہے کہ آپ نے خود، یا پیر طریقت مولوی سید عبد الحق صاحب کے توسط سے انکو اس امر کی ہدایت کی ہوگی ۱۲ منہ

معتقدین و متوسلین سے آپ کو اپنے نفس کے لئے ایک کوڑی کی بھی لالچ نہیں تھی۔ مخلصین کی یہی شان ہوتی ہے۔ ان کا ہر کام رضائے مولیٰ کے لئے ہوتا ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ کے فردوں میں سے آپ ایک فرد تھے۔ اس کے علاوہ، عرس شریف کے دیگر ضروریات کی بھی آپ برابر فکر رکھتے تھے۔ اور اپنے تلامذہ و احباب سے اسی خصوص میں کام کراتے تھے آپ مہمان بن کر نہیں رہتے تھے بلکہ ناظم و خادم عرس شریف بنکر شعبۂ مالیات کے علاوہ دیگر انتظامی شعبوں میں بھی آپ کی ہر کارکردگی اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ اسلئے شعبۂ مالیات کی مذکورہ بالا مثال پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

مَتن و شرح

حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ کا ایک قول اوپر نقل کیا گیا ہے۔ کہ "صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ نے بریلی ہی کو اپنا گھر سمجھا۔" ۔۔ آپ کا یہ فرمان مَتن ہے۔ اور صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کا، مذکورہ بالا طریقۂ کار اس متن کی عملی شرح اور تفسیر ہے۔ بظاہر آپ کا مقصود بیان یہ معلوم ہوتا ہے کہ آستانۂ شیخ کو اور اس سے متعلق بریلی شریف کے تبلیغی و تعلیمی اداروں کو مثلاً مطبع اہلسنت جماعت رضائے مصطفےٰ، دار العلوم مظہر اسلام، وغیرہ کو فروغ دینا، آپ اپنا اوّلین فریضہ سمجھتے تھے اور اس کے بقا و احیا کے لئے بیش از بیش جد و جہد فرماتے تھے اس کے بعد دوسرے سنی اداروں کی بقا و احیا کی آپ کو فکر ہوتی تھی، اجمیر شریف، دادوں ۔۔ پالی وغیرہا مقامات پر آپ نے جو کچھ بھی دینی خدمات انجام دیں۔ اور ان مقامات پر اور ان کے علاوہ جہاں کہیں بھی آپ کو مالی فتوحات ہوئیں۔ ان تمام خدمات دینیہ و فتوحات مالیہ کو بریلی شریف ہی کا فیض سمجھتے رہے۔

چنانچہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ (اجمیر شریف) میں وہاں کے صدر المدرسین ہو کر جب آپ پہنچے اور وہاں کے لوگ آپ کی قوت تدریس سے بہت متاثر ہوئے تو آپ کے رو برو اس کا ذکر آیا کہ آپ کی تعلیم بہت کامیاب ہوتی نظر آ رہی ہے یہ مرکزی دار العلوم سربلند نظر آ رہا ہے آپ نے فرمایا:-

یہ مجھ پر اعلیٰحضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فضل و کرم ہے۔

میمن سیٹھوں کا تاثر

آپ کے یہ مریدین میمن سیٹھ صرف تاجر نہیں تھے بلکہ پیروں کے جانچنے اور پرکھنے میں بھی کمال رکھتے تھے۔ پیر طریقت مولوی سید عبد الحق میر کارروال۔ جب ان سیٹھوں کے قافلے کے ساتھ دھوراجی کے لئے روانہ ہونے لگے تو میں بھی اسٹیشن تک پہنچانے گیا تھا۔ انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ میمن سیٹھ، آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ "صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ ہم لوگ ایسے معتقد ہیں کہ اگر یہ چاہتے تو ہم لوگوں کو بریلی شریف سے غافل رکھتے اور صرف اپنی ذات اور اپنے وطن کی طرف ہم لوگوں کو مشغول رکھتے۔ جیسا کہ فلاں پیر صاحب نے اپنے مریدین کو اپنے شیخ کی خانقاہ سے غافل کر دیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم لوگ اپنے مُرشد کی ہدایت کے بموجب حاضر ہوئے اور یہاں کی زیارت سے شرف حاصل کیا۔ تَمَّ کَلَامُہٗ وَکَلَامُھُمْ۔

شیخ کامل کا خلوص مرید کے قلب کو گرماتا ہے اس سے اس کی روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایسا شیخ ..... پیر اور شیخ کہے جانے کے لائق ہے۔ جو بلا حرص و آزار، ایصال الی اللہ کے لئے مرید کرے۔ صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کے خلوص نے ان مریدین کو پہلے سے زیادہ معتقد بنا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دین اسلام کی خدمت میں یہ لوگ پہلے سے زیادہ چُست ہو جائیں گے۔

عُرس رضوی شریف کے ماہ و تاریخ کے ساتھ

جو خلوص و داد آپ کو تھا، وہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے۔

غالباً ۱۳۵۰ھ یا اس سے کچھ پہلے کا واقعہ ہے جب کہ میں ـــــ مدرسہ محمدیہ حنفیہ، (قصبہ امروہہ۔ ضلع مراد آباد شریف) میں تعلیمی خدمت انجام دیتا تھا۔ اور حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ دار الخیر اجمیر شریف میں پڑھاتے تھے عُرس رضوی شریف کے موقعہ پر میں بریلی شریف حاضر ہوا اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ مجھ سے پہلے تشریف لا چکے تھے۔ ان دنوں میں یہ عرس پاک موسم باراں کے شباب میں پڑتا تھا جس کی وجہ سے مراسم عرس کی ادائیگی اور مہمانوں کے قیام و طعام کے سلسلے میں کارکنان کو سخت زحمتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ان مشکلات کے پیش نظر، مولوی ابرار حسن خاں صاحب صدیقی (مرحوم و مغفور) اور مولوی محمد علی صاحب آنولوی رضوی حامدی۔ ایڈیٹران ماہنامہ یادگار رضا (جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف) نے یہ سوچا کہ وقتی طور پر اس عرس کو کسی دوسرے خوشگوار موسم میں منتقل کر دیا جائے۔ پھر جب ماہ صفر المظفر بارش کے موسم میں گذر کر دوسرے موسم میں پہنچ جائے، تو حسب سابق یہ عرس ماہ صفر مع پابندی تاریخ بحال کر دیا جائے۔ چنانچہ ان دونوں صاحبان نے اس خصوص میں ایک تجویز قلمبند کی اور بزمانہ عرس شریف، مقامی اور بیرونی اہل الرائے سے کافی تعداد میں تائیدی دستخط کرانے میں کامیاب بھی ہو گئے، مگر ابھی چند ارباب بسط و کشاد کی دستخط باقی تھی۔"

اس لئے یہ دونوں صاحبان اس مقصد کے پیش نظر حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پہلے تو مولوی ابرار حسن صاحب (مرحوم و مغفور) نے نہایت قادر الکلامی اور طلاقت لسانی کے ساتھ زبانی طور پر اس تجویز کو پیش کیا اور اپنے نظریئے کے مطابق اس کے محاسن کو بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اس کے بعد آپ کی دستخط حاصل کرنے کے لئے اس تحریر شدہ تجویز کو بھی پیش کر دیا۔ آپ نے اس کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ۔

دوسرے مہینے اور دنوں میں عرس کو منتقل کر دیا جائے گا تو عرس نہیں ہوگا۔ ہاں ایک اجتماع اور مجمع ہوگا۔ مزار شریف پر حاضری کا فائدہ حاصل ہوگا۔ مگر عرس شریف میں حاضری سے جو خاص فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ نہ حاصل ہو سکیں گے۔

میں تو اسی ماہ صفر میں ان خاص تاریخوں میں بشرط استطاعت حاضری دیتا رہوں گا۔ اور اس پر دستخط نہیں کروں گا۔ تَمَّ کَلَامُہٗ

اس کے بعد یہ دونوں حضرات وہاں سے واپس ہوئے تھوڑی دیر کے بعد یہ خبر اکثر اہل الرّائے تک پہونچ گئی۔ جن صاحب نے بھی سنا ہر ایک نے آپ کی رائے کی تحسین فرمائی۔ حضرت حجۃ الاسلام صاحب قدس سرہٗ العزیز اور حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے بھی آپ کے رائے عالی کو نظر استحسان دیکھا حتّیٰ کہ اس تجویز کی موافقت میں دستخط فرمانے والے حضرات کی رائے میں نسبتاً ضعف پیدا ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تجویز کامیابی کی منزل سے قریب ہو جانے کے باوجود آپ کے انکار کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ یہ آپ کا اور شاہزدگان اعلیٰحضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فیض ہے کہ عرس رضوی ہو جانے سے اپنی اصلی تاریخوں اور ماہ صفر المظفر میں برابر شان و شوکت کے ساتھ ہوتا رہا ہے اس میں کوئی رخنہ نہیں ہونے پایا۔ صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کی یہ پر خلوص محبت تمام زائرین کے حق میں بھی ہے کہ کسی عرس میں شرکت کا مقصد اس خاص مہینہ اور خاص دن اور اس کی خاص ساعت کی مخصوص برکتوں کو حاصل کرنا ہے اس مقدس مہینہ کے بدلنے کی صورت میں زائرین ان مخصوص فیوض و برکات سے محروم ہو جاتے اور بریلی شریف جیسے مرکزی مقام پر اس کی تبدیلی (گو عارضی طور پر سہی زیادہ مضرت رساں ہوتی کہ لوگ اس کو سند بنانے لگتے۔

علماء صالحین کی تعظیم و توقیر

آپ پسند فرماتے بلکہ ہر سنی خواہ رضوی ہو یا اشرفی، حامدی ہو، یا مصطفوی، امجدی ہو یا نعیمی یکساں محبوب تھے۔ رضویت، اشرفیت وغیرہما کو ایک ہی درخت (سنیت) کی متعدد شاخ سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے آپ کو ہر شعبہ کی ترقی سے خوشی ہوتی اور ہر سنّی جماعت کے علماء و صالحین کی تعظیم و

توقیر محبوب تھی کسی دوسرے شعبہ کے صالحین کی سربلندی کو اپنی ہی سربلندی سمجھتے تھے۔ اگر کسی "جماعت میں عصبیت کی آگ سلگتی ہوئی نظر آتی۔ تو حتی الوسع اُسے جلد از جلد بجھانے کی کوشش فرماتے اگر کوئی شخص ایسی بات پیش کرتا ہے جس سے سنیوں کی دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہوتا تو اس کو سختی کے ساتھ روک دیتے تاکہ ہماری طاقت فنا نہ ہو جائے ــــ اس خصوص میں مجھے بہت سے شواہد معلوم ہوتے ہیں۔ مگر صرف ایک مندرجۂ ذیل واقعے پر اکتفا کرتا ہوں۔

مراد آباد شریف کا شاندار اجلاس

عرصہ ہوا کہ صدر الافاضل مخدومی حضرت علامہ سید نعیم الدین صاحب قبلہ (قدس سرہ العزیز) نے مراد آباد شریف میں "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کا ایک نہایت شاندار اجلاس منعقد فرمایا تھا ــــ اسی سال حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ اجمیر شریف میں پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے ــــــ اس مقدس اجلاس میں علمائے مدعوین کی تعداد کئی سو تھی ـــ اس میں شریک ہونے والے خواص و عام سبھی حضرت صدر الافاضل قدس سرّہٗ العزیز کے جذبۂ ایثار سے کافی متاثر ہوئے تھے ــــــ حتیٰ کہ بہت سے علمائے مدعوین نے تو آمد و رفت کا کرایہ بھی قبول نہ فرمایا تھا۔ حضرت مفتیٔ اعظم صاحب قبلہ جوش مسرّت میں تعاون کی غرض سے ایک ہفتہ پہلے ہی، مراد آباد شریف پہنچ چکے تھے۔ حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ، اجمیر شریف سے اس اجلاس میں شرکت فرمانے کے لئے تو مجھے بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔

رئیسُ الاصفیا

مخدومی حضرت علامہ سیّد شاہ علی حسین صاحب قبلہ اشرفی (کچھوچھوی) اور مخدومی حضرت مولانا صوفی سیّد پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ (قدس سرّہٗ العزیز) کا استقبال نہایت شاندار طریقے پر کیا گیا۔ اور حضرت حجۃ الاسلام صاحب (قدس سرہ العزیز) کا استقبال اتنا شاندار نہیں ہو سکا ان حضرات کی تشریف آوری سے ایک دن پہلے۔ حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ۔ بعد نماز عشار پہونچے ــــــ تو اسٹیشن پر انھیں لینے کے لئے ایک طالب علم بھی حاضر نہیں ہوا حالانکہ آپ نے اپنی تاریخ روانگی سے مع قید وقت کے پیشتر سے اطلاع دیدی تھی۔

اس سے، اور بعض دوسرے امور سے بعض ناتجربہ کار نوجوانوں کو ترجیح کا غلط خیال پیدا ہوا ــــــ چنانچہ ان میں سے ایک صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ

ہمارے اکابر و اصاغر کا استخفاف ہو رہا ہے۔

اس پر حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ:-

ان پر سخت غضبناک ہوئے اور ان کی سخت زجر و توبیخ فرمائی۔ پھر نہایت سکون کے ساتھ اُن کی غلط فہمی کو زائل بھی فرمادیا اور فرمایا کی حُسن ظن رکھو۔ وہ لوگ بھی اپنے ہی ہیں (او کما قال علیہ الرحمہ)

واقعہ یہ تھا کہ مخدومی حضرت صوفی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب (قدس سرہٗ العزیز) اس اجلاس کے صدر مقرر ہوئے تھے اور یہ تجویز پہلے ہی سے ذمہ داران اجلاس نے اپنے پیش نظر رکھ لی تھی اور مراد آباد شریف میں ان کی یہ آمد پہلی آمد تھی، اس وجہ سے اہل شہر و فور اشتیاق میں کافی تعداد میں ان کو لینے گئے۔

اور رئیس الاصفیا حضرت صوفی سیّد شاہ علی حسین صاحب قبلہ اشرفی قدس سرّہٗ العزیز کے ہزاروں مریدین تو مراد آباد شریف میں ہی تھے اور کافی تعداد میں باہر سے بھی آگئے تھے۔ اس وجہ سے ان کے استقبال میں شریک ہونے والوں کی تعداد کافی تھی آخر میں حضرت حجۃ الاسلام صاحب قبلہ (قدس سرہٗ العزیز) تشریف لائے۔ دورِ اجلاس کی دوا دوش میں کارکنان جلسہ پر ماندگی طاری ہو چکی تھی۔ اس پر بھی ان کا جلوس بھی نمایاں ہو جانا ارباب بسط کشاد کی سعی و محنت کا پتہ دیتا تھا اور حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کی تشریف آوری کے موقع پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے سامنے ایسے اہم اور ضروری مشاغل آگئے کہ کسی کو اسٹیشن بھیجنا بھول گئے۔

سُبْحَانَ اللہ۔ ایسی صورت میں جب کہ صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کو لینے کے لئے کوئی بھی اسٹیشن نہیں پہونچا تھا، بتقاضائے فطرت نفس کا تاثر ضرور ہے، پھر اس کے پیش نظر یہ شکایت کرنے والا چونکہ شریک غم ہے لہٰذا محبوب ہونا چاہیئے، مگر محبوبیت و مبغوضیت کا یہ معیار ان لوگوں کے نزدیک ہے جو نفس کے فرمانبردار ہوتے ہیں ــــ اس کے برخلاف حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کی شان چوں کہ اَلْحُبُّ فِی اللہِ، وَالْبُغْضُ فِی اللہِ تھی لہٰذا آپ نے کارکنان جلسہ کی کارکردگی کو شک و ریب کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اور شاکی کو زجر و توبیخ فرما کر حسن ظن کی ہدایت فرمائی۔ یہ آپ کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی اور آپ کی قوت عاقلہ کا بہترین فیصلہ ہے۔ کسی کو اپنا سمجھنا ظن کی طرف داعی ہے۔ اور جب اپنا سمجھ لیا جائے گا تو ان کی ترقی سے خوشی ہوگی۔ اتنے بڑے اجلاس میں کام کرنے والوں کے سامنے کافی مشاغل ہوتے ہیں ایسے موقع پر ان کی ہمّت افزائی کرنی چاہیئے۔ اس قسم کی نزاع پیش کر کے اگر انکو نشانۂ طعن و تشنیع بنایا جائے۔ اور ان کے خلاف ایک جماعت کی تشکیل کی جائے، تو جن مقاصد دینیہ کے پیش نظر مصارف کثیرہ کا بار برداشت کیا گیا ہے، وہ نامکمل رہ جائیں گے

عُلماو صُلحار کے تذکار

مذکورہ بالا اجلاس کے ایّام میں اور پھر یہاں سے واپسی کے بعد۔ حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ نے اپنی مجلس خصوصی میں، اپنے احباب کے سامنے حضرت صدر الافاضل صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کے اس عظیم الشان کارنامے کو بار بار سراہا ــــ اور مخدومی حضرت صوفی پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ محدث (علی پور سیدان پنجاب) کی مؤثر تقریر، اور دوسرے علمائے اہلسنت کے رُوح پرور بیانات اور ان کے محاسن کا مزہ لے لے کر تذکرہ فرماتے رہے۔

اس سے اور اس کے علاوہ بکثرت شواہد سے مجھے یقین کامل ہے کہ آپ کو سُنّی جماعت کے ہر طبقہ کے ساتھ خلوص تھا نیز اس کی سربلندی سے آپ خوش ہوتے، بلکہ اس سلسلے میں حسب استطاعت آپ کوشش بھی فرماتے ــــ بلکہ بارگاہ الٰہی میں ہر مومن کے ساتھ خلوص و محبت کی دعا کرتے تھے

آپ کی ایک دعا

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ	اے اللہ! مجھے اپنی محبت
	اور اپنے محبین کی محبت
حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ	اور اپنی طرف قریب کرنے
وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ	والے عمل کی محبت عطا فرما۔

نماز عصر و نماز فجر کے بعد، میں نے بارہا مذکورہ بالا دعا کو آپ کی زبان فیض ترجمان پر رقت خشوع اور خضوع کے ساتھ جاری ہوتے ہوئے سُنا۔ اس دعا میں تین چیزوں کی محبت طلب کی گئی ہے۔ اوّل اللہ تعالیٰ کی محبت، دوم محبین الٰہی کی محبت۔ سوم اعمال صالحہ کی محبت۔ آپ ان تینوں اقسام محبت سے متصف تھے۔ تو اس دعا سے مقصود یہی ہوگا کہ ان ہر سہ اصناف محبت کی کیفیات میں زیادتی ہو۔ اور ان پر بقاؤ دوام بھی حاصل ہو ــــــ آپ کی حیات طیبہ پر میں نے جتنی بھی نظر ڈالی، اور جتنا بھی دوسروں سے سُنا، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی اللہ و رسول جَلَّ وَعَلَا ــــ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی محبت سے لبریز تھی۔ اور آپ نکوکار ہی تھے۔ اور ہر عمل خلوص و محبت کے ساتھ کرتے تھے ــــــ لہٰذا آپ محبان الٰہی کے ان افراد میں سے ہیں جن کی محبت کے حصول اور بقا کی ہمیں خشوع کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے کہ آپ کی محبت

وصالِ الٰہی کا سبب ہے۔

صالحین کے ساتھ محبت

کے بڑے بڑے فوائد ہیں۔ ان کی سیرت ان کے اقوال ان کے افعال چوں کہ شریعت و طریقت کے موافق ہوتے ہیں اس لئے یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں تو اگر کسی مومن عاصی نے بھی ان صالحین سے اس لئے محبت کی کہ یہ اور ان کے اعمال صالحہ اللہ و رسول جلّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ہیں۔ اس وجہ سے اس نے ان کو اور ان کی نیکیوں کو بنظر استحسان دیکھا۔ تو اس کا یہ عمل قلبی در اصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کے سبب سے ہے جو وصالِ الٰہی کا ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبوب چیزوں کے ساتھ محبت کرنا، خود مستقل قلبی عبادت ہے۔ تو اگر کسی عاصی نے صالحین کے اعمال حسنہ کے ساتھ صرف محبت تو کی، مگر ان کے اعمال کو اپنے لئے لائحہ عمل نہیں بنایا، جب بھی وہ مستحق ثواب ہوگا۔ اس محبت کا اتنا نتیجہ تو ضرور ہوگا کہ اس کے دل میں رقت اور صفائی پیدا ہوگی۔ پھر دل تو ملک بدن کا بادشاہ ہے اور ہاتھ پیر زبان حواس وغیرہا یہ اس کے رعایا ہیں بادشاہ کے صلاح کا اثر رعایا تک پہنچتا ہے۔ پھر چونکہ یہ مقدس سیرت اپنے اندر جاذبیت اور کشش رکھتی ہے اس لئے حسن عمل کی دعوت دیتی ہے۔ تو اگر کسی عاصی کے ساتھ توفیق الٰہی شامل حال ہو گئی تو وہ ان کی مقدس سیرت کو لائحہ عمل بنالے گا۔ اس لئے امید ہے کہ وہ بھی زمرۂ صلحاء میں شامل ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کا وجود اور ان کی معیت ان سے عقیدت ان کی محبت ان کی سیرتوں کا مطالعہ و تذکار آخرت کی لازوال اور انمول نعمتوں کے وسائل ہیں ——— یہ صالحین چونکہ اذکار قلبی و اذکار لسانی اور اعمال حسنہ کے ذریعہ فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کی منزلیں طے کر لیتے ہیں لہٰذا ان کا آئینہ تجلّی و مصفّیٰ ہو جاتا ہے ان کے قلوب انوار وحدت و رسالت کے مظہر بنجائیں تو آئینہ (بلا تشبیہ) اس طرح جیسے کوئی آئینہ آفتاب کے سامنے کیا جائے تو آئینہ میں بھی آفتاب نظر آتا ہے، پھر اس آئینہ کی وساطت منعکس ہو کر جو روشنی سایہ کے اندر موجود چیزوں پر پڑتی ہے تو اُن پر بھی اس کی تجلی ہوتی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ ان چیزوں کی صفائی اور تاریکی کے اعتبار سے اس کا ظہور مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح سمجھنا چاہیئے کہ ان صالحین کے ساتھ محبت رکھنا۔ اور ان کی مقدس سیرتوں کو محبت کے ساتھ لکھنا، پڑھنا اور سُننا، سوچنا، اپنے دل کو ان کے آئینہ قلب کے سامنے کرنا ہے جس کی وساطت سے آفتاب توحید و رسالت کی شعاعیں منعکس ہو کر ہمارے دل کے سیاہ خانوں کو ضرور روشن کریں گی۔ اگرچہ اس کا اثر ہمارے قلوب کی صفائی اور کدورت کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔

قَالَ اللہُ تعالیٰ۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝	اور جو اللہ اور اس کے رسول کو اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ کا گروہ غالب ہے۔

اس محبت کی روشنی میں میں نے عمّی، مکرمی، استاذی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی مقدس سیرت پاک کا کچھ حصہ سطور بالا میں پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں ان کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

ایک مبارک خواب

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حالات زندگی سے متعلق مذکورۂ بالا مضمون بماہ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ احاطہ فیض الرسول کی مسجد میں، بحالت اعتکاف یہاں تک لکھا۔ اس مشغولیت کی وجہ سے اوراد و وظائف اور نوافل

میں کافی کمی ہو گئی جس سے وسوسہ پیدا ہونے لگا کہ اس ذکر لسانی کی کمی سے یہ اعتکاف بہت ناقص ہوگا۔ مکرّمی جناب خلیفہ مولوی محمد صدیق صاحب قبلہ زید مجدہم (ناظم اعلےٰ دار العلوم فیض الرسول) میرے اس تاثر کو محسوس فرمایا، اور جس نے زبانی بھی اس کا سبب بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ بے فکر ہو کر لکھئے، گھبرائیے نہیں۔ آپ کا یہ لکھنا بھی وظیفہ ہی ہے۔ اس تحریری کام سے بھی اعتکاف میں کمال حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ یہ بھی ایک بڑا کار خیر ہے۔

ان کے اس فرمانے سے تسلّی حاصل ہوئی۔ مگر کچھ دیر بعد وساوس سابقہ پھر قلب کو گھیر کر انتشار پیدا کرنے لگے۔ کسی نہ کسی طرح مذکورہ بالا مضمون پورا کیا اور ۲۵ رمضان المبارک کی شب میں کچھ وظائف پڑھ کر سو رہا تو رات کے آخری حصے میں مندرجۂ ذیل خواب نظر آیا کہ میں محلہ کریم الدین پور (قصبہ گھوسی۔ ضلع اعظم گڑھ) مسجد میں نماز فجر ادا کرنے جا رہا ہوں، موسم معتدل تھا نہ زیادہ سردی تھی نہ گرمی۔ فضا بالکل صاف تھی نشاط و سرور کا وقت معلوم ہوتا تھا۔ فجر کا وقت تقریبًا آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ میں نے جیسے ہی مسجد کے بیرونی دروازے میں قدم رکھا اندر سے صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کی آواز سنائی دی کہ اب نماز کا وقت زیادہ نہیں ہے۔ نماز کون پڑھائے گا؟ امام کا بھی پتہ نہیں ہے۔

یہ آواز سنتے ہی مجھے خیال ہوا کہ صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ یہاں معتکف ہیں (اپنی حیات ظاہری میں آپ نے کئی بار اس مسجد میں اعتکاف کیا ہے) چند قدم آگے بڑھا تو آپ کا سامنا ہوا۔ دیکھا کہ آپ محراب مسجد میں تشریف فرما ہیں، سفید کرتا سفید ٹوپی پہنے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور تبسم ریز ہو کر فرمایا کہ۔

اچھا لو! وہ امام صاحب آگئے یہی نماز پڑھائیں گے (تمت الرؤیا) یا الصّالحۃ) اتنے میں ہمارے دار العلوم کے ناظم اعلیٰ، فرمانے لگے کہ سونے والو! اٹھو سحری کھالو! وقت تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ کل آدھا گھنٹہ باقی ہے میں جاگ پڑا۔ اس طرح اس پر لطف و مبارک خواب کا سلسلہ ختم ہو گیا (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) کہ گیارہ سال کے عرصے میں چوتھی بار عالم رؤیا میں مجھے آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

بقیہ ص۳۰ کا

اور صلاح کی کہ اس پر خوب اعتراضات کریں گے تاکہ حضرت یہ جان کر کہ میرے تلامذہ خوب مطالعہ کر کے آئے ہیں خوش ہوں اور دوسرے ساتھیوں کے مقابلے میں ہم زیادہ مطالعہ کرنے والے اور ذہین ثابت ہوں مگر ہوا یہ کہ میں قرأت کر رہا تھا جب مذکورہ حدیث میں میں نے لفظ اَبْحُرْ پڑھا تو حضرت نے فرمایا اَبْحَرَ یعنی میں نے ہ کو ساکن پڑھا تھا اور حضرت نے ہ کو مفتوح پڑھنے کو فرمایا جس کے بعد اعتراضات خود بخود ختم ہو گئے اور فرمایا کہ ہ کو مفتوح پڑھنا ہی صحیح ہے مختصر یہ کہ پیچیدہ مقامات پر ایسی سلجھی ہوئی اور دلنشیں تقریر فرماتے کہ طالب علم کو کم سے کم اعتراض کا موقع ملتا حدیث شریف کے سبق کے شروع میں بسم اللہ کے بعد درود شریف ضرور پڑھا جاتا اکثر خود اعتراضات کی تقریر فرما کر جوابات ارشاد فرماتے اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ مَرْقَدَهٗ اَللّٰهُمَّ بَرِّدْ مَضْجَعَهٗ اَللّٰهُمَّ وَسِّعْ قَبْرَهٗ وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحٰبہ اجمعین وبارک وسلم۔

علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی ★

صدر الشریعہ۔ تدریسی خصوصیات پر ایک نظر

شیخ الطریقہ آقائے نعمت' مادائے رحمت' فخر الاماجد' بحر المحامد استاذ معظم فقیہ عالم حضرت مولانا مولوی حکیم ابو العلا محمد امجد علی قدس سرہ القوی۔ ہندوستان کے مشہور عظیم الشان خیرآبادی خاندان سے بیک واسطہ مستفیض ہونے والے فضلاء زمان میں امتیازی شخصیت کے مالک تھے۔

طریقۂ تدریس دو ہیں۔ بعض اساتذہ تفہیم کتاب بصورت سوال وجواب فرماتے ہیں اور بعض کتب کی تقریر ایسے انداز سے فرماتے ہیں۔ جس پر اعتراضات وارد ہی نہ ہونے پائیں۔ آپ بروقت تدریس عموماً طریقہ دوم اختیار فرماتے تھے۔ اور گاہے گاہے طریقۂ اول جبکہ مقام دقیق مضامین پر مشتمل ہوتا۔

آپکی تدریسی خصوصیات میں اول یہ خصوصیت تھی کہ درسی کتابوں کے علاوہ اُن کے مطبوعہ حواشی بھی پڑھاتے تھے چنانچہ فقیر کو میر زاہد امور عامہ کے ساتھ ساتھ اُس کا حاشیہ مولانا عبد الحق خیرآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی بھی سبقاً سبقاً پڑھایا۔ اگرچہ بعض شرکار درس بوجہ قلت وقت اُسکے پڑھنے سے گریز چاہتے تھے اور قاضی مبارک کا حاشیہ مولانا فضل حق خیرآبادی خصہ اللہ تعالی باخص الایادی بھی فقیر کو پڑھایا لیکن وقت مدرسہ ختم ہونے کے بعد بے شرکت غیر۔

دوم یہ کہ متقدمین کے غیر مطبوعہ حواشی جو صرف بعض کتبخانوں میں قلمی موجود ہیں اور آج تک طبع نہ ہو سکے وہ بھی پڑھاتے تھے چنانچہ فقیر نے شرح تجرید پر محقق دوانی قدس سرہ النورانی کے حواشی قدیمہ اور جدیدہ بھی آپ کے قلمی نسخوں سے نقل کر کے پڑھے اُن میں شریک درس صرف طبیب حاذق جلیل القدر فائق مولانا مولوی غلام یزدانی قدس سرہٗ الربانی تھے۔

سوم یہ کہ درس کا ناغہ کسی حالت میں گوارا نہ تھا۔ حتی کہ بحالت بخار شدید بھی تشریف لے آتے۔ طلبہ کا شدت بخار کو دیکھکر بجد اصرار ہوتا کہ درس ناغہ کر دیا جائے۔ مگر انکی درخواست قبول نہ ہوتی اور یہ فرماتے کہ مولوی صاحب (یعنی آپ کے استاد مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری قدس سرہ النوری) فرماتے تھے کہ ناغہ سے برکت جاتی رہتی ہے لہٰذا پڑھ لو۔ اگرچہ مقدار قلیل تدریس کیجانب ایسی توجہ اور اس میں اتنی کاوش کا تحمل اُس زمانے میں بھی مفقود النظیر تھا۔ شکر اللہ تعالیٰ سعید العظیم واجدنا سبحانہ بظلہ الکریم۔ ▫▫

(بقیہ صدر الشریعہ اور مدرسہ حافظیہ سعیدیہ)

انحطاط پیدا ہو گیا اس لئے حضرت مستعفی ہو کر گھر تشریف لائے۔

مدرسہ عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں ۷ سال خدمتِ دین انجام دینے کے بعد آپنے وطن مالوف مراجعت فرمائی۔ ▫▫

★ سابق صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ یوپی

مفتی خلیل احمد خاں مارہروی ★

صدر الشریعہ کی تدریسی خدمات

ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کے واقف و متولی نواب ابوبکر خاں صاحب مرحوم کے بعد جب تولیت نواب حاجی غلام احمد خاں صاحب شروانی کے حصہ میں آئی تو مدرسہ کے در و دیوار سراپا اشتیاق بنے ایک عظیم شخصیت کے استقبال میں چشم براہ تھے جن کے متعلق مدرسہ میں یقین و وثوق سے کہا جا رہا تھا کہ وہ صدر المدرس کی جگہ مدرسہ میں تشریف لانے والے ہیں۔

جلوہ افروزی ہماری آنکھوں نے وہ دن دیکھ لیا اور آج بھی دیکھ رہی ہیں حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقت مولانا شاہ امجد علی صاحب قادری برکاتی رضوی نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا آپ یقین فرمائیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ علوم شرعیہ کی تجلیاں در و دیوار سے چھن چھن کر سینہ و دل کی گہرائیوں میں گھر کرتی چلی جا رہی ہیں۔

انداز درس فقیر ان ایام میں علم الصیغہ ہدایت النحو منیۃ المصلی میزان منطق۔ قلیوبی وغیرہ کتابیں پڑھتا تھا درس و تدریس کیا ہے اس سے واقفیت نہ تھی ہاں اتنا جانتا تھا کہ کسی کتاب کو پڑھانے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اسکے مضامین کی تقریر ایسی شستہ اور آسان زبان میں ہو کہ ہر طالب علم کے دل میں اتر جائے حضرت والا کا انداز درس کیا تھا اس سے اب تک واقفیت نہ تھی۔ پہلی کتاب جس کے ذریعہ حضرت والا کے قدموں تک رسائی ہوئی مُلّا حسن تھی دوسرے تیسرے روز ہی جب مباحث کا آغاز ہوا اور حضرت والا نے مضمون کتاب کی تقریر فرمائی تو بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈے ٹھنڈے میٹھے میٹھے مشروب کے گھونٹ نیچے اتر رہے ہیں اور پھر عقیدت میں .... آنکھیں جھکیں دل جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا۔

نکتہ دانی مولوی محمد زاہد صاحب کا رجحان قلب حضرت کے ہم عصر ایک اور صاحب کی جانب کچھ زیادہ بلکہ حد سے متجاوز تھا ان کی جلالین حضرت صدر الشریعہ کے پاس رکھی گئی سبق جب الم ذالک الکتاب لاریب فیہ پر پہونچا اور حضرت والا نے اللہ اعلم بمرادہ بذالک کا ترجمہ۔ اللہ اپنی مراد اس سے خوب جانتا ہے کیا تو کراہت اور قلبی انقباض محبت اور وسعت و فراخی سے بدل گیا ہفتوں اس ترجمے کو دہراتے اور مزے لوٹتے رہے۔

تحقیق مسئلہ ایک مرتبہ طلبا میں ایک مسئلے پر بحث چھڑی گرما گرم بحثوں کے بعد بھی جب کچھ نتیجہ نہیں نکلا تو طے پایا کہ حضرت کی خدمت میں چلو جوش میں اٹھے اور خدمت میں حاضر ہوئے تو جوش کافور اب کوئی نہیں بولتا کہ آخر منشا اس حاضری کا کیا ہے آخر فرمائش پر اس فقیر نے عرض کیا کہ بحث یہ ہے اور فقیر یہ کہتا ہے فلاں صاحب یہ فرماتے ہیں فرمایا تیری بات صحیح ہے اور پھر فرمایا کہ مسائل شرعیہ پوچھنے میں ہم سے شرم کرو گے تو پھر روئے زمین پر کوئی بتانے والا نہ پاؤگے (الحمد للہ تعالیٰ تقریباً ۲۵ سال بعد یہ مسئلہ نوری میں مل گیا حضرت والا کی اس شفقت سے ہمیں گستاخ کر دیا تھا اور ہم حضرت سے بلا دھڑک مسئلہ پوچھ لیا کرتے تھے لیکن بلا وجہ زبان کھولنا

★ سابق شیخ الحدیث دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد (سندھ)

در کنار جلالت علمی کے باعث ہنس کر بات کرنا بھی دشوار ترین مرحلہ تھا۔

طلبار کی لیاقت سالانہ امتحانات کے موقع پر ممتحن صاحب نے مولوی محمد خلیل صاحب امروہوی سے چند سوالات بیجا کر ڈالے مولوی محمد خلیل صاحب نے جواب دیا کہ اگرچہ یہ غیر متعلق سوالات ہیں لیکن میں ان کے جوابات دیتا ہوں اور پھر جوش میں آکر بلند آواز سے جوابات کی تقریر کی حضرت صدر الشریعہ کو علم ہوا تو فرمایا کہ مولوی خلیل انہیں پڑھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

روحانی فیضان طلبہ کی طرف التفات تام کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے کہ فقیر کو ایک مرتبہ ایک مسئلہ کی تحریر میں الجھن پیش آئی خواب میں تشریف لاکر ارشاد فرمایا بہار شریعت کا فلاں حصہ دیکھ لو صبح اٹھ کر بہار شریعت اٹھائی اور مسئلہ حل کر لیا۔

خواب وصال شریف کے بعد فقیر نے دیکھا کہ کتب احادیث کا درس دے رہے ہیں مسلم شریف سامنے ہے سفید اور شفاف لباس میں ملبوس تشریف فرما ہیں مجھ سے فرمایا آؤ تم بھی مسلم شریف پڑھ لو۔

حضرت والا اگر اب بظاہر ہم میں تشریف فرما نہیں لیکن ہندوستان و پاکستان میں وہ کون سا خطہ ہے جہاں جلیل القدر علماء و تلامذہ اور بہار شریعت کی صورت میں ان کا فیض رواں دواں نہیں مولیٰ عزوجل ان کے فیوض و برکات کو جاری و ساری رکھے اور ان خدمات جلیلہ کی آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے آمین۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲، ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہر امجد کر عطا مجھ کو رضائے مصطفےٰ
اور شریعت کی بہاریں مصطفےٰ کے واسطے

(بقیہ صفحہ ۱۷ کا)

اقدس پہ حاضر ہوئے ساتھ میں قاری محمد یحییٰ صاحب بھی تھے ان دونوں حضرات نے بھی یہ خوشبو مزار اقدس پر محسوس کی اس پر حافظ ملت نے فرمایا کہ یہ "حدیث پاک کی خدمت کا صلہ ہے"۔

قریب قریب چالیس سال تک حضرت صدر الشریعہ نے مسلسل دورۂ حدیث پڑھایا ہے۔ یہ اسکی برکت ہے۔

چند تنقیحات

ولادت : حضرت کے حیات میں کبھی یہ خیال نہ ہوا کہ حضرت سے دریافت کیا جاتا۔ حضرت کے وصال کے بعد میں نے اور استاذی خیر الاذکیا جناب مولانا غلام یزدانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت چھان بین کی مگر کہیں حضرت کا سن ولادت لکھا ہوا نہیں ملا۔ حضرت کے منجھلے بھائی جناب حکیم احمد علی صاحب مرحوم سے بھی پوچھا گیا انھوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ البتہ حضرت کے بے تکلف دوست جناب عبد الحیٔ خاں صاحب رضوی رئیس اعظم بیس واڑہ گھوسی نے اتنا بتایا کہ حضرت صدر الشریعہ مجھ سے ڈیڑھ سال بڑے تھے۔ میری تاریخ پیدائش لکھی ہوئی ہے۔ سن ۱۳۰۲ھ انھوں نے مہینہ بھی بتایا تھا وہ یاد نہیں۔ اس سے ہم نے اندازہ لگایا کہ حضرت کی ولادت سن ۱۳۰۰ھ میں ہوئی ہے۔

ابتدائی تعلیم : اپنے دادا مولانا میاں جی خدا بخش صاحب سے گھر پر حاصل کی پھر محلہ قصبہ میں مدرسہ ناصر العلوم میں جاکر کوپاگنج کے مولوی الٰہی بخش صاحب سے کچھ تعلیم حاصل کی۔ پھر اپنے چچا زاد بھائی اور استاذ مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم کے ہمراہ جونپور جاکر درس نظامی کی تکمیل کی۔ پھر دورۂ حدیث پیلی بھیت استاذ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی سے مکمل فرمایا۔ ▫▫

مفتی محبوب رضا خاں بریلوی

صدر الشریعہ ایک باکمال مشفق استاذ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں ۱۹۳۹ء میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں حاضر ہوا چونکہ درمیان سال تھا حضرت نے فرمایا کہ بندۂ خدا بغیر پیشگی خط و کتابت کے آگئے تین پیسے کا خط لکھ کر پہلے مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا یہاں درمیان سال میں داخلہ ممنوع ہے یہ ریاست ہے اور نواب صاحب کی اجازت کے بغیر درمیان سال میں داخلہ نہیں ہو سکتا میں نے عرض کی کہ حضور اب تو میں آگیا واپس نہیں جاؤں گا داخلہ نہیں ہوتا تو نہ ہو میں بستی میں کرایہ پر مکان لے لوں گا آپ پرائیویٹ طور پر کوئی ایک سبق مجھے شروع کرا دیں فرمایا میرے پاس وقت کہاں ہے عرض کی کہ عصر مغرب کے درمیان وقت ہے فرمایا اس وقت میں اخبار دیکھتا ہوں عرض کی کہ حضور دس منٹ مجھے عنایت فرما دیں فرمایا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو دس منٹ پڑھایا جا سکتا ہے؟ عرض کی کہ حضور میرے لئے دس منٹ بہت ہیں فرمایا کیا پڑھنا چاہتے ہو عرض کی جو حضور پڑھائیں ہنس پڑے پھر فرمایا منطق کہاں تک پڑھی ہے عرض کی قطبی پڑھی فرمایا ملا جلال شروع کر دو عرض کیا جو حکم ہو پھر کچھ تامل کے بعد دریافت فرمایا میر زاہد رسالہ پڑھا ہے عرض کیا نہیں فرمایا پھر پہلے رسالہ پڑھو عرض کی جو حکم — فرمایا کل سے میر زاہد شروع کر دو چنانچہ دوسرے روز عصر کی نماز کے بعد مدرسہ کے چبوترے پر چارپائی پر بیٹھ کر میر زاہد شروع کرایا تو اساتذۂ مدرسہ بھی شریک درس ہو گئے اور اکثر طلبہ بھی یعنی میر زاہد رسالہ میں میرے شریک طلبہ کی تعداد سب اسباق کی جماعتوں سے بڑی ہو گئی نیز چھٹی جماعت میں شریک ہو کر اسباق کی سماعت کی اجازت بھی مل گئی مطبخ کے باورچی کو بلا کر حکم فرمایا کہ قاری صاحب کا کھانا دونوں وقت کا تم دینا اور پیسے ان سے طے کر لینا چنانچہ میں کئی مہینہ اس طرح ہوسٹل میں رہا پھر ایک روز نواب غلام محمد خاں صاحب مرحوم متولی مدرسہ ہوسٹل میں تشریف لائے میری طلبی ہوئی اور مجھ کو باقاعدہ داخلہ مل گیا۔

میرے عزیز مفتی اعجاز ولی خاں صاحب مرحوم و مغفور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے بہت قریب تھے مجھے ان کے ساتھ قیام کی اجازت مل گئی اس طرح میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا خادم خاص بن گیا سودا سلف کی خریداری اور دیگر امور خانہ میں مفتی اعجاز ولی خاں صاحب مرحوم کے بعد میں دخیل ہوا دھوبی کو حضرت کے گھر کے کپڑے دینا ان کا حساب لکھنا اور اندراج کے مطابق وصول کرنا میری ذمہ داری تھی سبزی وغیرہ بھی میں خرید کر لاتا کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض چیزیں بغیر اجازت اپنی مرضی سے خرید لاتا یا جو کچھ منگوایا گیا اس میں اپنی مرضی سے رد و بدل کر لیتا حتیٰ کہ بعد میں اکثر ایسا بھی ہوتا کہ گھر سے کوئی بچہ پوچھنے کے لئے آتا کہ آج کیا پکایا جائے تو حضرت فرما دیتے کہ قاری صاحب سے پوچھو کشیدنی تمباکو میں اپنی مرضی سے خرید لاتا جتنی منگوائی جاتی اس سے بہت زیادہ خرید لاتا فرماتے کہ اتنی کیوں خریدی میں نے تو اتنی کہی تھی عرض کر دیتا کہ حضور یہ تمباکو بہت اچھا ہے دیسی ہے اور خوب تیز ہے کام آئے گا روز ایسا نہیں ملے گا ہنس کر خاموش ہو جاتے میں بر بنائے خلوص و عقیدت اس قسم کے تصرفات کرتا تھا اور موصوف خلوص کے قدر داں تھے

عادات کریمہ

نہایت نفاست پسند تھے طلبار سے بہت خلوص و محبت فرماتے اور اولاد کی طرح سمجھتے تھے چنانچہ ہم لوگ آپس میں ان کے لئے ابّا کا لفظ استعمال کرتے چونکہ حضرت کے بچے ان کو ابا کہتے تھے۔ نہایت چشم پوش اور کریم النفس تھے مگر اصول میں سخت گیر اور بہترین قسم کے منتظم تھے، میں نے ان سے زیادہ متبع سنت کسی کو نہیں دیکھا صاف گو اور سادہ لوح نہایت معاملہ فہم خوش مزاج و حلیم الطبع تھے لباس بالکل سادہ پہنتے تھے دیسی کھدر کا کرتہ عرض کا پاجامہ کھدر ہی کی بنڈی اور کھدر ہی کا جبہ سفید یا ہرے رنگ کا مگر ٹوپی دو پلی چپ عمدہ ململ یا وائل کی رنگین عمامہ جاڑوں میں اونی ٹوپا اونی جرسی یا روئی کی مرزئی دہلی والی سرخ نری کی ایک کنٹھے والی پاپوش استعمال فرماتے تھے نہایت وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔

پسندیدہ خوراک

بھنا ہوا گوشت روٹی اور ترکاریوں میں تلے ہوئے کریلے شوق سے تناول فرماتے تھے دارجیلنگ کی عمدہ چائے پیتے اور اس معاملہ میں نہایت نفاست پسند واقع ہوئے تھے ایک مرتبہ والدہ صاحبہ گھوسی تشریف لے گئیں تھیں حضرت دادوں میں موجود تھے ایک میواتی فلک شیر خاں کی بھینس بیمار ہو گئی مفتی اعجاز ولی خاں مرحوم نے اس کو تعویذ لکھ دیا کہ گھر کی ڈاہی میں لٹکا دے اللہ کے حکم سے وہ بھینس تندرست ہو گئی اس نے تقریبًا پانچ سیر دودھ مفتی صاحب کی نذر کیا پروگرام بنا کہ چاول اور شکر حضرت کے یہاں سے حاصل کئے جائیں میں نے خدمت اقدس میں عرض کی چاول اور شکر چاہیئے فرمایا کیا کرو گے عرض کی کھیر پکائیں گے فرمایا لے لو دودھ کہاں سے لو گے عرض کی کہ دودھ اس طرح مل گیا ہے مسکرائے اور فرمایا ہم کو تو تعویذ کا معاوضہ کوئی نہیں دیتا اعجاز میاں ہم سے زیادہ کامیاب ہیں غرض کہ کھیر پکی مگر اس میں شکر بہت زیادہ ہو گئی میرے متعلق طلبار نے مشہور کر رکھا تھا کہ میں میٹھا بہت زیادہ کھاتا ہوں جب حضرت نے تناول فرمائی تو دو چار چمچے لیکر چھوڑ دی اور ہنس کر فرمایا اعجاز میاں قاری صاحب نے اپنے مطلب کی پکائی ہے تاکہ اور کوئی نہ کھا سکے اب یہی اس کو ختم کریں گے ہلکا میٹھا پسند فرماتے تھے ہاں زیادہ کھاتے تھے اور کشیدنی تمباکو میں غازیپور، گورکھپور اور لکھنو کا عمدہ خمیرہ استعمال کرتے تھے تمباکو بنانے خرید کر لانے اور اس میں خمیرہ ملانے کی خدمت میں انجام دیتا تھا۔

عصر کے بعد میں نے چہل قدمی کے لئے مشورہ دیا پسند فرمایا چنانچہ بعد نماز عصر روزانہ تقریبًا ایک میل ٹہلنے کو جاتے اکثر مولانا حافظ مبین الدین صاحب بھی ہمراہ ہوتے راستہ بھر ہم لوگ مسائل پوچھتے جاتے اور حضرت جوابات ارشاد فرماتے جاتے ایک مرتبہ ۱۲، ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت اپنے گھر میں محفل میلاد سے فارغ ہو کر نماز ادا کی اور حسن پور کے جلسہ میں شرکت کی واسطے تشریف لے چلے حضرت محدث صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے دونوں بزرگوں کی چارپائیاں صحن میں برابر برابر پڑی تھیں ہم لوگ حضرت کے پاؤں دباتے جاتے اور مسائل پوچھتے جاتے حضرت آنکھیں بند کیے ہوئے ہم کو جوابات ارشاد فرماتے جاتے محدث صاحب علیہ الرحمہ نے کچھ دیر تو خاموشی اختیار فرمائی مگر جب سوالات و جوابات اور جوابات پر اعتراضات اور پھر اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آیا تو اپنے مخصوص انداز میں ارشاد فرمایا کہ حضرت آپ کے تلامذہ معاملات میں بہت صفائی پسند واقع ہوئے حضرت نے دریافت فرمایا کہ وہ کیسے محدث صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک گھنٹہ ہوا کہ یہ حضرات آپ سے اپنی محنت کی قیمت نقد وصول فرماتے جا رہے ہیں یہ لوگ ادھار کے قائل نہیں

حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ میں عادی ہو چکا ہوں اس سے میرے آرام میں خلل نہیں پڑتا ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بس بھائی آپ لوگ بھی آرام فرمائیں اور محدث صاحب کو بھی آرام کرنے دیں ان کو نیند آ رہی ہے۔

انتظامی معاملات میں بہت بااصول واقع ہوئے تھے ایک مرتبہ غالبًا ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ دامت معالیہ اور حضرت محدث پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ نے حج و زیارت کا ارادہ فرمایا اور طے یہ ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو مدرسہ منظر اسلام اور دار الافتار بریلی شریف کا کام اہتمام و انتظام سونپا جائے چنانچہ حضرت کو گھوسی سے بریلی شریف بلایا گیا اور سب کام حضرت کے سپرد کر کے دونوں حضرات حجاز مقدس کے لئے روانہ ہو گئے حضرت نے طلبار کی حاضری اور مطالعہ کے معاملات میں اپنی عادت کے مطابق سختی برتی طلبار میں اکثریت بنگالیوں کی تھی ان کو یہ بات کھلی چونکہ حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ نرم پالیسی اختیار فرماتے تھے انھوں نے احتجاجًا ایک روز غیر حاضری کی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہت ناراض ہوئے اور سب غیر حاضر طلبار کو مدرسہ سے خارج فرما دیا اور فرمایا کہ میں مدرسہ بند کرنا پسند کروں گا مگر بد انتظامی اور بے اصولی کو برداشت نہیں کروں گا طلبار کا خیال تھا کہ ایک دو روز میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نرم پڑ جائیں گے مگر معاملہ ان کی امیدوں کے بالکل برعکس ہوا جو طلبار تھے ان کے اسباق بدستور جاری رہے اور حضرت کی طرف سے غیر حاضر طلبار سے مفاہمت کی کوئی پیش نہ ہوئی اب وہ لوگ گھبرائے چنانچہ بریلی شریف کے بعض معززین کے پاس شکایت لے کر گئے اور اس سلسلے میں ان کی مدد چاہی انھوں نے کانوں پر ہاتھ دھرے کہ نہ بابا اس معاملہ میں ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور حضرت کو غلط سمجھا ہے وہ طلبار کے بہت ہمدرد نہیں مگر انتظامی معاملات میں بہت سخت گیر ہیں بریلی شریف میں کسی کی مجال نہیں ہے جو ان کے معاملے میں دخل دے یہ مولانا سردار احمد صاحب نہیں ہیں تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم سب حضرات بلا تاخیر حاضر ہو کر حضرت سے معافی مانگ لو ہمیں امید ہے کہ معاف فرما دیں گے اس صورت میں ہم لوگ بھی تمہاری سفارش کے لئے تیار ہیں جب طلبار ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو ایک روز سب نے آ کر حضرت سے معافی مانگی کچھ مقامی حضرات بھی سفارشی ہوئے حضرت نے فرمایا کہ تمہارا یہ خیال تھا کہ مولوی سردار احمد آ کر تم کو دوبارہ داخل مدرسہ کر لیں گے ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا جس کو میں مدرسہ سے نکال دوں اس کو مولوی سردار احمد نہیں داخل کر سکتے آخر کار سب نے معافی مانگی اور آئندہ کے لئے پابندی احکام کا عہد کیا معززین شہر نے سفارش کی تب ان کو داخلہ دوبارہ ملا۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ مجھے یاد آ رہا ہے کہ ہمارے بزرگ اپنے بزرگوں کا کس قدر احترام کرتے تھے اور ان سے کتنی عقیدت رکھتے تھے حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ جب سفر حج کیلئے سوداگری محلہ سے چلے تو اسٹیشن تک پیدل تشریف لے گئے ہزارہا آدمی جلوس میں شامل تھے ایک بوگی ریلوے ریزرو کرائی گئی تھی جب اسٹیشن پر گاڑی میں سوار ہوئے تو میں ایک برتھ پر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے برابر بیٹھ گیا سامنے کی برتھ پر حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ تشریف فرما تھے گاڑی چلنے والی تھی کہ مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے برابر آ بیٹھے اور چپکے سے میرے

۱۹۱ علیہ الرحمہ ہو گئے۔

کان میں کہنے لگے کہ قاری صاحب میرا ایک کام کر دیں بڑی مہربانی ہوگی میں نے کہا بسر وچشم ارشاد فرمایئے فرمانے لگے کہ حضرت کی ٹوپی مجھے چاہیئے آپ مانگ کر مجھے عنایت فرمادیں میں نے کہا آپ خود کیوں نہیں مانگتے میرا عرض کرنا آپ سے زیادہ تھوڑا ہی موثر ہوگا فرمادیا نہیں آپ مانگئے میں نے کہا میں تو نہیں کہوں گا آپ خود مانگیں مولانا نے فرمایا نہیں آپ مانگئے بندۂ خدا گاڑی چلنے والی ہے جلدی کیجئے آخر میں نے حضرت سے عرض کی کہ مولانا آپ کی ٹوپی تبرکاً مانگ رہے ہیں حضرت بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں گھر تک ننگے سر جاؤں اور ٹوپی ان کو دیدوں گھر پر انھوں نے کیوں نہیں کہا میں کوئی نئی ٹوپی دیدیتا یہ بالکل پرانی ہے اب مولانا علیہ الرحمہ بولے حضرت میرے لئے یہی بہت ہے میں نے اپنا رومال وائل کا حضرت کی خدمت میں پیش کیا کہ حضرت یہ سر پر باندھ لیں اور یہ ٹوپی مولانا کو عنایت فرمادیں گاڑی چلنے والی ہے چنانچہ حضرت نے ٹوپی عنایت فرمائی گارڈ نے سیٹی بجائی ہم لوگ گاڑی سے اتر آئے اور ٹرین چلدی مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ حضرت کے نہایت چہیتے شاگرد تھے وہ خود بھی مانگ سکتے تھے مگر ہمت نہ پڑی ادب مانع ہوا اور مجھے اپنا سفارشی بنا کر بات کی۔

ایک مرتبہ بریلی شریف میں اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے عرس کے موقعہ پر میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے پیر داب رہا تھا کوئی ۹ بجے رات کا وقت تھا اور حضرت آنکھیں بند کئے آرام فرما رہے تھے کہ مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ دبے پیروں آئے اور مجھے اشارہ کیا کہ میں ان کو بیٹھنے کے لئے جگہ دوں چنانچہ میں تھوڑا سا اوپر کی طرف ہٹ گیا اور وہ بھی حضرت کے پیر دابنے لگے حضرت نے آنکھیں بند کئے کئے دریافت فرمایا کہ کون ہے مولانا خاموش رہے میں نے عرض کی مولانا سردار احمد صاحب ہیں حضرت نے فرمایا کہ مولوی سردار احمد تم رہنے دو قاری صاحب جو داب رہے ہیں اب تم ماشاءاللہ مہتمم ہو طلبا دیکھیں گے تو ہنسیں گے مولانا نے عرض کی کہ حضور برسوں کے بعد تو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے میں تو آج بھی اپنے کو ایک طالب علم ہی سمجھتا ہوں یہ سب حضور کا صدقہ ہے حضرت خاموش ہوگئے چند منٹ کے بعد حضرت حافظ الملت حافظ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ آئے اور مجھے اشارہ کیا کہ میں ہٹ جاؤں اور ان کو بیٹھنے کی جگہ دوں چنانچہ میں ہٹ گیا اور وہ بھی حضرت کی کمر دابنے لگے حضرت نے دریافت فرمایا کون ہے میں نے عرض کی کہ حافظ عبدالعزیز صاحب ہیں حضرت نے فرمایا ارے بھائی آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں حافظ صاحب علیہ الرحمہ نے عرض کی کہ حضور یہ تو ہمارے لئے عین راحت ہے چنانچہ میں اٹھ کر پان بنانے چلا گیا پان بنا کر لایا ان دونوں حضرات کو پان پیش کئے اتنے میں حضرت بھی اٹھ بیٹھے اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں دیگر علماء بھی تشریف لے آئے اور محفل گرم ہوگئی۔ آج ان بزرگوں کو یاد کر کے آنکھیں بھر آتی ہیں کیسی نورانی شکلیں تھیں۔

زمیں میں کیسے کیسے حسن والے دفن ہیں مضطر
قیامت ہوگی جب یہ سب کے سب مدفن سے نکلیں گے

حضرت کے قیام دادوں کے دوران حضرت مولانا حافظ مبین الدین صاحب امروہوی حضرت مولانا سید ظہیر احمد صاحب زیدی نلینوی حضرت مولانا محمد خلیل خاں صاحب مارہروی اور خاکسار نے صلاح کی کہ درسی کتب پر ہمارے علماء کے حواشی کم ہیں کیوں نہ حضرت سے کسی کتاب پر حاشیہ لکھوایا جائے چنانچہ طے پایا کہ تفاسیر میں مدارک شریف اور کتب احادیث میں طحاوی شریف حنفیوں کی کتابیں ہیں اور معرار ہیں اور معقولات میں شرح ہدایۃ الحکمۃ معرار ہے ان میں کسی پر لکھوایا جائے اب مسئلہ یہ تھا کہ حضرت سے فرمائش کون کرے طے یہ ہوا کہ سب چلو اور قاری صاحب تجویز پیش

کریں اور دوسرے احباب تائید کریں چنانچہ کئی روز کے صلاح ومشورہ کے بعد ایک روز بخاری شریف کا سبق ختم کر کے میں نے عرض کی کہ حضور یہ تین کتابیں معرار ہیں مدرسین اور طلبا دونوں کو ان کے پڑھنے پڑھانے میں دشواری پیش آتی ہے اور شرح ہدایۃ الحکمۃ آپ کی خاندانی کتاب ہے اور اس کی تقاریر بھی آپ کے سوا کوئی اور مصنف علیہ الرحمہ کے منشار اور مراد کے مطابق نہیں کر سکتا ہے اس لئے پہلے شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ ہم کو لکھوادیں پھر ان دونوں کتابوں میں کسی ایک پر جسکو آپ چاہیں کام شروع کریں حضرت یہ سنکر بہت ہنسے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کام کو بہت آسان سمجھ لیا ہے یہ بہت ذمہ داری کا کام ہے ابھی بہار شریعت ہی کا کچھ کام باقی ہے میں بوڑھا ہوچکا ہوں قویٰ میں اضمحلال پیدا ہوگیا اب میری صحت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں یہ کام کروں عرض کی کہ حضور کم از کم شرح ہدایۃ الحکمۃ ہم کو شروع کرادیں اور ذرا ٹھہر ٹھہر کر تقریر فرمائیں کہ ہم اس کو لکھ لیں اس طرح یہ کتاب محشیٰ ہوجائے گی فرمایا اتنا وقت کہاں ہے عرض کی کہ رات کو آدھا گھنٹہ کافی ہوگا جب شروع ہوجائے گی تو انشاءاللہ ختم بھی ہوجائیگی کوئی جلدی نہیں ہے مگر حضرت نے انکار فرمایا دوسرے روز ہم نے صلاح کی تقاضا جاری رکھو کب تک انکار کریں گے آخر مان ہی جائیں گے چنانچہ ہر روز کسی وقت ہم حاضر خدمت ہو کر عرض کر دیتے اور بعض مرتبہ ڈانٹ بھی سنتے کئی مرتبہ فرمایا کہ تم لوگوں کو کئی دفعہ اپنی مجبوری بتاچکا ہوں پھر بھی ضد کئے جاتے ہو اس وقت تو ہم خاموش اٹھ کر چلے آتے مگر اگلے دن کسی نہ کسی بہانہ سے پھر مسئلہ چھیڑ دیتے چونکہ سوال میں کرتا تھا دوسرے احباب خاموش رہتے یا مری آواز میں تائید کرتے لہٰذا جھاڑ میرے اوپر ہی پڑتی بہرحال ہم نے ہمت نہیں ہاری آخر ایک روز حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ باز نہیں آؤ گے ہم نے عرض کی کہ حضور بڑا کرم ہوگا زیادہ نہیں تو صرف دس منٹ روزانہ ہم کو عنایت فرمادیں ہنس کر فرمایا کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہیں دس منٹ میں بھی یہ کام ہوسکتا ہے میں اسباق پڑھانے کے بعد تھک جاتا ہوں بیٹھنا کھلتا ہے میں نے عرض کہ حضور لیٹ جایا کریں میں پیر دابا کروں گا اور یہ لوگ لکھتے رہیں گے صرف زبانی تقریر فرمادیا کریں بہت ہنسے اور فرمایا قاری صاحب ضد بیجا کرتے ہو میں نے عرض کی کہ حضور یہ کام کرنا ہی ہوگا مولوی سید ظہیر احمد صاحب زیدی بولے جی بے شک حضرت نے فرمایا چپ رہو بے وقوف سب لوگ ہنس پڑے پھر ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے عرض کی کہ حضور پھر کل کسی وقت شروع کرائیں گے فرمایا ہتھیلی پر سرسوں مت جماؤ یہاں کتابیں بھی نہیں ہیں میرا حافظہ اب کمزور ہوگیا حبیب گنج جاؤ اور نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی کے کتب خانہ سے افق المبین تصنیف میر باقر داماد اور شرح اشارات اور بعض دیگر کتابیں بتائیں جن کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں ہے لاؤ پھر شروع کرنا چنانچہ اگلے روز ظہر کی نماز کے بعد جب میں حبیب گنج جانے لگا تو ایک طالب علم کو میرے پاس بھیجا کہ قاری صاحب کو روکو میں ٹھہر گیا حضرت نے مسجد سے باہر آکر فرمایا کہ میرا خیال ہے جب خدمت ہی کرنی ہے تو دین کی خدمت کرو ہدایۃ الحکمۃ کو چھوڑو مدارک شریف اور طحاوی شریف میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو ہم لوگ بہت خوش ہوئے اور عرض کی کہ حضور منتخب فرمائیں کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ حدیث کی خدمت کرو ہم نے عرض کی کہ نہایت خوب چنانچہ کتب معقولات کی فہرست مجھ سے لے لی اور شرح حدیث کی بعض کتابیں لکھ کر دیں اور ایک خط نواب صاحب مرحوم کو لکھ کر مجھے دیا جس میں کتابوں کا مطالبہ تھا میں حبیب گنج نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کا خط دیا نواب

صاحب مرحوم نے محافظ کتبخانہ کو بلا کر فرمادیا کہ یہ کتابیں انکو دیدو اور ان سے دستخط لے لو چنانچہ وہ کتابیں لیکر میں فوراً واپس آیا اور اسی روز بعد نماز عشاء تحشیہ کا کام شروع کیا گیا پہلے روز تو صرف بسم اللہ شریف لکھی گئی باقی وقت باتوں میں گذر گیا اگلے روز سے پابندی سے کام شروع ہوا مولوی سید ظہیر احمد صاحب اور مولوی خلیل خاں صاحب کتابت فرماتے تھے چونکہ خوش خط تھے میں کتابیں نکال کر دیتا اور حافظ مبین الدین صاحب اور میں کتابوں میں سے متعلقہ حدیث ڈھونڈ کر نکالتے اور حضرت حاشیہ لکھاتے جاتے رات کے دو ڈھائی بجے تک روزانہ بعد نماز عشاء سے کام کرتے ہم لوگ تھک جاتے مگر حضرت مسلسل لکھواتے رہتے درمیان میں ایک مرتبہ چائے چلتی اس طرح بہت جلد طحاوی شریف کی کتاب الصلوٰۃ تک تحشیہ کا کام ہوچکا تھا کہ ہمارے امتحانات ختم ہوئے اس کے بعد حضرت نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں سے استعفاء دے دیا اور گھوسی تشریف لے گئے وہاں جاکر حضرت کی بینائی کمزور ہوگئی اور تحشیہ کا کام رک گیا میری دعا ہے کہ حضرت کی اولاد یا تلامذہ میں سے کوئی صاحب اسکی تکمیل فرمادیں۔ والدہ صاحبہ کے پاس اس کا مسودہ موجود ہے۔

حضرت کا طریقۂ تدریس

دوسرے مدرسین سے حضرت کا طریقۂ تدریس مختلف پایا دوسرے اساتذہ کے اسباق میں طلباء قرأت کیلئے آپس میں جھگڑتے تھے مگر حضرت کے سبق میں ایک دوسرے کے کہنیاں مارتے تھے کہ تم قرأت کرو حضرت ایک مرتبہ یوں فرماتے یہ اشارہ ہوتا قرأت شروع کرنے کا مگر طلباء آپس میں کہنیاں مارنا شروع کردیتے حضرت دوبارہ یوں فرماتے مگر کسی کی ہمت نہ پڑتی شروع کرنے کی پھر جب تیسری مرتبہ یوں فرماتے تو کوئی نہ کوئی گھبرا کر قرأت شروع کردیتا اکثر و بیشتر میں اور حافظ مبین الدین قرأت کرتے کبھی کبھی دوسرے ساتھی بھی قرأت کرتے اگر عبارت پڑھنے میں کوئی غلطی ہوجاتی تو پڑھنے والے کی شامت آجاتی حضرت بہت ناراض ہوتے ترجمہ لفظی پسند فرماتے تھے اگر ترجمہ میں کوئی لفظ اپنی طرف سے طالب علم بڑھا دیتا تو فوراً پوچھتے کہ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے ترجمہ کے بعد دریافت فرماتے کہ کیا سمجھے بیان کرو چنانچہ اگر مطلب صحیح بیان کردیا جاتا تو خود تقریر فرمانے لگتے اور اگر مطلب صحیح بیان نہ ہوا تو ناراض ہوتے اور فرماتے کہ میرے پاس بغیر مطالعہ کئے مت آیا کرو صدرا۔ شمس بازغہ۔ قاضی مبارک۔ اور امور عامہ جیسی مشکل کتابوں کی تقریر حفظ سے فرماتے جاتے تقریر کے بعد پھر کتاب پر نظر ڈالتے اور فرماتے کہ اب حافظہ کمزور ہوگیا ہے اس لئے دیکھ لیتا ہوں کہ کوئی جملہ رہ تو نہیں گیا جوانی میں کتاب دیکھے بغیر پڑھاتا تھا جہاں طالبعلم نے بس کی حضرت نے کتاب بند کردی کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تھوڑا اور پڑھ لو بخلاف دوسرے مدرسین کے کہ ان کے یہاں جب طالب علم نے بس کی تو انھوں نے فرمایا تھوڑا اور پڑھ اس کے باوجود سب سے پہلے حضرت کی کتاب ختم ہوتی تھی اور سبق کی تقریر دوبار فرماتے تھے میں تو اس کو حضرت کی کرامت ہی مانتا ہوں۔ بخاری شریف کے گویا حافظ تھے اور جن احادیث پر شروح احادیث میں قیل وقال ہے ان کے متعلق ایسی تقریر فرماتے کہ طالب علم کو اعتراض کی گنجائش نہ رہ پاتی ایک واقعہ مجھے خوب یاد کہ بخاری شریف کی ایک حدیث جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرطاس طلب فرمایا تھا اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں خیال کہ بخار کی شدت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دینا مناسب نہیں ہے قرطاس لانے کی مخالفت کی تھی شروح احادیث میں بہت قیل وقال کی گئی ہے چنانچہ میں نے فتح الباری اور حافظ مبین الدین صاحب نے عینی شرح بخاری کا خوب مطالعہ کیا

(باقی صـ۲۱ پر)

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری★

صدرالشریعہ ــــ اولاد کی تعلیم وتربیت

کل فتاة بابیها معجبه - ہر اولاد اپنے باپ سے خوش ہے اور اُسے پسند کرتی ہے۔ یہ ایک فطری جذبہ ہے کہ لوگ اپنے والد اور دادا سے محبت کریں اور ان پر فخر کریں لیکن ہم لوگوں کا فخر عالی نسبی شریف حسبی نہیں بلکہ وہ علوم ومعارف وہ زہد وتقویٰ وہ ورع اور للہیت ہے جو ہم نے اپنی آنکھوں سے والد صاحب صدرالشریعہ علیہ الرحمہ میں دیکھی اور پرکھی۔

حضرت کے تمام معاصرین اب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوچکے ہیں اور اپنے رب کے حضور حاضر ہیں۔ صرف حضرت سیدی وسندی مفتی اعظم متع اللہ المسلمین بطول بقائہ تشریف فرما ہیں۔[1] تمام معاصرین میں سے حضرت کو یہ برتری ہماری نگاہ میں حاصل تھی کہ آپ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس۔ تعلیم وتعلّم افتاء وتذکیر میں گذار دی اسباق پڑھانے کا اتنا شوق اور حوصلہ میں نے اور میرے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی اور کسی میں نہیں دیکھا۔ صبح سویرے سے ۱۲ بجے تک دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں وقت کی پابندی سے درس دیتے۔ اس کے بعد مدرسہ کی تعلیم کا تعلیمی وقت ختم ہوجاتا تو مزید طلبہ علم کو ایک بجے تک پڑھاتے۔ پھر گھر واپس آتے جو درگاہ معلی حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی علیہ الرحمہ سے دس منٹ کے فاصلہ پر تھا۔ کھانا کھاتے اور مختصر قیلولہ فرماتے۔ پھر نماز ظہر ادا کرتے اور ۲ بجے سے ۴ بجے تک بعد دوپہر درس میں مشغول ہوجاتے۔ چار بجے مدرسہ کا وقت ختم ہوتا تو اس کے بعد ۵ بجے تک پھر طلبہ کو مزید درس علاوہ مدرسہ کے درس کے پڑھاتے۔ عصر کی نماز جامع مسجد شاہجہانی درگاہ معلے میں پڑھتے اور لوگ کثرت سے آپ کے پیچھے جماعت ثانیہ میں شریک ہوتے۔ اکثر ائمہ مساجد کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے اور قرأت ورکوع وسجود کی خامیوں کی بناء پر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ جمعہ ہمیشہ بلاناغہ درگاہ معلے ہی میں ادا فرماتے تھے۔ اور پھر احتیاطاً ظہر پڑھتے۔ سردیوں میں یہ لائحہ عمل ہوتا۔ گرمیوں میں مدرسہ ۱۲ ½ بجے تک رہتا پھر اس کے بعد ایک ڈیڑھ بجے تک درس دیتے۔ گھر واپس آتے۔ کھانا کھاتے قیلولہ کرتے اور ۳ بجے سے ۶ بجے تک از سر نو تعلیم کا سلسلہ شروع ہوجاتا اور عصر کے قریب ختم ہوتا۔ پھر عصر کی نماز درگاہ شریف میں پڑھتے۔ یا کسی اور مقام پر۔ اور گھر سے دولت باغ جو تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھا تفریح کے لئے جاتے۔ (اس لئے کہ ڈاکٹروں اور حکیموں نے صحت اور جسم کی توانائی کے لئے اس کا مشورہ دیا تھا۔) لیکن یہ تفریح بھی برائے نام تھی حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد اللہ علیہ (محدث پاکستان) آپ کے ہمرکاب ہوتے اور اسباق کا سلسلہ جاری رہتا۔

ایک بار خود مولانا سردار احمد صاحب نے دارالعلوم امجدیہ کے جلسۂ دستار بندی میں اپنی خصوصیت تلمیذی اور شرف تلمذ کے بیان میں پوری تفصیل بیان کی۔ اور خود میرا مشاہدہ بھی تھا اس لئے کہ میں اور بہت سے دوست بھی روزانہ دولت باغ جاتے دولت باغ میں حضرت مغرب کی نماز وہاں بڑے لان میں پڑھتے۔ اذان واقامت ہوتی اور نماز ہوتی۔ جماعت دیکھ کر باغ میں آنے والے کئی کئی سو آدمی اس جماعت میں شریک ہوجایا کرتے تھے۔ اس کے بعد رات کو گھر تشریف لاتے۔ کھانا کھاتے اور پھر کتابوں کا مطالعہ ہوتا۔ ہم سب لوگ لالٹین کے آمنے سامنے

[1] افسوس اب مفتی اعظم ہند بھی وصال فرماگئے۔ (ادارہ)

★ شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی (پاکستان)

بیٹھ جاتے اور مطالعہ میں مصروف ہوتے۔ عشاء کی نماز پڑھی جاتی اور پھر دس گیارہ بجے رات تک ہم لوگ سو جاتے اور حضرت کافی رات تک مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔

صبح سویرے بیدار ہوتے۔ نماز فجر ادا کرتے اور ایک پارہ قرآن مجید کا ہمیشہ تلاوت کرتے اور شجرہ طیبہ کا ورد کرتے۔ اور کچھ اوراد و وظائف پڑھتے۔ لیکن مختصر وقت ہی بہت کم تھا۔ ناشتہ کرتے اور پھر سیدھے مدرسہ۔ جمعہ کے دن تعطیل ہوتی۔ اور جمعرات کو آدھی تعطیل ہوتی تھی۔ اسباق کا ناغہ بالکل نہیں ہوتا تھا۔ سر میں درد کی اگر شکایت کی جاتی تو فرماتے کہ طالب علم کے سر میں درد نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ سر کا درد کوئی بیماری نہیں۔ نہ خود چھٹی لیتے اور نہ چھٹی کو پسند کرتے نہ ادھر ادھر کی باتیں ہوتیں بس وقت شروع سبق شروع وقت ختم سبق ختم دوسرے کسی استاد میں یہ بات نہ تھی سوائے حضرت مولانا حکیم سید عبدالمجید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ بھی اس بات کو پسند نہ کرتے کہ ادھر اُدھر کی باتیں ہوں لیکن ہم لوگ کچھ نہ کچھ وقفہ کبھی کبھی ان کے یہاں نکال لیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت قبلہ صدر الشریعہ کے یہاں کسی کو اس کی جرأت ہی نہ ہوا کرتی تھی۔ تشفی و تسلی کے لئے اشکال پیش کرتے تو معقول و مدلل جواب عطا فرماتے۔ لیکن کسی کو فضول اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں اُس زمانہ کے معاصرین میں بہت کم لوگ اس قدر جم کر پڑھاتے ہونگے جلسہ جلوس میں بھی شریک نہ ہوتے۔ صرف سال میں دو بار ناغہ کرتے اور رخصت لیتے۔ ایک گیارہویں شریف کے جلسہ کے لئے۔ پالی مارواڑ جاتے جو آخر عمر تک ہمیشہ معمول رہا۔ دوسرے اجمیر شریف یا جہاں بھی ہوں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں برابر حاضری دیتے میرے علم میں نہیں کہ کسی عرس سے آپ نے غیر حاضری کی ہو۔ ایک زمانہ میں عرس شریف سخت بارشوں میں آئے لوگوں نے رائے دی کہ وقت کو ٹالا جائے آپ نے سختی سے مخالفت کی چنانچہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب سجادہ نشین اور حضرت مفتی اعظم نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا۔ ان دو چھٹیوں کے علاوہ کبھی چھٹی نہ کرتے سوائے ان تعطیلات کے جو مسلمانوں میں یا مدارس دینیہ میں معمولی تھیں۔

میں نے سب سے اہم کتاب "میزان" و "منشعب" حضرت سے پڑھی۔ اس کے بعد شرح مائۃ عامل، کافیہ، شرح جامی قطبی، میر قطبی، ملا حسن، میر زاہد، ملا جلال، رسالہ قاضی مبارک چند اسباق شمس بازغہ اور امور عامہ کے ـــــ اس کے بعد میں مصر چلا گیا۔ واپسی کے بعد دادوں ضلع علی گڑھ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں تفسیر بیضاوی تا آخر سورہ بقرہ، تشریح الافلاک، شرح چغمینی۔ صدرا۔ بخاری شریف۔ مسلم شریف ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف۔ شرح معانی الآثار امام ابوجعفر طحاوی کی دونوں جلدیں مکمل۔ میراث میں سراجی بھی اجمیر شریف میں پڑھی۔ اس (یعنی صرف سراجی کے) سبق میں حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز مولانا سردار احمد صاحب اور ان کے بقیہ ساتھی سب ہی شریک تھے۔

نیز حضرت والد صاحب قبلہ سے ان کا تصنیف کیا ہوا اسلامی قاعدہ بھی ابتدا میں پڑھا اور پھر اردو کی دوسری کتاب پڑھی۔ فارسی میں میں نے والد صاحب قبلہ سے گلستاں باب ششم پہلے پھر گلستاں باب سوم بعد میں پڑھے۔ غرض کہ حضرت والد صاحب کے تلامذہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے مجھ سے زیادہ کتابیں حضرت سے حاصل کی ہوں۔

ہر کتاب ان کتابوں میں اپنے اپنے مقام پر اہم ہیں لیکن لوگ شاید کسی بڑی کتاب کو اہم تصور کرتے ہوں۔ یہ تصور میرے نزدیک صحیح نہیں۔ تمام کتابوں میں سب سے اہم اور مشکل قاعدہ بغدادی ہے۔ جس کے پڑھنے کے لئے وقت، دقت، محنت اور جانے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اور سب سے بڑا استاذ شاید یہی پہلا استاذ ہو جس کی طرف کوئی توجہ

نہیں دیتا۔ اسی لیے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا من علمنی حرفاً فقد صرت لہ عبداً۔ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اُس کا غلام اور خادم ہو گیا۔ اب بتائیں کہ "میزان" و "منشعب" سے زیادہ کوئی کتاب علوم عربیہ میں اہم ہے۔ اسی طرح شرح مائۃ کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ خاص کر ہند و پاکستان کے متعلمین کے لئے۔ ایک زمانہ میں اس کتاب کو ندوے والوں نے اپنے نظام تعلیم سے خارج کر دیا تھا لیکن بعد میں پتا چلا کہ کوئی طالب علم صحیح عبارت خوانی اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ یہ کتاب نہ پڑھ لے لہٰذا دوبارہ اسے داخل نصاب کیا گیا۔

والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے بالترتیب یہ لڑکے تھے مولانا حکیم شمس الہدیٰ مرحوم۔ مولانا محمد یحییٰ مرحوم۔ عبدالمصطفےٰ الازہری عفی لہ (راقم الحروف) مولانا عطاء المصطفےٰ مرحوم ہم چاروں بھائی ایک والدہ سے تھے جن کا نام کریمہ تھا۔ یوں تو سب بھائیوں سے محبت کرتے تھے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں بہت منہ لگا اور بے تکلف تھا۔ اگر دونوں بزرگ بھائیوں کو کوئی بات والد صاحب سے سوالی ہوتی تو مجھ کو فرمایا کرتے تھے۔ بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ حضرت والد صاحب قبلہ سے بہت ڈرا کرتے تھے۔ بڑا ادب کرتے تھے۔ کوئی بات کتنی ہی ضروری ہو اُسے پیش کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ باوجود شدت مرض کے اور منہ سے خون آنے کے والد صاحب قبلہ کے سامنے جبکہ تقریباً ۴۰ سال کی عمر ہو چکی تھی پان تک نہ کھاتے حالانکہ وہ پان کے عادی تھے۔ بیماری کے دوران حضرت والد صاحب قبلہ خود ان کو اپنے ہاتھ سے پان کھلایا کرتے تھے جو محبت پدری ان سے تھی اُس کا مظاہرہ آخری وقت ہوا۔ لیکن میں سب کی فریادیں اور فرمائشیں حضرت قبلہ تک پہنچایا کرتا تھا اور اکثر باتیں اگر لائق قبول ہوتیں تو مان لی جاتی تھیں۔ اسباق مجھے خصوصی طور پر پڑھاتے اور سچ تو یہ ہے کہ ہم سب کی والدہ نہیں تھیں ہمارے بہت ہی بچپن میں انھوں نے وفات پائی۔ والد صاحب قبلہ نے باپ اور ماں دونوں کا کردار ادا کیا حالانکہ یہ بہت شاق کام ہے۔ سوتیلی والدہ سے ہم لوگوں کی کوئی غرض کبھی وابستہ نہیں رکھی۔ لباس۔ خوراک عید۔ بقرہ عید۔ پھل۔ میوے۔ مٹھائی۔ شیرینی۔ دوا دارو علاج معالجہ ہر چیز کی خود ہی نگرانی فرماتے تھے۔ مجھے اپنے مصرف سے مصر تعلیم کے لئے بھیجا۔ اور تقریباً سارے مصارف برداشت کئے۔ جب میں واپس آیا اور میں نے بمبئی سے اطلاع دی کہ فلاں گاڑی سے وطن جا رہا ہوں تو آگرہ کے اسٹیشن پر آکر ملاقات کی اور سامان اتروایا اور ٹونڈلہ لا کر دوسری گاڑی میں سوار کیا اور فرمایا کہ مجھے مدرسہ کا ضروری کام ہے اس لیے ساتھ نہیں جاؤں گا ایک ہفتہ بعد گھر آؤں گا۔ اور پھر گھر آکر عظیم ترین جلسۂ تہنیت و میلاد شریف کا اہتمام فرمایا جس میں مبارک پور کے اکثر اساتذہ اور طلبہ بالخصوص حضرت حافظ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ شریک ہوئے۔ اگر میں کسی وجہ سے کھانا نہ کھاتا تو اس کی اطلاع فوراً والد صاحب کو دی جاتی اور وہ اپنے سامنے بلا کر پوری شفقت اور مہربانی سے مجھے کھانا کھلواتے ایک باپ ایک استاذ اور ایک مُربی کی حیثیت سے جہاں تک میں سمجھتا ہوں میرے ساتھ سب سے زیادہ شفقت فرماتے تھے۔

اہم واقعات تدریس و تبلیغ میں نے اپنے پہلے مضمون میں تحریر کر دیئے ہیں۔

میرے رفقاء درس کے دو دور ہیں۔ پہلے دور میں اجمیر شریف اور بریلی شریف اور دوسرے دور میں مصر سے واپسی کے بعد دادوں ضلع علی گڑھ کے رفقاء ہیں۔ فریق اول میں خاص ساتھی مولانا ابوالوفا شاہ مظفر پوری۔ مولانا غلام یٰسین صاحب مظفر پوری مولانا سید محمد علی اجمیری جناب سید حسین علی صاحب اجمیری کے صاحبزادے تھے۔ اور اکثر اسباق میں شریک تھے جو اجمیر شریف

یں پڑھے گئے۔ سید اقبال صاحب اجمیری۔ مولانا خیرات الحسن صاحب اجمیری۔ مولانا یونس صاحب اجمیری۔ یہ لوگ خدام خواجہ میں سے وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت والد صاحب کی برکت سے اکثر علوم درس نظامی حاصل کئے ورنہ اکثر خدام حضرات ایک دو کتابیں یا درجے پڑھنے کے بعد علم سے دور چلے جاتے تھے۔

حضرت کے شب و روز میں نے ابتدا میں ذکر کئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ حضرت کی آنکھوں میں بینائی پوری تھی کمی کی کوئی شکایت نہ تھی۔ اس کے بعد آخر عمر میں بینائی کافی کمزور ہوگئی تھی بڑھنا لکھنا دشوار تھا مگر اتنی تھی کہ با آسانی بغیر کسی کی مدد کے چل پھر لیتے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت قبلہ نے سورہٗ یٰسٓ شریف۔ سورہٗ ملک۔ سورہٗ مزمل اور بہت سی سورتیں جو مجھے ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں زبانی یاد کرلی تھیں اور تقریباً روزانہ صبح اور رات کو ان کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں رمضان مبارک میں تو ضرور تہجد پڑھتے۔ بعد رمضان مجھے صحیح یاد نہیں کہ باقاعدہ تہجد پڑھتے تھے یا نہیں لیکن فرائض اور سنن پر ہمیشہ مواظبت فرماتے۔ اور جس زمانہ میں کریم الدین پور رہا کرتے تھے تو روزانہ بعد عصر ہمیشہ اپنے بڑے بھائی حکیم احمد علی صاحب کے یہاں جاتے اور وہ روزانہ بعد مغرب ہمارے یہاں آتے۔ حکیم صاحب کا گھر موضع دیہہ کلاں (بڑا گاؤں) میں تھا۔ اور وہیں قادری منزل بھی تھی۔ اور بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ کی دوکان کے سامنے کبھی کبھی ٹھیر جاتے یا کرسی پر بیٹھ جاتے سیر و تفریح سے بہت انس تھا۔ اور دوستوں کے ساتھ بہت بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ خاص کر حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب کے ماموں عبد اللطیف دلال جن کو والد صاحب ہمیشہ سیٹھوا کہا کرتے تھے۔ عید۔ بقرہ عید یا تفریح کے موقع پر ان کا اور رحمت الٰہی عرف تُلاہی محمد ظاہر اور محمد عمر عرف کردو تو والد صاحب کے بچپن کے دوست تھے۔ اور اکثر اہل محلہ ساتھ ساتھ ہوتے، ہولے وغیرہ کھانے کے لئے دیہاتوں میں جایا کرتے تھے پرانے دوستوں سے ملاقات ہمیشہ قائم رکھتے تھے۔ جب بھی گھوسی آتے تو محلہ بلیسواڑہ میں عبد الحیٔ خاں صاحب سے ضرور ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح فتح پور ہسوہ جاکر وہاں بزرگ عالم سنی سے ملتے۔ وہاں ایک اشرف علی کا بھی مرید تھا بڑا مکار۔ اس سے یا کسی بدمذہب سے کبھی بھی ملاقات نہ کرتے۔

میری شادی اور نکاح کا معاملہ اچانک ماموں صاحب کی لڑکی سے طے ہوگیا۔ والد صاحب کا خیال تھا کہ صرف نکاح کیا جائے اور شادی وغیرہ بعد میں اطمینان سے ہو لیکن ماموں منشی حبیب اللہ صاحب نے کہا کہ ہمارے یہاں رسڑا ضلع بلیا میں یہ طریقہ نہیں ہم لوگ نکاح رخصتی وغیرہ سب ایک ہی وقت کرتے ہیں۔ والد صاحب قبلہ نے یہ سن کر فوراً نکاح اور شادی کے لوازمات کی تیاری کا کام بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم مغفور کے ذمہ لگا دیا۔ برادر معظم نے سارا کام بحسن و خوبی انجام دیا۔

حضرت والد صاحب قبلہ نے فرمایا کہ عبد المصطفےٰ کی شادی کے موقع پر تَوْلا پکے گا یہ طریق کار اب تو بالکل ختم ہوگیا۔ اُس زمانہ میں بھی قریب قریب معدوم ہو چکا تھا اس کا طریقہ یہ تھا کہ مٹی کا ایک خاص قسم کا دیگ نما برتن ہوتا تھا جس میں ہر برتن میں ۵ سیر گوشت نمک مرچ ہلدی مصالحہ پیاز لہسن تیل غرض تمام چیزیں بیک وقت ڈال کر اوپلے کی آنچ پر پکایا جاتا تھا۔ اور برتن کا منہ آٹے سے جام کر دیتے تھے۔ یہ انتہائی لذیذ گوشت تیار ہوتا تھا۔ اور اس کا سلسلہ یہ ہوتا کہ صبح ۶ یا ۷ بجے پہلا برتن چڑھتا اور اس کے بعد دوسرا تیسرا چھوٹے چھوٹے گڈھے کھود کر چولھا بنتا اور یوں تیس چالیس تولے چڑھتے یا جتنے لوگوں کی دعوت ہوتی۔ میری شادی میں تمام اعزہ و اقربا تو گھر بھر کے اور بستی میں ہر گھر سے ایک فرد

اور اردگرد کے محلوں سے بہت سے افراد مدعو تھے۔ ۱۲ بجے کے قریب سے کھلانا شروع کیا گیا اور یہ سلسلہ تقریباً ۳۔۴ بجے ختم ہوا۔ اس کے بعد پھر کسی دعوت میں بھی اس طریقہ کا کھانا کھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بلکہ یہ برتن اُس زمانہ میں بھی بڑی مشکل سے دستیاب ہوئے تھے۔ اور اب تو شاید لوگوں کو اس کا نام بھی معلوم نہ ہو۔ اور نہ ہی اسے پکانے کا کسی کو ڈھنگ آتا ہو۔ یہ خصوصیت والد صاحب قبلہ کی انتہائی محبت اور شفقت پر دلالت کرتی ہے۔ اور بھائیوں کی شادی میں بھی بہت اہتمام کیا گیا۔ برادرم عطار المصطفےٰ مرحوم اس کے بعد برادر رضار المصطفےٰ کی شادی کے موقع پر بھی خاص اہتمام تھا۔ لیکن اب کھانے کا حساب کتاب باورچیوں اور نانبائیوں کے سپرد تھا۔ وہ پرانا طریقہ کہ محلہ کے بزرگ اور نوجوان تمام کام خود کرتے۔ پکاتے کھلاتے پلاتے۔ اب وہ باتیں کہاں رہ گئی ہیں۔

والد صاحب قبلہ نے ہم چار بھائیوں کے حساب سے قادری منزل کی تعمیر کی تھی۔ اور اُس کا سلسلہ ایسا رکھا تھا کہ بوقت ضرورت چاروں اپنے آپ کو الگ کر سکیں دیواروں میں جگہ رکھی گئی تھی جو پلاستر میں دبا دی گئی لیکن ہم سب لوگوں کو معلوم تھی۔ اس کے بعد قضائے الٰہی سے دونوں بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی والد صاحب کی موجودگی ہی میں فوت ہوگئے برادرم مولانا یحییٰ مرحوم کا انتقال ہوا تو میں اس وقت بریلی میں تھا۔ والد صاحب نے لکھا کہ میں فلاں روز آگرہ ہوتا ہوا گیارہویں شریف کے موقع پر پالی جاؤں گا میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اس لئے تم مجھے راستے میں مل لو اور میرے ساتھ ساتھ پالی چلو۔ چنانچہ میں بریلی سے اچھنیرہ اسٹیشن پہنچ گیا وہاں پر دونوں گاڑیوں کا میل ہوتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی تلاش کے بعد والد صاحب قبلہ سے ملاقات ہوگئی۔ دونوں آبدیدہ ہوگئے۔ بعد میں تذکرہ فرمانے لگے کہ میں آگرہ میں آیا تو ایک قلی نے کہا کہ بڑے میاں میں آپ کا سامان اٹھاؤں تو میرے دل پر چوٹ پڑی۔ اس سے قبل کسی نے بھی کبھی مجھے بڑے میاں نہیں کہا تھا۔ میں نے کہا کہ ہاں بھائی اب میں بڑے میاں کہلانے کا مستحق ہوگیا ہوں اس لیے کہ میرے بچے کے انتقال نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ اس کے بعد جب بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ کا انتقال ہوا تو آپ کی کمر بالکل جھک گئی تھی۔ صدمے کا اظہار تو نہ کیا لیکن کمزوری اور کمر کے خم نے حالت کا پتہ سب کو بتا دیا تھا۔ پھر آخر میں برادرم مولانا عطار المصطفےٰ مرحوم کے انتقال کے تیسرے ہی دن انتہائی صدمہ سے آنکھ کی بینائی میں کمی آگئی۔ وہ جو کہا جاتا ہے کہ اولاد آنکھ کا نور ہوتی ہے ان کے انتقال سے اس کا ظہور ہوگیا اور باوجود آپریشن اور علاج و معالجہ کے پھر بینائی حسب سابق واپس نہ آسکی۔ غرض جب تینوں بھائیوں کا انتقال ہوگیا تو اب سفر حج سے قبل والد صاحب علیہ الرحمہ نے مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ مکان کس طرح تقسیم کیے جائیں چونکہ برادرم مولانا ضیار المصطفےٰ سلمہٗ یہ چار بھائی ایک ہی والدہ صاحبہ سے تھے جو ابھی تک زندہ ہیں۔ میں نے کہا کہ قادری منزل ان بھائیوں کو دیدیں۔ اور قاری رضار المصطفےٰ اور مجھے پرانا مکان دیدیں اور بھتیجوں مولانا قمر الہدیٰ سلمہٗ اور قاری ساجد علی سلمہٗ کو بھی کچھ نہ کچھ دیدیں تاکہ یہ سر چھپا سکیں چنانچہ والد صاحب قبلہ نے تقریباً اسی کے مطابق کچھ ترمیم و تنسیخ کے ساتھ اپنا وصیت نامہ مرتب فرمایا تھا۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ علم کے دریا اور فقہ کے سمندر تھے۔ حدیث پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کو پورا عبور تھا۔ بدمذہبوں کے تمام اشکال اور اعتراض کے مسکت و مدلل و مختصر جواب دینا آپ کی شان تھی۔ کبھی بھی طلبہ کے اعتراض پر برہم نہ ہوتے۔ ہر اعتراض کا جواب دیتے اور طلبہ کو اطمینان ہو جاتا۔ آج جب اُن کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو دل لرز جاتا ہے

علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی ٭

صدر الشریعہ ـ ایک جامع صفات اور ہمہ گیر شخصیت

تمام میکدہ سیراب کر دیا جس نے
نگاہ یار تھی جام شراب تھا کیا تھا؟

صدر المدرسین شیخ المحدثین استاذ المتکلمین صدر الشریعۃ بدر الطریقہ حضرت مولانا شاہ محمد امجد علی قدس سرہ العزیز مصنف بہار شریعت شارح طحاوی کی ذات گرامی کی حیثیت ہماری جماعت میں وہی ہے جو کائنات میں آفتاب عالمتاب کی ہے۔ پوری دنیا میں رنگ و روغن نور و نکہت، توانائی و حرارت کے سرچشمہ کی ذات ہے۔ جو یومیہ کروروں من رنگ گرمی روشنی اپنے خزانہ عامرہ سے دنیا کو بخش کر عالم رنگ و بو کی بہاروں، رعنائیوں، توانائیوں کو باقی رکھے ہوئے ہے اور صبح قیامت تک باقی رکھے رہے گا۔

ہمارے علمی مراکز دینی اداروں اونچی سے اونچی خانقاہوں میں جھانک کر دیکھو گے تو کہہ اٹھو گے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
سبھی اس زلف کے اسیر ہوئے

بلاواسطہ فیض یافتگان تو اب صرف دو ایک رہ گئے، لیکن بواسطہ فیض یافتگان کی اگر کوئی فہرست بنائی جائے تو میرا اپنا اندازہ ہے کہ لاکھ سے کم نہ ہوگی۔

• دینی خدمات کے جتنے بھی مناصب ہیں ان پر فائزین کو شمار کیجئے تو باستثنار دو چار کے سبھی حضرت صدر الشریعۃ کے تلامذہ کے سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں۔

دار الافتار کا جائزہ لیجئے۔ تمام دار الافتار کے مسند نشین اسی مخزن علم و حکمت کے وارث ہیں۔ مدارسین کا سروے کیجئے تو آپ کو ہر دار العلوم ہر مدرسے میں اسی استاذ الکل فی الکل کے تلامذہ نظر آئیں گے۔ مصنفین کا جائزہ لیجئے تو سب کے سب اسی خرمن کے خوشہ چیں ملیں گے۔ مقررین و خطبار پر نظر ڈالئے تو وہ سب اسی منبع فیض و برکت کی بارگاہ کے تربیت یافتہ ہیں مشائخ سلاسل ہیں، جو صاحبان علم و فضل ہیں انھیں کھنگالئے تو ان سب کو علم و فضل کی دولت اسی داتا کی بارگاہ سے ملی ہے۔ اگر مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو آج کے تمام مشاہیر کا نام لے لے کر بتا دیتا اور دکھا دیتا کہ فلاں شیخ نے فلاں مدرسے میں فلاں سے پڑھا ہے اور وہ بواسطہ یا بلاواسطہ حضرت صدر الشریعۃ کے تلمیذ ہیں۔

لیکن یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ایسے محسن اعظم کی ان کی شایان شان تو بڑی بات ہے کوئی مختصر سوانح عمری بھی شائع نہ ہو سکی جن کے منت کش احسان کی تعداد ہزارہا ہزار

ہے۔ ان کو دنیا سے گئے ہوئے نصف صدی گزر رہی ہے۔

لیکن جمود و تعطل بے حسی کا عالم یہ ہے کہ ایسے ملت کے محسن و مقتدا کی شایان شان تو بڑی بات ہے کوئی مختصر سی بھی سوانح عمری شائع نہ ہو سکی۔ کیا یہ اس محسن اعظم کے ہزارہا ہزار منت کش احسان افراد کے لئے ایک بہت اہم سوالیہ نشان نہیں۔؟

جناب مولانا عبد المنان صاحب کلیمی جب گھوسی تھے تو انہیں اس کا سب سے پہلے احساس ہوا۔ انھوں نے کسی نہ کسی طرح فتاوی امجدیہ کی دو جلدیں چھپوائیں اور عالم تصور میں "دائرۃ المعارف الامجدیہ" قائم کیا۔ اور پھر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے تمام وابستگان دامن سے مضمون لکھنے کی اپیل کی۔ اور یہ بھی خوش آیند بات ہے کہ اہل قلم حضرات نے اپنی اپنی بساط کے مطابق مضامین بھی لکھے۔ مگر پھر کلیمی صاحب جب گھوسی سے گئے تو ان کے ساتھ ساتھ ان کا موجود ذہنی "دائرۃ المعارف الامجدیہ" بھی چلا گیا۔ مگر جاتے جاتے وہ یہ سارے مضامین عزیز سعید جناب مولانا علاء المصطفی ناظم دار العلوم امجدیہ کے حوالے کر گئے۔ اللہ کا شکر ہے کہ عزیز موصوف نے ان تمام مضامین کو ایک اچھے امین کی طرح محفوظ رکھا۔

سال گزشتہ عزیز موصوف نے مجھ سے کہا کہ تم ان مضامین پر نظر ثانی کر لو تو انھیں چھپوا دیا جائے۔ میں اس وقت جس حال میں ہوں خدا نہ کرے کہ کوئی دشمن بھی ہو۔ کبر سنی کی وجہ سے سارے قوی مضمحل اور خستہ، بینائی کمزور پھر قوت لایموت کے لئے ملازمت پر مجبور اور ملازمت بھی آج کے عمومی تدریس کی نہیں کہ اپنی شہرت اور پیرانہ سالی کی دھونس سے فائدہ اٹھا کر وقت گزاری پر اکتفا کر سکوں۔

ملازمت بھی ہندوستان کے ایک ایسے دار الافتار کی جو اس وقت پوری دنیا کا مرجع اعظم ہے۔ جس کا تعلق صرف ہندوستان و پاکستان ہی سے نہیں عرب و عجم یورپ و ایشیا افریقہ و امریکہ سے یکساں ہے۔ اور یہ میری بد قسمتی ہے کہ اب تک مجھے ایسا کوئی باوثوق افتار کا ماہر نہیں مل سکا جو جامعہ اشرفیہ کی اس اہم مسند پر بیٹھ سکے۔

میں فطری طور پر حساس کمزور اعصاب کا انسان ہوں اور اب ذکاوت حس اس درجے تک پہنچ چکی ہے۔ کہ جو لوگ مجھے برداشت کر رہے ہیں ان کا مجھ پر احسان ہے۔ میری کبھی بھی یہ عادت نہ تھی کہ مسائل کے لفافے نذر آتش کر دیئے جائیں یا بوریوں میں بند کر کے خزانہ عامرہ میں داخل کیے جائیں۔ ہر مسائل کے سوال کا جواب ہر ممکن عجلت کے ساتھ ضرور دیا جائے اگرچہ مختصر ہی ہو تاکہ اسے حکم شرعی معلوم ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے فتادی میں تائیدی عبارات کا التزام نہیں۔

پھر اس سے ہٹ کر جب ہم تنخواہ لیتے ہیں تو ادارے نے ہمارے کام کے لئے جو اوقات مقرر کئے ہیں ان میں بیٹھے رہنا یا دوسرے کام کرنا بد دیانتی ہے۔ اسی لئے دار الافتار کے مقررہ اوقات میں اس کے جواز کی کوئی صورت نہ تھی کہ میں ان مضامین کو دیکھتا۔

خارج اوقات میں بعد مغرب سے لے کر سونے کے وقت تک اور بعد نماز فجر سے اوقات دار الافتار شروع ہونے تک شرح بخاری کے لئے اس طرح متعین ہیں کہ کسی کو ملاقات کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ان اوقات میں حضرت ملک الموت روح قبض کرنے تشریف لائیں گے تو ان سے اگر گفتگو کا موقع مل جائے گا

تو عرض کردں گا کہ ذرا کرم کرتے ہوئے ٹھہر جائیں میں اپنا وقت پورا کرلوں۔ اگرچہ جانتا ہوں کہ وہ آتے ہیں تو لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون

لیکن عزیز موصوف کے اصرار بیحد سے مجبور ہو کر مجھے ان مضامین پر نظر ثانی کرنے کی حامی بھرنی پڑی۔ پھر انھوں نے دم بھی نہیں لیا۔ اور پوری فائل میرے حوالے کردی شاید انھوں نے یہ سوچا ہو کلام اللیل یمحوہ النہار۔

لیکن پانچ چھ سال کے لکھے ہوئے مضمون کی روشنائی ہلکی ہوچکی تھی۔ بہت باریک لکھے ہوئے تھے جنھیں میں پڑھ نہ سکتا تھا۔ ضرورت ہوئی کہ کوئی سنانے والا مل جائے۔ وقت ایسا تھا کہ اساتذہ تلامذہ سب مطالعہ میں مصروف ہوتے مگر کسی نہ کسی طرح مولوی زاہد علی سلامی اور مولوی عالمگیر سلمہ راضی ہوگئے۔ سلسلہ سماعت شروع ہوا۔ ہر صاحب قلم نے چن چن کر اپنی عقیدت کے پھول جمع کرکے اپنی وسعت بھر خوب سے خوب تر گلدستہ تیار کیا تھا۔ ہر مضمون اس کی دلیل ہے کہ حضرت صدر الشریعۃ کی عبقری شخصیت کی عظمت سے سینے معمور ہیں۔

مگر سارے مضامین باستثنا ر چند پڑھنے کے بعد ایک سوال کسی اجنبی ذہن میں اٹھ سکتا تھا کہ حضرت صدر الشریعۃ کی وہ کیا انفرادی خوبیاں ہیں جس نے پوری دنیا کو بندہ بے دام بنا رکھا ہے۔ صرف یہ کہدینے سے کہ فلاں بہت قابل تھا۔ جامع معقول و منقول تھا وغیرہ سے ایک ناواقف کی تسلی نہیں ہوتی۔ وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کے شواہد کیا ہیں۔ نظائر کیا ہیں۔ اس کے لئے ضرورت تھی کہ ان امتیازی خصوصیات کے کچھ شواہد ذکر کردیئے جائیں۔ افسوس ہے کہ اکثر مضامین اس سے خالی ہیں۔

لیکن منطقی طور پر ان مضامین سے یہ ضرور فائدہ ہے اور اہم فائدہ ہے کہ یہ ارباب علم و دانش جب اتنے نیازمند ہیں تو یقیناً سراپا ناز بلاشبہ فضل و کمال، علم و دانش زہد و ورع کا ایسا عظیم مرقع جمیل ہوگا کہ جسکے حضور پیشانیوں کو جھکنا ہی پڑے گا۔

لیکن ماہنامہ اشرفیہ کے اس نمبر میں اتنی گنجائش نہیں کہ سب کو شائع کیا جاسکے۔ اس لئے بہت سے مضامین شامل اشاعت نہ ہوسکے۔

کچھ مضامین میں واقعات کو غیر مستند روایات پر اعتماد کرکے لکھ دیئے گئے ہیں۔ انھیں بھی روک دیا گیا۔

برادر خواجہ تاش حضرت علامہ مفتی محمد حسن علی رضوی خطیب جامع مسجد فریدیہ میلسی نے کئی بار مجھے لکھا کہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر شائع کردے۔ لیکن ماہنامہ اشرفیہ کی مالی زبوں حالی سے میں واقف ہوں۔ یہ از اول تا ایں دم بہت کافی خسارے میں چل رہا ہے۔ نمبر شائع کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ مگر علامہ موصوف مسلسل کریدتے رہے اور میری نسبت امجدی کو غیرت دلاتے رہے۔ حتیٰ کہ انھوں نے مالی تعاون کا بھی وعدہ کرلیا۔ لیکن اخراجات کا جو تخمینہ تھا اس کے پیش نظر میں ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ بالآخر عزیز ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ کی خدمت میں میں نے حسب عادت درخواست پیش کی۔ منظور ہوئی۔

حضرت صدر الشریعہ کی سوانح مرتب کرنا شائع کرنا پوری جماعت اہل سنت پر خصوصاً مفتی صاحبان مدرس

حضرات، مصنفین کرام، خطباء عظام اور مشائخ طریقت پر ایک بہت بڑا قرض تھا۔ الحمد للہ یہ سعادت بھی الجامعۃ الاشرفیہ کے حصے میں تھی۔ کہ آج پوری ملت کو اتنے بڑے قرض سے سبکدوش کر رہا ہے ـــــ لیکن اب دشواری یہ پیش آئی کہ ایسے مضامین کیسے فراہم ہوں جو کماحقہ نہیں تو قدر معتدبہ حصے تک حضرت صدر الشریعۃ کا تعارف کراسکیں۔

کلیمی صاحب نے جو مضامین اکٹھے کئے تھے اُن کا حال اوپر ذکر کیا جاچکا۔ لیکن ماہنامہ اشرفیہ کے اڈیٹر عزیز اسعد جناب مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی سلمہ پوری مستعدی کے ساتھ اہلسنت کے مشاہیر اہل قلم کیساتھ رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں امید ہے کہ میری امیدوں کے مطابق یہ نمبر حضرت صدر الشریعۃ کا ایک حدتک تعارف کرانے میں کامیاب ہوگا۔

ایک مبسوط اور بہت معلوماتی مقالہ حضرت علامہ مفتی حسن علی صاحب مدظلہ پاکستان کا کئی سال ہوئے آیا تھا۔ وہ البتہ اس کمی کو بہت حدتک پورا کرتا ہے۔

مولانا مبارک حسین صاحب نے اخیر میں فرمائش کی کہ آپ بھی ایک مبسوط اور چنیں چناں مقالہ لکھدیں۔ وہ بھی اس خصوصیت کی بناپر کہ حضرت صدر الشریعہ سے بلاواسطہ اکتساب فیض کرنے والے دو چار افراد میں آپ ہی ایسے ہیں ویسے ہیں۔ ان کے حسن ظن کی بنیاد ایک حدتک صحیح بھی ہے۔

کبرنی موت الکبراء۔ مگر میرا جو حال زار ہے۔ اس کا گلہ کس سے کروں اور ان دنوں میں جن ذہنی و روحانی کرب میں مبتلا ہوں اسے کس کے سامنے بیان کروں۔ مزید ڈیوٹی از ڈیوٹی، اور شرح بخاری کا کام اپنی جگہ ـــــ اگر کچھ نہ لکھوں تو امجدی لکھتے ہوئے شرمانا چاہیئے۔ بہرحال اس کے لئے بھی مجھے ہاں کرنا ہی پڑا :۔

ہر چند خستہ دل و ناتواں شدم
ہرگاہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ خاندانی تعلق سے میرے چچا تھے۔ حضرت کے دادا خدا بخش صاحب اور میرے والد کے دادا لعل محمد صاحب۔ حقیقی بھائی جناب مولانا خیرالدین بابا کے فرزند تھے۔ اس رشتے کی وجہ سے حضرت صدر الشریعۃ اور ہمارے گھر سے بہت ہی خصوصی برادرانہ تعلقات تھے۔ کوئی بھی تقریب ہو سب میں حقیقی بھائیوں کے مثل جانبین سے برتاؤ تھا۔ جب تک حضرت صدر الشریعۃ دولت کدے پر تشریف رکھتے تو والد صاحب روزانہ بلاناغہ حاضری دیتے۔ ہمارا غریب خانہ اسٹیشن کے راستے میں پڑتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو اسٹیشن جاتے ہوئے والد صاحب کو آواز دے کر بلاتے اور اسٹیشن تک ساتھ لے جاتے۔ اس خصوصی تعلق کی بناپر ہوش میں آنے کے بعد اپنی یادداشتوں میں سب سے زریں یاد حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کا بارعب پُر وقار روئے انور ہے پھر جوں جوں ہوش و شعور بڑھتا گیا۔ حضرت

صدر الشریعہ کا تعارف بڑھتا گیا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا۔ کہ مجھے کبھی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ پر کچھ لکھنا ہے تو شاید میرے معلومات کا اتنا بڑا گنجینہ ہوتا کہ ان سب کو حیط تحریر میں لانا مشکل ہوتا۔

اسی طرح حیات مبارکہ کے اخیر سال میں مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی کہ میں حضرت کا کاتب رہا۔ نجی ڈاک کے علاوہ فتاوی تک لکھتا۔ اور اس سے جو وقت بچتا وہ فتاوی امجدیہ سنانے میں صرف ہوتا۔ مگر اس وقت بھی کبھی اپنے کو اس لائق نہیں جانتا تھا کہ مجھے کبھی حضرت صدر الشریعہ کے مفصل حالات لکھنا ہے۔ آج اپنی اس بے پرواہی پر کف افسوس ملتا ہوں۔ مگر اب کیا ہوسکتا ہے۔

اس نمبر میں شامل مقالوں میں قدرے تفصیل کے ساتھ ابتدائی حالات حضرت علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون میں درج ہیں اس لئے میں ابتدا بریلی شریف مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے یہاں حاضری سے کرتا ہوں۔

فرماتے تھے کہ میں جب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دریافت فرمایا ـــــ مولانا کیا کرتے ہیں ـــــ میں نے عرض کیا کہ۔ مطب کرتا ہوں ـــــ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ مطب بھی اچھا کام ہے۔ العلم علمان علم الادیان و علم الابدان۔ مگر مطب کرنے میں یہ خرابی ہے کہ صبح صبح قارورہ دیکھنا پڑتا ہے ـــــ فرماتے تھے کہ اس ارشاد کے بعد مجھے قارورہ دیکھنے سے انتہائی نفرت ہوگئی۔ اور یہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کا کشف تھا۔ میں امراض کی تشخیص میں قارورہ ہی سے مدد لیتا تھا۔ اور یہ تصرف تھا۔ کہ قارورہ بینی سے نفرت ہوگئی۔

اس ارشاد کے بعد اعلیٰ حضرت نے مدرسہ منظر اسلام میں بیس روپے ماہانہ پر مدرس رکھ لیا۔ اسوقت کون کون حضرات مدرس تھے۔ حضرت نے بتایا تھا مگر اس وقت سب کے نام یاد نہیں۔ حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب منگلوری کا نام یاد ہے۔ ابتدا میں کون کون کتابیں زیر درس تھیں۔ یاد نہیں رہیں۔ مگر اتنا طے ہے کہ اس وقت صدر المدرسین اور کوئی صاحب تھے۔ غالباً مولانا رحم الٰہی صاحب ہی تھے۔ مگر پھر چند سال بعد حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ مدرسہ منظر اسلام کے مستقل صدر المدرسین بنا دیئے گئے۔ حضرت نے اس مسند پر بیٹھ کر ثابت کردیا کہ وہ صرف منظر اسلام ہی کے نہیں بلکہ علی الاطلاق صدر المدرسین ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ کے تلامذہ کی مکمل فہرست آج کیا شاید اس عہد میں بھی تیار نہیں ہوسکتی تھی۔ کابل سے لے کر رنگون ملایا تک اور کشمیر سے لیکر مدراس تک کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے جواہر ریزوں کو کون اکٹھا کرسکتا ہے۔

غالباً حضرات مدرسین کی بدقسمتی اس دور کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ بھی اسلاف کا ورثہ ہے کہ تلامذہ اپنے اساتذہ کو فراغت کے بعد بھول جاتے ہیں۔ اور کوئی ربط نہیں رکھتے۔ ان کا جو بھی نیازمندانہ تعلق ہوتا ہے وہ اپنے نام دبیر کے ساتھ رہ جاتا ہے۔

کتنا بڑا ستم ہے کہ اساتذہ اپنا خون جگر پلاتے ہیں۔ طلبہ کی خوابیدہ استعداد بیدار کرکے اسکو اوج ثریا

تک پہنچاتے ہیں۔ ان کے ناز اٹھاتے ہیں' ان کے آپس کے مناقشات خوش اسلوبی سے طے کرتے ہیں۔ طلبہ کیلئے در در بھیک مانگتے ہیں۔ اکثر مدرسین اور اراکین سے لڑائی مول لیتے ہیں اور پھر فراغت کے بعد انھیں برسر روزگار کردیتے ہیں۔ مگر انھیں فراموش کردیا جاتا ہے۔

یا وفا خود نبود در عالم
یا بمن کس دریں زمانہ نہ کرد

یہی سبب ہے کہ پھر وہ ایسے گم نام ہوجاتے ہیں کہ ڈھونڈنے سے ان کا پتہ نہیں ملتا۔ لیکن جو سعید طلبہ اپنے اساتذہ سے نیاز و اخلاص کے روابط باقی رکھتے ہیں بھلتے پھولتے ہیں اور اپنے اساتذہ کی طرح ملجا ر انام ہوتے ہیں۔ اس کی دلیل حضرت صدر الشریعۃ کے تلامذہ کے حالات ہیں۔ ہزارہا شاگردوں میں صرف وہی حضرات آفتاب و ماہتاب بن کے چمکے جنھوں نے نیازمندانہ تعلقات باقی رکھے۔ جنکے اسمار مبارکہ جا بجا اس نمبر میں آپ ملاحظ فرمائیں گے۔ اور ساتھ ہی ساتھ جس نے جتنا زیادہ تعلق رکھا وہ اتنے ہی زیادہ فیض بخش' مقبول عام و خاص ہوا۔ یوں تو حضرت صدر الشریعۃ کے تمام مشاہیر تلامذہ حضرت کے ساتھ گہری عقیدت رکھتے تھے۔ جس کے شواہد آپ کو اس نمبر میں ملیں گے لیکن جو خصوصی نیازمندی جلالۃ العلم حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان قدس اسرارہما کا حضرت صدر الشریعۃ سے تھا اس کو آپ اس سے سمجھ لیں کہ یہ دونوں حضرات کوئی بھی کام بغیر حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ سے استصواب کے نہیں کرتے تھے۔ اپنے چھوٹے سے چھوٹے کاموں میں بھی اجازت طلب کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں حافظ ملت اور پاکستان میں حضرت محدث اعظم پاکستان کی شخصیت ایسی مرکزی ہے کہ پوری دنیا میں ان کے تلامذہ پھیلے ہوئے ہیں۔

آج تدریس کو یار لوگوں نے بہت آسان بنالیا ہے علمی کاموں میں سب سے آسان تدریس کو سمجھا جانے لگا ہے۔ عالم یہ ہے کہ مدارس میں ایسے ایسے لوگ مدرس ہیں کہ حیرت ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تدریس ایک بہت اہم اور مشکل کام ہے۔ خود کتاب کے مضامین کو کما حقہ سمجھنا اور پھر طالب علم کو اسطرح سمجھا دینا کہ وہ واقعی سمجھ لے اتنا مشکل ہے کہ اسکی تعبیر کے لئے الفاظ نہیں۔ پھر اگر طالبعلم ذہین ہے تو اس کے شبہات کو اس طرح دور کرنا کہ وہ مطمئن ہوجائے صرف خداداد استعداد ہی سے ہوسکتا ہے۔ طالب علم جو شبہ وارد کررہا ہے اسکی بنیاد کیا ہے۔ وہ ابھی قادر الکلام نہیں اپنی بات کما حقہ کہہ نہیں پاتا ہے۔ ایک ماہر استاد کا کام یہ ہے کہ وہ طالبعلم کے غیر مرتبط جملوں سے یہ اخذ کرلے کہ اسکو کھٹک کیا ہے؟ اور یہ کہنا کیا چاہ رہا ہے۔ جس مدرس میں یہ کمال نہ ہو وہ حقیقت میں مدرس نہیں۔

حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ اس خصوص میں ایسے ماہر تھے کہ طالب علم کے سامنے مشکل سے مشکل مسئلے کی تقریر مختصر الفاظ میں اس طرح کر دیتے کہ طلبہ کے ذہن میں اچھی طرح اتر جاتا اور طلبہ کے شبہات کو ان کے چند الفاظ سے کما حقہ مالہ دما علیہ کے ساتھ سمجھ لیتے اور نپے تلے جملوں میں ایسا جواب ارشاد فرماتے جسے سنکر طالب علم باغ باغ ہوجاتا۔

حضرت صدرالشریعہ جب اجمیر مقدس ۱۳۴۳ھ میں مدرسہ عثمانیہ معینیہ میں صدرالمدرسین ہوکر گئے تو وہاں مولانا معین الدین ٹونکی کا سکہ جما ہوا تھا۔ یہ بہت ذہین فطین منطق و فلسفہ کے ماہر حضرت علامہ عبدالحق خیرآبادی کے تلمیذ تھے۔ صدرالشریعہ کے جانے سے پہلے حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن قدس سرہٗ وہاں پڑھتے تھے۔ اور مولانا معین الدین کے بڑے گرویدہ تھے ابتداً انھیں حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ سے کوئی لگاؤ نہ تھا لیکن جب اسباق شروع ہوئے اور حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ کا رنگ انھوں نے دیکھا اور اس کی چاشنی چکھی تو پھر انہی کے ہوکر رہ گئے ـــــ واضح ہے کہ حضرت مجاہد ملت ذہین نہیں ذہانت تھے۔ فطین نہیں فطانت تھے۔ ذکی نہیں ذکاوت تھے۔ ان کا پرانے اساتذہ سے رشتہ توڑ کر حضرت صدرالشریعہ کی بارگاہ میں سرنیاز جھکانا اس کی دلیل ہے کہ حضرت صدرالشریعہ اپنے وقت کے استاذالاساتذہ تھے اور تدریس کے شہنشاہ۔

دوران درس منتخب روزگار تلامذہ کیا کیا سوالات کرتے تھے صدرالشریعہ اس کے کیا کیا جوابات دیتے تھے وہ آج کہاں معلوم ہو سکتے ہیں لیکن حافظ ملت محدث اعظم پاکستان مجاہد ملت، صدرالعلماء حضرت شیر بیشہ سنت سے اس وقت کے بہت سے افراد کماحقہ واقف ہیں ان کے فیض یافتہ ہیں۔ انکے تبحر علمی کا سکہ پوری دنیا پر بیٹھا ہوا ہے ان لوگوں نے جس بحر ذخار سے اپنی تشنگی بجھائی ہے بلکہ اپنے کو سیراب کیا ہے وہ کتنا ناپید اکنار تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے اگر یہ سب حضرات خود بحر ناپید اکنار تھے۔ جو سرچشمہ ان سب کا منبع تھا اس کی گہرائیوں کو کون ناپ سکے۔ اس کو آپ ایک نظیر سے سمجھئے۔

ادری ضلع اعظم گڑھ (الحال مئو) میں سنہ میں دیوبندیوں سے مناظرہ ہو رہا تھا۔ دیوبندیوں کا مناظر مشہور مولوی منظور سنبھلی تھا جسکی مدد کیلئے مئو کے ڈیڑھ سو دیوبندی اور غیر مقلد مولوی موجود تھے علم غیب کی نفی پر دیوبندی مناظر نے تابیر نخل کی حدیث کا یہ جملہ پیش کیا۔ (انتم اعلم بامور دنیاکم۔ دیوبندی مناظر نے طنز کیا کہ مولانا آپ نے ہدایۃ النحو نہیں پڑھی ہے اور اگر پڑھی ہے تو یاد نہیں اعلم اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو مفضل مفضل منہ چاہتا ہے مفضل صحابہ کرام ہیں اور مفضل منہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام کا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ تھا۔ اس پر برجستہ بلا تاخیر حضرت شیر بیشہ سنت نے فرمایا کہ آپ مجھے ہدایۃ النحو نہ پڑھنے یا پڑھ کر یاد نہ رکھنے کا طعن کر رہے ہیں حالانکہ آپ نے یا تو نحومیر نہیں پڑھی ہے یا پڑھکر بھول گئے ہیں ـــــ اس میں لکھا ہے کہ اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے ہیں۔ (۱) من کے ساتھ (۲) الف لام کے ساتھ (۳) اضافت کے ساتھ یہاں ان میں سے کچھ بھی نہیں پھر یہ اسم تفضیل کیسے ہوا اس پر دیوبندی مناظر کے ساتھ پانچ دس مولوی چیخ پڑے کہ یہ اسم تفضیل نہیں تو کیا ہے۔ افعل کے وزن پر ہے۔ آپ کو میزان بھی یاد نہیں یا نہیں پڑھی ہے؟ اس پر مسکرا کر شیر بیشہ سنت نے کہا کہ ابھی تک

نحومیر کا رونا اب معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ ساتھ ان ڈیڑھ سو مولویوں نے پنج گنج بھی نہیں پڑھی ہے یا پڑھکر چوپٹ کر دی ہے۔ پنج گنج میں لکھا ہوا ہے کہ افعل تین معنی کیلئے آتا ہے۔ (۱) اسم تفضیل (۲) اسم صریح (۳) صفت۔ یہ صفت کیلئے ہے۔

ناظرین غور کریں۔ شیر بیشہ سنت کو نحومیر پنج گنج پڑھے ہوئے تیس سال سے کم نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے ایسے مسائل جسے آج کل کے علماء جانتے بھی نہیں ان کے حافظے میں محفوظ ہے۔ جودت ذہن کا عالم یہ ہے کہ فوراً موقع کی بات یاد آ گئی۔

مجھے یہاں خاص بات یہ عرض کرنی ہے کہ دیوبندی مناظر کے سوال کا یہ اصل جواب نہ تھا۔ حضرت شیر بیشہ سنت نے ان کو الجھا دیا اصل جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں علم سے مراد ملکہ ہے۔ حضرت شیر بیشہ سنت کی ذکاوت و فطانت کا کمال تھا کہ ڈیڑھ سو دیوبندی غیر مقلد مولویوں کو ایسا الجھایا کہ وہ دم بخود رہ گئے۔ ایسے ذہین تیز طرار، حاضر دماغ ایسا جودت ذہن رکھنے والے طالب علم کو پڑھانا آسان کام نہیں تھا۔ اور جس ذات نے انھیں پڑھا کر سلطان المناظرین بنایا وہ بلاشبہ سلطان المدرسین تھی ـــــ

کہا جاتا ہے کہ اگر طالب علم ذہین ہے تو اسے کوئی بھی استاد پڑھائے وہ ذی استعداد ہو جائے گا۔ لیکن میرا تجربہ اس کے خلاف ہے۔ آج ہمارے ہزاروں عربی مدارس ہیں جن میں ذہین سے ذہین طلبہ تحصیل علم کے شوق میں آتے ہیں۔ لیکن چونکہ اب ہمارے مدارس میں اساتذہ کی تقرری استعداد دیکھ کر نہیں ہوتی بلکہ رشتہ، سفارش، اور سیاسی اغراض کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر مدرسین بھرتی کے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ذہین سے ذہین طالب علم فراغت کے بعد بھی ناخواندہ رہتا ہے۔ منتہی طلبہ ابتدائی باتیں تک نہ بتا پاتے وہ بھی ایسی باتیں جو ہر وقت زبان زد رہتی ہیں اور افسوس یہ ہے کہ اساتذہ بھی اس سے ناواقف ہیں۔ دورۂ حدیث میں شریک ہونے والے ذہین سے ذہین طلبہ بھی یہ نہیں جانتے کہ ثانیہ، ثالثہ، رابعہ وغیرہ کیا صیغے ہیں ـــــ نماز کے ارکین میں کیا فرض ہے کیا واجب کیا سنت وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایک ماہر مدرس متوسط ذہن رکھنے والے طالب علم کو بھی کندن بنا دیتا ہے۔

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ کے تدریس کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ طلبہ کے ذہن میں مضامین کو نقش کالحجر فرما دیتے تھے صرف پڑھاتے ہی نہیں تھے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ گھول کر پلاتے تھے۔ میں اگرچہ اس سے محروم رہا کہ حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ سے درس نظامی کی کوئی کتاب پڑھتا مگر یہ مجھ پر اللہ عزوجل کا بہت بڑا فضل ہے کہ مجھے سال بھر تک اس طرح حضرت کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا کہ میں ہوتا اور حضرت ہوتے۔ تیسرا کوئی نہ ہوتا۔ کتب حدیث و فقہ و تفاسیر کے ہزاروں صفحات فتویٰ نویسی کے وقت میں پڑھ کر سناتا۔ ادنیٰ سی غلطی پر ٹوکتے پھر جلد بتاتے نہیں بلکہ پوچھتے کیا صحیح ہے۔ اگر میں گرتے پڑتے صحیح بتا دیتا تو چہرے پر بشاشت ظاہر ہو جاتی اور اگر نہ بتا پاتا تو کبھی مسکرا کر پیار سے بتاتے

اور کبھی اتنے زور ڈانٹتے کہ حجرۂ مبارکہ گونج جاتا۔ میں چونکہ مزاج آشنا تھا اس لئے سخت سے سخت ڈانٹ پر میرے اوسان خطا نہ ہوتے۔ کبھی کبھی تو یہ ہوتا کہ حضرت ڈانٹتے اور میں مسکراتا رہتا۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی باتیں اب ذہن میں نہیں۔ البتہ ایک بات یاد رہ گئی ہے جو اگرچہ کتب سے متعلق نہیں مگر حضرت کے طرز تعلیم کی نشاندہی کرتی ہے۔

میں حضرت کو اخبار سنا رہا تھا۔ بغداد کے متعلق کوئی خبر تھی۔ میں نے اسکو بُغداد پڑھا فوراً ٹوکدیا کیا پڑھا۔؟ میں فوراً سنبھل گیا میں نے عرض کیا بُغداد فرمایا بغداد کیسے؟۔ میں نے عرض کیا اصل میں باغ داد تھا یہ سنتے ہی مسکرا پڑے اور بہت خوش ہوئے۔

میری حاضری کا وقت مدرسہ کے صبح کے ٹائم کے بعد اور دوپہر کا ٹائم شروع ہونے کے درمیان تھا۔ ایک بار مجھے بعد مغرب بلوایا اور کہلا دیا کہ کھانا کھا کر فوراً آئے۔ نمازِ مغرب پڑھتے ہی کھانا کھا کر میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت کے پاس حسب عادت حضرت کے منجھلے بھائی حکیم احمد علی صاحب مرحوم عرف دوکاندار بابا بیٹھے تھے میں نے حاضر ہوکر سلام عرض کیا جواب دے کر فرمایا اور کچھ تیز لہجے میں میں نے کہا تھا کھانا کھا کر آنا تم ابھی آگئے۔ مقصد یہ تھا کہ کام لمبا ہے دیر تک بھوکے رہ جاؤگے میں نے عرض کیا حضور میں کھانا کھا کر حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا بہت جلد کھانا کھا لیا اچھا بیٹھ میں بھی کھانا کھالوں اور عشار کی نماز پڑھ لی جائے تو ایک فتویٰ لکھوانا ہے یہ مولانا شاہ صدیق اللہ صاحب بنارس لے آئے ہیں اور صبح ہی کی ٹرین سے واپس جائیں گے۔ فتویٰ بہت طویل تھا۔ عشار کے بعد اسکو لکھوایا پھر رجسٹر پر نقل کرنے کا حکم دیا۔ اسمیں جاڑوں میں رات کے بارہ بج گئے۔ حضرت بہت خوش ہوئے واپسی کے وقت بہت دعائیں دیں۔ میں خوش خوش گھر واپس آیا اور یہ سوچا کہ حضرت خوش ہیں کل ڈانٹ نہیں پڑے گی۔ میں جب دوسرے دن حسب عادت حاضر ہوا تو دیکھا کہ فتاویٰ کا رجسٹر نظر سے بہت قریب کرکے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو پورے جلال میں فرمایا ـــــ یہ کیا لکھدیا ہے ـــــ وعلیکم السلام ـــــ بنارس کو نبارس لکھا ہے ـــــ بکند گران کو مکند گران ـــــ اور پھر اسکے بعد مسلسل نقطوں کی نشست کی غلطی اور حروف کی صحیح شکل نہ لکھنے پر تنبیہ فرماتے رہے ـــــ

غرض کہ اپنے دامن سے وابستگان پر اتنی کڑی نظر رکھتے اور ان کی ہر ممکن اصلاح کی کوشش فرماتے۔

حافظ ملّت قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ممکن نہیں تھا کہ حضرت کے سامنے کوئی غلط تلفظ کرے اور حضرت اس پر تنبیہ نہ فرمائیں ـــــ اسی کا ثمرہ ہے کہ آج پورا عالم اس منبع فیض سے سیراب ہو رہا ہے۔ اور سیراب ہوتا رہے گا۔ جو صاحبان ظرف پیتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں۔ ؎

مجھے پینے دے پینے دے کہ تیرے جام لعلی میں
ابھی کچھ اور ہے کچھ اور ہے کچھ اور ہے ساقی

حضرت صدر الشریعۃ کی روحانیت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ طالب صادق کو صرف اس کے ظرف کے مطابق ہی نہیں عطا فرماتے تھے۔ بلکہ فیض پر آتے تو اس کا ظرف بھر جاتا تو ظرف وسیع فرما دیتے۔ مجھے کہنے دیجئے ہمارا ساقی بقدر ظرف ہی نہیں پلاتا تھا بلکہ تنگ ظرفوں کے ظرف کو بھی اتنا وسیع کر دیتا کہ سمندر پینے کے بعد بھی تشنہ رہتے۔ جسکی دلیل حضرت حافظ ملت حضرت محدث اعظم پاکستان اور ان کے رفقار درس کو دنیا نے دیکھا ہے ـــــ۔

اس پیراگراف کے آخر پر یاد آگیا کہ جس زمانے میں میں حاضر خدمت رہتا تھا ۱۳۴۷ھ حضرت صدر الشریعۃ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور و بانی دار العلوم امجدیہ گھوسی کو میزان و منشعب پڑھاتے تھے۔ میزان کے تمام ابحاث کے صیغوں کو مختلف مصادر سے رٹاتے تھے۔ مثلاً ضَرَبَ، نَصَرَ، سَمِعَ، کَرُمَ وغیرہ وغیرہ اور جب منشعب شروع کرائی تو ہر باب کے تحت جتنے مصادر لکھے ہوئے ہیں سب کی پوری صرف کبیر کی مشق کراتے تھے ـــــ اس وقت علامہ پہ کیا بیتتی تھی شاید علامہ کو اسکی لذت اب بھی یاد ہو مگر مجھ کو ترس آتا تھا۔ آج کل کے میزان و منشعب پڑھانے والوں کا حال یہ ہے کہ دس منٹ میں ترجمہ کرا کے سبق ختم کر دیتے ہیں۔ نہ سبق سنتے ہیں نہ آموختہ اور نہ تمرینی سوالات کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے کے لئے آنے والے طلبہ بلائے بے درماں ہیں جنھیں جلدی سے دفع کرنا جان بچانے کیلئے ضروری ہے اور حال یہ ہے کہ اگر کوئی اس پر ان سے باز پرس کرے یا ہدایت کرے تو اسکی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ کتنے خدا ناترس یہ کہتے ہیں کہ سر کھپانے سے کیا فائدہ تنخواہ تو اتنی ہی ملے گی جو مقرر ہے۔ اور اب بنک پیمنٹ کے بعد تو رہی سہی تعلیم بھی رخصت ہو رہی ہے ہر وقت ایریر، بونس، اضافہ، پنشن، مکان بھتہ فیملی پنشن کی کھچڑی پکاتے رہتے ہیں۔

بریلی شریف میں علاوہ تدریس کے اعلیٰحضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوکر فتاویٰ کا املا بھی کرتے تھے۔ خود مجدّدِ اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے یہ فرمایا ـــــ

"تفقہ جس کا نام ہے وہ موجودہ علمار میں

نیز خطوط کے جوابات بھی املا کرتے تھے۔ املا کو لوگ بہت آسان سمجھتے ہیں اس میں کیا رکھا ہے۔ ایک صاحب نے بول دیا دوسرے نے لکھدیا۔ لیکن اب مجھے جب فتاوی کا املا کرانے پڑ رہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ املا سب کا کام نہیں۔ املا کرانے کے لطائف و ظرائف اگر میں لکھوں تو ہنستے ہنستے لوگوں کے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے ـــــ لیکن اگر پھر انہی ہنسنے والوں سے املا کرایا جائے تو کم لطائف و ظرائف مہیّا نہ ہونگے۔ پھر وہ بھی اعلیٰحضرت کے ارشادات کا املا ـــــ اعلیٰحضرت فرمایا کرتے تھے کہ ـــــ میرے ذہن میں مضامین اس تیزی کے ساتھ آتے ہیں کہ قلم ساتھ نہیں دے سکتا جبکہ اعلیٰحضرت کا قلم اتنا تیز چلتا تھا کہ جناب سیّد قناعت علی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ـــــ اعلیٰحضرت اتنا تیز لکھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ لکھ نہیں رہے ہیں بلکہ ہاتھ میں رعشہ ہے اور بے اختیار کانپ رہا ہے ـــــ ـــــ املا کرانے میں جب مضامین کی آمد ہو اور املا کرنے والا بولنے والے کا ساتھ نہ دے سکے تو آمد کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اسوقت جی یہ چاہتا ہے کہ یا تو خود خودکشی کرلیں یا املا کرنے والے کو شوٹ کر دیں۔ لیکن حضرت

صدر الشریعۃ اتنے زود نویس، صحیح نویس، اور صحیح سننے والے تھے کہ کبھی کسی مضمون کو دوبارہ پوچھنے کی حاجت نہ ہوئی۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ جس روانی سے ارشاد فرماتے اسی روانی سے صدر الشریعۃ لکھتے جاتے۔

اسی کی روشنی میں قرآن مجید کے تیس پارے "کنز الایمان" کے املا کو بھی قیاس کریں۔

بحمدہ تبارک وتعالیٰ کنز الایمان کا صدر الشریعۃ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا اصل مسودہ موجود ہے اسے دیکھکر عقل حیران ہے۔

مطبع اہلسنّت

ان دونوں خدمات کے ساتھ مطبع اہلسنت کی پوری ذمہ داری حضرت صدر الشریعۃ کے سر تھی کاپیوں کی تصحیح اور پروف کی تصحیح خود ایک بہت دقت طلب کام ہے۔ ذہین سے ذہین آدمی کی نظر چوک جاتی ہے۔ لیکن حضرت صدر الشریعۃ کی نظر ایسی باریک بیں، صحیح بیں، صحیح خواں تھی کہ آپ کی تصحیح سے کئی ہزار صفحات چھپے مگر کسی ایک میں کہیں ایک نقطے کی غلطی آج تک نہیں مل سکی۔ خیال کیجئے فتاویٰ جلد اول جو جہازی سائز کے ۸۸۰ صفحات ہیں جسکے ہر صفحہ پر باریک خط سے ۲۳ سطریں ہیں۔ اور حاشیہ پر فوائد کی تفصیل اور بھی باریک خط سے ہے۔ اور فہرست میں ۳۷ سطریں ہیں پھر یہ فہرست ۳۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ مگر آج تک کہیں کوئی غلطی نہیں مل سکی سطحی بیں لوگ اسے کوئی کمال نہ سمجھیں لیکن جس کا تصحیح سے سابقہ پڑچکا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ ہفت خواں طے کرنے سے کم مشکل نہیں۔

علاوہ ازیں مطبع کی ساری ضروریات مہیا کرنا حضرت صدر الشریعۃ کے ذمہ تھا کاتبوں کی ناز برداریاں کرنا کاغذ روشنائی دیگر ضروریات خریدنا پریس مین، سنگ ساز، وغیرہ عملہ کو رام کئے رہنا یہ سب حضرت صدر الشریعۃ کے ذمہ تھا۔ اور اس عہد کا اعلیٰ حضرت سے متعلق ہر شخص گواہ ہے کہ حضرت صدر الشریعۃ نے مطبع اہلسنت کے کام کو جیسا انجام دیا اس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ بریلی شریف رہے اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کثیر رسائل طبع ہوئے پھر اس کے بعد دنیا جانتی ہے

آں قدح بشکست آں ساقی نماند

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے فتاویٰ چھپوانے کا اتنا بڑا شوق تھا کہ جب اجمیر شریف جانا طے ہوگیا تو نہایت عجلت سے فتاویٰ رضویہ جلد دوم کی کتابت کروائی اور اسے چھپوایا۔ ٹائٹل نہ چھپوا سکے بعد میں لوگوں نے ٹائیٹل چھپوا کر لگایا۔

مناظرے

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے عہد مبارک میں رنگوں کے احباب نے لکھا کہ یہاں کے چند پونجی پتی دیوبندیوں نے مولوی اشرف علی تھانوی کو یہاں بلایا ہے۔ ان کے وعظ ہو رہے ہیں ان کی ولایت کا ڈنکا پیٹا جا رہا ہے۔ ہر طرف سے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر گھیر گھیر کر گلا دبا دبا کر حتیٰ کہ مقروضوں کا قرض تھانوی کے مرید ہونے کی شرط پر معاف کیا جا رہا ہے کسی مناظر کو بھیجئے جو اس فتنے کا سدباب کر دے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی نگاہ انتخاب تھانوی جیسے گرگ باراں دیدہ گرم و سرد چشیدہ کے مقابلے کیلئے

"اپنے امجد مجد کے پکے" پر پڑی حکم ہوا حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ رنگون روانہ ہو گئے ــــ رنگون کے اہلسنت کے اطمینان کے لئے تار کر دیا گیا کہ حضرت مولانا امجد علی صاحب کو بھیج رہا ہوں۔ حضرت صدر الشریعۃ بریلی شریف سے کلکتہ پہنچے وہاں سے رنگون تار کر دیا کہ میں فلاں دن فلاں جہاز سے پہنچ رہا ہوں۔ اہلسنت نے جوش مسرت میں اعلان کر دیا کہ حضرت صدر الشریعۃ فلاں وقت تشریف لا رہے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی تھانوی صاحب پہلے جہاز سے رنگون سے کلکتہ بھاگ آئے۔ جب حضرت صدر الشریعۃ رنگون پہنچے تو معلوم ہوا کہ کل تھانوی صاحب یہاں سے رفوچکر ہو چکے ہیں۔ حضرت صدر الشریعۃ پہلے واپس ہونے والے جہاز سے کلکتہ آئے کہ کلکتہ میں تھانوی صاحب مل جائیں تو وہیں ان سے دو دو بات ہو جائے۔ لیکن شان رسالت میں گستاخ ضمیر نے تھانوی صاحب کو کلکتہ رکنے نہیں دیا اور وہ کلکتہ پہنچتے ہی پہلی گاڑی سے اپنے استھان تھانہ بھون پہنچے حضرت صدر الشریعۃ جب کلکتہ واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب یہاں سے جاچکے ہیں۔

حضرت صدر الشریعۃ کی مناظرانہ مہارت صرف رد وہابیہ ہی میں نہیں تھی بلکہ ہر خارج از اسلام گروہ کے رد کی پوری مہارت رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا اخیر دور تھا کہ آریوں نے بہت سر اٹھایا تھا مسلمانوں کی بد قسمتی سے امرتسر میں ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری سے آریوں سے چار دن تک مناظرہ رہا۔ اس مناظرے میں دیوبندیوں کے چوٹی کے مولوی اپنے برادر کلاں کے پشت پناہ تھے۔ لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس مناظرے میں دیوبندی اور غیر مقلد سخت ناکام رہے۔ جسکی وجہ سے آریوں کی ہمت بہت بڑھ گئی تھی ان کا ایک پنڈت رام چندر بریلی شریف آیا۔ یہ اپنے آپکو پندرہ پارے کا حافظ بتاتا تھا بہت چرب زبان بے حیا تھا۔ اس کے مقابلے پر حضرت صدر الشریعۃ کی مسلسل تقریریں بریلی شریف میں ہوتی رہیں۔ بالآخر ایک وقت وہ آیا کہ حضرت صدر الشریعۃ حضرت صدر الافاضل حضرت مولانا رحم الٰہی وغیرہ نے جاکر اس کے جلسے میں اسکو لاجواب اور مبہوت کیا اور وہ منہ کی کھاکر بریلی سے بھاگا جس کا تذکرہ الملفوظ حصہ اول میں موجود ہے۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے اپنی طبّاع وقاد فطرت سلیمہ سے قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے اور وید کے غیر الہامی ہونے کے ثبوت میں بریلی شریف شہر کہنہ محلہ بیلانی کے چوک میں ایک تقریر فرمائی تھی۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ وہاں تشریف فرما تھے۔ اس تقریر کو سنکر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے صدر الشریعۃ کو اپنے سینے سے لگایا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا مولوی صاحب آپ کے ہوتے ہوئے مجھے اب بڑھاپے کی ضعف و ناتوانی کا احساس جاتا رہا۔ حضرت صدر الشریعۃ کی تقریر بہت سادہ الفاظ میں سلیس عام فہم گل و بلبل قافیہ آرائی اور مترادفات کے طول لاطائل سے خالی ہوتی تھی۔ حضرت صدر الشریعۃ نے یہ تقریر اپنے سادے الفاظ میں فرمائی تھی۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ

—— اسکی لذت مجھے ابتک یاد ہے ——

اسی تقریر کو صدر الشریعۃ کے ایک تلمیذ ارشد نے جو ایک ممتاز مقرر تھے بارہا اپنے انداز میں ملک کے مختلف گوشوں میں کیا۔

خطابت حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کا اصل کام تدریس تھا۔ اسی سے فطری مناسبت اور قلبی لگاؤ تھا۔ اپنے تلامذہ میں تدریس ہی کا جذبہ پیدا فرماتے تھے۔ اگر کوئی تلمیذ اس طرح تقریر میں مشہور ہو جاتا کہ درس کا نقصان ہوتا تو سخت خفا ہوتے۔ میں جس سال ۶۲-۱۳۶۱ھ بریلی شریف دورۂ حدیث میں تھا کہ احمد آباد کے دیوبندیوں نے چیلنج مناظرہ دے دیا۔ وہاں سے حضرت مفتیٔ اعظم ہند سے مناظر طلب کیا گیا حضرت نے محدث اعظم پاکستان کو مناظرے کے لئے بھیجدیا۔ دیوبندیوں کی طرف سے سلطان حسن مناظرے کیلئے آیا۔ علم غیب پر مناظرہ ہوا۔ کچھ دیر طرفین سے تقریریں ہوتی رہیں۔ اخیر میں دیوبندی مناظر نے اپنے جی سے گڑھ کر ایک حدیث پڑھی مشہور مثل کے مطابق کہ —— "چور بھاگتا ہے نشان قدم چھوڑ جاتا ہے" —— بخاری شریف کا حوالہ دے دیا اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ ہمارا مدمقابل بخاری شریف کا حافظ ہے۔ حضرت محدث اعظم پاکستان نے تصحیح نقل کا مطالبہ کیا تو وہ بخاری میں حدیث نہ دکھا سکا اس پر محدث اعظم پاکستان نے حدیث —— من کذب علیّ فلیتبوأ مقعدہ من النار کی روشنی میں مجمع کو دیوبندی مناظر کے خلاف للکارا۔ سارا مجمع مشتعل ہو گیا اور دیوبندی مناظر اور اسکے سارے حوالی موالی اسٹیج چھوڑ کر بھاگے —— اس فتح مبین کے نتیجے میں دیوبندی کہیں منہ دکھانے کے لائق نہ رہے۔ اور اہلسنت باغ باغ ہو گئے۔ اسکے بعد جشن فتح کے اجلاس شروع ہوئے اس کا سلسلہ ایک ماہ سے زائد جاری رہا۔

اسی اثنا حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ بریلی شریف تشریف لائے اور یہ سنکر کہ حضرت محدث اعظم پاکستان ایک ماہ سے باہر ہیں سخت برہم ہوئے اور حضرت مفتی وقار الدین صاحب سے فرمایا —— کہ سردار احمد آجائیں تو ان سے کہدینا کہ کیا وعظ گوئی کا دھندا شروع کر رکھا ہے۔ پڑھانا نہیں وعظ کہنا ہے تو مدرسہ چھوڑ دیں وعظ کرتے پھریں —— ضد کرنا اچھا نہیں۔

مگر اس کے باوجود وقت ضرورت حضرت صدر الشریعۃ وعظ فرمایا کرتے تھے جو سادے سلیس عام فہم الفاظ میں علمی حقائق و معارف پر مشتمل ہوتا تھا۔ اور اپنے اندر ایسی جامعیت رکھتا تھا کہ علمار کرام جھوم جھوم اٹھتے تھے۔ کبھی کبھی حضرت صدر الشریعۃ وعظ کے کسی پیراگراف پر ماہر خطیب گھنٹوں وعظ کہتا تھا —— مبارکپور اشرفیہ کے سالانہ جلسے میں ابتدا ہی سے حضرت صدر الشریعۃ اور حضرت محدث اعظم ہند ضرور شریک ہوتے تھے۔ اسلئے کہ یہ دونوں حضرات اشرفیہ کے سرپرست تھے۔ اور حضرت صدر الشریعۃ سالانہ امتحانات بھی لیتے تھے۔ امتحان کے لئے حضرت صدر الشریعۃ ایک دن پہلے

آجاتے تھے ——

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت محدث اعظم ہند شام کو ساڑھے پانچ بجے تشریف لائے اور کہیں بہت دور سے آرہے تھے اس لئے یہ تھکے ہوئے تھے۔ بعد عشار کھانے پر حضرت صدر الشریعۃ سے فرمایا کہ حضرت میں بہت تھکا ماندہ ہوں تقریر نہیں کر سکتا آج آپ بھر پور تقریر فرمائیں۔ حضرت صدر الشریعۃ نے فرمایا کہ مجھے تقریر کرنی نہیں آتی۔ یہاں کے لوگ آپ کی تقریر کے مشتاق ہیں آپ خطیب ہیں۔ میں تھوڑی دیر بیان کر دوں گا پھر آپ کو تقریر کرنی ہوگی۔ حضرت محدث اعظم نے اپنی تکان کا عذر پھر دہرایا اور ارشاد فرمایا —— حضرت دل کھول کر کے تقریر فرمادیں پھر کسی کو ہوش ہی نہ رہے گا جو میری تقریر کا نام لے۔ حضرت صدر الشریعۃ نے فرمایا —— خیر دیکھا جائیگا ——

جلسہ کے وقت حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا کہ میں اگرچہ بہت تھکا ہوا ہوں سونے کیلئے مضطر ہوں مگر جلسے میں ضرور چلوں گا آج حضرت صدر الشریعہ کی تقریر سننا ہے —— دونوں اکابر ساتھ ساتھ جلسہ گاہ میں تشریف لائے دو کرسیاں رکھدی گئیں اور پھر حضرت صدر الشریعہ نے تقریر شروع فرمائی۔ تمہید میں فرمایا کہ میں نے دن بھر طلبہ کا امتحان لیا ہے۔ طلبہ چونکہ بہت ذہین اور ذی استعداد ہیں اسلئے ان کا امتحان لینے میں خوب جی لگ گیا۔ دوپہر میں سو بھی نہ سکا جس سے دماغ تھکا ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی تقریر کے لئے بیٹھ گیا ہوں۔ چونکہ تقریر میں اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کرنی ہے جو میری روحانی غذا اور میرے ہر درد و دکھ کی دوا ہے۔ یہ ان کا کرم ہے کہ مجھ سے اپنی مدح و ثنا کرا لیتے ہیں ورنہ میں کہاں اور میرا علم کہاں —— یہ وہ بحر ناپید کنار ہے جسے کوئی طے نہیں کر سکتا —— اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو کان بمثلہ مددا —— اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "کلمات ربی" سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنار ہے —— بات یہ ہے کہ اگر حدود مملکت میں کوئی انمول ہیرے کی کان مل جاتی ہے تو حکومت اسے اپنا لیتی ہے۔ پھر میری کیا بساط کہ کما حقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کر سکوں ——

مجھے وہ منظر اچھی طرح ذہن نشین ہے ——

اس کے بعد حضرت صدر الشریعۃ نے دو گھنٹے تقریر فرمائی —— ہزاروں ہزار کا مجمع ہمہ تن گوش تھا اور خود حضرت محدث اعظم ہند اس محویت سے سن رہے تھے کہ کرسی پر پہلو بھی نہ بدلا۔ اور ٹکٹکی باندھے حضرت صدر الشریعۃ کو دیکھتے رہے۔ اس وقت نہ واہ واہ کا رواج تھا نہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے کا اور نہ نعرۂ تکبیر و رسالت کا —— وقار و اطمینان کے ساتھ لوگ علمار کی تقریریں سنتے تھے پھر بھی حضرت محدث اعظم ہند بار بار ہلکی آواز میں سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے جاتے تھے —— اگرچہ ان کی ہلکی آواز پورے مجمع میں گونج اٹھتی تھی ——

اولئک ساداتی فجئنی بمثلہم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

کاش یہ دن پھر لوٹ آتے اور موجودہ اکابر ملّت اسی یگانگت، محبت، خلوص کے ساتھ شانہ بشانہ نظر آتے۔

دوسرے دن حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیۂ کریمہ ـــــ قل لو کان البحر مدادًا لکلمٰت ربّی ـــــ کو اپنی تقریر کا عنوان بنایا۔ اور اس نکتہ کو لیکر کہ ـــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا "کلمات ربّی" کیسے ہے ـــــ دو گھنٹے انتہائی پرمغز، دل آویز، ایمان افروز، پوری خطیبانہ آن بان کے ساتھ تقریر فرمائی ـــــ جس کی لذت سے آج بھی روح سرشار ہے۔ حضرت محدث اعظم ہند نے اس شراب علم کو دو آتشہ بنا کر پورے مجمع کو مستِ بیخود بنا دیا۔

اولئك ساداتی فجئنا بمثلھم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

یہ لوگ ہمارے پیشوا ہیں۔ اے جریر انکے مثل لا۔ جب ہم سبکو کسی مجمع میں اکٹھا کرے تو۔ حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہٗ العزیز باآں فضل وکمال کے علم وفضل کے ساتھ ساتھ خطابت کے بادشاہ تھے۔ گاندھویوں نے اپنی مطلب برآری کیلئے مسٹر ابوالکلام آزاد کو تقریری میدان میں بہت شہرت دی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک جادوگر مقرر تھا۔ لیکن حقیقت میں اپنے وقت کے ابوالکلام حضرت صدرالافاضل تھے ـــــ تقریر کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوثر وتسنیم کے جام چھلکا رہے ہیں ـــــ زبان ایسی شیریں، شستہ کہ معلوم ہوتا کہ ذہن مبارک سے الفاظ نہیں نکل رہے ہیں رحیق مختوم کی پھوہار برسا رہے ہیں۔ آواز ایسی گرجدار اور پرکشش کہ سننے والا دم بخود رہ جاتا ـــــ اس کے باوجود اپنے مدرسہ جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسے میں دیگر علماء کے ساتھ ساتھ حضرت صدرالشریعۃ کو ضرور مدعو فرماتے ـــــ دوسرے علماء تو بدلتے رہتے مگر صدرالشریعۃ لازم تھے اور پھر بہ اصرار تقریر بھی کراتے یہی نہیں جامعہ میں حکم دے دیا تھا کہ جب حضرت صدرالشریعۃ یہاں آجائیں تو نماز وہی پڑھائیں گے۔

ایک بار حضرت صدرالشریعۃ سے جلسے میں شریک ہونے والے علماء نے درخواست پیش کی کہ آج حضور امتناع نظیر پر تقریر فرمائیں حضرت صدرالشریعۃ نے حسب عادت معذرت کی ـــــ میں مقرر بھی نہیں اور مسئلہ بہت دقیق ہے اسے بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ حضرت صدرالافاضل نے یہ سنکر فرمایا کہ مسئلہ دقیق سہی مگر آپ جب بیان فرمائیں گے تو آفتاب سے زیادہ روشن ہوجائے گا ـــــ اسوقت حضرت صدرالشریعۃ خاموش ہوگئے ـــــ علماء نے یہ سمجھا کہ قبول فرمالیا ـــــ حضرت صدرالشریعۃ کے تعارف کے وقت حضرت صدرالافاضل نے اعلان فرمادیا کہ آج حضرت صدرالشریعۃ کی تقریر کا عنوان "امتناع نظیر" ہے ـــــ مسئلہ اگرچہ بہت دقیق ہے مگر بیان کرنیوالا وہ عبقری مدرس ہے جو جعل بسیط مرکب وجود رابطی، متناۃ بالتکریر، جیسے اہم ودقیق منطقی وفلسفی مسائل کو پانی کر دیتا ہے فلسفہ اور علم کلام کے الہٰیات کے مسائل کو بدیہی کرکے سمجھا دیتا

ہے ـــــ حضرت محدث اعظم ہند تشریف فرما تھے یہ سنتے ہی پھڑک اٹھے اور فرمایا کہ آج استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور اپنے وقت کے امیر المومنین فی الحدیث سورتی کے مجمع البحرین کے بحر ناپیدا کنار کے انمول موتیوں سے دامن بھر اجائے گا۔

صدرالشریعۃ نے آیۂ کریمہ ـــــ " ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" ـــــ کو اپنی تقریر کا عنوان قرار دیا۔ اور حسب عادت انکساری اور تواضع کے چند کلمات کہنے کے بعد ہنس کر فرمایا کہ مگر جب ان نائبان رسول واساطین ملت کا حکم ہے تو اسکی تعمیل ضرور کرنی ہے یہ ان حضرات کا حسن ظن ہے کہ میں اس کا اہل ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ان جلیل القدر علماء کا حسن ظن غلط نہیں ہونے دے گا۔

اصل موضوع پر آیۂ کریمہ "خاتم النبیین" اور آٹھ دس احادیث کریمہ سے بطور قیاس شرعی ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر محال بالذات ہے تحت قدرت نہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل ماننے سے ان نصوص کے انکار کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا ـــــ ایک گھنٹہ تک بڑی سلاست وروانی کے ساتھ اس مضمون کو بیان فرمایا ـــــ علماء کرام محو حیرت مجمع دم بخود معلوم ہوتا تھا کہ ایک انسان نہیں بول رہا ہے بلکہ عالم قدس کا کوئی ملک مقرب الہام ربانی کی تلاوت کر رہا ہے۔ ایک گھنٹہ وقت دیا گیا تھا ایک گھنٹہ پورا ہونے پر جیب سے گھڑی نکالی دیکھ کر فرمایا۔ کہ میرا وقت ختم ہوگیا میں رخصت ہو رہا ہوں ـــــ اس کے بعد حضرت محدث اعظم ہند کا وقت تھا۔ حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا میں نے اپنا وقت آپ کو نذر کیا۔ آپ تقریر جاری رکھیں حضرت صدرالشریعۃ کا علم بھی اس وقت جوش مار رہا تھا اور مائل بفیض بھی تھے ـــــ درود شریف پڑھوا کر پھر تقریر شروع کردی۔ آیۂ کریمہ "خاتم النبیین" کی ایک نئے رنگ میں تفسیر فرمائی ـــــ پہلے بہ طریق معروف بیان فرمایا کہ خاتم اسم آلہ ہے اس کا مادہ "ختم" ہے جس کے معنی مہر کرنے کے ہیں مگر اس کا استعمال معنی اسمی میں ہے۔ پھر اس کے لغوی، عرفی، شرعی تین معنیٰ تفصیل سے بتائے جب معنیٰ شرعی بتاتے وقت مسلسل احادیث بیان کرنی شروع کیں تو معلوم ہوتا تھا کہ امام بخاری احادیث سنا رہے ہیں ـــــ پھر ثابت فرمایا کہ خاتم کے کوئی بھی معنی لئے جائیں ہر معنیٰ کے لحاظ سے اس سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مثل محال بالذات ہے ـــــ اتنے میں یہ گھنٹہ بھی ختم ہوگیا ـــــ یہ فرماکر کہ حضرت محدث اعظم کا عطا کیا ہوا وقت بھی ختم ہوگیا اب میں رخصت ہوتا ہوں ـــــ اس کے بعد غالبًا حضرت ابوالحسنات یا حضرت ابوالبرکات الوری ثم لاہوری بانی حزب الاحناف لاہور کا وقت تھا اب انھوں نے فرمایا کہ حضرت میں اپنا وقت بھی نذر کرتا ہوں آپ اپنی تقریر جاری رکھیں اسی اثنا میں کسی نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل محال بالذات کیوں ہے۔ اگر اسکو محال بالغیر مانا جائے اور ممکن بالذات تو کیا خرابی لازم

آئے گی اسے واضح فرمادیں ــــ یہ سنکر پھر تبسم فرمایا اور "امتناع نظیر" کے محال بالغیر اور ممکن بالذات ہونے پر دس پندرہ استحالے قائم فرمانے کے بعد مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے رد کی طرف رخ موڑا۔ وہ اس کا قائل تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ممکن ہی نہیں واقع ہے۔ اور چھ مثل زمین کے زیریں طبقات میں ہو چکے ہیں۔ پھر تو صدر الشریعۃ کے بیان کا رنگ ہی کچھ اور ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ عوام خواص سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں سب ساکت و جامد۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ عام سامعین نے ان مضامین کو سمجھا ہوگا مگر سب بغور سنتے رہے نہ کوئی اٹھا اور نہ کوئی اونگھا ــــ معلوم ہوتا تھا کہ سب پر سحر حلال کر دیا گیا ہے۔ اس وقت حضرت صدر الشریعۃ کی روحانی قوت کا لوہا سب نے مان لیا اور علم و فضل کا اعتراف تو پہلے ہی سے تھا ــــ تیسرا گھنٹہ پورا ہونے پر صدر الشریعۃ نے یہ فرما کر کہ اب بہت دیر ہو گئی آپ حضرات بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں گے سنتے سنتے اکتا گئے ہوں گے۔ اس لئے اب میں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا للموعظۃ پر عمل کرتے ہوئے بس کرتا ہوں ــــ صدر الشریعۃ کرسی سے اتر آئے حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے کھڑے ہو کر حضرت صدر الشریعۃ کی اس تقریر پر ایسا شاندار تبصرہ فرمایا کہ زندگی میں کسی کی بھی تقریر پر ایسا تبصرہ نہ فرمایا تھا ــــ اسکے بعد دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

دوسرے دن پورے شہر میں اس تقریر کی دھوم مچی ہوئی تھی وہابی مدرسہ کے طلبہ بھی جن میں کچھ منتہی تھے اس تقریر کو سننے کے بعد اپنے استادوں سے سوالات کرنے لگے مگر وہ جوابات سے عاجز رہے یہ کہکر دامن چھڑایا کہ بریلوی بڑے منطقی ہوتے ہیں ان کی باتوں پر دھیان نہ دو۔

مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سال میں صرف تین تقریر فرماتے تھے۔ ایک اپنے مرشد برحق خاتم الاکابر حضرت مولانا سیدنا آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہٗ کے عرس کے موقع پر قل کے وقت ــــ دوسری عید میلاد النبی کے موقع پر اپنے کاشانۂ مقدس میں ــــ تیسری مدرسہ منظر اسلام کے سالانہ جلسے پر ــــ اگر کہیں سے بھی تقریر کے لئے دعوت آتی تو حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کو بھیجدیتے ــــ اعلیٰحضرت جب مجمع میں موجود ہوں تو کسی عالم کو تقریر کی جرأت نہ ہوتی تھی سوائے صدر الافاضل، صدر الشریعۃ اور شیر بیشہ سنت مولانا ہدایت رسول خاں صاحب رام پوری کے۔ ان تینوں حضرات میں سب سے زیادہ اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں حضرت صدر الشریعہ نے تقریریں فرمائی ہیں۔ مگر مجھے ابتک ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کی تقریر میں کبھی کوئی ایسی لغزش ہوئی ہو کہ جس پر اعلیٰحضرت نے تنبیہ فرمائی ہو ــــ

ایسی تقریریں جو خالص علمی ہوں اور سیدھے سادھے، عام فہم الفاظ میں ہوں عوام پسند نہیں کرتے ــــ عوام اب تقریروں میں بھی ہنسی مذاق لطیفے بذلہ سنجی ڈھونڈتے ہیں اور عوام میں وہی مقررین

مقبول ہوتے ہیں جو الفاظ کے الٹ پھیر، گل و بلبل، غنچہ و بہار، اور مترادفات کی کثرت زیادہ سے زیادہ کریں ــــ مثلاً یہ کہا جائے ــــ بمبئی عجیب نرالا شہر ہے ہر جگہ انسان یا حیوان چلتا ہے۔ مگر بمبئی میں گرم چلتا ہے ٹھنڈا چلتا ہے۔ ہر جگہ بھیک منگے مانگتے ہیں اور بمبئی میں کروڑ پتی سیٹھ بھی اپنے نوکروں سے مانگا کرتا ہے ــــ بولتا ہے ــــ ہم یہ مانگتا ہے ــــ تم کیا لایا ــــ اور غالباً قصاصین و واعظین نے ہمیشہ یہی باتیں کیں۔

حضرت صدر الشریعہ کی تقریر میں اس طرح واہیات، خرافات، اور لایعنی باتیں کبھی بھی نہیں ہوتی تھیں خالص معلوماتی ہوتی تھیں ــــ چوٹی کے بڑے بڑے واعظین کو یہ کہتے سنا گیا ہے ــــ کہ صدر الشریعۃ کی ایک تقریر سے میں تین تقریر تیار کرتا ہوں مگر عوام میں تقریری حیثیت سے کوئی شہرت نہ تھی لیکن پھر بھی بہت سے دیوانے تھے جنھیں سوائے حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کے کسی کی تقریر پسند نہیں آتی تھی ــــ

اجمیر شریف کے قیام کے زمانے میں راجستھان کے مشہور صنعتی قصبے پالی جانے کا گیارہویں شریف کے موقع پر اتفاق ہوا وہاں کی چھیپا برادری جماعتی سطح پر باپ دادا کے زمانے سے بہت شان و شوکت سے گیارہوں شریف مناتے ہیں اسی میں حضرت صدر الشریعۃ کو انھوں نے مدعو کیا اور پھر ایسے گرویدہ ہوئے کہ حضرت صدر الشریعۃ کی حیات پھر کسی دوسرے واعظ کو مدعو نہیں کیا ــــ مجھ سے خود وہاں کے بوڑھوں نے بتایا کہ حضرت صدر الشریعۃ کی تقریر کے بعد کسی کی تقریر میں وہ لذت نہیں اور یہ بات اور بہت سے لوگوں سے میں نے سنی ہے ــــ

دیگر کوائف

جی تو چاہتا تھا کہ بہار شریعت، فتاویٰ امجدیہ، شرح طحاوی پر کچھ لکھوں مگر میرا مضمون بہت طویل ہو گیا۔ اندیشہ ہے کہ ہماری جماعت کے قارئین اپنی عادت کے مطابق میرے مضمون کو پڑھیں ہی نہیں اس لئے ان علمی نکتہ سنجیوں سے صرف نظر کر کے اب کچھ عادات و خصائل کا تذکرہ کرتا ہوں ــــ

مزاج میں حد درجہ لطافت تھی صاف ستھرا عمدہ لباس زیب تن فرماتے اعلیٰ کپڑوں کی شیروانی یا جبہ بنواتے، قیمتی کامدار عمامہ باندھتے، میں نے زمانۂ دراز تک حضرت صدر الشریعہ کو انتہائی قیمتی لباس میں ملبوس دیکھا۔ مگر اخیر عمر مبارک میں یک بیک رنگ بدل گیا اور کھدر پسند آگیا اسی کی بنیائن اسی کا کرتہ اسی کا چوڑی مہری کا پاجامہ اسی کی گول ٹوپی اسی کا عمامہ باندھتے۔

یہی حال کھانے کا تھا عام طور پر متوسط کھانا تناول فرماتے لیکن کبھی کبھار نہایت اعلیٰ کھانے گھر پکوا کر خود بھی کھاتے اور سب بچوں کو کھلاتے پانی ہمیشہ بہت ٹھنڈا پیتے حتیٰ کہ جاڑوں میں رات کو گھڑوں میں پانی بھروا دیتے اور وہی دن بھر پیتے۔

آواز بہت بارعب گرجدار اور بلند تھی ــــ مبارکپور مدرسہ اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر جامع مسجد راجہ شاہ مبارک میں تقریر فرمارہے تھے

ہم لوگ پرانے مدرسہ پرانی بستی میں تھے وہاں سے آواز کی گھن گرج سنتے تھے حالانکہ لاؤڈ اسپیکر اس وقت ہندوستان میں آیا بھی نہیں تھا ۔ فطری طور پر بہت رحم دل، شفیق، مہربان، بردبار، حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے ۔ البتہ اگر اپنے صاحبزادگان یا تلامذہ سے کوئی غلطی ہوتی تو اس زور سے ڈانٹتے کہ لوگوں کے اوسان خطا ہوجاتے ـــــ

صاحبزادگان پر شفقت کا جو عالم تھا وہ علامہ عبد المصطفےٰ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضمون میں تفصیل سے بیان کیا ہے ـــــ ۶۷-۶۶ھ میں خدمت اقدس میں حاضر تھا اس وقت میں نے حضرت کی شفقت اولاد پر اپنی آنکھوں سے دیکھی ۔ مولانا ثناء المصطفےٰ، مولانا بہاء المصطفےٰ، مولانا فداء المصطفےٰ، اس وقت بہت چھوٹے بچے تھے ۔ وہ گنّا لے کر آتے اور کہتے ابّا جی اسے ـــــ گلّا ـــــ بنادو ۔ یعنی اسے چھیل کر کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کردیجئے ـــــ حضرت بڑے پیار محبت سے مسکرا کر گنّا چاقو ہاتھ میں لیکر اسے چھیلتے پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے ان لوگوں کے منھ میں ڈالتے ـــــ رشتہ داروں کا بہت خیال کرتے منجھلے بھائی حکیم احمد علی صاحب دوکان دار بڑے بھائی حکیم محمد علی صاحب سے ملنے انکے گھر دن پہ جاتے ان کا پورا احترام کرتے ۔

میرے والد صاحب چونکہ عم زاد تھے ان پر بھی بہت مہربان تھے اور والد صاحب روزانہ بلاناغہ مغرب سے عشاء تک حاضر ہوتے ۔ اگر خاندان میں شکر رنجی ہوجاتی تو سب کو ملا دیا کرتے ـــــ گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی عار نہ تھا ۔ گھر میں ترکاریاں چھیلتے کاٹتے اور دوسرے کاموں کو بھی کردیا کرتے تھے ـــــ حدیث میں ہے ـــــ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فی مھنۃ اھلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر گھروالوں کا کام کاج کیا کرتے تھے ـــــ بخاری جلد ثانی ص۸۰۸

اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے گھر کے کام کاج سے عار محسوس نہ فرماتے بلکہ سنت پر عمل کرنے کی نیت سے ان کو بخوشی انجام دیتے ـــــ

نماز باجماعت

آج کل علماء مشائخ میں یہ بیماری پیدا ہوگئی ہے کہ نماز اپنے کاشانوں میں پڑھ لیتے ہیں لیکن حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پر بہت سختی سے پابند تھے کہ مسجد میں حاضر ہوکر باجماعت نماز پڑھیں ۔ بلکہ اگر کسی وجہ سے مقررہ موذن وقت مقررہ پر نہیں پہنچتے تو خود اذان دیتے ۔ قدیم دولت خانہ سے مسجد بالکل قریب تھی ۔ وہاں تو کوئی دقت نہیں تھی ۔ لیکن جب نئے دولتخانہ قادری منزل میں رہتے لگے تھے تو آس پاس میں دو مسجدیں تھیں ۔ ایک بازار کی مسجد دوسرے بڑے بھائی کے مکان کے پاس جو ـــــ توّا کی مسجد ـــــ کے نام سے مشہور ہے ـــــ یہ دونوں مسجدیں فاصلے پر تھیں اس وقت بینائی بھی کمزور ہوچکی تھی بازار والی مسجد نسبتاً قریب تھی مگر راستے میں بے تکی نالیاں تھیں اسلئے توّا کی مسجد نماز پڑھنے آتے تھے ـــــ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی نماز کے لئے جارہے تھے راستے میں ایک کنواں پڑتا ہے ابھی کچھ اندھیرا تھا

اور راستہ بھی برابر نہ تھا اونچا نیچا تھا اندازے سے کنویں پر چڑھ گئے قریب تھا کہ کنویں کے غار میں قدم رکھ دیتے ۔ اتنے میں ایک عورت آگئی اور زور سے چلائی ـــــ ارے مولوی صاحب کنواں ہے ـــــ رک جاؤ ـــــ ورنہ گر پڑیو ـــــ یہ سنکر حضرت نے قدم روک لیا اور پھر کنویں سے اتر کر مسجد گئے ۔ اس کے باوجود مسجد کی حاضری نہیں چھوڑی ـــــ

سفر میں بھی کوشش یہی فرماتے کہ مسجد میں جاکر باجماعت نماز پڑھیں مبارکپور کبھی امتحان اور سالانہ جلسے میں تشریف لاتے تو گولہ بازار کی مسجد میں جاکر باجماعت نماز پڑھتے ـــــ

ایک بار ایسا بھی ہوا کہ مغرب کے وقت کچھ تاخیر سے پہنچے ایک حافظ صاحب جن کو ہم لوگ حافظ جنّتی کہتے تھے نماز پڑھا رہے تھے ان کا تلفظ صحیح نہیں تھا انھوں نے ـــــ وجاء بقلب ـــــ کو ـــــ بکلب ـــــ پڑھا ۔ قلب " معنی دل اور ۔ کلب " معنی کتا ـــــ اس مسجد میں مغرب کے وقت بہت بڑی جماعت ہوتی تھی حضرت نے امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی انھیں ٹوکا اور فرمایا ـــــ نماز ـــــ نہیں ہوئی ـــــ پھر کوئی اور صحیح خواں پڑھائیں ـــــ حافظ جنتی صاحب نے عرض کیا حضور ہی آکر پڑھادیں ۔ پھر حضرت نے نماز پڑھائی ـــــ

لطیفہ

ان حافظ صاحب کو ہم لوگ حافظ جنتی اس لئے کہتے تھے کہ اس زمانے میں مسجد میں نل نہیں تھا کنویں سے پانی رسّی ڈول سے کھینچا جاتا تھا ـــــ رسّی عموماً بھیگی، گندی رہتی تھی ۔ طلبہ کنویں سے پانی کھینچنے سے کتراتے تھے یہ بچارے حافظ جی بڑے شوق سے پانی بھر بھر کر طلبہ کو وضو کراتے اسمیں اکثر ان کی جماعت بھی چھوٹ جاتی ان کی اس نوازش کے صلے میں ہم لوگ ان کو حافظ جنتی کہتے ۔

نماز کے ساتھ شغف

سفر ہو یا حضر کبھی نماز قضا نہ فرماتے ۔ شدید سے شدید بیماری میں بھی نماز ادا فرماتے ۔ اجمیر شریف میں ایک بار شدید بخار میں مبتلا ہوگئے یہاں تک کہ غشی طاری ہوگئی دوپہر سے پہلے غشی طاری ہوئی اور عصر کے وقت تک رہی ـــــ حافظ ملّت خدمت کے لئے حاضر تھے حضرت صدر الشریعہ کو جب ہوش آیا تو سب سے پہلے یہ دریافت فرمایا کیا وقت ہے ؟ ظہر کا وقت ہے یا نہیں ـــــ ؟ حافظ ملّت نے عرض کیا کہ اتنے بج گئے ہیں ۔ اب ظہر کا وقت نہیں ۔ یہ سنتے ہی اتنی اذیت پہنچی کہ آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے ـــــ حافظ ملّت نے دریافت کیا ۔ کیا حضور کو کہیں درد ہے ـــــ کہیں تکلیف ہے ـــــ فرمایا تکلیف ہے ـــــ ظہر کی نماز قضا ہوگئی ـــــ حافظ ملّت نے عرض کیا حضور بیہوش تھے ۔ بیہوشی کے عالم میں نماز قضا ہونے پر کوئی مواخذہ نہیں ـــــ فرمایا آپ مواخذہ کی بات کررہے ہیں وقت مقررہ پر ایک حاضری سے تو محروم رہا ـــــ

عرفاء نے لکھا ہے کہ کچھ لوگ دوزخ کے ڈر سے فرائض وواجبات کی پابندی کرتے ہیں اور معاصی سے بچتے ہیں ـــــ کچھ لوگ جنّت کی امید پر ـــــ اور کچھ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں کہ وہ جنت

دوزخ سے بے پرواہو کر صرف رضائے الٰہی کیلئے سارے
اعمال حسنہ کرتے ہیں ـــ ان کا کہنا یہ ہے۔

لو کانت الجنۃ بدون جمالہ فیا ویلاہ
ولو کان النار بجمالہ فیا شوقاہ ـــ اگر جنت
میں اس کا دیدار نہ ہو تو صد افسوس اور اگر جہنم میں اس کا
دیدار نصیب ہو تو خوش نصیبی ـــ ع

جنت ملے ملے نہ ملے تیری رویت ہو خیر سے
یہ شہد ہو تو پھر کسے پروا شکر کی ہے
وہ جو صحرا میں ہوں تو صحرا بھی لالہ زار ہے
ورنہ پھر فردوس بھی میری نظر میں خار ہے

ان سے بھی بلند وہ عارفان حق آگاہ ہیں جو دیدار
کے بھی طالب نہیں وہ صرف رضائے الٰہی کی
طلب گار ہیں۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائی

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ عرفان کی
اسی بلند منزل پر فائز تھے

ایک بار رمضان المبارک میں گھوسی میں
جاڑے بخار کی وبا پھیل گئی وہ بھی بہت شدید اس
موذی مرض میں جاڑے کے بعد شدید بخار چڑھتا
ہے اور اس میں پیاس اتنی شدید لگتی ہے کہ ناقابل
برداشت ہوتی ہے میں خود اس میں گرفتار ہو چکا ہوں
اور اس کا مزہ چکھ چکا ہوں ـــ

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس
میں مبتلا ہو گئے اور تقریباً ایک ہفتہ تک گرفتار
رہے ـــ ظہر بعد جاڑا آتا پھر بخار چڑھتا اس
حال میں بھی ایک روزہ نہیں چھوڑا ـــ

زکوٰۃ پوری پابندی سے پورا حساب لگا کر ادا کرتے

میرے والد ماجد مرحوم ابتدائی عمر ہی میں بہت
بڑے تاجر تھے اور حساب کے ماہر انکو بلاکر پورا حساب
لگواتے۔ زیوروں کا نقد، اور مطبوعہ بہار شریعت
کا پھر انہیں سے کپڑے کا تھان منگا کر عورتوں کے
لائق الگ مردوں بچوں کے لائق الگ اور سب کے
مناسب قطع کرا کے تقسیم فرماتے۔ کوئی سائل کبھی
دروازے سے خالی واپس نہیں جاتا بہت بڑے
مہمان نواز اور عموماً مہمان آتے رہتے سب کے
شایان شان کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے آرام کا اہتمام
فرماتے ـــ مہمانوں کے لئے خصوصیت سے ان کی
ضروریات کی چیزیں ہر وقت گھر میں رکھتے۔ کبھی کبھی کچھ
لطائف و ظرائف بھی ہو جاتے۔

علامہ عبد المصطفیٰ ازہری مبارکپور اشرفیہ
میں مدرس تھے بہت مقبول ہر دلعزیز تھے ایک دفعہ
یہ بعد مغرب دو مدرس اور چھ طالب علموں کو لے کر
پہنچ گئے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں تھی اس وقت
ہمارے یہاں کا بازار مغرب کے وقت بند ہو جاتا
تھا اور اب بھی بعد مغرب ترکاری وغیرہ نہیں ملتی۔
حضرت کے یہاں مغرب کے وقت تک کھانا تیار
ہو جاتا تھا۔ عشا اور مغرب کے درمیان حضرت
اور گھر کے سب لوگ کھانا کھا لیتے تھے۔ ازہری صاحب
بعد مغرب جو مہمانوں کی فوج لیکر پہنچے آپ خود سوچئے
آپ اگر ہوتے تو کیا ہوتا ـــ مہمانوں کے سامنے کچھ

کچھ نہیں فرمایا اندر لیجا کر ان کو کافی تنبیہ فرمائی تم کو پہلے
سے اطلاع کرنی چاہیئے تھی اب بولو اس وقت کیا
ہو سکتا ہے۔ دال روٹی پکانے میں بھی کتنی دیر ہوگی
اور پھر مہمانوں کے سامنے صرف دال روٹی لیجاتیں گے تو
وہ کیا کہیں گے۔ ان کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی پھر حکم دیا
جو کھانا پکا ہوا ہے وہ مہمانوں کو کھلا دو اب جو کھانا
پکے گا ہم لوگ کھالیں گے۔

روحانیت

عام طور پر لوگ یہی جانتے ہیں کہ حضرت
صدر الشریعہ قدس سرہٗ ایک متبحر عالم
اور فقیہ و محدث تھے۔ باطن کا کیا حال تھا لوگ اس
سے واقف نہیں۔ اس سلسلے میں میں اپنی واردات
بیان کروں تو لوگوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ خاندانی
تعلق کی بنا پر یہ لکھ رہا ہے۔ اسلئے پہلے ایک اہم
واقعہ سن لیجئے ـــ

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے
ہم سبقوں میں ایک بزرگ شاہ صدیق اللہ صاحب
بنارسی بھی تھے۔ یہ بھی اجمیر شریف میں
حضرت سے پڑھتے تھے اسی زمانے میں انھوں نے
تزکیۂ باطن کیلئے حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ
کے چلّہ پر جا کر ذکر بالجہر کرنا شروع کیا۔ کئی دن گزر گئے
جب سبق میں حاضر نہ ہوئے تو حافظ صاحب وغیرہ
ان کے ساتھی ان سے ملاقات کرنے سدابہار پہاڑی
پر غریب نواز کے چلّے میں گئے وہاں جا کے دیکھا
تو ان کا حال عجیب تھا بہت کمزور اور نحیف ہو گئے
تھے۔ حال پوچھنے پر بتایا کہ مجھے دست آرہے ہیں
حافظ ملت وغیرہ نے واپس آکر حضرت صدر الشریعہ
کو بتایا ان کا حال سنکر حضرت صدر الشریعہ نے
بھی افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ کل ہم بھی دیکھنے
چلیں گے ـــ دوسرے دن حضرت صدر الشریعہ
قدس سرہٗ محدث اعظم پاکستان اور حافظ ملت کو
لے کر ان کے پاس گئے۔ شاہ صاحب اتنے کمزور
ہو چکے تھے کہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ بچوں کی
طرح ہاتھ پاؤں کے سہارے چلکر چلّہ شریف پر آکر
صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صدر الشریعہ
کو دیکھتے ہی شاہ صاحب زار و قطار رونے لگے۔
جب رو دھو کر ان کو کچھ سکون ہوا تو حضرت
صدر الشریعہ نے پوچھا کیا کرتے ہو۔ انھوں نے
بتایا ـــ لا الٰہ الا اللہ کا سہ ضربی ذکر
بالجہر کرتا ہوں۔ صدر الشریعہ نے پوچھا کس طرح
کرتے ہو۔ انھوں نے بہ ذکر تمام بیٹھ کر بتایا۔
صدر الشریعہ نے فرمایا کہ یہ یہ غلطی ہو رہی ہے
سر یہاں سے اٹھاؤ اور یوں جھٹکو اور اسطرح
اتنے نیچے سر لاکر دل پر ضرب لگاؤ۔ اپنے بتائے ہوئے
طریقے کی انکو مشق کرائی۔ فرمایا علاج یہی ہے کہ جیسے
میں نے بتایا ہے اسی طرح کرو۔ ٹھیک ہو جاؤ گے۔
چنانچہ وہ تین دن میں بالکل ٹھیک ہو گئے۔

جب ہندوستان پاکستان بنا اور پاکستان کے
دو حصے ہو گئے۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان
اور بہت سے میمن ہندوستان چھوڑ کر پاکستان
ہجرت کرنے لگے۔ پھر کچھ مغربی پاکستان میں گئے کچھ
مشرقی پاکستان میں گئے۔ علاقہ کاٹھیاواڑ دھوراجی
کے مشہور تاجر حاجی عبد العزیز مرحوم کا حضرت

صدر الشریعۃ کی خدمت میں خط آیا کہ حضور مجھے مشورہ دیں میں مشرقی پاکستان میں جاؤں یا مغربی پاکستان میں۔ ان کا رجحان مشرقی پاکستان کیطرف تھا عادت کریمہ یہ تھی کہ روزانہ جتنے خطوط آئے اسی دن سب کے جوابات لکھوا دیتے مگر ان کے اس اہم خط کو رکھوا دیا۔ تین دن کے بعد جواب لکھوایا کہ آپ مغربی پاکستان جائیں۔ حضرت کی ہدایت کے بموجب وہ کراچی چلے گئے۔ اللہ نے ان کو ایسی برکت دی کہ آج ان کے پوتے پاکستان کے صف اول کے تجّار میں ہیں ــــ

اب میرا قصہ سنیئے ــــ ہمارے یہاں کے سارے اہلسنت شیخ المشائخ تاج الاصفیاء حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی قدس سرہٗ کے مرید تھے ــــ والدین بھی انہی سے مرید تھے۔ والدین جب بیعت ہوئے تھے تو میں بہت چھوٹا تھا پورے طور سے شعور بھی بیدار نہیں ہوا تھا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ اس دن ہمارے گھر بہت اچھے اچھے کھانے پکے تھے جن میں سے فیرنی مجھے اب بھی یاد ہے حضرت اشرفی میاں قدس سرہٗ اس وقت کیا لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کا کیا حلیہ مبارکہ تھا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ چمڑے کا موزہ پہنے ہوئے تھے۔ اسکے بعد حضرت کئی بار گھوسی تشریف لائے۔ ہر بار والد صاحب مجھے ان کی خدمت میں لے آتے دعا کیلئے عرض کرتے۔

حضرت نے بارہا میرے سر پر ہاتھ پھیرا ہے اور دعائیں دی ہیں۔ ان دعاؤں کی برکتیں میں آج بھی محسوس کرتا ہوں ــــ حضرت کا حلیۂ جمال کا ہر نقش و نگار میرے دل و دماغ پر ثبت ہے ــــ سبحان اللہ وہ نورانی دلکش چہرہ جس پر فردوس کی بہاریں قربان اور کیوں نہ ہوں کہ مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ ــــ

اشرفی اے کہ رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

جس مجلس میں تشریف رکھتے ایسا معلوم ہوتا۔ ملاء قدس کا کوئی فرشتہ جلوہ گر ہے جو دیکھتا ہوش و خرد کھو بیٹھتا۔

ایک بار اجمیر مقدس شاہجہانی مسجد کے منبر پر تشریف رکھ کر چند دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے جس کا اثر یہ ہوا کہ مسجد کے سارے حاضرین مرید ہوگئے حضرت کے رومال میں عمامہ باندھا گیا پھر اس عمامہ میں متعدد عمامے باندھے گئے ــــ حاضرین میں علماء، روساء، امراء سبھی تھے۔ اسی موقع پر حافظ ملت کے تمام رفقاء درس بھی مرید ہوئے تھے۔ خود میرے دل میں حضرت کی بہت محبت اور عظمت تھی۔ جب گھوسی تشریف لاتے اپنا پڑھنا لکھنا چھوڑ کر خدمت میں حاضر رہتا۔ جہاں جاتے پیچھے پیچھے جاتا ــــ دوسری طرف حجۃ الاسلام مقتدائے انام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کی شخصیت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام کی حیثیت کچھ کم نہ تھی اس عہد کے علماء مشائخ سر نیاز خم کرتے تھے۔ طلعت زیبا ایسی نورانی اور جاذب تھی کہ بڑوں بڑوں کو غلام بنا لیا۔ صرف ان کی نورانی صورت

دیکھ کر کتنے کفار مسلمان ہوئے۔ جب حضرت حجۃ الاسلام مبارکپور تشریف لاتے تھے تو حضرت کے ساتھ میری شیفتگی کا عالم یہ تھا کہ دن بھر خدمت اقدس میں حاضر رہتا۔ کھانا کھانے بھی نہیں جاتا۔ رات کو بھی حضرت جب تک جاگتے رہتے حاضر رہتا۔

لیکن میرا حصہ ازل سے کہیں اور تھا۔ حضرت صدر الشریعۃ کا رنگ مبارک گندم گوں عنبری مائل تھا۔ لیکن بغیر کسی کی تحریک کے میں از خود خدمت اقدس میں حاضر ہوا جبکہ میں مبارکپور پڑھ رہا تھا۔ حضرت صدر الشریعۃ جلسے میں تشریف لائے تھے اسوقت کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ حضرت صدر الشریعہ بھی پیر ہیں اندرونی کشش سے مغلوب ہو کر میں حاضر ہوا حافظ ملت بھی موجود تھے میں نے عرض کیا۔ مجھے مرید کر لیجئے۔ پوچھا کہاں گھر ہے ــــ میں نے بتایا ــــ گھوسی ــــ پوچھا کس کے لڑکے ہو ــــ میں نے کہا ــــ عبد الصمد کے ــــ فرمایا ارے میں نے پہچانا نہیں ــــ تم شریف الحق ہو ــــ دروازے سے روشنی آرہی ہے کچھ چکا چوندسی لگ رہی ہے اس لئے تمہارے چہرے کو دیکھا نہیں ــــ فرمایا مٹھائی لائے ہو ــــ میں نے عرض کیا نہیں ــــ اتنے میں دار العلوم اشرفیہ کے سابق ناظم حاجی محمد عمر صاحب کے صاحبزادہ مولوی نثار احمد صاحب مرحوم مٹھائی لیکر آئے اور انھوں نے بھی مرید ہونے کی درخواست کی ــــ فرمایا اچھا چلو اسی میں تمہارا کام بھی چل جائے گا ــــ غالباً ہم دونوں افراد حضرت صدر الشریعۃ کے پہلے مرید ہیں۔

میں آج تک خود حیرت میں ہوں کہ آخر ہندوستان کے مشاہیر اور خاندانی مشائخ سے بیعت کا خیال کیوں نہیں ہوا۔ اور از خود حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کیطرف اتنا انجذاب کیوں ہوا ــــ سچ ہے۔ ع

ہمہ شہر پر ز خوباں من و خیال ماہے
چہ کنم چشم بد خو نہ کند بکس نگاہے

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی باطنی جامعیت اور کمال کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سوائے حضرت صدر الشریعۃ کے مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے کسی کو بھی حتیٰ کہ شہزادگان کو بھی اپنی بیعت لینے کے لئے وکیل نہیں بنایا تھا۔ حضرت شیر بیشہ سنت رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھ سے ایسے مجمع میں جسمیں حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بہت سے لوگ موجود تھے یہ بیان فرمایا۔ کہ ابتدا میں مدرسہ فرقانیہ میں پڑھتا تھا اور میرے استاد سب دیوبندی تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ والد صاحب مرحوم کی کتابیں دھوپ دکھانے کیلئے آنگن میں پھیلائی ہوئی تھیں میں ان کتابوں کو دیکھنے لگا اس میں سے تمہید ایمان اٹھائی اور اسے پڑھنا شروع کیا اس کا اثر یہ ہوا کہ دیوبندی علماء کی شان رسالت میں توہین آمیز عبارتیں پڑھنے کے بعد مجھے شدید نفرت ہوگئی اور مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے غایت درجہ محبت پیدا ہوگئی اور ان کی عظمت دل میں بیٹھ گئی میں غائبانہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا شیدا ہوگیا ــــ پھر دوسرے دن سے دیوبندی مولویوں سے ان کفریہ عبارتوں پر سوال و جواب شروع کر دیا۔ کچھ دن تو انھوں نے بہت صبر و تحمل سے کام لیا اور بطور خود مجھے سمجھانے

کی کوششیں کیں۔ لیکن میں انکی افہام وتفہیم سے مطمئن نہ ہوسکا۔ جس کے نتیجہ میں پورے مدرسہ میں مبغوض ہوگیا دل چاہتا تھا کہ اڑکر بریلی شریف پہونچ جاؤں مگر مجبوریاں ایسی تھیں کہ میں جا نہیں سکتا تھا۔

اسی اثنا معلوم ہوا کہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے گفت وشنید کرنے کیلئے بریلی شریف کے کچھ علماء تشریف لائے ہوئے ہیں — حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ مقتدا الانام حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اعلیٰحضرت صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور صدر الشریعۃ بدر الطریقہ حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب قدست اسرارہم تشریف لائے ہیں۔ میں نے ان سب حضرات سے ملاقات کی اور ان سے عرض کیا کہ اگر آپ حضرات میں کوئی اعلیٰحضرت کا وکیل بالبیعۃ ہو تو میں اس کے ہاتھ پر اعلیٰحضرت سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ یہ شرف صرف ہم میں سے حضرت مولانا امجد علی صاحب کو حاصل ہے۔ آپ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوجائیے — میں نے بلا تاخیر حضرت صدر الشریعۃ کے ہاتھ پر اعلیٰحضرت کی بیعت کرلی۔

جب حضرت صدر الشریعہ حج سے فارغ ہوکر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حضرت صدر الشریعہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ رات میں جب بعد نماز عشاء مسجد نبوی شریف خالی کرالی جاتی ہے — صرف خدام رہ جاتے ہیں۔ مجھے شریف مکہ کی خصوصی سند کی بنا پر رات میں مسجد نبوی کے اندر رہنے کی اجازت تھی۔ اور زمانہ قیام میں میں ہر رات مسجد نبوی کے اندر حاضر رہتا — خدام نے مجھے اس کی بھی اجازت دی کہ میں روضۂ مبارکہ کے اندر جاسکوں — مگر میری ہمت نہ ہوسکی۔ میں کہاں کہاں وہ مبارک خطہ یہی کرم بہت تھا کہ دربار میں رات کی تنہائیوں میں مسلسل باریاب فرماتے رہے — منجھلے بھائی حکیم احمد علی صاحب نے پوچھا کہ ان راتوں کی خلوت کی حاضریوں میں کیا ہوا مسکرا کر فرمایا یہ مت پوچھئے یہ بتانے کی بات نہیں۔

ناظرین خود سوچیں جنم جنم کا ہجراں نصیب عاشق صادق جب اپنے محبوب کی عنایت خاصہ سے محبوب کے ساتھ ایسی خلوت میں جگہ پائے جہاں وہ ہو اور محبوب ہو اور تیسرا کوئی نہ ہو تو محبوب نے کیا کیا نوازشیں کی ہوں گی اسے کون جانے اور کون بتائے۔ اسے ارباب محبت ہی جان سکتے ہیں۔ ع

ع — نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے

ملا خسرو نے عرض کیا —

نمی دانم چہ محفل بود شب جائے کہ من بودم
ہزاراں رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگارے سرو قد لالہ رخسارے
ہزاراں آفتے دل بود شب جائے کہ من بودم
رقیباں گوش بر آواز او در ناز من ترساں
سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میر محفل بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

جس قدسی صفات پیکر عشق جگر سوختہ کو زندگی

کی یہ معراج نصیب ہوگئی ہو وہ ایک دن نہیں متعدد راتیں محبوب حقیقی کے ساتھ خلوت خاص میں باریاب رہا ہو اسکی روحانیت کا اندازہ کون کرسکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ معرفت وحقیقت کے سمندر کے سمندر پیئے ہوئے تھے مگر کیا مجال کہ کسی کو بو بھی محسوس ہوئی ہو — اپنے باطنی کمالات پر علم ظاہر کی چادر اس طرح ڈالے ہوئے تھے کہ دنیا والوں نے انھیں صرف ایک عالم سمجھا۔ لیکن حقیقت میں وہ اپنے عہد کے عرفاء کی صف اول میں جگہ پائے ہوئے تھے —

وصایا شریف ص۲۴ میں مذکور ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اپنی نماز جنازہ کے بارے میں یہ وصیت فرمائی تھیں — المنتہ المتنارہ میں نماز جنازہ کی جتنی دعائیں منقول ہیں اگر حامد رضا کو یاد ہوں تو وہ میری نماز جنازہ پڑھائیں ورنہ مولوی امجدی صاحب پڑھائیں — حضرت حجۃ الاسلام چونکہ دلی تھے اسلئے انکو مقدم فرمایا۔ وہ بھی مشروط طور پر — اور انکے بعد اعلیٰحضرت کی نگاہ انتخاب اپنے نماز جنازہ کے لئے جس پر پڑی وہ بھی بلا شرط وہ حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کی تھی — اسی سے حضرت صدر الشریعۃ کے علم ظاہر وعلم باطن کو سمجھا جاسکتا ہے۔

الملفوظ حصہ اول میں ہے کہ اعلیٰحضرت نے فرمایا —

آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا" —
(الملفوظ اوّل ص۱۰۳)

یہ ارشاد اس پر نص جلی ہے کہ حضرت صدر الشریعہ بلا شرکت غیرے اعلیٰحضرت کی نظر میں افقہ العلماء میں تھے —

یہی وجہ ہے کہ جب اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اسکی ضرورت محسوس فرمائی کہ پورے ملک کا ایک قاضی بنائیں تو حضرت صدر الشریعۃ ہی کو بنایا۔ جسکی تفصیل دیگر مضامین میں موجود ہے —

اور باطنی روحانی کمال کی بلندیوں کو دیکھنے کیلئے اپنی حیات میں وکیل بالبیعۃ بنانا اور نماز جنازہ پڑھانے کے لئے وصیت کرنا بہت واضح دلیل ہے کہ حضرت صدر الشریعۃ کو اعلیٰحضرت نے ظاہری اور باطنی دونوں طور پر کمال کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا تھا جہاں اس عہد میں دوسروں کی رسائی نہیں تھی۔

باوج بیکسی ما پر ہما نرسد
رسیدۂ یم بجائے کہ کس بما نرسد

حبّ رسول

اس پر پوری امت کا قطعی یقینی اجماع ہے اور قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایمان کی اصل حبّ رسول ہے — اعلیٰحضرت عرض کرتے ہیں۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اس لئے جس کا ایمان جتنا قوی ہوگا اس کے اندر اسی تناسب سے حبّ رسول زیادہ سے زیادہ ہوگی۔ حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کی قوت ایمانی

کتنی بڑھی ہوئی تھی وہ سطور بالا سے ظاہر ہے۔ اس لئے ان کے سینے میں عشق رسول کا وہ لاوا دہک رہا تھا جس نے ماسوا کو پھونک کر خاکستر کر کے حضرت صدر الشریعۃ کو فانی فی الرسول باقی بالرسول کے ذُروۂ علیہ پر پہنچا دیا تھا۔ مگر وسعت ظرف کا عالم یہ تھا کہ سوز دروں سے اگرچہ قلب وجگر کباب تھے مگر کسی کو اسکی مہک بھی نہیں لگتی۔

اے مرغ سحر عشق زپروانہ بیاموز
کاں سوختہ راجاں شد وآواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بے خبر آنند
کاں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد

لیکن کبھی کبھی جب کوئی نعت خواں نعت پڑھتا تو رازِ اندروں کی غمازی چشم تر کے آبدار موتی کر دیتے۔ انسان اگر وسیع الظرف ہے تو اپنی زبان کو قابو میں رکھ سکتا ہے مگر چشم تر پر کسی کا کوئی قابو نہیں ۔ع

نہیں قابو کسی کا کچھ ہماری دیدۂ تر پر

مثل مشہور ہے ۔ع

ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں نے بھرم کھول دیا

میں نے بارہا دیکھا ہے کہ جب نعت شروع ہوتی تو آنکھیں بند کر لیتے تھے مؤدب بیٹھ جاتے دونوں ہاتھ باندھ لیتے۔ انتہائی وقار و تمکنت کے ساتھ اس طرح پر سکون ہو جاتے کہ معلوم ہوتا کوئی پتھر کا مجسمہ ہے۔ نہ واہ واہ کرتے نہ سبحان اللہ ــــ پورے انہماک و توجہ سے سنتے۔ پھر کچھ ہی دیر بعد آنکھوں سے سیلِ اشک اس طرح جاری ہو جاتے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے۔ نعت پڑھنے والا نعت پڑھکر خاموش ہو جاتا اس کے بعد بھی کچھ دیر تک یہی خود فراموشی طاری رہتی۔

ففاضت دموع العین منی صبابۃً
علی النحر حتی بلّ دمعی محو ملی

ریش مبارک تر ہو جاتی، لباس تر ہو جاتا، لیکن آنسو نہ تھمتا ۔ے

لاکھ برس گئی گھٹا سوز دروں نہ کم ہوا
آگ سی ہے لگی ہوئی دیدۂ اشکبار میں

حبّ رسول ہی کی تڑپ تھی کہ مدت العمر سفر، حضر کہیں بھی ہوں کتنی ہی مصروفیت ہو نماز فجر کے بعد ایک پارہ کی تلاوت فرماتے اور پھر ایک حزب دلائل الخیرات شریف پڑھتے۔ اسمیں کبھی ناغہ نہ ہوتا۔ اور ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ بلاناغہ سو بار درود رضویہ پڑھتے۔ حتیٰ کہ سفر میں بھی نماز ظہر کے بعد درود رضویہ نہ چھوڑتے چلتی ہوئی ٹرین میں کھڑے ہو کر پڑھتے۔ ٹرین میں جو ہندو یا ترقی یافتہ مسلمان بننے والے ہوتے اس دیوانگی پر حیرت زدہ ہوتے۔ انھیں کیا معلوم ۔ ع

دیوانہ بہت سوچ کے دیوانہ بنا ہے

عشق رسول کی دیوانگی ہے جس پر سارے جہان کی فرزانگی قربان۔

نعتیہ مشاعرے کا انعقاد

یہ عشق رسول ہی کا ثمرہ تھا کہ ہر سال قادری منزل کی چھت پر نعتیہ مشاعرہ کا بڑے اہتمام سے انعقاد فرماتے۔ رمضان المبارک میں علامہ عبد المصطفٰی ازہری صاحب صاحبزادہ اور علامہ عبد المصطفٰی اعظمی وغیرہ کو بلا کر خود مصرع طرح منتخب فرماتے۔ جو یا تو اعلیٰحضرت

کا کوئی مصرعہ ہوتا یا مولانا حسن رضا خاں صاحب کا کوئی مصرعہ ــــ مثلاً ــــ ایک سال مصرعہ طرح یہ تھا۔ ع

تاج والوں کا یہاں خاک پر ماتھا دیکھا

اور ایک سال مولانا حسن رضا خانصاحب کا یہ مصرعہ ۔ع

جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو

پھر ازہری صاحب کو بیٹھا کر تمام شعراء کی لسٹ بنواتے اور حکم دیتے کہ سبکو دعوت نامہ بھیجدینا ــــ سارے اخراجات اپنی جیب سے کرتے عموماً یہ مشاعرہ ۴ شوال کو ہوتا تھا۔ بلکہ غالباً ہمیشہ اسی تاریخ میں ہوتا تھا ــــ مشاعرہ کی رات عشاکی نماز پڑھنے کے بعد ہی فرش وغیرہ بچھوا کر سب سے پہلے خود آکر بیٹھ جاتے اور اخیر وقت تک جب تک مشاعرہ ختم نہ ہو جائے بیٹھے رہتے ــــ شاعروں کا حضرت کی موجودگی کی وجہ سے ہوش گم رہتا لیکن اس وقت سراپا جمال ہی جمال کرم ہی کرم نظر آتے۔ مشاعرے کے اصول کے مطابق کبھی کبھی شاعر کے مصرعہ کو دہراتے اور اچھے اشعار پر دل کھول کر داد دیتے۔ اس وقت استغراق بالکل نہیں ہوتا۔ اور اچھے سامع کیطرح پورا مشاعرہ سنتے۔ مشاعرہ ختم ہونے پر دعا فرماتے۔ اور شاعروں کے رخصت ہوتے وقت جن شاعروں کا کلام پسند آجاتا اس سے فرماتے بھئی تم نے بہت اچھا کہا، بہت خوب کہا، بہت عمدہ کہا۔

میں شاعر نہیں، اور نہ کبھی شعر کہنے کی طرف کبھی کوئی رجحان۔ مگر اس مشاعرے کے لئے ہمیشہ لکھتا اور پندرہ پندرہ شعر لکھ لیتا۔ یہ سب نظمیں میری بیاض میں درج تھیں۔ جسے ہمارے صاحبزادگان نے کسی کو بخشدیا اور واپس لینا بھول گئے۔ اس مشاعرہ میں علامہ عبد المصطفٰی ازہری رحمۃ اللہ علیہ کافی اشعار کہتے تھے۔ اور غیر شاعر لوگوں کو دیتے جو اس مشاعرے میں پڑھتے۔ انکی شاعری کا کمال یہ تھا کہ پڑھنے والے کی مناسبت کا پورا پورا لحاظ ہوتا ــــ مثلاً عالی جناب بھائی قاری رضا المصطفٰی صاحب خطیب نیو میمن مسجد کراچی ان دنوں بہت کم عمر تھے۔ مگر بہت ہی خوش آواز حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ ان کو بابو کہا کرتے تھے۔ اس لئے وہ بابو کہلائے جاتے۔ ہم سب لوگ انھیں بابو ہی کہا کرتے۔

ایک سال مصرعہ طرح تھا ۔ ع

سرور آنکھوں میں آیا جان دل میں نور ایمان میں

اس پر ازہری صاحب انکو پڑھنے کے لئے جو نظم دی اس میں تضمین یہ تھی ۔ے

تعالیٰ اللہ کیا اچھی طرح دی میرے ابّا نے
سرور آنکھوں میں آیا جان دلمیں نور ایمان میں

اسی طرح حضرت صدر الشریعہ کے بھتیجے حکیم احمد علی صاحب کے صاحبزادے حکیم غلام مصطفٰی صاحب مرحوم تھے۔ یہ بھی بہت خوش آواز تھے اور بہت عمدہ طرز سے پڑھتے تھے۔ ان کی خوش آوازی سے متاثر ہو کر ایک دفعہ علامہ اعظمی صاحب نے یہ کہا ــ حکیم صاحب آپ کی آواز تو ایسی سریلی دلکش ہے کہ اگر پردے کے پیچھے پڑھیں تو شبہ ہو جائے ــــ اس پر میں نے یہ گرہ لگائی۔ نہیں صاحب سامنے پڑھنے پر بھی شبہ ہوتا ہے اگر پردے کے پیچھے پڑھیں تو یقین ہو جائیگا۔ ان کو ازہری صاحب نے جو نظم لکھکر دی اسکے

ہر ہر شعر میں طبی مصطلحات کا لحاظ کرتے ہوئے نعت کہی تھی ۔ اس میں کا صرف ایک مصرعہ یاد ہے ۔ ع

کروں پاشویہ اے آقا تمہارا دیدۂ تر سے

پاشویہ ایک علاج ہے ۔ درد سر اور بہت سی بیماریوں میں مناسب دوائیں پانی میں ابال کر اس کے نیم گرم جوشاندہ کو پنڈلیوں پر ڈالا جاتا ہے ۔ اور ساتھ ہی ساتھ پنڈلیوں کے نرم حصے کو گھٹنے کی طرف سے انگلیوں سے ہلکے ہلکے سونتے ہوئے نیچے لایا جاتا ہے ۔ اب آپ اس مصرعہ کا مزہ لیجئے ـــــ

غرض کہ اس مشاعرے کی بڑی دھوم رہتی بمشکل کے بعد اسکے چرچے ہوتے رہتے یہ سب کیا تھا اسی عشق رسول کی جلوہ سامانی ـــــ ایک سوختہ سامانِ عاشق صادق اپنے سینے میں دہکتے ہوئے شعلوں پر ذکر محبوب کے ٹھنڈے ٹھنڈے چھینٹے ڈالنے کے لئے بہانہ بنایا کرتا ۔ ؎

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ؛؛ ھو المسك ما کررتہ یتضوع

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے سینے مبارک میں عشق رسول اتنا شعلہ زن تھا کہ بالآخر اسی میں جسم ظاہری کو پھونک کر انھیں حیات ابدی کی نیند سلا دیا آخر صبر وضبط کب تک رہتا ـــــ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ جیسے میر کاروان عشق نے بھی ایک بار یہ کہہ ہی دیا ـــــ ؎

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اُٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

بالآخر سلگتے سلگتے دل جل اٹھا اور ـــــ ؎

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی بھی نوبت نہ آئی تھی سفینے میں

یہ ایمان افروز نظارہ رئیس التحریر سیاح عالم علامہ ارشد القادری صاحب کی زبانی اسی نمبر میں ملاحظہ فرمائیں ـــــ میں چند چشم دید باتیں تحریر کر دے رہا ہوں ـــــ

سفر حرمین یا سفر آخرت

گزر چکا کہ حضرت صدر الشریعہ نے ۱۳۳۷ھ میں پہلی بار اللہ کے گھر اور اس کے حبیب کے در پر حاضری دی تھی ۔ یہ حاضری بھی اسی اندرونی بیتابی کا ثمرہ تھا ہمارے ہندوستان میں عام رواج یہ ہے کہ جب ایک شخص اپنے تمام بچوں کی شادیوں سے فارغ ہو لیتا ہے اور سب کے رہنے کیلئے مکان بنوا لیتا ہے پھر حج کرتا ہے ۔ لیکن حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ میں حج وزیارت کیلئے شب و روز بیتاب رہتا جب حج کے لئے قافلہ نکلتا تو میں دل مسوس کر رہ جاتا ۔ میرے پاس اتنا سرمایہ جمع نہیں ہو پاتا کہ میں حج وزیارت کر سکوں مگر کچھ نہ کچھ اسکیلئے پس انداز کرتا رہا ۔ ابھی پوری رقم جمع نہ ہو پائی تھی کہ بیتابی برداشت کی منزلوں سے آگے بڑھ گئی ۔ اس زمانے میں حج کے سفر میں کم از کم تین مہینے ضرور صرف ہوتے تھے ۔ عموماً چار مہینے لگ جاتے تھے چار ماہ کے لئے بچوں کے نان و نفقہ کے واسطے گھر قطعاً چھوڑنا پھر حج کے اخراجات کیلئے رقم ہونا بڑا مشکل نظر آرہا تھا ۔ لیکن جب بیتابی بہت زیادہ بڑھ گئی تو میں نے کچھ قرض لیے اور حج کے لئے گیا ۔ آپکو دھوم دھام سے بچوں کی شادی کرنے کیلئے قرض لینے والوں کی فہرست بہت لمبی ملے گی مگر حج کیلئے قرض لینے والوں

کی سوائے حضرت صدر الشریعہ کے شاید ہی کوئی مثال ہے ۔

۱۳۶۷ھ میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ نے حج کا قصد فرمایا یہ اطلاع جب حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کو ملی تو آپ نے بھی عزم مصمم کر لیا کہ میں بھی حاضری دوں حالانکہ ان دونوں "بلاکوماں" "سمبل بائی" کی وجہ سے بصارت بہت کمزور ہو چکی تھی ـ اتنی کہ خطوط اور فتاویٰ املا کراتے تھے ۔ خود پڑھ نہیں سکتے تھے ۔ فتاویٰ کے لئے تائیدی عبارتیں دوسروں سے پڑھوا کر سنتے تھے ۔ مگر عشق رسول نے جو آگ سینے میں لگا رکھی تھی اس نے اس عذر کی بھی پرواہ نہ کرنے دی اور بے خطر حج وزیارت کے لئے درخواست بھیجدی ۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

پروگرام یہ طے ہوا کہ دولت کدے سے پہلے بریلی شریف حاضری دیں اور پھر وہاں سے حضرت مفتیٔ اعظم ہند کے ہمراہ بمبئی جائیں ۔

۲۶ شوال ۱۳۶۷ھ کو گھوسی سے روانگی طے ہوئی اس کی اطلاع مبارک پور حضور حافظ ملت کو بھی کر دی گئی تھی ۔ حضور حافظ ملت اور اشرفیہ کے دیگر مدرسین ۲۵ شوال کی شام کو دولت کدے پر حاضر ہو گئے ۔ بعد عشاء میں بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ۔ جب حضرت چارپائی پر لیٹ گئے تو میں نے اور حافظ ملت نے پیر دبانا شروع کیا اسی اثنا میں حضرت صدر الشریعہ کی زبان پر یہ مشہور شعر جاری ہوا ۔

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں
اسی میں عمر الٰہی تمام ہو جائے

حافظ ملت نے عرض کیا کہ اب بھی جب قافلہ مدینے کی طرف چلتا ہے تو زائرین بڑے ذوق و شوق سے اس شعر کو پڑھا کرتے ہیں ـــــ فرمایا پڑھتے ہوں گے ۔ مولوی سبحان اللہ کو بلاؤ ـــــ مولوی سبحان اللہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ حضرت جامی کی وہ نظم پڑھو ـــــ

احن شوقا الی دیار ؛؛ لقیت فیھا جمال سلمیٰ

خاص بات یہ ہے کہ مولانا سبحان اللہ کی آواز کوئی اچھی نہ تھی ۔ بس وہ اپنی ایک خاص ـــــ میں پڑھ لیتے تھے ـــــ نظم کے چند اشعار یہ ہیں ۔

احن شوقاً الی دیار ؛؛ لقیت فیھا جمال سمی
کرمی رساندازاں نواحی ؛؛ قیام وصلت بجانبما

ترجمہ ۔ ان دیار کے شوق میں رو رہا ہوں جنمیں میں نے محبوب کا جمال دیکھا تھا کہ اس طرف سے وصل کا پیغام ہماری جانب پہنچ رہا ہے ۔

حریم کوئے تو کعبہ دل
جمال روئے تو قبلہ جاں
فان سجدنا الیك نسجد وان سعینا الیك نسعیٰ

ترجمہ ۔ تیری گلی دل کا کعبہ ہے اور تیرا جمال جان کا قبلہ ـــــ اگر ہم سجدہ کرتے ہیں تو تیری طرف سجدہ کرتے ہیں اور سعی کرتے ہیں تو تیری طرف سعی کرتے ہیں ۔

بناز گفتی فلاں کجائی
چہ بود حالت دریں جدائی

مرضت شوقاً دمت هجواً
فکیف اشکو الیك شکویٰ

ترجمہ ۔ تونے ناز سے پوچھا اے فلاں تو کہاں
تھا ۔ جدائی میں تیری حالت کیسی تھی
(میں نے عرض کیا) شوق میں بیمار ہوا ہجر
میں مرگیا تمہاری کیا شکایت کروں ۔

جب مولانا سبحان اللہ نے اخیر کا شعر پڑھا تو حضرت صدر الشریعہ ماہئ بے آب کی طرح تڑپنے لگے ۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔ بار بار اسی شعر کی تکرار کراتے رہے اور تڑپتے رہے ۔

ہم نے کسی سوختہ جگر عاشق کو تڑپتے ہوئے کبھی نہ دیکھا تھا ۔ مگر اس رات محبوب خدا کے ایک دیوانے کو تڑپتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا ۔ حافظ ملت اور میں خود دم بخود بہت دیر تک یہی کیفیت رہی ۔ حافظ ملت نے جب دیکھا کہ حضرت صدر الشریعہ کا حال غیر ہوتا جا رہا ہے ۔ تو مولانا سبحان اللہ کو حکم دیا کہ دوسری نظم شروع کرو ۔ انھوں نے اسی پر عمل کیا آج اچھی طرح یاد نہیں وہ کونسی نظم تھی ۔ بہر حال اسکا فائدہ یہ ہوا کہ کچھ دیر کے بعد حضرت کو افاقہ ہو گیا ۔

افاقہ کے بعد گھڑی دیکھی گئی تو بارہ بج چکا تھا ۔ فرمایا سب لوگ سو رہو مجھ سے فرمایا صبح کو جلدی آجانا ۔ آٹھ بجے گھر سے نکل جائیں گے ۔ جبکہ گھر سے اسٹیشن کا فاصلہ بمشکل دس منٹ کا ہے ۔

میں حسب الحکم جسقدر جلد ہو سکا حاضر ہوا تو دیکھا حضرت ۔ بالکل تیار بیٹھے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ اس درمیان ہم لوگوں کو پوچھا بھی تھا ــــ مولوی شریف الحق مولوی غلام یزدانی مولوی غلام جیلانی آئے کہ نہیں ۔ اور کچھ خفگی بھی ظاہر فرمائی ۔ میں نے کہدیا تھا جلدی آنا مگر یہ لوگ ابھی تک نہیں آئے ۔ بہر حال وداع کہنے والوں کے جم غفیر کے ساتھ حضرت اسٹیشن روانہ ہوئے اور نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوتے ہی حضرت پر خود فراموشی کا عالم طاری ہو گیا ۔ قدم لڑکھڑانے لگے ، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے جب یہ حال دیکھا تو حضرت کا بازو پکڑ لیا دوسری طرف مولانا سبحان اللہ صاحب نے بازو تھام لیا ۔ اسی عالم کیف و مستی میں اسٹیشن روانہ ہوئے ۔ ابتداءً حضرت کی فرمائش کے مطابق اعلیحضرت قدس سرہٗ کی مشہور نعت پڑھی گئی ۔ ؎

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

کچھ دیر کے بعد حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب کی وداعی نظم پڑھی جانے لگی جسکے مطلع کا صرف ایک ہی مصرع یاد ہے ــــ ع

چلا بیت الحرم کو کارواں صدر شریعت کا

جب یہ نظم شروع کی گئی تو حضرت کا جو حال تھا وہ تھا ہی پورا مجمع کیف و مستی میں دیوانہ ہو رہا تھا ۔

استغراق کا عالم یہ تھا کہ حضرت کے بچپن کے ساتھی اور بے تکلف دوست جناب عبد الحئی خانصاحب رضوی تھے یہ راستے میں آکر ملے مگر حضرت نے کوئی توجہ انکی طرف نہیں کی ۔ ہمیشہ حال یہ تھا کہ جب کبھی خانصاحب موصوف ملتے تو خوشی سے حضرت کی باچھیں کھل جاتیں اور بے تکلفی کی باتیں شروع ہو جاتیں ۔ لیکن اسوقت

فانی فی الرسول باقی بالرسول استغراق کی ان گہرائیوں میں تھا کہ دوست و احباب تو کیا چیز ہیں شاید اپنی بھی خبر نہ رہی ہو ۔

؎ شروع راہ محبت ارے معاذ اللہ
یہ حال ہے کہ قدم ڈگمگائے جاتے ہیں

اسٹیشن پہنچے تو گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی ۔ اسٹیشن کے پورب جانب پہلے آموں کا باغ تھا ۔ ایک گھنے درخت کے نیچے فرش بچھا دیا گیا ۔ حضرت نے سب الوداع کہنے والوں کو بٹھایا اور وداعی تقریر فرمائی آج نہ وہ مضمون یاد ہے نہ وہ الفاظ لیکن ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہم سب کو ہمیشہ کیلئے وداع فرما رہے ہیں ۔ پھر بیٹھ گئے ۔ آنکھیں بند کرلیں ۔ پھر استغراقی حال طاری ہو گیا ــــ اتنا کہ سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا فداء المصطفٰے آئے اسوقت بہت چھوٹے بچے تھے ان پر والدین کی عارضی جدائی کے احساس سے بہت پژمردگی طاری تھی ۔ میں نے ان کو لاکر حضرت ۔۔ کے سامنے پیش کیا ۔ عرض کیا حضور یہ فداء المصطفٰے ہیں ۔ ایک بار کی گذارش پر کوئی توجہ نہیں کی ۔ تو میں نے دوبارہ کچھ بلند آواز سے عرض کیا تو آنکھیں کھولیں ۔ ان پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا سب کو خدا کے سپرد کیا ۔ اتنے میں گاڑی آگئی ــــ

جب مئو پہنچے تو وہاں مبارکپور سے قاری محمد یحییٰ صاحب وغیرہ آگئے تھے حضرت نے یا حافظ ملت نے قاری صاحب موصوف سے کہا کوئی نعت پڑھیئے وہ قاری صاحب کی جوانی کا وقت تھا انکی آواز بہت دلکش مترنم تھی ۔ انھوں نے جو نعت پڑھی تو پھر وہی کیف و مستی اور آنکھوں سے آنسوؤں کی روانی شروع ہو گئی نعت ختم ہونے کے بعد بہت دیر کے بعد وہ عالم بدلا ۔ گاڑی جب مبارکپور کے اسٹیشن جہانا گنج روڈ پر پہنچی ۔ جسے ہماری حکومت نے سیکولر ہونے کے ثبوت میں "سٹھیاؤں" کا نام دیدیا ہے ــــ تو مبارکپور کے ہزاروں افراد اسٹیشن پر حاضر تھے ــــ مبارک پور کے اس زمانے کے مشہور شاعر زماں صاحب نے حضرت جامی کے مشہور شعر ۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد
بہ سلامت روی و باز آئی

پر وداعی نظم کہی تھی ــــ جسے اس زمانے کے مشہور نعت خواں عبد الخالق صاحب نے پورے جوش عقیدت کے ساتھ پڑھا تھا ــــ

غالباً ۶ بجے یا ۷ بجے گاڑی شاہ گنج اسٹیشن پر پہنچی ۔ ادری ، گھوسی ، کے بہت سے احباب شاہ گنج گئے ہوئے تھے ۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت نے فرمایا ــــ یہاں شاہ گنج میں چوری بہت ہوتی ہے ــــ چار آدمی تیار ہو جائیں ــــ دو آدمی بارہ بجے تک جاگیں ــــ اور دو آدمی بارہ بجے کے بعد سے صبح تک ــــ بارہ بجے تک جاگنے والے بہت سے تیار ہوئے ــــ بارہ بجے کے بعد سے جاگنے والوں میں میں نے اپنا نام خود پیش کیا ــــ اور دو ادری کے آدمی بھی تیار ہوئے ــــ ہم لوگوں کو حکم ہوا کہ تم لوگ سو جاؤ ــــ ہم لوگ لیٹ گئے ــــ لیکن مجھے نیند نہ آئی ۔ اب میں نے رات سے حضرت کی جو کیفیت دیکھی تھی اس پر غور کرنے لگا تو میری چھٹی حس نے

یہ بتایا کہ شاید حضرت اب واپس نہ آئیں ۔ اس پر دو بہت بڑے قرینے میرے ذہن میں آئے ۔

اوّل ۔ جب ملا جامی کی نظم کا یہ شعر ۔۔۔ ؎

بناز گفتنی فلاں کجائی چہ بود حالت دریں جدائی
مرحت شوقاً دمت بحرٍ فکیف اشکوا الیک شکوی

پڑھا گیا تو یک بیک حضرت مرغ بسمل کیطرح تڑپنے لگے تھے ۔

دوم ۔۔۔ زماں صاحب نے ملا جامی کے جن اشعار پر تضمین کی تھی وہ اصل میں دو مصرعے الگ الگ ہیں ۔ اور ان کے ساتھ انتہائی ایمان افروز واقعہ منسلک ہے ۔ عارف باللہ ملاّ نور الدین عبد الرحمٰن جامی جب مدینہ طیبہ سے واپسی کا قصد کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں حاضر ہو کر اجازت طلب کرتے عرض کرتے ۔۔۔ ع

بہ سفری روم چہ فرمائی ۔۔۔ تو حجرہ مبارکہ سے آواز آتی ۔۔۔ ع

بسلامت روی و باز آئی ۔۔۔ حضرت جامی اس جاں نواز ارشاد پر وجد کرتے ہوئے وطن واپس ہوتے اور پورے اطمینان سے فرماتے کہ پھر حاضری ہوگی لیکن اخیر بار جب واپسی کی اجازت لینے کیلئے عرض کیا تو جواب یہ ملا ۔۔۔ ع

بہ سفر رفتند مبارکباد ۔۔۔ یہ سنتے ہی حضرت جامی پر بجلیاں گر گئیں زار و قطار رونے لگے ۔ لوگوں نے کہا سرکار آپ کو مبارک باد دے رہے ہیں اور آپ رو رہے ہیں یہ تو جوشِ مسرت میں وجد کرنے کا مقام ہے سرکار جس کو مبارکباد دیں اس کے اوج کمال تک کس کی رسائی ۔۔۔

حضرت جامی نے فرمایا کہ ہمیشہ اجازت طلب کرنے پر ارشاد ہوتا تھا ۔۔۔

بہ سلامت روی و باز آئی ۔۔۔ سلامتی کے ساتھ جاؤ اور پھر آؤ ۔۔۔

یہ دوبارہ بلاوے کا نوید ہوتا تھا ۔ لیکن اب ارشاد ہوا ۔۔۔ بہ سفر رفتند مبارکباد ۔۔۔

تم کو سفر میں جانا مبارک ہو ۔۔۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ حاضری نصیب نہ ہوگی ۔

زماں صاحب نے اگرچہ دونوں مصرعوں کو ایک ساتھ ملا کر تضمین کی تھی مگر مبارکباد کی کھٹک میرے ذہن میں بیٹھ گئی ۔ پھر میرا جو حال ہوا میں جانتا ہوں ۔

حضرت آرام کر رہے تھے اگر ان کے آرام میں خلل کا اندیشہ نہ ہوتا تو میرے نالہ و فغاں سے ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ۔۔۔

بارہ بجے پر مجھے کسی نے آواز دی میں تو جاگ ہی رہا تھا فوراً اٹھ بیٹھا ۔ البتہ اور دو کے دونوں اصحاب گہری نیند سو رہے تھے ان کو جگایا گیا ہم لوگ بیٹھے پہرا دیتے رہے جی تو چاہتا تھا کہ حضرت کی خدمت کریں خصوصاً اس خیال کے بعد کہ شاید اب یہ دولت نصیب نہ ہو ۔ لیکن حضرت کی نیند میں خلل پڑتا اسلئے ہم لوگوں نے خدمت کی جرأت نہ کی ۔ کچھ دیر کے بعد حضرت کو ایک چھینک آئی اور حضرت نے کروٹ بدلی اور چشمان مبارک کھول دیں ۔ جب ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضرت جاگ گئے ہیں تو خدمت میں مصروف ہو گئے

حضرت آنکھیں بند کئے لیٹے رہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ سو رہے تھے یا جاگ رہے تھے ۔ دو بجے کے قریب ہمارے ساتھی نیند کے غلبہ سے اونگھ اونگھ کر گرنے لگے ۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا کہیں چائے مل جاتی تو اچھا تھا ۔ اس وقت چائے کا رواج اتنا عام نہیں تھا ۔ میں نے ان کو بتایا کہ ادھر دکھن طرف مسافر خانہ اور ٹکٹ گھر ہے ۔ وہاں جاؤ شاید چائے مل جائے ۔ وہ دونوں چلے گئے اب پھر حضرت نے آنکھیں کھولیں اور مجھے اکیلا دیکھکر پوچھا تم تنہا ہی ہو اور لوگ کہاں گئے ۔ میں نے بتایا کہ چائے پینے گئے ہیں ۔ اب حضرت نے انتہائی شفقت سے پیار بھری نگاہ مجھ پر ڈالی اور جاں نواز تبسم کے ساتھ مسکرائے ۔ ع

ان کی نگاہ ناز نے سرشار کر دیا
جب تک شراب آئی کئی دور ہو گئے

میں نے یہ شفقت دیکھ کر جرأت کی اور عرض کیا ۔ کہ حضور جا رہے ہیں مجھے کچھ عنایت فرمائیں یہ سنکر آنکھیں بند کر لیں پھر دس پندرہ منٹ کے بعد فرمایا ۔ میں نے تم کو سلسلۂ رضویہ کی اجازت دی ۔۔۔ اس دولت بے بہا کو پا کر میری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا ۔ پاؤں کی انگلیوں پر آنکھیں ملیں اور عالم وارفتگی میں سر پاؤں کے تلوؤں سے مس کر دیا ۔

عام حالات میں حضرت کسی کو پیر کا بوسہ نہیں لینے دیتے تھے ۔ اگر کوئی اسکی جرأت کرتا تو اس زور سے ڈانٹتے کہ اوسان خطا کر جاتے ۔ بہت دیر تک پیر کے تلوؤں کے نیچے سر رکھے رہا ۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا کیا کر رہے ہو سر ہٹاؤ ۔۔۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور پھر خدمت میں مصروف ہو گیا ۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت سو گئے بینی مبارک سے ہلکے ہلکے پیارے پیارے خراٹے کی آواز آ رہی تھی ۔ اور دو کے احباب بہت دیر کے بعد چائے لیکر آئے اور آتے ہی ان لوگوں نے حضرت کو آواز دے کر کہا کہ ۔۔۔ حضرت چائے پی لیجئے ۔۔۔ حضرت نے پوچھا کیا ہے ؟ میں نے عرض کیا یہ لوگ چائے لائے ہیں حضور کو پلانا چاہتے ہیں ۔ اور کوئی وقت ہوتا تو ان لوگوں کی شامت آجاتی کہ نیند میں خلل ڈال کر چائے پلا رہے ہیں اتنی ڈانٹ پڑتی کہ چائے پلانے کا مزہ کرکرا ہو جاتا ۔ لیکن اس رات حضرت سراپا رحمت و رأفت تھے ۔ اٹھ کے بیٹھ گئے اور بڑی خوشی سے چائے نوش فرمائی ۔ پھر بڑے چاہ سے باتیں کرنے لگے آدھے گھنٹے کے بعد پھر لیٹ گئے نماز فجر کے بعد جب میں نے دست بوسی کی تو ہاتھ بہت گرم تھا ۔ میں نے عرض کیا حضور بخار بہت تیز ہے ۔ کیسے سفر فرمائیں گے ۔ فرمایا ۔۔۔ جانا تو ہے ہی ۔۔۔ بخار ہو یا کچھ بھی ہو ۔۔۔ البتہ میرے ساتھ ایک آدمی اور بریلی تک چلے ۔ بریلی سے تو پورا قافلہ ہی رہیگا ۔ پھر فرمایا تم تو گھر کے اکیلے ہو مولوی مجیب الاسلام چلے چلیں ۔ انھیں کیا عذر ہو سکتا تھا ۔

ناشتہ کے لئے عرض کیا گیا تو فرمایا کہ کچھ کھانے کو جی نہیں چاہتا صرف چائے پلا دو ۔ اس وقت سیالدہ جموّ ایکسپریس سیالدہ سے دلّی جایا کرتا تھا ۔ اور اس کا وقت چھ بجے صبح کو تھا ۔ گاڑی آئی حضرت کو حضرت کی اہلیہ کو گاڑی پر بٹھایا گیا ۔ مولانا مفتی مجیب الاسلام اور دو ہمراہ گئے ۔ ہم لوگ با دیدۂ نم

رخ انور پر آخری نظر ڈالکر گھر واپس آگئے۔

گھر واپس آنے کے بعد میں نے یہ دیکھا کہ جیسے گھوسی سونا ہوگیا ہے۔ سب لوگ تو اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے مگر میرے جگر میں ایک خلش بار بار دماغ کو جھنجھوڑتی کہ حضرت جامی کے مصرع کا ایک جزء ـــ مرضت شوقًا ـــ صحیح ہوگیا۔ خدا نہ کرے کہ دوسرا جزء بھی صادق آجائے۔۔۔

پھر ممبئی سے تار آیا کہ حضرت بہت علیل ہیں۔ یہ سنتے ہی مجھ پر بجلی گر گئی اور یارۂ ضبط نہ رہا میں نے حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب وغیرہ سے کہدیا کہ مجھے تو مایوسی ہی نظر آرہی ہے۔ پھر اس کے بعد وصال کا تار آیا۔ اور یہ کہ جنازہ گھوسی لیکر ہم لوگ آرہے ہیں ـــ اس اطلاع سے پورا گھوسی ماتم کدہ بن گیا۔ کاروبار بند ہوگئے چھوٹے بڑے، جوان بوڑھے، مرد عورتیں سب ہکا بکا ہوکر رہ گئے ـــ دن کے اجالے میں محسوس ہوتا تھا کہ گھٹا ٹوپ اندھیری چھائی ہے۔

بالآخر ۹ ستمبر یوم پنجشنبہ کو ۳ بجے دن میں جنازہ مبارکہ گھوسی پہنچا جنازہ کے استقبال کیلئے گھوسی، ادری مبارکپور اور اطراف وجوانب کے ہزارہا افراد اسٹیشن پر موجود تھے ـــ

حافظ ملت اپنے پورے اسٹاف کے ساتھ پہنچ چکے تھے۔ گاڑی جب اسٹیشن پر پہنچی اور وہ تابوت جسمیں جنازۂ مبارکہ رکھا ہوا تھا نظر آیا تو حاضرین کی چیخیں نکل گئیں۔ گریہ وزاری آہ و بکا سے پوری فضا گونج اٹھی۔ ہر آنکھ اشکبار ہر دل فگار ـــ ٹرین کے رکتے ہی لوگ تابوت کی طرف اس طرح لپکے جیسے ہجراں نصیب عاشق محبوب کو دیکھکر لپکتا ہے۔

اسی سوگوار ماحول میں جنازہ مبارکہ دولت خانہ میں لاکر آنگن میں رکھا گیا۔ چونکہ وہ مکمل پیک تھا۔ علامہ ارشد القادری ہمراہ تھے جو علالت کی خبر پاکر ناگپور سے بمبئی پہنچ گئے تھے۔ انکی ہدایت کے بموجب تابوت کھولا گیا۔ جب چہرۂ اقدس سے کفن سرکایا گیا تو لبوں پر جاں نواز تبسم اور چہرے پر مسرت کی تابانی مہر نیم روز کی طرح درخشاں تھی ـــ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک عاشق سوختہ جاں اپنے محبوب کو دیکھ دیکھکر خوشی میں پھولا نہیں سمارہا ہے ـــ حضرت آسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

اب تو پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

یہ میں شب گور کی بات نہیں کررہا ہوں۔ شب گور سے پہلے کی بات کررہا ہوں۔ میں نے زندگی میں کبھی چہرۂ اقدس پر اس قسم کے مسرت کے آثار اور ایسا جاں نواز تبسم نہیں دیکھا تھا۔ ؎

پس ازیں خوب ترچہ باشد کار
یار رخت رہ رود بجانب یار
نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

اس جانواز منظر کو دیکھکر آنسو بہاتی ہوئی آنکھیں تھم گئیں۔ سینے کے بھڑکتے ہوئے شعلے ٹھنڈے پڑگئے۔ کچھ دیر میرا بھی یہی حال رہا۔ مگر جب چہرۂ اقدس کفن سے ڈھک دیا گیا تو اندرونی زخم کے انگور پھٹ پڑے اور ٹھنڈے ہوتے ہوئے شعلے پھر پہلے سے زیادہ بھڑک اٹھے اور سوکھی ہوئی آنکھیں ساون بھادو برسانے لگیں یکایک حضرت امیر خسرو کا یہ دوہا یاد آگیا جو انھوں نے اپنے مرشد برحق نظام الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ والدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے وصال پر کہا تھا ـــ ؎

گوری سووے سیج پر مکھ پر تانے کیس
چل خسرو گھر آپنے کر سانجھ بھئی چوندیس

مگر مجھ حرماں نصیب کو اتنک گھر جانا نصیب نہ ہوسکا۔ کاش اپنے گھر جانا اپنے اختیار میں ہوتا۔

تابوت سے جنازہ مبارکہ نکال کر چارپائی پر رکھا گیا پھر جنازہ قبرستان چلا لوگ عجیب عجیب کیفیت میں مبتلا تھے۔ کچھ لوگ خاموش ساکت، کچھ لوگ حق ہو الا اللہ کی ضرب لگا رہے تھے۔ اور میں اپنے آپ حضرت سعدی کی یہ نظم پڑھ رہا تھا۔ ؎

سرو سیمینا بصحرا می رود
نیک بدعہدی کہ بے ما می رود

نماز عصر کے بعد نماز جنازہ ہوئی ـــ حافظ ملت قدس سرہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی ـــ اور پھر اس گنجینۂ علم وحکمت کو قبر میں اتارا گیا ـــ اور ٹھیک اس وقت کہ آفتاب ڈوب رہا تھا اس آفتاب علم کی قبر کو ہم نے برابر کیا۔

بیّن کرامت

نماز مغرب کے بعد سے بارش شروع ہوگئی وہ بھی موسلا دھار لگاتار ایکدم تھمنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ رات بھر بارش ہوتی رہی ـــ صبح جاکر دیکھا گیا کہ کثرت بارش سے پانی مزار اقدس کے چاروں طرف پھیل گیا ہے۔ قبر پر چٹائی ڈالدی گئی اور قبر انور کے اردگرد

مینڈھ باندھ دی گئی۔ لیکن بارش پھر بھی نہیں تھمی تین دن تک کچھ نہ کچھ بارش ہوتی رہی ـــ

ہم سب لوگوں کا ارادہ یہ ہوا کہ جہلم سے پہلے پہلے مزار اقدس کو پختہ بنوا دیا جائے۔ پندرہ دن کے بعد خدا خدا کرکے جب پانی مزار اقدس کے اردگرد سے ختم ہوا تو کام شروع ہوا۔ چبوترے کی تعمیر کے لئے نیو کھودی گئی۔ اس کے بعد مزار اقدس پہ جو چٹائیاں ڈالدی گئی تھیں وہ ہٹائی گئیں۔ تو ایسی جانفزا خوشبو کا بھبھوکا اٹھا کہ پوری فضا معطر ہوگئی ـــ کام کرنے والے مزدور ہندو تھے۔ وہ کام چھوڑ کر حیرت زدہ کھڑے تھے پھر اسکی شہرت ہوئی تو ہندو، مسلمان، شیعہ، سنی، وہابی دیوبندی سب حاضر ہوئے اور سب نے اس خوشبو کو سونگھا۔ سب حیرت زدہ رہ گئے حتی کہ ایک دیوبندی مولوی جس کا نام اختر علی تھا اس نے علانیہ یہ کہا کہ ـــ "صدر صاحب نے مرنے کے بعد اپنی کرامت دکھادی"۔

یہ خوشبو مسلسل کئی دن تک اٹھتی رہی۔ جب ڈاٹ لگاکر مزار شریف کا تعویذ بند کردیا گیا تو یہ خوشبو کا اٹھنا بند ہوا۔

مگر پھر بھی بہت سے خواص نے بعد میں بھی و خوشبو کو محسوس کیا۔ حضرت کے وصال کے وقت حضرت کے بڑے صاحبزادے علامہ عبد المصطفٰے ازہری صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان، دار العلوم محمدیہ جھنگ ضلع جہلم میں تھے۔ قریب قریب سال بھر کے بعد جب وہ گھر واپس آئے تو حافظ ملت قدس سرہٗ ان سے ملنے کیلئے گھوسی تشریف لے گئے ـــ آٹھ بجے رات کو پہنچے تھے ازہری صاحب سے ملاقات کے بعد نماز عشاء مزار

(باقی ص۲۴ پر)

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی ★

صدر الشریعہ ـــــ احوال و سوانح کا اجمالی جائزہ

چودھویں صدی کے ان نامورانِ اسلام و سلاطین ملّت میں آپ کا شمار ہے جنھوں نے اپنے علم و فضل کی روحانی طاقتوں سے امت مسلمہ کی پشت پناہی اور سفینہ اسلام کی ناخدائی کی۔ جو افق ہند پر رشد و ہدایت کا آفتاب عالم تاب بن کر چمکے اور اپنے فیوض و برکات کی روشنی سے نہ صرف سرزمین ہند بلکہ تمام دنیائے اسلام کو منور کر دیا اور جن کی رحلت کے بعد تمام دنیائے اسلام نے محسوس کیا کہ واقعی مَوتُ العَالِمِ موت العالم آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے۔

علم و فضل کا یہ آفتاب عالمتاب تقریباً ۱۲۹۹ھ میں قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ کے ایک مشہور علمی و مذہبی خاندان میں طلوع ہوا قصبہ گھوسی وہی تاریخی اور مردم خیز جگہ ہے جہاں قدیم راجگان ہند کے بعض آثار ازراں کا قلعہ کوٹ کے نام سے اب بھی موجود ہے مولانا غلام نقشبند یہیں کے رہنے والے تھے۔ جو لکھنؤ میں قیام کے لکھنوی مشہور ہو گئے اس سرزمین کو اور بھی بہت سے اعیان ملت کے مولد بننے کا فخر حاصل ہے جو یہیں کی خاک میں آسودہ ہیں۔

آپ کے والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین صاحب ایک جلیل القدر عالم اور اپنے زمانے کے بے مثال طبیب حاذق تھے معقول و منقول میں حضرت مولانا ابو الحسنات عبد الحئی صاحب فرنگی محلی کے شاگرد رشید اور فن طب میں حاذق الملک حکیم عبد العلی صاحب جھوائی ٹولہ لکھنؤ کے ارشد تلامذہ سے تھے

والدین نے اپنے علمی و مذہبی ذوق کے بموجب مولود مسعود کا نام محمد امجد علی رکھا۔ لیکن بعد کو اکابر ملت نے آپکو "صدر الشریعہ" یا صدر صاحب کا لقب دیا اور آخر الذکر کو تو ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ پرانا نام تقریباً غائب ہی ہو گیا۔

تعلیم و تربیت

بچپن ہی سے آپ میں آثار کمالیہائے جاتے تھے۔ فطرۃً ذہن ثاقب و طبیعت وقاد رہی ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے حافظہ بھی نہایت قوی تھا۔ اپنے بچپنے کی اکثر باتیں سنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ کافیہ حفظ کرنے کا خیال پیدا ہوا تو پوری کتاب ایک ہی دن میں یاد ہو گئی بالکل ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد مولوی خدا بخش صاحب مرحوم سے حاصل کی جو اپنے زمانے کے ایک متدین عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے ان کے انتقال کے بعد مولوی الہٰی بخش صاحب ساکن کوپا گنج تلمیذ مولانا تراب علی صاحب لکھنوی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے جو ان دنوں گھوسی کے مدرسہ ناصر العلوم میں مدرس تھے اس کے علاوہ اور بھی چند اساتذہ سے آپ نے استفادہ کیا۔ لیکن درحقیقت آپ کی تعلیم و تربیت کا حقیقی سلسلہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب آپ استاذ الاساتذہ خاتم المحققین مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رامپوری کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری

حضرت استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رامپوری ان دنوں مدرسہ حنفیہ امام بخش جونپور میں صدر مدرس تھے اور جونپور تشنگان علوم و فنون کی آماجگاہ بنا ہوا تھا بڑے بڑے ذی استعداد طلبہ و متبحر اساتذہ دور دور سے آکر آپ کے حلقہ درس میں شامل ہو رہے تھے

حضرت استاذ الاساتذہ اپنے ایک مخصوص طرز تدریس کے موجد و خاتم تھے۔ عمدۃ الحکماء و المتکلمین علامہ فضل حق خیرآبادی کے ارشد تلامذہ میں تھے منطق و فلسفہ اور اصول فقہ و کلام کی تعلیم ان کا خاص حصہ تھا۔ خصوصاً شفاء، افق المبین شرح تجرید مع حواشی جدیدہ و قدیمہ، زواہد ثلثہ مع حواشی بحر العلوم کی تعلیم میں تو وہ تمام ہندوستان میں فرد مانے جاتے تھے۔

جون پور کا تعلیمی سفر

۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحصیل علوم کی غرض سے جون پور روانہ ہوئے اس وقت اعظم گڑھ کے ضلع میں ریل گاڑی نہیں تھی اور دوسری سواریوں کا بھی معقول انتظام نہ ہو سکا لیکن علم دین کی پیاس نے اس نوجوان مسافر کو گھوسی سے اعظم گڑھ تک پیدل سفر کرنے پر مجبور کر دیا۔ اعظم گڑھ سے جونپور اونٹ گاڑی پر پہنچے اور اپنے برادر عم زاد مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم کے پاس قیام کیا۔ جو وہاں پہلے سے بسلسلہ تعلیم مقیم تھے۔ مولانا ہادی حسن صاحب مدرس دوم اور مولانا محمد صدیق کی خدمت میں چند دنوں تعلیم حاصل کی لیکن حضرت استاذ الاساتذہ کی نکتہ شناس نگاہوں نے اس گوہر نایاب اور گدڑی کے لعل کی فطری صلاحیتوں کو بہت جلد بھانپ لیا اور خلاف عادت شرح تہذیب و قطبی ہی سے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو اپنے حلقہ درس میں شامل کر لیا اور خصوصی توجہ مبذول فرمانے لگے۔ حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب بہاری مرحوم (پروفیسر دینیات علی گڑھ یونیورسٹی) کا بیان ہے کہ حضرت استاذ الاساتذہ یوں تو تمام طلبہ پر عنایت فرماتے تھے لیکن تین اشخاص مولانا محمد صدیق مولانا محمد امجد علی سلیمان اشرف پر خاص الخاص نظر کرم تھی۔ چاہتے تھے کہ جو کچھ میرے سینے میں ہے نکال کر ان تینوں کو بخش دوں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو مدرسہ حنفیہ کے تمام طلبہ میں ایک خصوصی امتیاز یہ بھی حاصل تھا کہ ملا حسن وغیرہ متوسطات کتب کے بہت سے اسباق حضرت استاذ الاساتذہ نے آپ کے سپرد فرما دیئے تھے۔

حضرت محدث سورتی کے حلقہ درس میں

جون پور میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کے بعد حضرت استاذ الاساتذہ نے آپ کو پیلی بھیت حافظ الحدیث مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا اور تعارفی خط ان الفاظ میں تحریر فرمایا کہ "

"کہ میں اپنا ایک مخصوص عزیز طالب علم آپکے پاس بھیجتا ہوں"

"اس کی تعلیم وغیرہ میں آپ پوری توجہ فرمائیں۔"

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ ورع و تقویٰ میں بایزید وقت علوم و فنون میں علامہ العصر، خصوصاً فن حدیث و رجال میں امام زماں اور اپنے دور کے حافظ الحدیث تھے۔ بخاری شریف کے تمام نسخے زبانی یاد تھے صحاح ستہ کی اکثر کتب پر آپ کے بے نظیر شروح و حواشی مطبوعہ و غیر مطبوعہ اب بھی موجود ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ جب پیلی بھیت پہنچ کر اسباق میں شریک ہوئے۔ تو حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ آپ کی استعداد علمی و تعلیمی شغف کو دیکھکر گرویدہ ہو گئے۔ بعض مرتبہ فرماتے تھے۔ کہ مجھ کو ساری عمر میں ایک ہی طالب علم ملا ہے جو محنتی بھی ہے اور سمجھدار بھی اور علم سے شوق اور دلچسپی بھی رکھتا ہے۔

دن و رات درس کا سلسلہ جاری رہتا حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے تھے۔ کہ چودہ (۱۴) مہینہ پیلی بھیت میں قیام رہا لیکن ایک دن بھی چھٹی نہیں ملی جمعہ کے دن بھی سبق ہوتا۔ بلکہ سفر میں بھی اسباق جاری رہتے تھے۔ پیلی بھیت میں صحاح ستہ، موطا امام محمد، کتاب الآثار، شرح معانی الآثار، مسند امام اعظم وغیرہ کتب حدیث اور بعض دوسری کتابیں بالاستیعاب قراۃ و سماعاً پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے اور وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور تین ماہ مکان پر قیام فرمایا۔

مسند تدریس پر

قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم رئیس پٹنہ کے زیر اہتمام مدرسہ اہلسنت پٹنہ صوبہ بہار کی ایک ممتاز درسگاہ تھی ۔ یہاں پہلے مولانا عبدالعزیز صاحب منطقی امیٹھوی جو حضرت علامہ خیرآبادی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے ۔ مدرس اول رہ چکے تھے ۔ اسکے بعد خود حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ یہاں برسوں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے چکے تھے قاضی صاحب موصوف کی طلب پر حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ نے مدرسہ اہلسنت کی صدارت کے لئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا ظاہر ہے کہ اتنی بڑی جگہ جہاں پہلے ایسی ایسی مقتدر ہستیاں اپنے علم و فضل کا جوہر دکھا چکی ہوں ایک بالکل نئے فارغ التحصیل شخص کا تقرر کتنا اہم کام تھا ۔ مگر استاد کا حکم واجب التعمیل تھا ۔ چار و ناچار اس عہدہ کو قبول کرنا ہی پڑا ۔ مکان سے روانہ ہو کر سب سے پہلے جونپور بغرض تحصیل اجازت حضرت استاذ الاساتذہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی ۔ اور اپنی دعائیں شامل حال کیں۔

پٹنہ پہنچکر قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم کے مہمان ہوئے ۔ پہلی بار جب درسگاہ میں تشریف لے گئے تو قاضی صاحب مرحوم جو خود بھی ایک متبحر عالم تھے ۔ علماء و سامعین کے ایک جم غفیر کے ساتھ تعلیم گاہ میں امتحاناً آن موجود ہوئے اور سب سے پہلی کتاب جو درس کے لئے پیش کی گئی ہدایہ جلد ثالث تھی طلبہ بھی نہایت ذکی فہم اور ٹھوس استعداد کے مالک تھے ۔ ظاہر ہے کہ نئی جگہ ، مغلق کتاب ، پھر متبحر علماء و سامعین کی موجودگی ، اس شخص کے لئے جو آج پہلے دن ذمہ دارانہ حیثیت سے مسند تدریس پر بیٹھا ہو ۔ کس قدر پریشان کن مقام تھا ۔ لیکن حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کا انتخاب کوئی معنیٰ رکھتا تھا ۔ اور حقیقت تو یہ تھی کہ قدرت نے حضرت صدر الشریعہ کو اسی منصب کے لئے پیدا ہی فرمایا تھا ۔ جس پر وہ آج بیٹھائے گئے تھے پہلے ہی سبق میں تفہیم مطالب و کشف مغلقات سے حقائق و معارف کے ایسے دریا بہا دیئے کہ تشنگان علوم سیراب ہو گئے اور علماء و سامعین دنگ رہ گئے چنانچہ قاضی صاحب مرحوم نے آپ کی علمی وجاہت و انتظامی صلاحیت پر اعتماد و اطمینان فرما کر مدرسہ کے تعلیمی امور کے سیاہ و سفید کا آپ کو مالک بنا دیا ۔

اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ سے پہلی ملاقات

کچھ زمانہ کے بعد قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم بانی مدرسہ اہلسنت علیل ہو گئے قاضی صاحب مرحوم ایک نہایت دیندار و دین پرور رئیس تھے اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے حافظ قرآن علوم عقلیہ و نقلیہ میں مولانا عبدالعزیز صاحب منطقی امیٹھوی کے شاگرد رشید اور انگریزی میں بی اے تھے انکے والد انھیں بیرسٹری کے امتحان کے لئے لندن بھیجنا چاہتے تھے لیکن قاضی صاحب مرحوم کے دین پروری کے مقدس جذبات نے یورپ کے ملحدانہ گندے ماحول کو سخت ناپسند کیا اور آپ نے اس سفر سے صاف انکار فرما دیا اور تا حین حیات حمایت حق و خدمت دین ہی کو آپ نے اپنا شعار بنایا انکی دینداری و دین پروری ہی کی مقبولیت و کشش تھی جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز و محدث سورتی علیہ الرحمہ کو باوجود کثرت مشاغل دینیہ کے قاضی صاحب مرحوم کی عیادت کے لئے کشاں کشاں روہیلکھنڈ سے پٹنہ تک لائی چنانچہ ان دونوں بزرگوں ہی کی موجودگی میں قاضی صاحب مرحوم نے وفات پائی اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی اور محدث سورتی علیہ الرحمہ نے قبر میں اتارا اور ایک مشہور بزرگ کے آستانہ کے قریب مدفن کی جگہ ملی اسی موقع پر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو پہلی بار اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ۔ اور اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز کی نظر کیمیا اثر پہلی ہی نگاہ میں اپنا کام کر گئی اور دینی و روحانی مودت و محبت کے اس شجر کی جس کا تناور و بار آور ہونا ازل سے مقدر تھا ۔ داغ بیل پڑ گئی ایک کشش پیدا ہوئی اور بے اختیار حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا قلب مائل ہو گیا ۔ اور اپنے استاذ محترم حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے مشورہ سے سلسلہ قادریہ میں اعلیٰحضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز کے حلقہ بگوش بن گئے ۔

استاذ محترم کی رحلت اور تدریس سے استعفا

قاضی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مدرسہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچا جن کو علم دین سے بالکل تعلق نہ تھا ۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوا کہ خدمت دین جو مقصود اصلی ہے اب یہاں ممکن نہیں کبیدہ خاطر و دل برداشتہ تھے ہی شعبان ۱۳۲۶ھ جونپور سے حضرت استاذ الاساتذہ کی علالت کا خط پہنچا پٹنہ سے براہ راست جونپور پہنچے حضرت استاذ الاساتذہ شدید فالج میں مبتلا تھے زبان بند ہو چکی تھی لیکن دماغی حالت درست تھی مولانا سلیمان اشرف مرحوم حاضر خدمت تھے عرض کیا کہ " مولانا امجد علی آ گئے ،، حضرت استاذ الاساتذہ نے آنکھیں کھول دیں اور پہچان لیا اشارہ سے سلام کا جواب عنایت فرمایا ۔ اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعائیں فرماتے رہے ۔ حضرت صدر الشریعہ ۲۹ شعبان تک جونپور میں حاضر خدمت رہے اسکے بعد مولانا سلیمان اشرف مرحوم سے یہ کہہ کر وطن روانہ ہوئے کہ " اگر مزاج اقدس میں کوئی تغیر رونما ہو تو بذریعہ تار مجھے اطلاع دیجئے گا عجیب اتفاق کہ جس دن حضرت صدر الشریعہ وطن پہنچے اس کے دوسرے دن یکم رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کو حضرت استاذ الاساتذہ نے داعی اجل کو لبیک کہا حضرت صدر الشریعہ کے قلب مبارک پر استاذ محترم کی رحلت کا نہایت گہرا اثر پڑا اور آخری وقت میں حاضر خدمت نہ رہنے کا تو انھیں تمام عمر افسوس رہا ۔ مکان پہنچتے ہی حضرت صدر الشریعہ نے مدرسہ اہلسنت کو اپنا استعفا بھیجدیا ۔ اور مطالعہ کتب کو مشغلہ بنا کر رمضان المبارک میں مکان ہی پر مقیم رہے ۔

علم طب کی تحصیل

پٹنہ میں مغرب زدہ لوگوں کے برے برتاؤ سے متاثر ہو کر ملازمت کی چپقلش سے بیزار ہو چکے تھے ۔ معاش کے لئے کسی مناسب مشغلہ کی جستجو تھی ۔ والد محترم کی نصیحت یاد آئی کہ ع میراث پدر خواہی علم پدر آموز ۔ خیال آیا کہ کیوں نہ علم طب کی تحصیل کر کے خاندانی پیشہ طبابت ہی کو مشغلہ بنائیں ۔ چنانچہ شوال ۱۳۲۶ھ میں لکھنؤ جا کر دو سال میں علم طب کی تحصیل و تکمیل کے بعد وطن واپس ہوئے ۔ اور مطب شروع کر دیا ۔ خاندانی پیشہ اور خداداد قابلیت کی بنا پر مطب نہایت کامیابی کے ساتھ چل پڑا ۔

تفریحی سفر اور بریلی کی حاضری

ذریعہ معاش سے مطمئن ہو کر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ میں آپ بغرض سیر و تفریح لکھنؤ تشریف لے گئے وہاں سے پیلی بھیت پھر بریلی بھی حاضر ہوئے ۔ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کو جب معلوم ہوا کہ تدریس چھوڑ کر مطب میں مشغول ہو گئے ہیں تو انھیں انتہائی قلق ہوا ۔ بریلی جاتے وقت انھوں نے ایک خط اس مضمون کا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں تحریر فرما دیا تھا ۔ کہ جس طرح ممکن ہو آپ اس شخص (صدر الشریعہ) کو خدمت دین و علم کی طرف متوجہ کیجئے جب آستانہ اقدس پر حاضری ہوئی تو اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز نہایت الطاف کریمانہ سے پیش آئے اور ارشاد فرمایا کہ " آپ یہاں قیام کیجئے " اور جب تک میں نہ کہوں واپس نہ جائیے اور دل بستگی کے لئے کچھ معمولی سے کام تحریر وغیرہ کے سپرد فرما دیئے تقریباً دو ماہ بریلی میں قیام رہا اور اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کی صحبت میں علمی استفادہ اور دینی مذاکرہ کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رمضان المبارک قریب آ گیا ۔ وطن کی اجازت طلب کی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جائیے لیکن جب کبھی میں بلاؤں تو فوراً چلے آیئے گا وطن پہنچ کر پھر مطب و معالجہ کا سلسلہ جاری کر دیا ۔

دوسرا تفریحی سفر ، اور بریلی میں قیام

وطن میں مطب

اگرچہ بہت کامیابی کے ساتھ چل رہا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ بچپن سے اہل علم کی صحبت اور علمی مشغلوں کے خوگر ہو چکے تھے۔ طبی مشغلہ کا ماحول چنداں پسند نہیں آیا۔ چند ماہ کے بعد پھر سیر و تفریح کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے پھر پٹنہ میں حضرت صدر الشریعہ کے سینے میں جس مبارک شجر کی اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز نے تخم ریزی فرمائی تھی۔ بریلی کے دو ماہ کے قیام نے اسے کافی تناور بنا دیا تھا۔ طرفین سے محبت و کشش بڑھ رہی تھیں بریلی سے خط آگیا کہ آپ فوراً یہاں چلے آیئے چنانچہ آپ لکھنؤ سے بریلی حاضر ہو گئے۔ اس مرتبہ انجمن اہلسنت کی نظامت اور اس کے پریس کے اہتمام کے علاوہ مدرسہ کا کچھ تعلیمی کام بھی سپرد کیا گیا گویا اعلیحضرت قدس سرہٗ العزیز نے بریلی میں آپ کے مستقل قیام کا انتظام فرما دیا۔

والد مرحوم کی وفات

بریلی کے قیام کو کچھ ہی زمانہ گذرا تھا کہ مکان سے تار پہنچا کہ والد صاحب کو طاعون ہو گیا ہے فوراً آیئے والدہ ماجدہ کا سایہ تو ابتدار تعلیم ہی سے اٹھ چکا تھا۔ اب والد ماجد کے اس مہلک مرض میں مبتلا ہونے کی خبر سن کر سخت مضطرب اور بے چین ہوئے۔ اور پہلی ٹرین سے روانہ ہو کر وطن پہنچے دیکھا تو والد مرحوم شدید طاعونی بخار میں مبتلا تھے۔ اور ران میں ایک بہت بڑی گلٹی نکلی والد مرحوم کے حکم سے گلٹی کا آپریشن کیا گیا ہڑ کی مقدار میں نہایت سخت بالکل خام گلٹی نکلی اس کے بعد سرسام ہو گیا لیکن بعد میں سرسامی کیفیت دور ہو گئی اور سب بچوں کو پاس بلا کر ایک وصیت نامہ بھی لکھوا دیا۔ بعد مغرب سب بچوں کے علاوہ مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم بھی حاضر خدمت تھے کہ فرمایا "صدیق دیکھو اب داہنے ہاتھ کی نبض ساقط ہو گئی" دیکھا تو واقعی ساقط ہو چکی تھی۔ پھر فرمایا۔ کہ "اب بائیں ہاتھ کی بھی ساقط ہو چکی اچھا اب مجھے لٹا دو چنانچہ جونہی لٹایا گیا کلمہ طیبہ زبان سے نکلا اور روح پرواز کر گئی۔ ۱ صفر ۱۳۲۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی اور خاندانی قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

والد مرحوم کے اہل وعیال کے ساتھ بریلی میں مستقل انتظام

انتقال کے بعد اہل وعیال کی ذمہ داریوں کا بار آپ کے سر آن پڑا چنانچہ مکان و جائداد وغیرہ کی تقسیم کے بعد آپ کے اہل وعیال کے ساتھ محلہ بہاری پور بریلی میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور اطمینان کے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔

بریلی کی مصروفیات

بریلی میں دو مستقل کام تھے ایک مدرسہ کی تعلیم کہ یہ خود ایک پورا کام ہے دوسرے پریس کا کام یعنی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح کتابوں کی روانگی خطوط کے جواب آمد و خرچ کے حساب یہ سارے کام تنہا انجام دیا کرتے تھے۔ ان کاموں کے علاوہ اعلیحضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز کے بعض مسودات کا مبیضہ کرنا۔ فتووں کی نقل اور ان کی خدمت میں فتویٰ لکھنا یہ کام بھی مستقل طور پر انجام دیتے تھے۔ پھر شہر و بیرونجات کے اکثر تبلیغی جلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔

کاموں کی تقسیم اوقات یوں تھی کہ بعد نماز فجر ضروری وظائف و تلاوت قرآن پاک کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پریس کا کام انجام دیتے پھر فوراً مدرسہ جا کر اخیر وقت مدرسہ تک تعلیم دیتے دوپہر کے کھانے کے بعد مستقلاً دو تین بجے تک پھر پریس کا کام انجام دیتے نماز ظہر کے بعد عصر تک پھر مدرسہ میں تعلیم دیتے بعد نماز عصر مغرب تک اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں نشست فرماتے بعد مغرب عشا تک اور عشا کے بعد سے بارہ بجے شب تک اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں فتویٰ نویسی کا کام انجام دیتے اسکے بعد مکان واپس ہوتے اور بہار شریعت کی کچھ سطور تحریر فرما کر تقریباً دو بجے شب میں آرام فرماتے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز کے اخیر زمانہ حیات تک یعنی

(باقی ص ۱۳۰ پر)

مولانا ظہیر احمد زیدی علی گڑھ *

صدر الشریعہ اور مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں

ہر فعل وعمل کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن جس کو نہ ہر بصارت دیکھ سکتی ہے اور نہ ہر بصیرت سمجھ سکتی ہے پھر شریعت و طریقت کی باریکیوں کو سمجھنا ہر کس و ناکس کی بات نہیں بسا اوقات علمار صالحین و اہل معرفت و یقین کا عمل عین مطابق شرع ہوتا ہے لیکن ظاہر میں اور سطحی نظر رکھنے والے اُس کو نہیں سمجھ پاتے حضرت صدر الشریعہ ابو العلی مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ایسے ہی صاحب فضل و کمال و صاحب عرفان و یقین علمار صالحین میں سے ہے وہ اس فقیر کے استاذ ہیں قابل فخر و لائق صد احترام استاذ ظاہری و باطنی نہ معلوم کتنے فضائل و کمالات سے متصف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ حُسنِ اتفاق تھا یا میرا اوج قسمت کہ اس ذرۂ خاک کو اُس عظیم آفتاب علم و کمال سے شرف تلمذ حاصل ہوا جس نے میرے دین و دنیا کو سنوار دیا فالحمد للہ تعالیٰ علی احسانہٖ

اس ناچیز کو آپ کی خدمت اقدس میں زندگی کے تقریباً ساٹھ سال گذارنے کا موقعہ ملا اس درمیان میں میں نے آپ کی ذاتِ مقدسہ میں جو کچھ دیکھا کوشش کر رہا ہوں کہ اُسے قلمبند کروں اور اپنے برادر عزیز کی آرزو کی تکمیل کر دوں۔ ورنہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسی مستغنی شخصیت نے ہمیشہ اس امر کو ناپسند فرمایا کہ کوئی آپکی شان میں قصیدہ خوانی کرے۔ میرا مقصد شرعاً غیر حقیقی مبالغہ آرائی جائز نہیں اور فی الواقع یہ مبالغہ آرائی نہیں کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ اُن دیدہ ور بزرگانِ دین میں سے تھے جو چمنستانِ علم دین و بہارستانِ تقویٰ و یقین میں کمتر پیدا ہوتے آئے ہیں اور وہ بھی ایک لمبی اور تھکا دینے والی مدت کے بعد سخت اور کٹھن منزلوں سے گذر کر ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کے عادات کریمہ و خصائل حمیدہ اور علمی فضائل و کمالات حقائق ثانیہ کا مقام رکھتے ہیں۔ آپ صاحب تقویٰ و عمل استاذ کامل، فاضلِ محقق اور عالم متبحر تھے جن کا اپنے دور میں کوئی مثل تھا نہ عدیل۔ اس فقیر بے بضاعت سے بدرجہا زیادہ آپ کی عالمانہ عظمت اور فاضلانہ رفعت و علوم رتبت کو برادرانِ معظم روحانی حضرت مولانا الحاج سیّد غلام جیلانی (شیخ الحدیث میرٹھ) و مولانا حافظ عبد العزیز صاحب شیخ الحدیث مبارک پور مولانا الحاج حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہم العالی و دامت فیوضہم جانتے ہیں۔

اہل اللہ اور علمار صالحین کے حالات زندگی قلمبند کرنا دینی و دنیوی حیثیت سے ایک مفید اور نفع بخش کام ہے لیکن اتنا ہی دشوار اور مشکل بھی کیونکہ ان کے

* بیت السادات دو، حصبو ر علی گڑھ

بھی اس مختصر سے یہ نہیں کہ میں حُسنِ عقیدت میں غیر حقیقی تعریف و توصیف بیان کروں بلکہ صرف اظہار حقائق و واقعات ہیں تاکہ آپ کے متوسلین و معتقدین آپ کے طریقہ پر عمل کر کے شریعت مصطفوی و سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا اتباع کریں اور اللہ عزوجل اور اُس کے محبوب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی رضا حاصل کریں۔

غالباً ۱۹۳۴ء مطابق ۱۳۵۳ھ میں میرے برادر نسبتی مخترم قاری سید مظفر علی صاحب زیدی نے مجھے میرے وطنِ مالوف نگینہ ضلع بجنور سے بلا کر مدرسہ عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں داخل کرایا اُس وقت بانیٔ مدرسہ نواب ابوبکر خاں شیروانی مرحوم و مغفور حیات تھے جنھوں نے اپنی قلیل جائداد کا ایک گرانقدر حصہ مبلغ چودہ ہزار روپیہ سالانہ کا وقف۔ مدرسہ عربیہ کے لئے کر دیا تھا۔

نواب صاحب مرحوم شیروانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو ضلع علی گڑھ میں رؤسا و جاگیر داروں کا ایک معزز ترین خاندان ہے مرحوم نہایت مخیر، رحمدل جواد و کریم النفس اور خدا ترس رؤسا میں سے تھے۔ صوم و صلوۃ کے پابند اور دین سے بڑی محبت اور لگاؤ۔ آپ نے عربی و مذہبی تعلیم کے فروغ کے لئے یہ دار العلوم قائم کیا۔ علمِ دین حاصل کرنے والے طلبہ کی آمد سے آپ کا دل باغ باغ ہو جاتا تھا وہ طلبہ کے ہر آرام و آسائش کا ہر ممکن خیال فرماتے تھے اور اُن کی دل داری میں کمی نہ فرماتے اس کے ساتھ آپ کی داد و دہش کا سلسلہ الگ جاری رہتا اس زمانہ میں انگریزی تعلیم کا رواج روز افزوں تھا اور مسلمانوں میں بھی اس کی مقبولیت بڑھتی جا رہی تھی انگریزی پڑھنے والے طلبہ میں احساس تفوق و برتری پیدا ہو چکا تھا اسکے بالمقابل علم دین حاصل کرنے والے طلبہ ایک گونہ احساس کمتری کی طرف جا رہے تھے عربی مدارس میں طلبہ کی زبوں حالی انتظامیہ کی بد نظمی، طلبہ کی رہائش اور خورد و نوش میں پسماندگی کا فرق عربی طلبہ کو مزید احساس کمتری کی طرف لے جا رہا تھا ایسے وقت میں نواب صاحب مرحوم نے اپنے دار العلوم میں طلبہ کے قیام و طعام اور تعلیم و تربیت کا ایک ایسا نظام قائم کیا جو نہ صرف عربی طلبہ کو اس احساس کمتری سے نجات دلانے والا تھا بلکہ انگریزی تعلیم پانے والے طلبہ کے لئے بھی قابلِ رشک تھا۔ اب سے چالیس سال قبل کیا صورتحال تھی یہ میں نہیں جانتا لیکن اِن آخری چالیس سال کے دوران ہمارے عربی مدارس میں طلبہ کی غیرت و حمیت اور انکی ذہنی و اخلاقی تربیت کو بری طرح پامال کیا گیا ہے۔ جبکہ اس طرف کامل توجہ کی ضرورت تھی کیونکہ یہی وہ زمانہ تھا جب مغربی افکار و اقدار پوری شدت سے مشرقی اقدار و افکار سے متصادم ہوئے اور ایک طرف مشرقی علوم دینیہ عربیہ کا حصول اگر خود کو کفاف و معاش میں مفلوج و معطل اور محتاج بنانے کے مترادف قرار پایا تو مغربی علومِ دنیا کا حصول معاشی ترقی کی ضمانت بن گیا ظاہر ہے کہ مادیت پسندی کے اس دور میں اگر حصولِ علم کے بعد وسائل معاش فراہم نہ ہو سکیں تو کون ایسے علم کی طرف رغبت کرے گا خصوصاً جبکہ متعلم میں روحانی قدریں بھی مفقود ہوں۔ آج اگر علومِ مغربی اُن علمائے دین کے گھروں میں قبضہ جما رہے ہیں اور اُن حضرات کی نسلیں علمِ دین سے منہ موڑ رہی ہیں جنھوں نے یا جن کے بزرگوں نے علومِ مغربی

کے حصول کو گمراہ و گمراہ کن فعل قرار دیا تھا تو یہ امر مستوجب حیرت و استعجاب نہیں۔

فُضَلائے عربی کی جو قدر و منزلت ماضی میں تھی اب نہیں ہے کیونکہ اب عوام کو دین و مذہب سے بیگانگی اور ذوقِ عمل کی کمیابی کی وجہ سے اُن کی ضرورت باقی نہیں اور وہ خود معاشی اعتبار سے عوام سے مستغنی نہیں رہے رہی سہی کسر جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت نام کی نام نہاد اسلامی جماعتوں نے پوری کر دی جبکہ اول الذکر جماعت نے دین میں کامل عقلیت پسندی کا رجحان پیدا کیا اور ثانی الذکر جماعت نے جہالت کو مسند تبلیغ و دین پر بٹھا دیا اب ہر وہ شخص جس نے جماعت اسلامی کا بے روح اور عقلیت زدہ لٹریچر کچھ بھی پڑھ لیا وہ نہ صرف مجتہدِ وقت اور رہنمائے دین ہو گیا بلکہ بزعم خود بانیٔ اسلام کے درجہ پر پہونچ گیا۔ اور جس نے دو یا تین چلّے کر لئے وہ ہادیٔ دین و مبلّغِ اسلام بن گیا (العیاذ باللہ تعالیٰ)

موجودہ وقت میں مدارس عربیہ کی صورتِ حال یہ ہے کہ ایک طرف اگر عربی طلبہ جدید تہذیب کے تباہ کن اثرات کی لپیٹ میں ہیں اور علمِ دین سے اُن کا مقصد بالعموم دین شناسی، رضائے الٰہی اور عاقبت سازی کم ہے اور مادی زندگی کی آسائشیں زیادہ ہیں تو دوسری طرف مدارسِ عربیہ کے منتظمین و مؤسسین حال کے تقاضوں سے بے خبر اُن ہی پرانی بنیادوں پر عربی مدارس کا انتظام چلانا چاہتے ہیں جن بنیادوں پر اُس زمانہ میں تھا جب اساتذہ و منتظمین کے روحانی تصرفات بھی کام کرتے تھے آج یہ صورت حال نہیں ہے خود اساتذہ و معلمین، منتظمین و مؤسسین اخلاقی و روحانی قدروں کے حامل نہیں رہے تو طلبہ کا ذہنی نشو و نما کس طرح ہو نتیجہ یہ ہے کہ تعلیم تو ہوتی ہے لیکن روحانی و اخلاقی تربیت مفقود۔ انتہا یہ ہے کہ اب تو مدارس عربیہ و مکاتب اسلامیہ بھی کسب معاش اور حصول زر کیلئے قائم کئے جاتے ہیں اب بانیان مدارس قلیل مدت میں صاحبِ جائداد بن جاتے ہیں اور اُن کی خانگی زندگی آسائشوں سے بھر پور دکھائی دینے لگتی ہے۔ مدرسہ کے نام پر آنے والے چندے و عطیات کا ایک بڑا حصہ بحق تولیت و انتظام اُن کے قوی الہضم معدے کی نذر ہو جاتا ہے طلبہ کی آنکھیں بند نہیں ہوتیں اس کا لازمی اثر اُن کے اخلاق اور ذہن و دماغ پر پڑتا ہے جو پہلے ہی مادیت سے متاثر و مغلوب تھا اور اب اور زیادہ مسموم ہو جاتا ہے اسی لئے اب عربی مدارس کے طلبہ میں وہ اخلاقی و روحانی قدریں نظر نہیں آتیں جو ماضی میں اُن کا طرۂ امتیاز تھیں۔ بزرگانِ دین اور علماء صالحین کو اس طرف خصوصی توجہ دینا ہوگی ورنہ علوم دینیہ کا مستقبل سخت خطرہ میں ہے۔

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو مبادیاتِ موضوع کی مناسبت سے درمیان میں آگیا فی الوقت میرا موضوع یہ نہیں ہے میرا موضوع تو حضرت صدر الشریعہ ابوالعُلیٰ سیدی مولانا امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقدس زندگی کے وہ نقوش سامنے لانا ہیں جن کو میری نگاہوں نے موصوف میں دیکھا۔ نواب ابوبکر خاں مرحوم بانی مدرسہ دادوں کا ذکر بھی اسی تسلسل میں آگیا اور اس لئے بھی کہ نواب ابوبکر خاں مرحوم جیسی خدا ترسی اور دینِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی خادم شخصیت

سے بھی حضرت صدر الشریعہ کے عقیدتمندوں کو ایک گونہ معرفت حاصل ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ اِن کیلئے بھی دعائے مغفرت کریں اور یقیناً وہ اس کے مستحق بھی ہیں۔ اور یوں تو چودہ ہزار روپیہ سالانہ کا وقف بالیقیں اُن کا صدقۂ جاریہ ہے۔ نواب صاحب مرحوم نے اس وقف سے عربی مدرسہ قائم کیا اور اُس کا نام "مدرسہ عربیہ حافظیہ حضرت حافظ خیر آبادی کی طرف ہے جو ایک اچھے بزرگ تھے اور نواب صاحب ان سے بیعت تھے۔ سعیدیہ کی نسبت نواب صاحب مرحوم کے والد کی طرف ہے۔ نواب صاحب مرحوم کو علم دین حاصل کرنے والے طلبہ کے ساتھ بڑی محبت تھی مرحوم حصول ثواب آخرت کیلئے طلبہ کی بڑی ناز برداری فرماتے تھے اُن کی ذرا سی تکلیف بھی اُن پر بڑی شاق گذرتی علاوہ وظیفۂ ماہانہ حسب موقع و منشار داد و دہش کا سلسلہ بھی جاری رہتا حتیٰ کہ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اگر نواب صاحب کی خوشنودی اور رضا مطلوب ہے تو نواب صاحب کے طلبہ کو خوش کرنا چاہیے۔ لیکن نواب صاحب مرحوم کی اس محبت، اخلاص اور نوازشات کا طلبہ نے غلط فائدہ اٹھایا اور بجائے اس کے کہ وہ محنت، لگن اور کامل توجہ کے ساتھ حصولِ علم میں منہمک ہو جاتے اُن کا رجحانِ طبع تضیع اوقات، خوش گپیوں اور لہو و لعب کی طرف ہو گیا۔

مدرسہ میں میرے داخلہ کے ایک سال بعد ہی نواب ابوبکر خاں مرحوم بانیٔ مدرسہ کا انتقال ہو گیا اُنکے بعد مدرسہ کی تولیت، انتظام و انصرام نواب صاحب مرحوم کے برادر حقیقی جناب حاجی غلام محمد خاں شیروانی مرحوم رئیس موہن پورہ ضلع ایٹہ کے ہاتھوں میں آئی حاجی میاں مرحوم حضرت حافظ خیر آبادی سے بیعت تھے اور ایک صوفی صفت انسان تھے۔ دسترخوان وسیع اور ہاتھ کھلا ہوا، علم دوست اور علماء و صلحاء کے عقیدتمند اور قدردان، دین کی طرف خاص رغبت اور صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند تھے۔ ساری زندگی شیخ کے قدموں میں گذاری اور وہیں یعنی خیر آباد شریف میں انتقال فرمایا۔ نعت گوئی سے خاص شغف تھا" دیوانِ حافظی" آپ کا مجموعۂ نعت ہے جو مطبوعہ ہے۔ متولی ہونے کے بعد آپ نے مدرسہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ اور مدرسہ کی تعلیمی حالت کو بہتر سے بہتر بنا دیا۔ سب سے پہلے آپ نے قابل ترین صدر مدرس کا انتظام فرمایا۔

اگر کسی عربی مدرسہ میں دورۂ حدیث نہیں ہوتا تو حقیقت میں اُس مدرسہ کی کوئی اہمیت نہیں اور "دورۂ حدیث شریف" بغیر کسی کامل و ماہر شیخ الحدیث کے ناممکن۔ مدرسہ عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں میں اُسوقت سب سے بڑی کمی یہ تھی کہ صدر مدرس میں وہ صلاحتیں نہ تھیں جو دورۂ حدیث کی تعلیم کیلئے ضروری ہیں۔ میں احتراماً اُن بزرگ کا نام نہیں لینا چاہتا جو اُس وقت اس منصب پر تھے نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے دور میں کوئی طالبعلم بھی لائق و فائق اور حقیقی استعداد کا مالک نہیں نکل سکا اور مدرسہ کا ماحول قطعاً غیر درسی بن گیا جہاں تعلیم سے زیادہ تفریحی مشاغل کا غلبہ تھا۔ حاجی میاں مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انھوں نے مدرسہ کو اس کی حقیقی روح واپس کردی اُنھوں نے متولی ہونے کے بعد سب سے پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ ایک ماہر و کامل صدر مدرس تلاش کیا جس کے علم کا شہرہ اور اُس کی عظمت و علمی وجاہت ہندوستان گیر تھی یعنی سیدی ابوالعُلیٰ صدر الشریعۂ حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بڑی کوشش

اور جد و جہد کے بعد دادوں تشریف لانے پر آمادہ کرلیا اور بڑی قدر و منزلت کے ساتھ لے کر آئے اُس زمانہ میں جب چاندی کا اصلی سکہ جاری تھا اور جس زمانہ میں حکومت کے افسران کو بھی ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ بمشکل ہی ملتا تھا حاجی میاں مرحوم حضرت صدر الشریعہ کو اس مشاہرہ پر لائے۔ حاجی میاں مرحوم نے علم و اہلِ علم کی جو قدر دانی فرمائی انشاء اللہ تعالیٰ وہ اُنکی عاقبت کا ذخیرۂ عظیم بنے گی۔ وہ طلبہ جو علم کے پیاسے تھے اور جن کی روح علوم دینیہ کے حصول کے لئے بے چین تھی حاجی میاں مرحوم کے اس احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے درحقیقت مرحوم کے اس حُسنِ انتظام اور دینی خدمت کے جذبہ نے نہ معلوم کتنے طلبہ کی دنیا و دین کو سنوار دیا اور اُن کے مستقبل کو تباہی سے بچالیا۔ وہ حضرت صدر الشریعہ کے فیوضِ علم سے دنیا و دین کی برکتوں سے مستفید ہوئے مولائے کریم رؤف و رحیم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں نواب صاحب مرحوم و حاجی میاں مرحوم کو اپنی رحمتوں، بخششوں اور برکتوں سے نوازے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

"ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی دادوں تشریف آوری

یہ غالباً ۱۹۳۶ء کی بات ہے جب محترم جناب حاجی غلام محمد خاں عرف حاجی میاں مرحوم بڑے فخر و انبساط کے ساتھ حضرت صدر الشریعہ کو دادوں لے کر آئے اُن کا یہ فخر بالکل بجا تھا کیونکہ آپ کی تشریف آوری سے نہ صرف مدرسہ بلکہ دادوں کی یہ چھوٹی سی بستی ہندوستان گیر شہرت و عظمت کی حامل بن گئی جس کا نام آج تک بڑے بڑے علماء کی زبان پر آتا رہتا ہے۔ تشنگانِ علم دور دور سے کھنچ کر دادوں پہونچنے لگے تاکہ حضرت صدر الشریعہ سے شرفِ تلمذ حاصل کریں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے سوکھی کھیتی پر ابر رحمت برسا اور خزاں رسیدہ چمن میں بہار آگئی۔

حضرت صدر الشریعہ مدرسۂ دادوں میں بحیثیت صدر المدرسین و شیخ الحدیث تشریف لائے آپکی آمد سے دار العلوم میں علوم و عرفان کی بارشیں ہونے لگیں وہ دار العلوم جہاں غیر درسی غیر علمی مصروفیات کو غلبہ حاصل تھا اور جہاں کی فضاؤں میں تفریحی مشاغل کی گونج تھی اور جہاں مباحثہ و مکالمہ کے موضوعات فٹ بال اور اسی سلسلہ میں کھیلے جانیوالے مقامی و بیرونی مقابلے اور اُن مقابلوں میں حصہ نے طلبہ کے فنی کردار نیز نواب صاحب مرحوم کے مراحم خسروانہ اور نوازشاتِ کریمانہ وغیرہ ہوتے تھے اب یہ موضوعات بدل چکے تھے اور ان کی جگہ علمی مباحث نے لے لی تھی جو دار العلوم کا حقیقی مقصد تھا۔ اب دار الاقامہ میں منطق، فلسفہ، فقہ، حدیث، تفسیر، معانی و بیان اور نعت و ادب کے مسائل پر گفتگو ہوتی یقیناً یہ آپ کا عظیم اور محسوس روحانی تصرف تھا کہ بغیر کسی ظاہری جد و جہد اور سعیٔ اصلاح کے فرسودہ ماحول یک لخت تبدیل ہو گیا۔ طلبہ کا ذہن تفریحی مشاغل، غیر درسی امور اور علم دشمن مصروفیات سے ہٹ کر حصولِ علم کی طرف مائل ہو گیا اور اب دار العلوم اپنے حقیقی مقاصد کے ساتھ اپنی صحیح شکل و صورت میں نظر آنے لگا۔ ایک ہی سال میں مدرسہ عربیہ

دادوں کی دھوم مچ گئی اور اسے ہندوستان گیر شہرت حاصل ہوگئی مدرسۂ دادوں کے فارغ التحصیل طلبہ علمِ دین کے معیاری وقابلِ اعتماد فضلاء شمار کئے جانے لگے۔ اور مولانا کی علمی عظمت وجلالت کا سکہ اس اطراف ونواح میں بھی جاری ہوگیا نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی مرحوم جو خاندانِ شیروانیاں کے بڑے علماء میں سے ہیں اور صاحب مطالعہ وصاحبِ تصنیف وتالیف ہیں اُن کو بھی حضرت صدرالشریعہ کی عظمت کا اعتراف تھا اور وہ اعتراف کیوں نہ کرتے جب مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمہ جیسے جید واعظم العلماء آپ کی عظمت کو تسلیم فرماتے تھے۔

حضرت صدرالشریعہ کی عظمت وشہرت میں "بہارِ شریعت" نامی کتاب کی تالیف نے زبردست اضافہ کیا۔ مولانا کی یہ کتاب اُردو زبان میں ہے اور اسکے سترہ حصّے ہیں آج تک یہ بے مثل کتاب ہے اور اپنی خصوصیات میں منفرد ہے۔ مولانا کا یہ علمی کارنامہ ہی آپ کی عظمت اور علمی مہارت کی ناقابلِ انکار دلیل ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آخرت کے لئے "خیرالزاد" ثابت ہوگا۔

مسائل فقہیہ پر لکھے ہوئے آپ کو بہت سی کتابیں، رسالے اور کتابچے ملیں گے جن میں احکام شریعت اردو زبان میں بیان کئے گئے ہیں لیکن اُن میں سے ہر کتاب اور رسالہ کسی ایک خاص موضوع سے متعلق ہے مثلاً کسی میں صرف عقائد ہیں، کسی میں فرائض اسلام کے ضروری مسائل اور کسی میں فقط نماز وروزہ کے مسائل بیان کئے گئے ہیں زیادہ سے زیادہ کوئی ایسی کتاب مل جائے گی جس میں فرائض وارکان اسلام کے مسائل قدرے تفصیل ووضاحت سے بیان کئے گئے ہوں اور ان تمام تصنیفات میں زیادہ تر کتابوں میں مسائل بیان کرنے کا انداز اس قسم کا ملے گا جیسے کو متبع شریعت بانیٔ شریعت لکھ رہا ہو۔ نہ اُن میں قرآن کا حوالہ نہ حدیث کا اور نہ اعاظم واکابر فقہائے کرام کا اسی لئے ایسی کتابیں نہ قابلِ اعتماد وبھروسہ ہیں اور نہ لائقِ تقلید۔

بہارِ شریعت کی عظیم تر خصوصیت یہی ہے کہ اس میں ہر موضوع کو آیاتِ قرآنی اور احادیث مقدسہ سے ثابت کیا اور اُس کے بعد فقہ کی معتبر ومستند کتابوں کے حوالہ سے مسائل کو بیان کیا گیا ہے اس کتاب کے مطالعہ سے دین سے لگاؤ اور عمل کی طرف رغبت ہوتی ہے اور پڑھنے والے کے اندر دین وایمان کی اور عقائد میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور اس یقین کو حاصل ہوتی ہے کہ "دینِ اسلام ایک کامل ضابطہ ہے جس میں انسانی معاشرے کی جملہ ضروریات کا تسلی بخش حل موجود ہے اور جو انسانی زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کرتا ہے"۔

بہارِ شریعت کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ذہن نشین ہوجاتی ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات انسانی زندگی کی ضروریات کا پورا پورا احاطہ کرلیتی ہیں حضرت صدرالشریعہ نے بہارِ شریعت کے ذریعہ احکام سے متعلق آیاتِ قرآن حکیم، احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور فقہ اسلامی کو اردو میں منتقل کردیا بہارِ شریعت کی یہی عظمت اور بلندی ہے جو اُسے دوسری فقہی کتابوں میں منفرد مقام عطا کرتی ہے۔

... صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا امت مسلمہ ہندیہ پر یہ احسانِ عظیم ہے جس کا بدلہ دینا انسان کے بس کی بات ... اللہ رب العالمین ارحم الراحمین اپنے محبوب سید المرسلین ... علی المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں آپ ... سعی قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں آپ کا درجہ بلند ... ئے۔ آمین ثم آمین ـــ

جس وقت حضرت صدرالشریعہ کا ورود مسعود ... دادوں میں ہوا اُس وقت یہ ناچیز کاتب السطور ... ابتدائی درجات کا طالب علم تھا۔ ہدایۃ النحو قلیوبی علم الصیغہ ... کتابیں زیر درس تھیں اور اُس وقت رفقاء جماعت ... (۱) مولانا محمد خلیل خاں مارہروی جو حیدرآباد ... سندھ میں تھے اور "دارالعلوم برکاتیہ" کے بانی وموسس ہیں ... (۲) مولانا حافظ غلام ربانی برادر خورد حضرت مولانا سید ... غلام جیلانی جو اس وقت بھی دادوں میں ہیں اور ... مدرسہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ (۳) حافظ محمد اکرام اللہ ... خاں شیروانی برادر نسبتی نواب محمد مزمل اللہ خاں شیروانی ... رہنونہ ضلع علی گڑھ جو اس وقت کراچی میں کوئی کاروبار کرتے ... ں تعلیم نامکمل رکھی (۴) عبدالرشید انصاری گنج ڈونڈوارہ ... ضلع ایٹہ انھوں نے بھی تعلیم ناتمام چھوڑ دی اس وقت ... اپنے وطن میں ہیں اور کسی تھوک فروش کے یہاں کام ... کرتے ہیں (۵) مولوی حافظ اخترالزماں شیروانی حسن پور ... ضلع علی گڑھ یہ اس وقت سہاور میں ہیں اور تجارتی کاروبار ... کرتے ہیں (۶) خود یہ کاتب السطور جو اس وقت مسلم ... یونیورسٹی سٹی ہائی اسکول علی گڑھ کے اساتذہ درجہ اوّل ... میں سے ہے۔ اُس کے بعد سالہائے مابعد میں (۱) مولانا ... حافظ نجیب الاسلام ادری ضلع اعظم گڈھ جو اس وقت ضلع اعظم گڈھ ہی میں مدرس عربی ہیں (۲) مولانا الحاج الحافظ مبین الدین فاروقی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث (۳) مولانا الحاج الحافظ القاری الحکیم محبوب رضا خاں بریلوی جو اس وقت کراچی میں کسی مسجد جامع میں خطیب تھے اور طبابت بھی کرتے تھے (۴) مولوی شمس الدین آنولہ ضلع بریلی کا اضافہ ہوا۔

حضرت صدرالشریعہؒ کو دادوں تشریف لائے ہوئے غالباً تین سال گذر چکے تھے لیکن ہنوز ہماری کوئی کتاب حضرت کے درس میں نہ تھی ہماری شدید خواہش اور تمنا تھی کہ کم ازکم ہماری ایک کتاب تو ضرور حضرتؒ کے درس میں ہو اور ہمیں بھی شرفِ تلمذ حاصل ہوجائے لیکن آپ کو بڑی جماعتوں اور بڑی کتابوں سے ہی فرصت نہ تھی ہم جملہ رفقاء جماعت نے طے کیا کہ سب کو ملکر درخواست کرنی چاہیئے کہ حضرت ہماری بھی ایک کتاب اپنے درس میں رکھ لیں اور ہمیں بھی شرفِ تلمذ سے سرفراز فرمائیں۔ سب ملکر حاضرِ خدمت ہوئے بہ مشکل عرض کیا کیونکہ حضرت کا عالمانہ جاہ وجلال اور رعب ودبدبہ اس قدر تھا کہ بات کرنے کا حوصلہ مشکل سے ہوتا تھا۔ حالانکہ میں نے پورے زمانۂ حاضری میں آپ کو کبھی کسی پر ہاتھ اٹھاتے اور مارتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن اس کے باوجود آپ کے سامنے آنا بھی دشوار تھا اور نگاہ اُٹھا کر بات کرلیں یہ کسی کا حوصلہ نہ تھا۔

ابتداءً حضرتؒ نے اظہار آمادگی نہ فرمایا کیونکہ واقعۃً اوقات فرصت کمیاب تھے لیکن ارکان وفد بھلا کب ناامید ہونے والے تھے درخواست بار بار پیش کرتے

رہے۔ اشتیاق بڑھتا گیا، آرزو جوان ہوتی گئی اُمید و نااُمیدی کے ملے جذبات نے قلب پر رقت طاری کردی حتیٰ کہ حضرت صدر الشریعہ کا جذبۂ رحم اُبھر آیا اور شفقتِ بے پناہ سے درخواست درجۂ قبولیت کو پہونچی۔ ادب و احترام مانع نہ ہوتا تو ہم لوگ وفورِ مسرت سے اُچھلنے لگتے۔ ہماری سب سے پہلی کتاب جو حضرتؒ کے درس میں آئی وہ منطق کی مشہور کتاب "ملا حسن" تھی۔

حضرت صدر الشریعہ کا طریقۂ تعلیم اور فیض روحانی

بوقت درس کوئی کتاب حضرت کے سامنے نہ ہوتی تھی بجز کتب تفسیر و احادیث کے کہ ادباً و احتساباً وہ سامنے رہتی تھیں حضرت علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ "وہ ایک لائق استاذ نہیں جو تعلیم دینے میں کتاب سامنے رکھنے کا محتاج ہو حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی یہ بات اپنی جگہ قطعاً صحیح تھی کیونکہ جب استاد عمیق مطالعہ اور مضمون کے مالہ وما علیہ پر وسیع غور و فکر کے بعد پڑھائیں گے تو مضمون خود بخود ذہن میں محفوظ ہو جائے گا اور جب یہ عمل بار بار ہوگا تو تھوڑی مدت ہی میں معلم کتاب پر حاوی ہو جائے گا اور پھر کتاب سامنے رکھنے اور دیکھ کر پڑھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس معلم کو کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے جس نے مطالعہ نہ کیا ہو یا وہ مضمون پر حاوی نہ ہو۔

حضرت کا طریقۂ تعلیم یہ تھا کہ اول کوئی ایک طالبعلم عبارت خوانی کرتا اور جتنا سبق پڑھنا ہوتا دو صفحے تین صفحے ایک ساتھ عبارت پڑھ لی جاتی پھر حضرت تشریح مطالب فرماتے۔ طلبہ کو عام اجازت تھی کہ وہ سوالات کریں جوابات وافی و کافی ملتے طلبہ کو ہر گونہ اطمینان ہو جاتا لیکن عبارت خوانی ہی حضرت کے درس میں "کلاے دارد" والا معاملہ تھا کیونکہ عبارت کی غلطی کو حضرت نہ کبھی نظر انداز فرماتے نہ اس معاملہ میں عفو و درگذر سے کام لیتے گرفت سخت ہوتی تھی صرف و نحو کے بیشتر قاعدے سوالات کی زد میں آجاتے تھے نہ صرف غلط خواں لرزہ براندام ہوتا باقیوں کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو جاتی تھی۔ اظہار ناراضگی بھی اس انداز میں ہوتا کہ ایک چلو خون خشک ہو جانے میں کوئی مبالغہ نہیں۔ حالانکہ عبارت خوانی کے لئے ہر طالب علم کا سلسلہ وار ایک دن مقرر تھا لیکن اکثر طلبہ خوف سے اپنا نمبر چھوڑ دیتے تھے مولانا محمد خلیل خاں اکثر کی ڈھال تھے اگرچہ عبارت خوانی اُن کی مکمل طور پر صحیح نہ تھی تاہم وہ اتنے باحوصلہ تھے کہ سب کے بدلے کی ناراضگی برداشت کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے رفقار میں صرف مولانا حافظ مبین الدین تھے جو غلط خوانی سے محفوظ تھے شاذ و نادر ہی عبارت میں غلطی ہوتی۔ یہ فقیر کاتب السطور اپنے نمبر پر ہمیشہ پوری تیاری کرتا اُس شب جسکی صبح عبارت خوانی کا نمبر ہوتا سوائے "ملا حسن" کسی دوسری کتاب کا مطالعہ نہ کرتا لیکن جب پڑھنے کا وقت آتا حوصلہ ہار دیتا۔ اپنی بنیادی کمزوری یہ تھی کہ قواعد صرف و نحو تو یاد تھے لیکن اُن کے نفاذ و اجرار کی مشق نہ تھی اس لئے عبارت خوانی میں اکثر و بیشتر غلطیاں نکلتی تھیں۔ آخر اس طرح کب تک کام چل سکتا تھا مولانا محمد خلیل خاں کی ہمت نے جواب دیدیا اور وہ درحقیقت یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ "میں دوسروں کے عوض ناراضگی کیوں اُٹھاؤں اور ڈانٹ کیوں کھاؤں۔" نتیجہ یہ ہوا کہ

ایک دو کو چھوڑ کر باقی تمام رفقار درس نے اپنی اپنی باری پر عبارت خوانی شروع کردی۔ لیکن ڈانٹ کھانے اور ناراضگی برداشت کرنے کا حوصلہ اس فقیر کو نہ تھا لہٰذا اپنے نمبر پر کتاب کا مطالعہ پورے غور و خوض سے کیا اور یہ کام حسب معمول لگا کر دو تین دن پہلے ہی سے شروع کر دیا اعراب کو درست کیا اور وجوہات اعراب حافظہ میں رکھیں اور اس سلسلہ میں سابقہ آموختہ صرف و نحو کی کسی کسی جگہ باز خوانی بھی کی اور اللہ کا نام لے کر اعتماد کے ساتھ اپنے نمبر پر عبارت خوانی شروع کی پہلے دن کی حالت قابل دید تھی ممکن ہے کہ میرے رفقار کو اس کا احساس نہ ہوا ہو لیکن مجھے تو اب تک یاد ہے (حالانکہ اس واقعہ کو پورے ۳۳ سال گذر چکے ہیں) کہ دل میں خوف، چہرہ پر گھبراہٹ، آنکھوں کے نیچے اندھیرا سا زبان میں لکنت اور لڑکھڑاہٹ جیسے غیر مانوس الفاظ ادا کرنا پڑ رہے ہوں غرض اس عالم میں پہلے دن عبارت پڑھی الحمدللہ تعالیٰ کہ کوشش کامیاب رہی پھر تو جھجک نکل گئی اور میں بلا تکلف عبارت خوانی کرنے لگا۔

یہ محض حضرت صدر الشریعہؒ کا روحانی تصرف اور فیض باطنی تھا کہ یہ فقیر اس قابل ہو گیا کہ نہ صرف یہ کہ عبارت صحیح پڑھ سکے بلکہ اُس کا مطلب بھی سمجھ لے اگر حضرت کی توجہ خاص نہ ہوتی تو مجھے آج بھی یقین ہے کہ میرا مستقبل تاریک و تباہ ہو جاتا نہ میں کسی قابل ہوتا اور نہ کوئی علمی استعداد پیدا ہوتی۔ حضرت صدر الشریعہؒ کے صرف ایک کتاب کے درس نے میری علمی استعداد میں ہمہ جہت اضافہ کر دیا اور میرے اندر زبردست قوتِ اعتماد پیدا ہو گئی اب تو میں منطق، فلسفہ، ادب فقہ، حدیث اور تفسیر غرض جملہ علوم کی کتابوں کی عبارات صحیح پڑھنے لگا، سمجھنے لگا اور مطالعہ میں لطف آنے لگا۔ اسی طرح میرا مستقبل تباہی سے بچ گیا اور تعلیم و تعلم کی حقیقی استعداد پیدا ہو گئی۔ الحمدللہ تعالیٰ کہ حضرت کے فیض علم سے حصہ ملا۔ حضرت ہی کے حضور دستار بندی ہوئی اور حضرت ہی کی زیر سرپرستی دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں اس سے قبل یہ ناچیز شہر گجرات پنجاب کے ایک عربی مدرسہ میں دو سال خدمت انجام دے چکا تھا اور ۱۹۴۷ء سے تادمِ تحریر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ دینیات میں خدمت انجام دے رہا ہے اور یقیناً حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا فیض روحانی ہے کہ راقم الحروف اپنے رفقار معلمین میں باوقار و باامتیاز ہے فالحمدللہ تعالیٰ جلّ وعلا۔

غالباً ۱۹۳۸ء لغایتہ ۱۹۴۲ء پانچ سال راقم الحروف کو مولانا علیہ الرحمہ کے حلقۂ درس میں شریک رہنے کا موقع ملا درحقیقت مولانا ایک بحر ناپیدا کنار تھے جملہ علوم منقول پر حاوی درسیات و فقہیات پر آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور درس و تدریس پر عبور کامل حاصل تھا طالب علم نے عبارت پڑھی اور مولانا نے معانی و مطالب پر جامع و مدلل اور پر مغز تقریر فرمادی۔ انداز ایسا تھا کہ ہر مشکل سے مشکل مسئلہ آسانی کے ساتھ دل نشین ہو جائے اور یہ بھی مولانا کا ایک عظیم روحانی کرشمہ تھا کہ طالب علم کا ذہن درس سے غیر حاضر نہ ہونے پاتا تھا۔ ہر مضمون اور ہر علم کو اس طرح پڑھاتے گویا اسی علم میں آپ کو خصوصی مہارت ہے پانچ سال کی لمبی مدت میں ہم قطعاً یہ امتیاز نہ کر سکے کہ مولانا علوم منقول و معقول میں سے کس علم پر زیادہ مہارت رکھتے ہیں ہر علم کی تدریس مساوی تھی۔

مولانا علیہ الرحمہ کے معمولات

علی الصباح وقت مسنون میں آپ نماز فجر باجماعت ادا فرماتے اور مختصر سے وظیفہ کے بعد تلاوت قرآنِ حکیم میں مشغول ہوجاتے، طلوع آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رہتا اور اشراق کا وقت ہوجانے پر نماز اشراق ادا فرماتے پھر حویلی (گھر) تشریف لے جاتے، ناشتہ فرماتے اور صحیح وقت پر پابندی کے ساتھ مدرسہ تشریف لے آتے اوقاتِ مدرسہ میں آپ کا کوئی گھنٹہ خالی نہ رہتا پورے وقت درس جاری رہتا۔ درسِ حدیث اس درجہ انہماک و استغراق کے ساتھ ہوتا تھا کہ آپ کو کسی آنے اور جانے والے کی بھی مطلق خبر نہ ہوتی اس استغراق میں علمِ حدیث کیساتھ مولانا کے ادب و احترام کو بڑا دخل تھا۔ ایک بار متولی مدرسہ جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب مرحوم کسی بد باطن کی حاسدانہ شکایت پر برائے تحقیق و معائنہ درجہ میں تشریف لائے درسِ حدیث پاک کا سلسلہ جاری تھا حضرت کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ متولی صاحب قریب ہی دروازہ پر کھڑے تھے لیکن آپ کو اُس طرف قطعاً توجہ نہیں ہوئی وہ خاموش واپس تشریف لے گئے اور مولانا کے خلوص، استغراق للّٰہیت اور روحانیت سے بیحد متاثر ہوئے بعد میں جب متولی صاحب کے تشریف لانے کی اطلاع مولانا کو دی گئی تو مولانا نے قدرے استعجاب کے ساتھ سکوت فرمالیا۔

مدرسہ میں معمولات درس سے فارغ ہوکر چھٹی کے بعد آپ حویلی تشریف لے جاتے اور دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوکر قیلولۂ مسنونہ ادا فرماتے اور نماز ظہر باجماعت سے فراغت پانے کے بعد آپ مطالعۂ کتب میں مشغول ہوجاتے اُسی دور میں آپ نے "بہار شریعت" کے باقی ماندہ حصوں کی تکمیل فرمائی۔ نماز عصر ادا فرمانے کے بعد آپ بستی سے باہر چہل قدمی کے لئے تشریف لے جاتے اس وقت ذہین و شوقین طلبہ کا ایک گروہ آپ کے جلوس ہوتا تھا اور یہ وقت بھی آپ کا علمی مذاکرات میں گذر جاتا تھا طلبہ کو اس چہل قدمی سے بھی عظیم فوائد حاصل ہوتے لیکن بعد میں کمزوریٔ صحت کی وجہ سے چہل قدمی کا یہ سلسلہ آپ کو موقوف کردینا پڑا۔ نماز مغرب سے فارغ ہوکر آپ صلوۃ اوّابین ادا فرماتے اور طعامِ شب فارغ ہوکر مطالعۂ کتب میں مصروف ہوجاتے، نماز عشار کے بعد بھی مطالعۂ کتب جاری رہتا کبھی کبھی طلبہ کی نگرانی کیلئے حویلی سے باہر بھی تشریف لاتے اگرچہ طلبہ کی مصروفیات و معمولات اور مطالعہ کیلئے مولانا امین الدین جھروی مرحوم مستقل نگراں تھے تاہم حضرت بھی کبھی کبھی دار الاقامہ کا معائنہ فرمالیتے تھے۔

مجھے سات سال کے عرصہ میں ان گنت بار مولانا علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا لیکن میں نے آپ کی مجلسوں کو اُن عیوب سے پاک پایا جو عام طور سے بلا امتیاز عوام و خواص ہمارے معاشرے کا جزو بن گئے ہیں مثلاً غیبت، چغلی، دوسروں کی بدخواہی، عیب جوئی وغیرہ آپ کی زندگی نہایت پاک و صاف اور مقدس تھی مجھے آپ کی زندگی میں دروغ بیانی کا کبھی شائبہ بھی نہیں گذرا۔ جہاں تک میرا علم ہے آپ کے معمولات قرآن و سنت کے مطابق تھے گفتگو بھی نہایت

صاف ستھری اور مہذب ہوتی کوئی ناشائستہ یا غیر مہذب لفظ استعمال نہ فرماتے اسی طرح معاملات میں بھی آپ نہایت صاف تھے۔ آپ کا ہر معاملہ شریعت مطہرہ کے احکام کے ماتحت تھا۔ دادوں میں قیام کے دوران کا میں عینی شاہد ہوں کہ آپنے کبھی کسی کے ساتھ بد معاملگی نہ کی نہ کسی کا حق رکھا۔

چونکہ آپ خود احکام شریعت کا اتباع فرماتے تھے اس لئے اگر آپ کے ساتھ کوئی بد معاملگی کرتا تو اس پر آپ اظہار ناراضگی فرماتے مثال کے طور پر اگر کوئی طالب علم بھاؤ اور وزن وغیرہ معلوم کئے بغیر (جن کا ازروئے شریعت بوقت بیع و شرا معلوم کرنا ضروری ہے) کوئی چیز خرید کر لاتا تو اس پر اپنی سخت برہمی کا اظہار فرماتے اس طریقہ سے طلبہ اور معاملہ دار کی شرعی تربیت بھی ہوجاتی تھی یہ مولانا علیہ الرحمہ کی للّٰہیت اور خلوص محبت تھی کہ آپ جس طرح طلبہ کی روح اور علم کی تربیت فرماتے تھے اُسی طرح معاملات کی بھی عملی و علمی تربیت فرماتے تھے۔

مولانا علیہ الرحمہ کی خانگی و ازدواجی زندگی بھی شریعت مطہرہ کے مطابق تھی۔

ہمارے ہندوستان کی سماجی زندگی میں "سوتیلے" کا عجیب تصور ہے ایک باپ سے دو ماؤں کے بچے بالعموم باہم حُسنِ سلوک سے نہیں رہ سکتے نہ صرف یہ کہ اُن میں باہم حُسنِ سلوک نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسرے کو نفرت، عداوت اور بدخواہ کی نظر سے دیکھتے ہیں ہر ایک اُن میں سے اپنے لئے ترجیحی سلوک کا خواہشمند ہوتا ہے اور دوسرے کے ساتھ کم درجہ کا حُسن سلوک بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ دوسری ماں مختلف راہوں سے باپ کو اپنے بچوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کرنے پر آمادہ کرلیتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ پہلی بیوی کے بچوں کو نالائق و ناکارہ اور نااہل قرار دے کر باپ کو اُن سے متنفر کردیتی ہے باپ سے اُنھیں مختلف الانواع تکالیف و اذیتیں دلواتی ہے اور باپ اپنی دوسری بیوی کی سازشوں، مکر اور حیلہ سازیوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ اتباع نفس اور شیطانی جذبات کی مغلوبیت میں باپ اور سوتیلی ماں قیودِ شریعت سے آزاد ہوجاتے ہیں نہ اللہ جل جلالہٗ اور اُس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناراضگی کا کچھ خیال رہتا ہے اور نہ دنیا کی ذلت و رسوائی کا۔ مولانا علیہ الرحمہ کا عمل اس معاملۂ خاص میں بھی احکام شریعت کے مطابق تھا حالانکہ یہ وہ مشکل اور نازک معاملہ ہے جہاں عوام اور دنیا دار تو ایک طرف اصحاب علم و فضل کے قدم بھی ڈگمگا جاتے ہیں لیکن میں نے اس معاملہ میں بھی مولانا علیہ الرحمہ میں کوئی کمزوری نہ پائی مختلف ازواج سے بچے ایک ہی گھر میں ایک ساتھ رہتے اور آپ سب کے ساتھ عادلانہ سلوک فرماتے۔

تعلیم و تربیت

اولاد اور طلبہ کی عملی تعلیم و تربیت کا بھی آپ خصوصی خیال فرماتے تھے آپ کا تقویٰ و تدیّن اس امر کا متحمل ہی نہ تھا کہ کوئی آپ کے سامنے خلاف شرع کام کرے اگر آپ کے علم میں طلبہ یا اولاد کے بارے میں کوئی ایسی بات آتی جو احکام شریعت کے خلاف ہوتی تو

چہرۂ مبارک کا رنگ بدل جاتا تھا کبھی شدید ترین برہمی، کبھی زجر و توبیخ اور کبھی تنبیہ و سزا اور کبھی موعظتِ حسنہ غرض جس مقام پر جو طریقہ بھی آپ مناسب خیال فرماتے استعمال میں لاتے تھے۔

مولانا عبد المصطفےٰ صاحب ازہری دارالعلوم امجدیہ کراچی میں شیخ الحدیث تھے اور علم حدیث میں اُن کی خاص نگاہ تھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں یہ شروع ہی سے نہایت ذکی الطبع قوی الحفظ، ذہین اور علمی لحاظ سے بڑے نکتہ سنج و نکتہ فہم تھے ان کا ظاہر ریا سے پاک اور باطن ظاہر سے بہت بہتر تھا۔ نہایت کم عمری میں انھوں نے علوم عربیہ دینیہ حاصل کر لئے اور دورۂ حدیث سے فراغت پائی ان کی صلاحیتوں کے پیش نظر مولانا کو انکی ذات سے بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں اسی لئے مولانا نے انھیں جامعۂ ازہر (مصر) مزید تعلیم کے لئے بھیجدیا لیکن جامعۂ ازہر کا ماحول اُس وقت تک بدل چکا تھا اور وہاں مغربی استعمار اپنی بے دین تہذیب کا اثر ڈال رہا تھا۔ مصری قوم مغربی تہذیب کے شکنجہ میں تھی مغربی لباس اور حلق لحیہ کا فیشن ترکی کی طرح وہاں بھی عام ہو چکا تھا۔ مولانا عبد المصطفےٰ صاحب جس وقت مصر گئے اُن کی عمر دو دہائی سے زیادہ نہ تھی جو عین اثر پذیری کا زمانہ ہوتا ہے اس لئے اُن کا اس ماحول سے متاثر نہ ہونا بڑا مشکل تھا خصوصًا ایسی صورت میں جبکہ اصلاح و تربیت کا خارجی دباؤ مفقود ہو اور اساتذہ نگراں کی طرف سے کسی خفگی یا تنبیہ کا خوف بھی نہ ہو۔ کئی سال کے بعد تعلیم مکمل کر کے جب مولانا عبد المصطفےٰ صاحب مصر سے ہندوستان واپس ہوئے تو ظاہر ہے کہ مولانا کی مسرتوں کی کوئی انتہا نہ تھی جذبۂ دینی اور محبت پدری کے بے پناہ جذبات قلب میں موجزن تھے جامع ازہر میں تعلیم پاکر آنے والے بیٹے کی جو وضع قطع اور شکل و صورت مولانا کے تصورات مذہبی نے قائم کی تھی اصلیتِ حقیقت نے اسکی تصدیق کی نہ تطبیق اس لئے مولانا کے چہرۂ مبارک پر صاحبزادے سے ملاقات کے بعد خوشی و مسرت کے وہ آثار نہ تھے جو ایسے موقعہ پر ہوتے ہیں مولانا عبد المصطفےٰ صاحب ازہری ازہر سے جو سرمایۂ علم لے کر آئے اُس کا اظہار تو بعد میں ہوتا تھا سب سے پہلی چیز جو فوری طور پر مشہود و محسوس تھی وہ ان کی وضع قطع تھی جو مولانا کی اُمیدوں اور اُمنگوں کے خلاف تھی اس کا اثر آپ کے قلب مبارک پر اتنا شدید تھا کہ بہ ادنیٰ تأمل محسوس کیا جا سکتا تھا لیکن آپ نے جلد ہی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی اور زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ دیکھنے والوں نے مولانا کے تصرف روحانی کا اثر دیکھا مولانا عبد المصطفےٰ صاحب ازہری بہت جلد اس فیض روحانی سے مستفید ہوئے اور الحمد للہ کہ اُنھوں نے بہت جلد اپنی وضع قطع کو شریعت مطہرہ کے سانچہ میں ڈھال لیا۔ اس طرف سے اطمینان حاصل کر لینے کے بعد ہی مولانا نے مولانا عبد المصطفےٰ صاحب کو خود سے جدا ہونے اور دادوں چھوڑنے کی اجازت دی۔

اصلاح و تربیت کا ایک واقعہ میرے ساتھ بھی پیش آیا جس نے میری زندگی بدل ڈالی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ میرے ننہال کی اکثریت علوم عربیہ دینیہ کی حامل تھی جبکہ ددیہال کی یہ حالت نہ تھی یہ

لوگ زیادہ تر سرکار برطانیہ کی ملازمتوں میں تھے۔ میں اپنے والد مرحوم کی اولاد میں وہ واحد فرد ہوں جس نے علوم عربیہ حاصل کئے جبکہ میرے برادر معظم سیّد افضال احمد صاحب زیدی نے انگریزی تعلیم حاصل کی وہ علی گڑھ میں تعلیم پاتے تھے اور میں علی گڑھ سے تیس میل دور دادوں میں عربی کی تعلیم حاصل کر رہا تھا اور یہ صرف میری والدہ ماجدہ مرحومہ کا فیض کرم ہے کہ میں علم دیں کی نعمت سے بہرہ مند ہوا مرحومہ نیک سیرت، پاک باز، پابند صوم و صلوٰۃ اور علم دین سے محبت رکھنے والی بی بی تھیں اُن کی بڑی تمنا تھی کہ میرے بچے علم دین حاصل کریں میرے برادر معظم کو انگریزی اسکول کے اساتذہ نے انگریزی تعلیم کی طرف راغب کر لیا دوسرا حملہ میرے اوپر کیا لیکن میری والدہ محترمہ مرحومہ کسی قیمت پر مجھے انگریزی تعلیم دلانے پر رضامند نہ ہوئیں اور مجھے میرے برادرِ نسبتی قاری حافظ سید مظفر علی زیدی کی تحریک و تجویز پر مدرسہ عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں میں داخلہ دلا دیا مرحومہ کا بڑا ارمان تھا کہ وہ میرے سر پر دستارِ فضیلت دیکھیں لیکن حکیم مطلق، علام الغیوب ربِّ رحمٰن و رحیم کی مصلحت کہ یہ میری دستار بندی سے چند ماہ قبل بعارضہ کالرا مبتلا ہو کر شہید ہو گئیں انا للہ و انا الیہ راجعون؁ مولائے کریم رؤف و رحیم اُن پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے آمین۔ خیر تو یہ ایک جملہ معترضہ تھا عرض مدعا یہ ہے کہ میرا علی گڑھ کا ماحول مغرب زدہ تھا اور میں خود بھی اس ماحول سے متاثر تھا سبزۂ خط کا آغاز ہوا تو میں نے مغربی تہذیب کے اثر میں اس کو صاف کرنا شروع کر دیا ابتداءً تو مولانا کو اس کا علم نہ ہوا کیونکہ میں اس قدر احتیاط رکھتا کہ مولانا کی نگاہ کے سامنے ہی نہ آتا لیکن تابکے آخر ایک بار حضرت کو شبہ ہو ہی گیا اور بالآخر یہ بات آپ کے علم میں آگئی اب میرے خوف اور پریشانی کی انتہا نہ تھی لیکن چونکہ میرا سلسلۂ نسب سادات سے ہے اور حضرت مولانا سادات کا پاس و ادب ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے اس لئے اگرچہ میری یہ حرکت آپ کی صد ہزار ناراضگی کا باعث تھی تاہم آل رسول ہونے کی نسبت سے میرے لئے ڈھال بن گئی اور بن گئی اور میں آپ کی شدید زجر و توبیخ اور بے پناہ غصہ کی زد سے بچا رہا لیکن حضرت اس سے غافل قطعًا نہ تھے اتفاق ایسا ہوا کہ ایک بار بھریا مہتر غیر حاضر ہو گیا بیمار ہونے کی وجہ سے وہ کئی دن تک نہیں آیا جس کی وجہ سے کمرہ گندہ اور غلیظ ہو گیا جھاڑو تلاش کی تو کہیں نہ مل سکی مجبورًا حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے کمرہ پر حاضر ہوا آپ نے حاضری کی وجہ دریافت فرمائی میں نے سامنے سے ایک طرف چھپتے ہوئے عرض کیا "حضور صفائی کے لئے جھاڑو کی ضرورت ہے" بڑے پیار بھرے لہجہ میں فرمایا "اگر کمرہ میں جھاڑو دینا ہے تو بھریا کو (مہتر کا نام تھا) بلا لے اور اگر منہ پر جھاڑو دینا ہے تو امیر بخش کو (حجام کا نام تھا) بلا لے"، معلوم نہیں کیا وقت تھا اور حضرت کا کیا انداز تھا کہ آپ کے اس سادہ سے جملے نے قلب پر گہرا وار کیا اور اس قدر ندامت ہوئی کہ اُس دن کے بعد سے آج تک داڑھی نہیں منڈائی۔ حضرت سادات کا بیحد احترام فرماتے تھے حالانکہ میں ایک ادنیٰ خادم تھا اور میری بھی دوسرے طلبہ کی طرح یہی کوشش رہتی کہ میں بھی حضرت کی خدمت کیا کروں لیکن آپ ہمیشہ احتیاط فرماتے ہاتھ پیر دبانے کا

موقع مجھے کبھی نہ دیتے بہت اصرار کرتا تو سر میں تیل مالش کرنے پر رضامندی کا اظہار فرماتے میں اسی کو اپنے لئے بڑی سعادت خیال کرتا۔ غرض اس طرح کے بہت واقعات ہیں کہ آپ نے طلبہ کی ذہنی، روحانی، علمی اور عملی تربیت فرمائی اور اُن کا تزکیۂ نفس فرمادیا۔

صبرواستقامت

بارگاہِ ربُّ العزت میں صابرین کا بڑا درجہ ہے اُنکو "اُولٰئِكَ عليهم صلواتٌ من ربّهم ورحمة ط و اُولٰئِكَ هُم المهتدون ط" کی نعمت کی بشارت دی گئی ہے اور فرمایا گیا "اُولٰئِكَ يُجْزَوْنَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ط" (یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے صبر کا اجر دیئے جائیں گے اور جنت میں ان پر سلام وتحیۃ ہوگا) لیکن اسلام نے صابرین کو جتنا بلند اور بڑا درجہ عطا فرمایا ہے عملی زندگی میں صبر کرنا اتنا ہی مشکل اور دشوار ہے یہ صرف مومنین و موقنین ہیں جو ہر تکلیف، ہر مصیبت اور ہر بڑی سے بڑی آفت وبلا کے موقع پر بھی" الحمدللہ" کہتے ہیں اور" اِنّا للہ و انّا الیہ راجعون" پڑھ کر سر تسلیم ورضا خم کردیتے ہیں اور زبان پر قطعًا کوئی حرفِ شکایت نہیں لاتے صبر کی سعادت وتوفیق بھی ربِ جلیل اپنے بندگانِ خاص کو ہی عطا فرماتا ہے۔

میں نے حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صبر واستقامت کا کوہ پیکر پایا اتنے عظیم تر صدمات کم تر ہی دوسروں کو ملے ہوں گے جتنے آپ نے برداشت فرمائے یکے بعد دیگرے آپ نے تین ازواج کے صدمات دیکھے لیکن یہ دادوں تشریف لانے سے پہلے کی بات ہے دادوں تشریف لانے کے بعد آپ کو جو صدمات پہونچے اور جو ابتلا و آزمائش آپ کے رفعِ درجات کے لئے ہوئیں اور اُن پر حضرت نے جس طرح صبر فرمایا خاص طور سے اپنی جوان العمر صاحبزادی "بنّو" کو جس تسلیم ورضا کے ساتھ اس دنیا سے رخصت فرمایا اُسکا نہ صرف یہ کہ راقم الحروف عینی شاہد ہے بلکہ وہ تمام طلبہ اور مدرسین بھی جو اُس وقت موقع پر موجود تھے۔

واقعہ کی تفصیل ہے کہ حضرت مولانا کے بنّو مرحومہ سے قبل کوئی صاحبزادی نہ تھی اس لئے آپ کو اپنی اس بچی کے ساتھ بیحد محبت تھی اور اس لئے بھی کہ یہ بے ماں کی بچی تھی اس کی والدہ حیات نہ تھیں یہ صاحبزادی دادوں میں بیمار ہوئیں، مرض نے طوالت اختیار کی متعدد حکماء کا علاج ہوا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا صحت وافاقہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی ایک دن بعد نمازِ فجر حضرت مولانا نے قرآن خوانی کے لئے طلبہ وحاضرین کو روکا بعد ختم قرآن مجید آپ نے مجلس کو خطاب فرمایا کہ" بنّو کی علالت طویل ہوگئی ہے کوئی علاج کارگر نہیں ہوا اور فائدہ کی کوئی صورت نہیں نکل رہی ہے آج شب میں نے خواب میں دیکھا کہ سرورِ کونین رحمت عالم روحی فداہ گھر میں تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ ہم بنّو کو لینے آئے ہیں" سیدالانام حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں دیکھنا بھی حقیقت میں بلا شبہ آپ ہی کو دیکھنا ہے اس لئے یہ یقین ہے کہ بنّو کی دنیاوی زندگی اب پوری ہوچکی ہے اور اس جہانِ فانی سے وہ اب رخصت ہونے والی ہے مگر وہ بڑی ہی خوش نصیب ہے کہ اُسے آقا و مولیٰ رحمت عالم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم

لینے کیلئے تشریف لائے اور میں نے خوشی سے آپ کے سپرد کیا اور اجازت دی" دعا کے بعد مجلس قرآن خوانی ختم ہوگئی۔ غالبًا اُسی دن یا دوسرے دن بنّو کا انتقال ہوگیا اور حضرت صدرالشریعہ کی یہ لاڈلی بیاری پاکباز اور مقدس بیٹی آپ سے جدا ہوگئی تسلیم ورضا کی منزل میں عظیم صبر واستقامت کے ساتھ آپنے قضاءِ الٰہی کو قبول فرمایا صد ہزار رحمتیں ہوں آپ کی روح پاک پر آمین۔

یاد نہیں رہا کہ بنّو مرحومہ کے انتقال سے قبل یا بعد میں آپ سے سب سے بڑے صاحبزادے جنکی غالبًا تیس سال سے متجاوز تھی حکیم مولوی شمس الہدیٰ کا انتقال ہوا اور اپنے پیچھے ایک بیوہ اور بچے چھوڑے جنکی کفالت کی ذمہ داری بھی حضرت کے کاندھوں پر آئی مرحوم حضرت کے قوت بازو تھے۔ وطن مالوف میں آپ کی عدم موجودگی میں گھر کے جملہ معاملات کا انتظام وانصرام انکی ہی ذمہ داری میں رہتا تھا اور ان کی وجہ سے حضرت کو بڑی بے فکری تھی اِن کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مولوی یحییٰ بعارضہ یرقان مبتلا ہوئے اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا انھوں نے بھی اپنے پیچھے ایک بیوہ اور بچہ چھوڑا ان دونوں کے انتقال سے جو قلبی صدمات حضرت کو پہونچے وہ تو اظہر من الشمس ہیں لیکن ایک بڑی دشواری یہ سامنے آئی کہ وطن کے گھر کا سارا نظام درہم برہم ہوگیا۔ اللہ اکبر صبر ہو تو ایسا ہو کہ اتنے عظیم اور پہاڑ جیسے صدمات، ان کے پیچھے عظیم مسائل مگر زبانِ مبارک پر بجز صبر وشکر کوئی دوسرا لفظ نہ آیا بیشک اللہ جلّ وعلا اپنے نیک بندوں کا شرح صدر فرمادیتا ہے اُن کا حوصلہ بلند فرمادیتا ہے پھر ہر مصیبت اُن کے لئے سہل اور آسان ہوجاتی ہے۔ ایک جوان بیٹی اور دو مددگار جوان بیٹوں کے انتقال کے بعد آپ کے تیسرے جوان العمر صاحبزادے مولوی عطاءالمصطفےٰ مرحوم کا انتقال ہوا جو اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل ہی فارغ التحصیل ہوئے تھے اس طرح تین چار سال کی قلیل مدت میں آپ کے تین جوان صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی نے مفارقت کی لیکن تسلیم ورضا کی منزل سے آپکے قدم استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ آئی ایسے عظیم وشدید صدمات کو برداشت کرلینا کوئی آسان کام نہیں اگر وہ ارحم الراحمین توفیق صبر عطا نہ فرمائے تو معلوم نہیں انسان کیا کرڈالے لیکن آپ سنت نبویہ واسوۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ثابت قدم رہے۔ میں نے دیکھا کہ مولوی عطاءالمصطفےٰ مرحوم کی موت کے بعد سے آپ کمر پکڑ کر اُٹھنے لگے تھے اور دھیرے دھیرے آنکھوں کی بینائی میں بھی ضعف پیدا ہوگیا تھا جس کی وجہ سے آخر میں آپ نے تدریس کا کام چھوڑ دیا اور ذکر اللہ میں استغراق رہنے لگا۔ آپ ضرور مرتبۂ ولایت پر تھے کیونکہ اپنے علم کے مطابق میں پورے وثوق واعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ کا ہر فعل وعمل سنت کی اتباع میں تھا خلاف شریعت امور کا صدور میں نے آپ کی ذاتِ گرامی سے نہیں دیکھا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

عفو ودرگذر

حضرت صدرالشریعہ کو دادوں تشریف لائے

ہوئے غالبًا چوتھا سال تھا کہ مولوی عبدالشاہد خاں صاحب اجمیر شریف سے فارغ التحصیل ہو کر آ گئے یہ حاجی غلام محمد خاں صاحب متولی مرحوم سے بہت قربت رکھتے تھے انھیں کے خاندان سے تھے اور متولی صاحب مرحوم ہی ان کے مربی و محسن تھے اور انھوں نے ہی اِن کو اجمیر شریف تعلیم کیلئے بھیجا اور ان کے جملہ مصارف حصولِ ثواب آخرت کے لئے برداشت کئے۔ مولوی عبدالشاہد خاں صاحب مولانا معین الدین صاحب اجمیری کے تلمیذِ خاص تھے اور انھیں کی خدمت میں رہ کر علوم معقول و منقول حاصل کئے تھے۔ مولانا معین الدین صاحب اجمیری چونکہ سیاسی میدان میں بھی اترے ہوئے تھے اس لئے مولوی عبدالشاہد خاں صاحب بھی اُسی سیاسی جماعت (یعنی مجلس احرار) سے متعلق ہوئے جس کے ساتھ ان کے استاذ کا تعلق تھا اُس زمانہ میں جب حضرت صدر الشریعہ مدرسہ عربیہ اجمیر شریف میں تدریس و تعلیم پر مامور تھے یہ مسئلہ سامنے آیا کہ دار العلوم کا صدر مدرس کون ہو؟ منتظمین مدرسہ و درگاہ شریف کی اکثریت حضرت صدر الشریعہ کے حق میں تھی اور طلبہ کی اکثریت کی حمایت بھی آپ ہی کو حاصل تھی اس کے برخلاف مولانا معین الدین صاحب ٹونکی کے خلاف کچھ شکایات تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ درسگاہ میں صدر مدرس مقرر کر دیئے گئے اور مولانا معین الدین صاحب ٹونکی اپنے چند تلامذہ کو لے کر جن میں مولوی عبدالشاہد خاں صاحب شروانی بھی تھے تارا گڈھ پر قیام پذیر ہوئے اور وہاں ایک چھوٹی سی مسجد میں اپنا تدریسی و سیاسی شغل جاری رکھا۔ دار العلوم اجمیر شریف سے مولانا معین الدین کے معزول ہونے میں اور کثیر تعداد میں طلبہ کے اُنکے درس میں شرکت سے کنارہ کشی کرنے میں اگرچہ حضرت صدر الشریعہ کی کسی ادنیٰ کوشش کو بھی دخل نہ تھا تاہم مولانا معین الدین صاحب اور اُن کے تلامذہ نے ان تمام واقعات کا ذمہ دار حضرت صدر الشریعہ کی ذاتِ گرامی کو ٹھہرایا اور آپ کے خلاف اپنے دلوں میں کدورت، نفرت اور عداوت پیدا کر لی۔ مولوی عبدالشاہد خاں صاحب مولانا معین الدین صاحب کے علمی و سیاسی تلامذۂ خصوصی میں سے تھے اس لئے ظاہر ہے کہ یہ بھی ان جذبات سے پوری طرح متاثر تھے۔ اجمیر شریف سے فراغت پا کر جب یہ واپس آئے تو حاجی میاں مرحوم متولی مدرسہ دادوں نے ان کی قدر افزائی فرماتے ہوئے اِنکو نائب صدر مدرس مقرر فرما دیا مولوی عبدالشاہد خاں صاحب کا ذہن حضرت کی طرف سے صاف نہ تھا اس لئے انھوں نے حضرت کی ذات گرامی کو اپنے جذبۂ انتقام کا نشانہ بنایا۔ مولوی عبدالشاہد خاں صاحب کی تعلیم و تربیت چونکہ سرگرم سیاسی ماحول میں ہوئی تھی اور زمانۂ طالب علمی میں بھی اُنھوں نے سیاست میں پر جوش حصہ لیا تھا اس لئے ان کا ذہن تعلیمی اور مذہبی سے زیادہ سیاسی تھا جس کا عکس اُن کے اعمال و افکار میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے چنانچہ نائب صدر مدرس مقرر ہو جانے کے بعد آتے ہی انھوں نے حضرت صدر الشریعہ کے انتظام و انصرام پر نکتہ چینی اور عیب جوئی شروع کر دی اور ایک ایسی صورتِ حال پیدا کرنی چاہی جو لازمًا تصادم پیدا کرنے والی تھی ان خود ساختہ نکتہ چینیوں اور عیوب و

نقائص پر انھوں نے سیاسی آئی گلاس لگا لیا اور اپنے خصوصی انداز میں متولی صاحب مرحوم کے سامنے پیش کیا اور چاہا کہ اُنھیں حضرت سے بدگمان کر کے مدرسہ سے معزول کرا دیں اور اس طرح اپنے خیال خام کے مطابق اُن واقعات کا انتقام لیں جو اجمیر شریف میں ان کے استاذ مولانا معین الدین صاحب کے ساتھ پیش آئے تھے اور وہاں دار العلوم سے اُن کی معزولی عمل میں آئی تھی۔ متولی صاحب مرحوم دینی جذبہ سے سرشار اور حضرت صدر الشریعہ کی عظمت کے معترف تھے اس لئے اُن پر اِن کا جادو نہ چل سکا اس محاذ پر پسپائی کے بعد انھوں نے متولی صاحب مرحوم سے دھیرے دھیرے جملہ انتظامی امور اپنی طرف منتقل کرا لئے اور ایسی ایسی منتقمانہ کاروائیاں شروع کیں کہ حضرت بددل کہ حضرت بددل ہو کر خود بخود کنارہ کش ہو کر واپس تشریف لے جائیں اور یہ خود صدر مدرس بن جائیں لیکن ع مادرچہ خیالیم و فلک درچہ خیال است

حضرت صدر الشریعہ کی علمی وجاہت دبدبہ و جلال ہر طالب علم کے دل میں جاگزین تھا اور سب ہی طلبہ آپ کا زبردست ادب و احترام کرتے تھے اس لئے یہ حضرت کے ساتھ کوئی گستاخی کرنے کی ہمت تو نہ کر سکے لیکن اس حد پہونچ ضرور گئے تھے۔ مولوی عبدالشاہد خاں صاحب کے اس طریقہ کار نے مدرسہ کا علمی ماحول یکسر بدل دیا سیاسی رنگ غالب آنے لگا اور اندر ہی اندر شورش پرورش پانے لگی تھی اور بڑی جماعت کے طلبہ پر خصوصیت کے ساتھ اس کا زبردست اثر تھا وہ ان کی ان نازیبا حرکات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ اِن عملی زندگی میں نہ تقویٰ تھا نہ تقدس اور نہ دین و شریعت میں جوہر اخلاص ان کی ہر بات ذاتی مصلحت اور سیاسی حکمت عملی کے ماتحت ہوتی تھی جس کا سب ہی کو احساس تھا جبکہ عربی مدارس اور مذہبی ماحول میں صرف تقوے و طہارت ہی کسی استاذ کے ادب و احترام اور اس کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرتی ہے لیکن مولوی صاحب میں یہ وصف قطعًا مفقود تھا۔

حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ اِن کے اس غیر معقول، غیر منصفانہ اور گستاخ طرز عمل نے نہ صرف یہ کہ طلبہ کو ان سے بدظن و منحرف کر دیا بلکہ اُن میں اس درجہ اشتعال پیدا ہو گیا کہ تصادم ناگزیر سا نظر آنے لگا اگر حضرت کی عظیم و بزرگ شخصیت آڑے نہ آ گئی ہوتی تو ممکن تھا کہ حالات ناقابل تصور حد تک بگڑ جاتے اور معلوم نہیں کہ اس دار العلوم کی پیشانی پر کیسا کیسا بدنما داغ لگتا۔

انسان کی دینی و دنیاوی عظمت اور بزرگی ضبط نفس، تحمل اور عفو و درگذر میں ہے اللہ تبارک و تعالیٰ درگزر فرماتا ہے اور عفوٌ غفور ہے اور اسی کی تعلیم قرآن مجید میں ہے۔ خود سرور کونین رسول ثقلین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مقدسہ میں صبر و تحمل اور عفو و درگذر کے بے شمار واقعات ملیں گے چنانچہ اس موقعہ پر حضرت صدر الشریعہ نے اِن صفات میں اتباعِ سنت کا بہترین طریقہ اپنایا حالانکہ آپ کی ذات کو اِن سے شدید اذیت پہونچ رہی تھی اور یہ ہر آن مقابلہ کی صورت پیدا کر رہے تھے لیکن آپ عظیم صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں آپ کے ہمدردوں کا حلقہ جن میں طلبہ

بھی شامل تھے آپ کو حالات بتانے کی کوشش کرتا لیکن آپ سننے سے بھی پہلو تہی فرماتے اور بسا اوقات روک دیتے کیونکہ اس میں غیبت کا عنصر شامل ہو جاتا تھا۔ ایک موقعہ پر ایک ہمدرد نے پرجوش انداز میں کہا کہ "حضور آپ ان کی ان غیر شائستہ حرکتوں کا جواب کیوں نہیں دیتے" آپ نے فرمایا کہ "وہ میرے شاگردوں کے برابر ہیں ان کی حرکتوں کا جواب دینا استاذ کے شایانِ شان نہیں" آپ نے نہ صرف یہ کہ خود درگذر فرمادیا بلکہ مشتعل طلبہ کو بھی کوئی گستاخانہ طرز عمل اختیار کرنے سے باز رکھا طلبہ نے احتراماً "سمعاً وطاعۃً" کہا لیکن طلبہ نے دوسرے مہذب ذرائع سے مولوی صاحب پر یہ ظاہر کر دیا کہ اگر انھوں نے حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ کوئی بھی نامناسب یا غیر شایستہ طریقہ اختیار کیا تو طلبہ نظم و نسق کی ہر پابندی کو توڑ دیں گے۔

حضرت کا یہ صبر و تحمل اور عفو و درگذر اسی وقت سمجھ نہ آتا تھا لیکن آج میں اس پر جتنا غور کرتا ہوں آپکی عظمت میرے قلب و دماغ کی گہرائیوں میں بڑھتی جاتی ہے اتباع اخلاقِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ عملی نمونہ میرے لئے آج بھی مشعلِ راہ ہے اور الحمد للہ کہ بحق مقدور میں اس پر عامل بھی ہوں۔ حضرت کی یہی تو وہ صفاتِ حسنہ تھیں جنھوں نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی عظیم قدر و منزلت پیدا کر دی تھی میرے علم کے مطابق آپ نے نہ کبھی انتقام لیا اور نہ کسی کو انتقام لینے پر ابھارا آپ کی مجلس ہمیشہ علمی ہوتی اِدھر اُدھر کی غیر متعلق باتیں اور فضولیات و تضییع اوقات سے آپ کی مجلسیں پاک صاف تھیں۔

بہارِ شریعت کی تکمیل

جس وقت آپ دادوں تشریف لائے اسوقت تک بہار شریعت کی تصنیف و تالیف مکمل نہ ہوئی تھی یہ تو میرے علم میں نہیں کہ اُس وقت کتنے حصے تالیف ہو چکے تھے لیکن خیال ہوتا ہے کہ شاید طباعت اُسی وقت تک نو یا دس حصوں کی ہوئی تھی (واللہ تعالیٰ اعلم) بہرحال جتنے حصے بھی تصنیف ہو چکے ہوں یہ کتاب مکمل نہ تھی کام جاری تھا باقی حصّوں کی تکمیل دادوں میں ہوئی۔

اس کتاب کی کچھ خصوصیات میں پہلے لکھ چکا ہوں اس کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب کو آپ جتنی بار بھی پڑھیں گے آپکی نگاہ میں اس کی عظمت اور اہمیت و افادیت بڑھتی ہی چلی جائیگی یہاں تک کہ مسائل شریعت کو معلوم کرنے کے لئے یہ ایک ناگزیر ضرورت محسوس ہونے لگے گی۔ عقائد و عبادات سے لے کر معاملات تک اور معاملات میں بھی پیدائش سے لیکر موت تک ہر قسم کے معاملے متعلق فقہی و شرعی احکامات کو اُردو میں مرتب کر دیا ہے ان معاملات سے متعلق احادیث شریفہ اور آیات قرآنی بھی ترجمہ کے ساتھ لکھدی گئی ہیں اور مسائل میں ہر مسئلہ اور ہر فقہی جزئیہ کو حوالۂ کتاب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے متعلق مسائل کا علم حاصل کرنے کے لئے تو آپ کو بہت سی کتابیں اُردو زبان میں مل جائیں گی لیکن اگر آپ خرید و فروخت، رہن، ہبہ، عاریت، اجارہ (کرایہ داری)، وقف، شرکت (ساجھا و کمپنیز)، نکاح، طلاق، خلع، فسخ نکاح، ایلاء، ظہار، لعان، نان و نفقہ، حضانت (بچے کی پرورش)، حق مہر، قضا (فیصلہ)، قانونِ شہادت، حق شفعہ، قرض و استقراض، زراعت، بٹائی پر کاشت، لگان داری، قواعد آبپاشی، حدود شرعیہ یعنی زنا، سرقہ، اتہام زنا، قتل، قطع اعضاء وغیرہ کی شرعی سزائیں وغیرہ معاملات سے متعلق احکامِ شریعت و فرامین الٰہی معلوم کرنا چاہیں تو آپ کو ان کے تفصیلی احکام اُردو زبان کے اندر صرف بہار شریعت میں ملیں گے۔ اُردو زبان میں آج تک ایسی کوئی جامع کتاب احکام شریعت پر نہ ملے گی ان معاملات و احکام کے علاوہ اس کتاب میں اخلاقِ حسنہ، اخلاق سیئہ، آدابِ تلاوتِ قرآن، فضائل تلاوت، فضائل علم دین و احکامِ جہاد بھی بیان گئے گئے ہیں آخر میں بعنوان حظر و اباحت کا بیان" حرام و حلال، جائز و ناجائز چیزیں بیان کی گئی ہیں جس میں جزئیات بھی ہیں اور اصول بھی۔

ایک اور عظیم خصوصیت

اس کتاب کی ایک اور عظیم خصوصیت اس کا فیض روحانی ہے جو مؤلف کے اخلاص کی دلیل ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ جلّ وعلا اور اسکے حبیب پاک علیہ التحیۃ والسلام کی اطاعت و فرمانبرداری کا صحیح جذبہ پیدا ہوتا ہے عقائد میں صحت اور اعتدال پیدا ہوتا ہے، اتباع نفس اور اتباع عقل جیسی خرابیاں پیدا نہیں ہوتیں اور اتباعِ سنت، تزکیۂ نفس، اور خشیت الٰہی جو اسلامی تعلیمات کا جوہر اعلیٰ اور مقصد اصلی ہے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے صحیح طریقہ سے مسلمانوں کے اندر پیدا ہوتا ہے، اعمال صالحہ کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور عبادت کی حقیقی لذت حاصل ہونے لگتی ہے اس کے برعکس وہ تمام دیگر کتابیں جو زیادہ تر اس صدی کی تیسری اور چوتھائی میں لکھی گئی ہیں وہ یا تو عقلیت اور تجدد پسندی کی طرف لے جاتی ہیں یا پھر جاہل اذہان کو ہمہ دانی، اجتہاد، انانیت اور علمی برتری کے واہمہ اور زعم باطل میں مبتلا کرتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہر کتاب میں مصنف، مؤلف اور مرتّب کی روح فعال رہتی ہے اور کتاب کی افادیت اور مقبولیت کو مبدء فیاض کی بارگاہ سے ظہور پذیر ہونے میں مصنف کے خلوص کا بڑا دخل ہوتا ہے اور اس پہلو سے بھی "بہار شریعت" بے مثل کتاب ہے۔

حاشیہ طحاوی شریف

حضرت صدر الشریعہ کی باطنی عظمت اور روحانی تصرف کا یہ بھی ایک کمال تھا کہ جو صاحبِ فہم و ادراک اور سلیم الطبع انسان اُن سے جتنا قریب ہوجاتا تھا اتنا ہی اُن کا گرویدہ و عقیدتمند ہوجاتا تھا آپ نہایت بے لوث، اتنے مخلص اتنے سادہ مزاج اور صاف دل جو ایک مومن کامل کی شان ہے شریعت و طریقت کا بڑا پاس و لحاظ تھا جیسے جیسے ہمارا زمانۂ تلمذ بڑھتا گیا ہمارے قلوب و اذہان میں آپ کی عظمت پھیلتی ہی چلی گئی ایک طرف اگر آپ کے تبحر علمی کی سطوت و جلالت روز افزوں تھی تو دوسری طرف آپ کے

حسن عمل، تقویٰ و طہارت، نیک نفسی اور پاک باطنی کی وجہ سے آپ کے ساتھ عقیدت بڑھتی ہی چلی گئی۔

ہم عقیدتمندوں کو یہ علم و یقین حاصل ہو چکا تھا کہ آپ علم کا بحر ذخار ہیں اور یہ کہ آپ محض کسی ایک مضمون یا علم عربی کے کسی خاص شعبہ میں ہی کوئی خصوصی قابلیت یا مہارت نہیں رکھتے بلکہ جملہ علوم و فنون معقول و منقول میں آپ کی مہارت اور کمال یکساں ہے اسلئے ہمارے دلوں میں وہی خواہش پیدا ہوئی جو واقف حال سعادتمند طلبہ کے دلوں میں پیدا ہونی چاہیئے یعنی یہ کہ حضرت سے مزید کوئی ایسی تصنیف کرائی جائے جس سے عرصہ دراز تک طلبہ اور اہل علم کو آپ کا فیض پہونچتا رہے۔ مولانا قاری محبوب رضا خاں صاحب بریلوی، مولانا حاجی حافظ مبین الدین صاحب امروہوی، مولانا محمد خلیل صاحب مارہروی، اور یہ عاجز بندۂ رب رحیم و غفور جب بھی باہم مجتمع ہوتے تو کسی نہ کسی عنوان یہ ذکر ضرور چھڑ جاتا ایک بار ہم نے باہم مشورہ سے طے کیا کہ حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سلسلہ میں معروضہ پیش کیا جائے۔

"شرح معانی الآثار" کا مختصر تعارف یہ ہے کہ یہ مجموعۂ احادیث امام اجل علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مرتب کردہ ہے اور فقہ حنفی و مسلک احناف پر اعتراض کرنے والوں کیلئے یہ ایک مسکت و مدلل جواب ہے اب سے تقریباً گیارہ سو سال قبل فقہ حنفی اور حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے تلامذہ و متبعین پر اتباع قیاس کا الزام لگایا گیا کہ یہ حضرات بجائے اتباع حدیث کے عقل و قیاس کی

پیروی کرتے ہیں اور اُن کے فقہی احکام احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بجائے قیاس سے مستنبط ہیں۔ علامہ طحاوی ان اعتراضات کے سامنے سینہ سپر ہوئے اور شدید کوشش و جانفشانی کے بعد آپ نے یہ مجموعہ مرتب فرمایا جس کا نام شرح معانی الآثار ہے آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ کا مسلک کسی ادنیٰ سے ادنی مسئلہ میں بھی نہ قرآن کریم کے خلاف ہے نہ حدیث شریف کے اور نہ ہی وہ محض عقل و قیاس پر مبنی ہے بلکہ آپ کا ہر مسلک اور تمام احکام فقہیہ قرآن سے ثابت ہیں اور احادیث شریف کے تحقیقی مطالعہ پر مبنی ہیں۔

علامہ طحاوی پہلے بزرگ محدث اور منفرد شخصیت ہیں جنھوں نے احادیث نبویہ شریفہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تقابلی و تحقیقی مطالعہ کا راستہ ایجاد کیا اور اس طرح مسلک احناف کی اصحیت، اولیت، اعظمیت اور ارجحیت کو نہ صرف ثابت کیا بلکہ علی رؤس الاشہاد اعلان فرمایا کہ مسلک صحیح و تحقیقی یہی ہے۔ اور آخر کار دنیائے فقہ میں ہر مسلک کے علماء کو اس طریقہ تحقیق کی اہمیت کو تسلیم کرنا پڑا۔

اس میں شک نہیں کہ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا فقہ حنفی و احناف پر یہ عظیم احسان ہے۔ اور دین کی یہ عظیم خدمت انشاء اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت اور رفع درجات کا یقینی ذریعہ ہے لیکن اس کے باوجود کہ دنیائے حنفیت نے اس سے پورا پورا استفادہ کیا، زبانیں اُن کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہیں اور علامہ موصوف کے لئے دلوں کی گہرائیوں سے دعائیں کرتے

رہے مگر کسی نے بھی اس طرف توجہ نہ فرمائی کہ اس کتاب میں مسلکِ احناف کو ثابت کرنے والی احادیث مبارکہ کو قوی و قوی تر ثابت کرنے کے ذرائع تلاش کریں تاکہ علامہ طحاوی پر یہ اعتراض نہ ہو سکے کہ اُنھوں نے مسلکِ حنفی سے متعلق ضعیف احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ میں دعوائے ہمہ دانی نہیں رکھتا اور ہمہ دانی تو بہت بڑی بات ہے میں تو اپنے لئے عالم و مولانا لفظ بھی سنتے ہوئے ندامت محسوس کرتا ہوں اتنا جانتا ہوں کہ جبھی علم دین حاصل کیا تھا اور اس کے ساتھ مجھے بے انتہا عقیدت اور محبت ہے اور اسی نسبت سے مجھے اُس کے ساتھ ایک رابطہ و تعلق ہے اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ کسی نے طحاوی شریف کی احادیث کو قوت پہونچانے کے لئے کوئی تحقیق فرمائی ہو

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضرورت کا احساس فرمایا آپ کا جذبۂ دینی اور فقہ حنفی سے آپ کا مستحکم تعلق اس امر کا متقاضی ہوا کہ طحاوی شریف میں جمع کردہ فقہی مسلک کی احادیث پر تحقیقی کام کیا جائے ادھر ہم خدام کی طرف سے مؤدبانہ معروضہ پیش کیا گیا جو شرفِ قبولیت سے مشرف ہوا۔

کام شروع کرنے کے لئے ابتدائی تیاریاں ہونے لگیں اس سلسلہ میں سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ موضوع و مقصد سے متعلق کتابوں کا ذخیرہ کیا جائے کچھ کتابیں مدرسہ کے کتب خانہ سے مل گئیں، کچھ حضرت کی اپنی کتابیں تھیں اور کچھ کتب خانۂ حبیب گنج سے منگائی گئیں یہ کتب خانہ اس اطراف میں عربی علوم کا ایک نادر ذخیرہ تھا جو صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن

خاں صاحب شیروانی رئیس حبیب گنج مرحوم کی ذاتی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ تھا مرحوم کے انتقال کے بعد اُنکے خلف اکبر الحاج مولوی عبید الرحمن خاں صاحب شیروانی نے اس عظیم المرتبت اور گرانقدر کتب خانہ کو مع قلمی نوادرات کے آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو دیدیا۔

غرض فقہ، حدیث اور تفسیر کی ضروری کتابیں جمع کر لی گئیں اور اللہ جلّ و علا کا نام لے کر کام شروع کر دیا گیا یہ تو یاد نہیں کہ دن کیا تھا اور سن و تاریخ کیا تھی لیکن کام بڑے خلوص للّٰہیت اور لگن کے ساتھ شروع ہوا۔ درسگاہ کا ہال کمرہ جو سب سے بڑا تھا اس کام کیلئے منتخب کیا گیا اس عظیم کام میں حصہ لینے والے حضرت صدر الشریعہ کے معاونین میں الحاج مولانا قاری محبوب رضا خاں صاحب، الحاج مولانا حافظ مبین الدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد، مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب، مارہروی بانی دار العلوم عربیہ حیدر آباد (سندھ) اور یہ فقیر راقم السطور یعنی ہم چار یار تھے۔

کام کی ترتیب:-

طریقہ کار یہ تھا

(۱) حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ احادیث جن سے مسلک حنفی کا اثبات ہوتا تھا اُن کے بارے میں کتب احادیث میں یہ تلاش کرنا کہ ان احادیث کو محدثین میں سے کس کس نے روایت کیا ہے۔ (۲) یہ کس محدث نے کس سند سے روایت کیا ہے (۳) آیا جملہ محدثین نے ایک ہی سند سے روایت کیا ہے یا الگ راویوں سے (۴) مسلک احناف کے خلاف جو روایت حدیث ہے اُس کے رواۃ کی تحقیق کہ وہ کس پایہ اور

مرتبہ کے ہیں (۵) اُن راویوں نے کس عمر میں اس حدیث کو روایت کیا (۶) راویوں کا خود اپنا مختار و مسلک کیا تھا اور کس چیز پر اُن کا عمل تھا (۷) مسلک حنفی کی مروی حدیث کے رواۃ کی تحقیق اور اُن کی قوت و درجہ (۸) اُن راویوں اور دیگر راویوں کے مابین تَفَقُّہ فی الدین میں تقابل (۹) کون سی حدیث اول ہے اور کون سی آخر یعنی ناسخ و منسوخ کی تحقیق (۱۰) فقہائے احناف کا اس مسئلہ میں مسلک (۱۱) امام طحاوی نے اگر جہاں کہیں ایسا قول اختیار فرمایا ہے جو مرجوح ہے "اقول" کہہ کر حضرت صدر الشریعہؒ کی اپنی تحقیق (۱۲) علامہ طحاوی نے مسئلہ پر جو تحقیق فرمائی اس کی تائید و اثبات میں مزید علمی و تحقیقی دلائل۔

تحقیق کے یہ بنیادی اصول تھے جن کو سامنے رکھ کر کام شروع کیا گیا ہمارا کام یہ تھا کہ حضرت صدر الشریعہ ہم میں سے جس کو جو حکم دیتے تھے وہ بجالاتا پورے ہال کمرہ میں حدیث اور فقہ کی کتابیں بڑی تعداد میں پھیلی ہوئی تھیں ہم میں سے ہر ایک کے سپرد کتابوں کی ایک بڑی تعداد تھی جب حضرت کسی حدیث سے متعلق حوالہ جات طلب فرماتے ہم اُس حدیث کو مختلف اور متعدد کتب احادیث میں تلاش کرکے پیش خدمت کردیتے آپ اُس میں سے جو مفید مقصد ہوتا اخذ فرمالیتے اور نہایت ذمہ دارانہ تشریح فرماتے تصنیف کی زبان عربی تھی۔ حوالہ جات کے تلاش کرنے کے سلسلہ میں ہم چاروں طلبہ کی خدمت مشترک تھی لیکن تحشیہ کی کتابت کا کام یا اس فقیر کے سپرد تھا یا مولوی محمد خلیل صاحب مارہروی کرتے تھے۔

ابتداءً کچھ وقت زیادہ صرف ہوا کیونکہ ہم لوگ نادیدہ راہ تھے اور تربیت و تجربہ کی منزل سے گذر رہے تھے۔ مؤلف ہو یا مصنف ہر ایک کا انداز فکر انداز بیان اور ذہنی رجحان جداگانہ ہوتا ہے اور ہم اس سے قطعًا مانوس نہ تھے اس لئے جب حضرت کوئی حوالہ طلب فرماتے اُسے تلاش کرنے میں کافی وقت لگ جاتا تھا دوسرے یہ کہ کام کا نہج بھی صاف و ستھرا ہو کر متعین نہ ہوا تھا۔ تیسرے یہ کہ ابتداء میں ہر بات چونکہ نئی ہوتی ہے اس لئے اس کو زیادہ مفصل و مبسوط طریقہ سے بیان کرنا ہوتا ہے۔ پھر بعد میں کام کی رفتار بڑھ گئی کیونکہ کتابوں سے طبیعتیں مانوس ہوگئیں ہر کتاب کی ترتیب و انداز بیان قابو میں آگیا اور ہر مصنف و مؤلف کا ذہن و انداز سمجھ میں آگیا تھا۔

استاذ محترم علامہ حضرت صدر الشریعہ کے تبحر علمی، وسعت مطالعہ اور مہارت کا اندازہ درحقیقت اُنکی خدمت میں رہ کر یہ تالیفی کام دیکھنے سے ہی ہوا رحمہ اللہ تعالے وجعل الجنۃ مثواہ۔

طحاوی شریف کے تحشیہ کا یہ کام جاری تھا تاکہ حضرت مولانا کو وہ آخری صدمہ پہونچا جس نے باوجود عظیم صبر و ضبط کے آپ کے قویٰ کو مضمحل کردیا تاہم کام کا سلسلہ جاری رہا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اسی درمیان میں محترم جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب شیروانی مرحوم متولی مدرسہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

ادھر صاحبزادہ مولانا عطاء المصطفٰی صاحب کی رحلت کے صدمے سے یک بیک بصارت میں حد درجہ



دار العلوم معینیہ اجمیر شریف کا صدر دروازہ۔ جس میں حضرت صدر الشریعہ پڑھاتے تھے۔



مدرسہ معینیہ اجمیر شریف ـــ درسگاہ صدر الشریعہ



اکبری مسجد اجمیر شریف کا بیرونی دالان جو صدر الشریعہ کی درسگاہ رہی ہے



درسگاہ بلڈنگ الجامعۃ الاشرفیہ کا عقبی (پچھلا) منظر



دوسرا باب

افکار و کارنامے

۹۹ تا ۲۰۰

- علامہ ارشد القادری مصباحی
- مولانا یٰسین اختر مصباحی
- مولانا بدر القادری مصباحی
- مولانا محمد حسن علی ملتانی
- مولانا مظفر احمد صدیقی بدایونی
- مولانا احمد میاں برکاتی کراچی
- مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی
- مولانا عبد المنان کلیمی مصباحی
- مولانا بہاؤ المصطفیٰ مصباحی
- مولانا ایوب صابر القادری
- مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی
- مولانا حبیب اللہ مصباحی
- مولانا فتح احمد مصباحی
- مولانا علاء المصطفیٰ مصباحی
- مولانا ارشاد احمد مصباحی
- مولانا عابد حسین مصباحی
- مولانا اقبال احمد اختر القادری کراچی

علامہ ارشد القادری مصباحی دہلی ★

صدر الشریعہ کا جنازہ بمبئی سے گھوسی تک

ایک عینی شاہد کی زبانی واقعات کی رقت انگیز تفصیل

میں اپنے اس افتخار کے لئے اپنے مقدر پر ناز کرتا ہوں کہ مرشد برحق حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ الرضوان کے آخری لمحات کا نہ صرف عینی شاہد اور خادم ہوں بلکہ حضرت کا جنازۂ مبارکہ بمبئی سے گھوسی تک پہنچانے کا اعزاز بھی تنہا مجھی کو حاصل ہے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۴۸ء میں جب ہمارا قیام ناگپور میں مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم کے صدر مدرس کی حیثیت سے تھا اچانک ایک دن بمبئی سے حضرت صدر الشریعہ کا ٹیلگرام موصول ہوا کہ تم فوراً بمبئی پہنچو

ناگپور سے بمبئی کا سفر صرف بارہ گھنٹے کا تھا۔ اسی دن بمبئی کے لئے ریل میں روانہ ہوگیا۔ دوسرے دن صبح کے وقت جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دھوراجی کے عبد الکریم رحمت والے میمن کے یہاں قیام ہے جو حضرت کے مرید خاص تھے۔ جب ان کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت بستر علالت پر ہیں اور غشی کی کیفیت طاری ہے۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ جو میری سگی بہن تھیں وہ بھی حضرت کے ساتھ ہی تھیں

تفصیل دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تاجدار اہل سنت حضور مفتیٔ اعظم ہند اور حضرت صدر الشریعہ دونوں حضرات بریلی شریف سے اپنی اپنی اہلیہ کے ساتھ حج و زیارت کی نیت سے روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں سخت بارش ہوئی اور حضرت صدر الشریعہ کو ٹھنڈک لگ گئی جس کی وجہ سے بخار آگیا۔ اور بمبئی پہنچتے پہنچتے حضرت پر نمونیہ کا حملہ ہوگیا۔

بڑی مشکل سے انھیں بمبئی اسٹیشن سے قیام گاہ تک لایا گیا۔ پہنچتے ہی فوراً شہر کے مشہور معالج بلوائے گئے اوران[illegible] علاج شروع ہوگیا ـــ کئی دن کے علاج کے بعد بھی افاقہ کی کو[illegible] صورت نظر نہیں آئی تو حضرت کے حکم پر مجھے بمبئی پہنچنے کے ل[illegible] ناگپور ٹیلگرام دلوایا گیا سخت بخار اور نمونیہ کی شدت سے حضر[illegible] پر غشی کی کیفیت طاری رہتی تھی لیکن کبھی کبھی ہوش میں آجا[illegible] تھے۔ اسی وقفے میں حضرت نے مجھے پہچان لیا اور ارشا[illegible] فرمایا اچھا ہوا تم آگئے

مفتیِ اعظم اور حضرت کا سفر ایک ہی ساتھ بحری جہاز سے طے تھا۔ بمبئی میں مفتیِ اعظم کا قیام کسی اور جگہ تھا۔ حضرت کی عیادت کے لئے روزانہ تشریف لاتے تھے۔ تاریخ روانگی سے ایک دن قبل بھی ملاقات کے لئے تشریف لائے حالانک[illegible] آمد پر عقیدتمندوں کا کافی ہجوم اکٹھا ہوگیا۔ اسی اثنا میں نعت خوانی شروع ہوگئی۔ جیسے ہی پڑھنے والوں نے اعلیٰ حضر[illegible] کی نعت کا یہ مصرعہ پڑھا۔

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

حضرت صدر الشریعہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا مجھے تکیہ کے سہارے بیٹھا دو۔ جب تک نعت خوانی ہوتی رہی آنکھیں بند کئے ہوئے حضرت اسی طرح بیٹھے رہے۔ دوسرے دن ساڑھے بارہ بجے شب میں جہاز کے کھلنے کا وقت تھا۔ سر شام ہی حضور مفتیِ اعظم بعد مغرب آخری ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ وہ کیفیت تعبیر و بیان کی گرفت میں نہیں آسکتی جو دم رخصت دونوں پر طاری تھی۔ پرنم آنکھوں نے

کیا کہا، لرزتے ہوئے ہونٹ کیا کہنا چاہتے تھے کوئی نہیں سمجھ سکا۔ بس اتنا یاد ہے کہ بھرائی ہوئی آواز میں ایک مریض عشق نے مفتیِ اعظم کو ان لفظوں میں رخصت کیا۔

جائیے! میں بھی پیچھے پیچھے آرہا ہوں،

بالیں سے جدا ہوتے وقت مفتیِ اعظم کا اضطراب شاید وہاں پہنچ گیا تھا۔ جہاں سے ایک ہجراں نصیب عاشق نے یہ شعر کہا تھا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

ہزار قوت ضبط و تحمل کے باوجود مفتیِ اعظم اپنی آنکھوں کے آبشار پر کوئی بند نہیں باندھ سکے۔ ان کے نورانی چہرے پر آنسوؤں کا تلاطم دیکھ کر سارا مجمع بے قابو ہوگیا ـــ بہت سے لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور گھر کے اندر ایک کہرام برپا ہوگیا۔

مفتیِ اعظم کے رخصت ہوتے ہی حضرت کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی ـــ گھبراہٹ کے ساتھ سانس کی رفتار تیز ہوگئی فوراً ڈاکٹر بلوائے گئے۔ انھوں نے کئی طرح کے انجکشن دیئے لیکن سانس کی رفتار میں کوئی افاقہ نہیں ہوا اچانک ڈاکٹروں نے ناخنوں اور آنکھ کے اندرونی حصوں کا معائنہ کیا اور انتہائی حسرت و یاس کے ساتھ کہا کہ اب حضرت کا آخری وقت آگیا ہے جو کچھ جسے کہنا سننا ہو کہہ سنائے۔

آثار و قرائن سے جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اب حضرت گھڑی دو گھڑی کے مہمان ہیں تو انھوں نے ہمشیرہ مخدومہ کے لئے کمرہ خالی کردیا۔ جب وہ تشریف لائیں اور حضرت کو اس حال میں دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اس وقت میرے اور اُن کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ ان کے رونے کی آواز سن کر حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور اتنا کہہ کر پھر اپنی آنکھیں بند کرلیں کہ "روتی کیوں ہو میں تمہارے ساتھ گھوسی چلوں گا

اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تیز رو مسافر چلتے چلتے اچانک رک جائے اور کچھ کہہ کر پھر اپنے سفر پہ روانہ ہوجائے۔ جب ہمشیرۂ مخدومہ روتے روتے نڈھال ہوگئیں تو گھر کی عورتیں انھیں سہارا دے کر دوسرے کمرے میں لے گئیں

اس کے چند منٹ کے بعد سانس کی رفتار مدھم ہوگئی اور دیکھتے دیکھتے دنیائے اسلام کا سب سے بڑا فقیہ، شریعت کا صدر شہیر اور طریقت کا بدر منیر اپنے لاکھوں شیدائیوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا۔ عین آدھی رات کو سورج ڈوبا اور صبح ہوتے ہوتے ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔

لوگوں نے بتایا کہ ایک عاشق صادق کی بیقرار روح کا پرواز کا وقت بالکل وہی تھا جب سفینۂ حجاز نے بمبئی کے ساحل سے روانگی کا سائرن بجایا تھا

حجاز کی مقدس سرزمین پر حضور مفتیِ اعظم کا ورود مسعود ایک ہفتہ کے بعد ہوا لیکن ان کا رفیق سفر ان سے پہلے پہنچ گیا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی بھی نوبت نہ آئی تھی سفینے میں

اس حادثۂ فاجعہ کی خبر بجلی کی طرح بمبئی کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ جو جہاں تھا وہیں سے خبر کی تحقیق کے لیے چل پڑا۔ صبح ہوتے ہوتے ہزاروں کی بھیڑ جمع ہوگئی۔ رات ہی کو حضرت کے متوسلین و معتقدین نے اپنے طور پر طے کرلیا تھا کہ حضرت کو بمبئی ہی میں رکھا جائے اور یہیں ان کا نہایت شاندار مقبرہ بنایا جائے۔ چنانچہ اس کے لیے انھوں نے مناسب جگہ کی تلاش بھی شروع کردی۔

صبح کو ان لوگوں نے اپنا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہم لوگوں کی اپنی خواہش ہے لیکن حضرت مخدومہ کی رائے معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ ان کی مرضی معلوم کیے بغیر ہم کچھ نہیں کریں گے۔ رات بھر حضرت مخدومہ کو غشی پر غشی آرہی تھی وہ

اس قابل ہی نہیں تھیں کہ ان سے کوئی بات کی جائے ۔ صبح کو کچھ طوفان تھما تو حضرت کے جنازۂ مبارکہ کے متعلق معتقدین کی خواہش سے میں نے انھیں باخبر کیا ۔ یہ سنتے ہی وہ اُبل پڑیں اور بڑی مشکل سے یہ کہہ سکیں کہ حضرت کا جنازہ ہم اپنے ساتھ گھوسی لے جائیں گے ۔ بچوں نے پوچھا کہ ابا میاں کہاں ہیں تو میں کیا جواب دوں گی ۔ ہم ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ حضرت کو یہاں رکھا جائے اتنا کہنے کے بعد پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں ـــ

مخدومہ آپا جان کی یہ بات میں نے ان لوگوں تک پہنچا دی ۔ بڑی مشکل سے وہ لوگ اس بات کے لیے راضی ہوئے ـــ جنازہ مبارکہ کو بمبئی سے باہر لے جانے کے لیے کئی مراحل طے کرنے تھے ۔ پہلا مرحلہ تو ڈاکٹروں سے اجازت حاصل کرنی تھی کہ لاش باہر جا سکتی ہے دوسرا مرحلہ کارپوریشن کی اجازت کا تھا اور تیسرا مرحلہ ریلوے سے ریزرویشن کا تھا ۔

سب سے پہلے وہ ڈاکٹروں سے سرٹیفکٹ حاصل کرنے کے لیے گئے ۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس شرط پر ہم لاش کو باہر جانے کی اجازت دیں گے کہ پیٹ چاک کر کے اندر کا سارا حصہ ہم نکال دیں گے اور اندر کچھ دوائیں رکھ دیں گے ـــ ۔

یہ خبر لے کر وہ گھبرائے ہوئے آئے اور مجھ سے کہا کہ مخدومہ سے دریافت کیجئے کہ کیا وہ اس کے لیے رضامند ہیں ـــ مخدومہ یہ خبر سنتے ہی رونے لگیں اور کہا کہ میں ہرگز اس کے لیے راضی نہیں ہوں ۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے بغیر بھی پردۂ غیب سے کوئی صورت ضرور نکلے گی کیونکہ حضرت نے اپنی وفات سے کچھ ہی دیر پہلے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم روؤ نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا ـــ اس کے بعد انھوں نے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ وہ پھر جائیں اور اپنی کوشش جاری رکھیں ـــ خدا نے چاہا تو اس کی نوبت نہیں آئے گی ۔ اور کوئی نہ کوئی صورت غیب سے ضرور نکلے گی ۔

چنانچہ مخدومہ کے حکم پر وہ لوگ دوبارہ جے جے اسپتال گئے اور اس کے سب سے بڑے ڈاکٹر سے ملاقات کی اور واقعہ کی ضرورت و اہمیت سمجھاتے ہوئے اس سے درخواست کی آپریشن کے بغیر لاش کو باہر لے جانے کی کوئی صورت نکل سکتی ہو تو از راہ کرم ہماری مدد کیجئے ـــ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اسے حسن اتفاق ہی کہئے یا خدا کی غیبی مدد کہ آج ہی تین دن کے دورے پر امریکہ سے ایک سرجن آیا ہے جو لاشوں کو محفوظ کرنے کے فن میں اکسپرٹ مانا جاتا ہے ۔ میں اس سے بات کرتا ہوں شاید اس کے پاس کوئی ایسا فارمولا ہو جس میں آپریشن کی ضرورت نہ پڑے ۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ڈاکٹر واپس آیا تو اس کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی ۔ اس نے بتایا کہ آپریشن کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ بس اتنا کیجئے کہ جب جنازہ تابوت میں رکھ دیا جائے تو سیل کرنے سے پہلے میرے پاس آجائیے ۔ آپ کو چند گولیاں دی جائیں گی انھیں تابوت میں رکھ دیجئے ۔ اُس ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر باہر کی ہوا تابوت کے اندر داخل نہ ہو تو تین مہینے تک لاش خراب نہیں ہوگی ۔

مخدومہ آپا جان کو جب اس کی اطلاع دی گئی تو وہ سجدۂ شکر میں گر پڑیں ۔ اور بے ساختہ کہا کہ یہ حضرت صدر الشریعہ کا کھلا ہوا تصرف ہے ۔ پہلا بنیادی مرحلہ طے ہو جانے کے بعد اب کارپوریشن سے اجازت کا مرحلہ باقی تھا وہ بھی بفضلہ تعالیٰ چند گھنٹوں میں طے ہو گیا ۔ اب تیسرا مرحلہ ریلوے کے محکمہ سے تعلق رکھتا تھا سارے کاغذات لے کر جب وہ لوگ اسٹیشن پہنچے تو حسن اتفاق سے بمبئی کے ایک انتہائی بارسوخ شخص سے وہاں ان کی ملاقات ہو گئی جس کا ریلوے کے حکام پر بہت گہرا اثر تھا ۔ اس نے تھوڑی ہی دیر میں کلکتہ بمبئی میل سے مغل سرائے تک سکنڈ کلاس کے دو برتھ ریزرو کرا دیئے اور جنازۂ مبارکہ کے تابوت کے لئے ایک وین بھی گھوسی تک کیلئے بک ہو گیا ـــ

جب وہ لوگ سب کچھ کر کرا کر قیام گاہ پر واپس لوٹے تو غسل کی تیاری ہو رہی تھی ۔ ظہر کے وقت تک تجہیز و تکفین سے لوگ فارغ

ہو گئے ۔ ظہر کے بعد ہزاروں عقیدتمندوں کے اصرار پر ایک بہت بڑے میدان میں جنازے کی نماز پڑھی گئی ۔ امامت کے فرائض جمعیۃ علمائے اہل سنت کے سربراہ حضرت مولانا حکیم فضل رحیم صاحب نے انجام دیئے ـــ اُس زمانے میں انہیں کے دفتر سے محرم الحرام کے جلسوں کے لیے واعظین و مقررین فراہم کئے جاتے تھے ۔ محرم کے زمانے میں بھنڈی بازار میں واقع ان کا دفتر مسافر خانے میں تبدیل ہو جاتا تھا ۔

کلکتہ بمبئی میل اس وقت ۹ بجے شب میں بمبئی سنٹرل سے روانہ ہوتا تھا ۔ حضرت کا جنازۂ مبارکہ عصر کی نماز کے بعد قیام گاہ سے ہزاروں عقیدتمندوں کے ہجوم میں اسٹیشن کے لیے روانہ ہوا ۔ راستے بھر تابوت شریف پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہوتی رہی گلاب کی پنکھڑیوں اور ہاروں سے تابوت شریف اس طرح ڈھک گیا تھا کہ تابوت نظر نہیں آتا تھا ـــ نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں جنازہ مبارکہ مغرب کے وقت اسٹیشن پہنچا ـــ مغرب کی نماز پلیٹ فارم پر ادا کی گئی ـــ جیسے ہی تابوت شریف پلیٹ فارم پر رکھا گیا ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ جمع ہو گئی ۔ مجمع میں بہت سے نعت خواں حضرات بھی موجود تھے ۔ فرط شوق میں انھوں نے نعت خوانی شروع کر دی ۔ اس وقت کا منظر اتنا رقت انگیز ہو گیا تھا کہ لوگ بے قابو ہو گئے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے ۔ بڑی مشکل سے صلاۃ و سلام کے بعد دیوانوں کا یہ شور تھما ـــ ۔

۸½ بجے شب میں ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور اس میں تابوت کے رکھنے کی اجازت دی ـــ اجازت ملتے ہی کلمۂ طیبہ اور درود و سلام کی گونج میں تابوت شریف اٹھایا گیا اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ اس میں رکھ دیا گیا ۔ اس کے بعد ریلوے حکام نے دروازے کو مقفل کر کے سیل کر دیا ۔ بہت سے لوگ پھولوں کا ہار لیے ہوئے وہاں اُس وقت پہنچے جب دروازہ سیل ہو چکا تھا ۔ تابوت شریف پر پھول ڈالنے کا موقع نہ مل سکا تو باہر ہی انھوں نے جگہ جگہ پھولوں کے ہار لٹکا دیئے تابوت شریف رکھ دیئے جانے کے بعد ہم اور مخدومہ آپا جان دونوں سکنڈ کلاس کے ایک ریزرو ڈبے میں بیٹھ گئے ۔ جب ٹرین کھلی تو نعرہائے تکبیر و رسالت سے سارا پلیٹ فارم گونج اٹھا ۔

ہمیں رخصت کرنے کے بعد حضرت کے مریدین و متوسلین نے بمبئی سے لے کر بنارس تک اُن تمام بڑے بڑے شہروں میں جہاں ٹرین رکتی تھی اہل سنت کے علماء و عمائدین کو فون کے ذریعہ مطلع کر دیا کہ حضرت صدر الشریعہ کا جنازۂ مبارکہ کلکتہ بمبئی میل سے آپ کے اسٹیشن سے گزر رہا ہے ۔ اطلاع ملتے ہی ہر جگہ اہل سنت کے حلقوں میں اعلان کرا دیا گیا کہ حضرت کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے آپ اسٹیشن پر پہنچیں ۔ اس اعلان کے نتیجے میں ہر بڑے اسٹیشن پر بہت بڑی تعداد میں لوگ پہلے ہی سے کھڑے رہے جیسے ہی ہماری ٹرین پہنچی لوگ اُس ڈبے کی طرف دوڑتے جس میں حضرت کا تابوت شریف رکھا ہوا تھا ۔ میں اپنے سکنڈ کلاس کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے پھولوں کے ہار اور عطر گلاب کے تحفے وصول کرتا ـــ

جب ہماری ٹرین جبل پور پہنچی تو حضرت برہان الملۃ علامہ مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان جو اس وقت مدھیہ پردیش اسمبلی کے رکن تھے اپنے سیکڑوں معتقدین و متوسلین کے ساتھ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے ۔ انھوں نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے اسٹیشن ماسٹر کو اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ وہ تابوت شریف کے ڈبے کا سیل توڑ کر تابوت شریف پر پھول ڈالنے اور عطر چھڑکنے کا موقع دے ـــ چنانچہ وہاں سیل توڑی گئی اور لوگوں نے تابوت شریف کی زیارت کی اور اس پر پھولوں کے ہار ڈالے ـــ باقی سامان ہمارے حوالہ کر دیا ـــ

جب ٹرین مغل سرائے پہنچی تو بنارس اور گرد و نواح کے سیکڑوں معتقدین و احباب وہاں جمع تھے ۔ حضرت سے ارادت رکھنے والی کچھ خواتین بھی تھیں ۔ لوگوں نے نعرہائے تکبیر و رسالت کی گونج میں بریک وین سے تابوت شریف کو نکالا اور کاندھوں پہ اٹھائے ہوئے بنارس جانے والی ٹرین پر لے گئے ۔ وہاں بریک وین کے سامنے

ریلوے کے حکام پہلے ہی سے موجود تھے۔ تابوت شریف اندر رکھوانے کے بعد دروازہ مقفل کر کے سیل کر دیا ——

جب ہماری ٹرین بنارس پہنچی تو بہت بڑا ہجوم جنازے کے استقبال کے لیے پہلے ہی سے وہاں کھڑا تھا —— نعرہائے تکبیر و رسالت کی گونج میں لوگوں نے تابوت شریف کو بریک وین سے باہر نکالا اور اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے چھوٹی لائن کے پلیٹ فارم پر لے آئے۔ یہاں گورکھپور جانے والی گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی —— یہاں بھی ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور تابوت شریف اندر رکھ دیئے جانے کے بعد اسے مقفل کر دیا —— مخدومہ آپا جان اور ہم سکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئے۔ ایک بجے دن کے وقت ہماری ٹرین اندارہ جنکشن پہنچی یہاں گھوسی جانے کے لیے ٹرین بدلتی تھی —— پورا پلیٹ فارم اہل سنت کے علماء، طلبہ، اور حضرت کے عقیدتمندوں سے بھرا ہوا تھا —— جیسے ہی ٹرین پہنچی لوگ بے قابو ہو گئے۔ نعرہائے تکبیر و رسالت کی گونج میں تابوت شریف گورکھپور جانے والی ٹرین سے اتار کر گھوسی جانے والی ٹرین کے بریک وین میں رکھا گیا —— یہاں سے کچھ خواتین بھی مخدومہ آپا جان کے ساتھ سکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئیں ——

گھوسی اسٹیشن پر محشر آلام کا رقت انگیز منظر

جب ہماری ٹرین گھوسی کے اسٹیشن پر پہنچی تو ہر طرف غم زدہ انسانوں کا ایک سیلاب امنڈ رہا تھا —— پلیٹ فارم پر تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ ہر طرف نالہ و گریہ کا ایک کہرام بپا تھا —— حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سربراہی میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے سارے اساتذہ طلبہ اور علاقہ کے علماء عوام کے بے قابو ہجوم کو نظم و ضبط کی تلقین کر رہے تھے۔

بڑی مشکل سے تابوت شریف کے ڈبے تک جانے کے لیے راستہ بنایا گیا اور حضور حافظ ملت و علماء کے مجمع کے ساتھ وہاں پہنچا یا گیا۔ ڈبے کا دروازہ کھلتے ہی لوگ جذبات کے تلاطم میں بے قابو ہو گئے۔ حافظ ملت نے علماء کی مدد سے تابوت شریف کو اتارا اور کاندھا دیا۔ اس کے بعد صرف اتنا یاد ہے کہ تابوت شریف کاندھوں اور سروں سے گزرتے ہوئے پروانوں کے سیلاب میں قادری منزل کریم الدین پور کی طرف بڑھتا رہا۔

قادری منزل میں پہلے ہی سے ایک کہرام برپا تھا جیسے ہی تابوت شریف دروازے پر پہنچا قیامت کا ایک منظر تھا۔ حج و زیارت سے واپسی پر باپ کے استقبال کی تیاری کرنے والے آج یتیمی کا داغ لیے ہوئے باپ کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے دروازے پر کھڑے تھے۔ قاری رضاء المصطفیٰ جن کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس کے قریب تھی ان پر تو ایک عجیب دیوانگی کی کیفیت طاری تھی۔ —— بڑی مشکل سے انھیں قابو میں کیا گیا۔ حضرت کی دو صاحبزادیوں سعیدہ اور عائشہ خاتون نے جب اپنی غم نصیب ماں کو دیکھا تو روتے روتے ماں بیٹیوں کی ہچکیاں بندھ گئیں —— خاندان کے لوگ بھی غم سے ایسے نڈھال تھے کہ ان کا رونا دیکھا نہیں جاتا تھا۔

بڑی مشکل سے تابوت شریف آنگن میں اتارا گیا —— جیسے ہی اوپر کا تختہ کھلا ایک عجیب قسم کی خوشبو سے ساری فضا معطر ہو گئی۔ حافظ ملت اور چند مخصوص علماء نے مل کر جنازۂ مبارکہ تابوت سے باہر نکال کر ایک اونچے تختے پر سلا دیا جو اسی مقصد سے بنایا گیا تھا ——۔

کفن ہٹا کر پھول جیسے شگفتہ چہرے کا دیدار سب سے پہلے حافظ ملت نے کیا اس کے بعد خاندان کے علماء اور اعزہ و اقارب زیارت سے مشرف ہوئے —— پرنور چہرہ دیکھنے کے بعد حافظ ملت پر ایسی رقت انگیز کیفیت طاری تھی کہ اسے الفاظ و بیان میں منتقل کرنا ممکن نہیں ہے —— بیخودی کے عالم میں وہ چیخ اٹھے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جسے ایک عاشق پاکباز، ایک حق پرست مرد مومن اور ایک زندہ دین و دین فقیہ اسلام کا چہرہ دیکھنا ہو وہ یہاں آکر دیکھ لے۔ جب خاندان اور جماعت کے اہم حضرات

زیارت سے فارغ ہو چکے تو دیدار عام کے لیے جنازۂ مبارکہ باہر لا کر رکھ دیا گیا ——۔

یہ روایت بھی باوثوق ذریعہ سے ہم تک پہنچی کہ بہت سے بدعقیدہ لوگ حضرت صدر الشریعہ کا نورانی چہرہ دیکھ کر اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو گئے۔ حضرت کی تدفین کے لیے وہی جگہ منتخب کی گئی جس کی نشاندہی حضرت نے ایک ہفتہ قبل اپنے سفر حج پر روانہ ہوتے وقت فرمائی تھی —— دیدار عام کے بعد جنازۂ مبارکہ اس باغ میں لے جایا گیا جہاں پہلے سے قبر شریف تیار تھی —— حافظ ملت اور خاندان کے مخصوص افراد نے لحد میں حضرت کو اتارا —— شام ہوتے ہوتے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور مجد و شرف کا تابناک سورج عالم جاوید کے افق کے نیچے ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا ——۔

قصبہ گھوسی کے بہت سے لوگ آج بھی اس کے شاہد ہیں کہ دفن ہونے کے بعد بہت دنوں تک قبر شریف سے خوشبو نکلتی تھی جس سے سارا باغ معطر ہو جاتا تھا —— تیسرے دن فاتحہ سوم میں مضافات کے علاوہ دور دور سے لوگ شریک ہوئے۔ ماتم گساروں کے اجتماع میں علمائے کرام نے حضرت کی علمی و دینی خدمات اور ان کی مقدس شخصیت پر اپنے گرانقدر تاثرات کا اظہار فرمایا۔

عرس چہلم کے موقع پر ملک کے علاوہ بیرون ملک سے بھی کافی تعداد میں لوگ شریک ہوئے جو شریک نہ ہو سکے انھوں نے اپنے پیغامات ارسال کیے۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا تعزیتی مکتوب اتنا دلدوز اور رقت انگیز تھا کہ پڑھنے وقت پڑھنے والا بھی اشکبار تھا اور سننے والے بھی اشکبار تھے۔

چہلم شریف کے بعد سال بھر تک اہل سنت کے مشاہیر و اکابر علماء فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لاتے رہے —— یکم اور ۲ ذی قعدہ کو حضرت کا سالانہ عرس شریف، خلف اکبر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب سجادہ نشین آستانہ قادریہ رضویہ امجدیہ کی سربراہی میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ جو اب ایک علمی اور فکری تقریب کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ علمائے اہل سنت کی موجودہ نسل میں شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی کی شخصیت میر کارواں کی حیثیت رکھتی ہے وہ خانوادۂ امجدیہ میں بھی بزرگانہ شخصیت کے حامل ہیں ان کی سرپرستی میں عرس امجدی کی تقریب اب اہل علم کی دلچسپیوں کا مرکز توجہ بنتی جا رہی ہے۔

استاذ الاساتذہ جامع معقولات حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ نے کافی جدوجہد کے بعد حضرت کے روضۂ مبارک کی نہایت شاندار عمارت بنوائی ہے۔ اب حضرت مولانا عبد الشکور صاحب اعظمی اور ان کے رفقائے کار نے اس کی تعمیر جدید کے لیے ایک عظیم الشان منصوبہ تیار کیا ہے۔ خدا کرے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے اور حضرت صدر الشریعہ کے روحانی اور علمی فیض کا چشمہ اسی طرح جاری رہے ——

□□

(بقیہ ص ۱۳۶ کا)

بسلسلہ تعارف حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں۔

آپ کا محبوب ترین مشغلہ درس و تدریس تھا، ہر فن پوری مہارت سے پڑھاتے آپکے درس میں ہندی، پنجابی، سندھی، مدراسی، بلخی، بخاری، سمرقندی، افغانی، ترکی، افریقی، ایرانی، سب ہی شریک ہوتے چونکہ اس وقت طلبہ کا باقاعدہ رجسٹر نہیں ہوتا تھا اس لئے انکی صحیح تعداد معلوم نہیں۔

ایں قوت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خلاصہ کلام حضرت صدر الشریعہ عالمی شخصیت کے مالک تھے اور دنیا کے بیشتر ممالک میں آپ کو جانا اور پہچانا جاتا تھا۔ جس کی معمولی سی جھلک ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ □□

مولانا یٰسین اختر مصباحی

صدر الشریعہ کی عبقری شخصیت

اب ہمارے فکر و شعور کا کارواں ماضی کی قدیم اماتنوں اور روایتوں کو سینے سے لگا کر حال کے تقاضوں پر لبیک کہتے ہوئے ایک روشن و تابناک مستقبل کی طرف گامزن ہو رہا ہے۔ اس یقین و اذعان کے ساتھ کہ متوارث دینی و علمی حقائق سے دانشورانِ قوم و ملت اور ابنائے وطن کو روشناس کرائیں گے اور تعلیم یافتہ طبقہ کے اذہان و قلوب کی تطہیر کیساتھ ان میں از سرِ نو ایمان و اسلام کی جڑیں استوار کر کے اپنی ملی زندگی کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کر کے رہیں گے۔

مادی ذرائع و وسائل کا نہ ہمیں سہارا ہے اور نہ ان پر کوئی اعتماد و بھروسہ۔ ہاں! خدا اعتمادی و خود اعتمادی کی عظیم دولت ضرور ہے جس کے بعد پھر ہمیں کسی دوسرے سہارے کی قطعی ضرورت نہیں۔ شوق و اخلاص۔ عزمِ محکم اور سعیِ پیہم کی ہمرکابی میں جمود و تعطل و یاس و قنوطیت کو پاؤں تلے روندتے ہوئے انشاء المولیٰ تعالیٰ اب ہمارے قدم آگے ہی بڑھتے جائیں گے۔ اور منزل کو بھی جادۂ منزل سمجھنے کا حوصلہ اب ہمارے پورے وجود کو اضطرابِ مسلسل کی دل نواز لذت سے شادکام بنا چکا ہے ؎

ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

نوجوان علماء کا ایک بیدار مغز اور حساس طبقہ اپنے میدانِ عمل کا انتخاب کر چکا ہے۔ ہمارے سامنے مسائل کا اتنا بڑا انبار اور ہجوم کار ہے جس سے انفرادی کوششوں کے ذریعہ کسی قیمت پر بھی نہیں نمٹا جا سکتا۔ اور نہ موجودہ حالات میں ان کی تکمیل کی کوئی امید کی جا سکتی ہے ——— تیزی کیساتھ بدلتا ہوا وقت ہمیں ایک دن کی بھی مزید مہلت دینے کیلئے تیار نہیں۔ اس لئے اب ہم تقسیمِ کار کے اصول پر کاربند ہو چکے ہیں اور جدید و قدیم موضوعات کے نئے۔ نئے گوشوں پر دادِ تحقیق دینے کیلئے بہترین دل و دماغ اپنی اپنی صلاحیتیں صرف کرنے کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو چکے ہیں۔

میدانِ عمل کا ایک گوشہ یہ بھی ہے کہ اہم اسلامی موضوعات پر علمی و تحقیقی مجالس مذاکرہ منعقد کرائی جائیں تاکہ جدید اسلوبِ نگارش میں اعتدال و تحقیق کے ساتھ پیش کئے جانے والے قیمتی مقالات و مضامین کو عالمگیر زبانوں میں منتقل کر کے اصحابِ فکر و نظر کو دعوتِ عام دی جا سکے۔ اور جدید مسائل کے اسلامی حل سے اقوامِ عالم کی اضطرابی کیفیتوں کا مداوا کر کے انکی قیادت و رہنمائی کا عظیم فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا جا سکے۔ کہ یہی وقت کا تقاضہ اور اسکی پکار ہے۔ جس پر لبیک کہکر ہم ایک سرفراز و سرخرو قوم بنکر کامیاب و بامراد زندگی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں ؎

اٹھ! کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

موضوع کا تقاضہ ہے کہ حیات و حالاتِ صدر الشریعہ مختلف علوم و فنون میں ان کی مہارت اور دینی و ملی میدانوں میں ان کی خدماتِ جلیلہ پر ایک نہایت تفصیلی۔ تحقیقی اور پرمغز فاضلانہ مقالہ سپردِ قلم کیا جائے تاکہ ایک ایک رخ اور گوشہ آئینہ کی طرح مجلیٰ و مصفیٰ ہو جائے لیکن میں اپنی تہی دستی و کم مائیگی علم کوتاہیٔ قلم اور ساتھ ہی قلتِ وقت کے باعث اس خدمت سے

* بانی دار القلم ذاکر نگر نئی دلی

عہدہ برآ نہ ہو سکا جس کے لئے آپ سبھی حضرات سے معذرت خواہ ہوں۔

ویسے یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ ایسے وسیع و دقیع موضوع پر اتنی آسانی سے کچھ کام ہو جانا ایک مشکل اور دشوار امر ہے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہٗ العزیز کی علمی و فقہی عبقریت کا صحیح معیار ان کے مشاہیر اساتذہ ان کے نامور تلامذہ اور جلیل القدر تصانیف کے گہرے مطالعہ کے بعد ہی متعین کیا جا سکتا ہے۔

آپ نے علامہ ہدایت اللہ خاں رام پوری (تلمیذ ارشد معلم رابع قائد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی المتوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱) المتوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء سے معقولات میں اکتساب فیض کر کے منطق و فلسفہ پر عبور و دسترس حاصل کیا اور انکے نکات و دقائق کے رمز آشنا ہوئے علامہ رام پوری نے آپکی محنت و لیاقت کی داد دیتے ہوئے ایک بار ارشاد فرمایا۔ "شاگرد ایک ہی ملا وہ بھی بڑھاپے میں"[1]

شہرۂ آفاق محدث حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی (تلمیذ رشید استاذ العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی المتوفی ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ و محشیِ بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری المتوفی ۱۲۹۷ھ و خلیفہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی المتوفی ۱۳۱۳ھ) المتوفی ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء سے درسِ حدیث لیکر آپ نے سندِ فراغت حاصل کی۔ حضرت محدث سورتی کا یہ تأثر دیدۂ حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے "مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے،،[2]

آپ کے پاس دورِ طالب علمی میں صدر الشریعہ نے نہایت انہماک و دلجمعی سے تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں آپ نے جو شاندار امتحان دیا اس کی رپورٹ مہتمم مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت نے اس طرح پیش کی تھی ——— "۶ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو بحمدہ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ صاحب رام پوری دام فیضہ نے لیا۔ مولوی امجد علی صاحب نے بعد فراغ کتب درسیہ کے نہایت جانفشانی و کمال مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ مسند شریف کتاب الآثار شریف مؤطا شریف۔ طحاوی شریف کا قرأۃً و سماعۃً درس حاصل کر کے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا۔ جس کے باعث ممتحن صاحب و حاضرین نہایت شاداں اور ان کی حسن لیاقت و فہم و ذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے۔[1]

علامہ سید سلیمان اشرف قدس سرہ صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ المتوفی ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ نے آپ کے نام تحریر فرمایا ہے ——— "میرے علم میں مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ (علامہ ہدایت اللہ رام پوری) علیہ الرحمہ کے صرف آپ ہی یادگار ہیں"[2]

اور رئیس المفسرین۔ خاتم الفقہاء و المحدثین۔ مجدد اسلام امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کی خدمت میں پہونچے تو ان کی چشمِ عنایت نے علوم و معارف کا حامل و امین اور فقہ و افتاء کا ماہر و کامل بنا دیا۔

چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ "آپ موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں۔ اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے۔ طرز سے واقفیت ہو چلی"[3]

---

[1] ص ۱۰۔ صدر الشریعہ (کتابچہ) مطبوعہ گھوسی اعظم گڑھ [2] ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی شمارہ مارچ ۱۹۶۶ء

[1] ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ شمارہ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ [2] مکتوب قلمی محررہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۲ء مملوکہ دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی
[3] ص ۹۳ ملفوظات حصہ اول مطبوعہ کراچی

علوم قرآن سے آپ کا شغف و انہماک اتنا تھا کہ کتب تفاسیر ہر وقت پیش نظر رہتیں اوقات درس میں اپنے تلامذہ کے دلوں میں روح قرآن سے ایک حیات تازہ پیدا کر دیتے ان کا مطالعہ نہایت عمیق تھا ـــــ آپ کے ذوق و شوق اور تعلق خاطر کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ کا عدیم النظیر ترجمۂ قرآن حکیم "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" (۱۳۳۰ھ) آپ ہی کی تحریک و اصرار اور مساعئ جمیلہ سے شروع ہو کر پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

بہار شریعت جو زبان اردو فقہ میں آپ کی شاہکار تالیف ہے اس میں احکام و مسائل سے پہلے آپ نے قرآنی آیات سے ان کا آغاز کیا ہے جس سے آپ کی وسعت نظر اور بصیرت ایمانی کے ساتھ ہی مہارت فن کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

علوم حدیث میں آپ کے تبحر و جامعیت کے آثار حاشیہ شرح معانی الآثار الامام ابی جعفر الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ / ۹۳۳ء کے صفحات پہ بکھرے پڑے ہیں۔ بہار شریعت میں بھی احکام و مسائل سے متعلق ہر ہر موضوع پر بیشمار احادیث آپ نے جمع کر دی ہیں

اصول حدیث میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ ایک پنجابی عالم جو مشہور روزگار دیوبندی محدث انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے شاگرد تھے ان کے پاس مسلم الثبوت کی ایک فارسی شرح تھی۔ صرف ایک نسخہ انکے پاس تھا۔ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے اس کا وہ خصوصی درس لیا کرتے تھے اور یہ درس بلا مطالعہ ہوا کرتا تھا۔ پنجابی عالم کا بیان ہے کہ صدر الشریعہ اس شرح کو بلا مطالعہ اتنی جامعیت اور کمال کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے کہ انور شاہ کشمیری کے درس پر اسکو فوقیت حاصل تھی جبکہ کشمیری صاحب اسے مطالعہ کرنے کے بعد ہی پڑھایا کرتے تھے۔ اگر صدر الشریعہ بھی مطالعہ کر کے پڑھاتے تو خدا جانے کیا عالم ہوتا۔

فقہ میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ شہرۂ آفاق تالیف "بہار شریعت" کا ورق ورق بیان مسائل کے ساتھ ترجیح مسائل میں لاثانی ہے۔ ہماری اس صدی کا یہ ایک بےنظیر اور جلیل القدر کارنامہ ہے۔ کمال تحقیق و عزیمت یہ ہے کہ اتنی عظیم الشان خدمت آپ نے تنہا انجام دی۔

فقہ کا مایۂ ناز ذخیرہ فتاویٰ عالمگیری جسے تقریباً پانچ سو فقہائے کرام نے پوری تندہی اور یکسوئی ذہن و دماغ کے ساتھ ترتیب دیا جس کے مرتبین میں قاضی محمد حسین جونپوری۔ شیخ علی اکبر حسینی۔ شیخ حامد بن ابو حامد مفتی محمد اکرم لاہوری۔ شیخ عبد الرحیم دہلوی۔ مفتی وجیہ الدین گوپاموی۔ شیخ احمد بن منصور گوپاموی۔ شیخ رضی الدین بھاگلپوری۔ ابو البرکات بن حسام الدین شیخ محمد جمیل جونپوری۔ مولانا ابو الخیر سندھی، مولانا نظام الدین سندھی۔ شیخ محمد سعید سہالوی۔ مفتی عبد الصمد جونپوری۔ مولانا جلال الدین مچھلی شہری۔ قاضی عصمت اللہ لکھنوی۔ قاضی محمد دولت فتح پوری۔ شیخ محمد غوث کاکوری۔ سید عبد الفتاح بن ہاشم صمدی۔ علامہ ابو الفرح۔ ملا غلام محمد قاضی القضاۃ۔ ملا عبد الواعظ ہرگامی۔ چلپی عبد اللہ۔ وجیہ الرب۔ مولانا محمد فائق ملا محمد اکرم۔ سید محمد قنوجی۔ مولانا محمد شفیع جیسے اکابر و اعاظم تھے۔ شیخ قاضی علی اکبر آبادی اس کے ناظر اور شیخ نظام الدین برہانپوری سرپرست تھے۔ اور حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ خود اس میں حذف و اضافہ فرمایا کرتے تھے۔

آپ اندازہ کیجئے کہ اتنے حضرات نے مل کر فتاوئے عالمگیری کی ترتیب دی اور بہار شریعت صرف اکیلے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی محنتوں کا ثمرہ ہے جسے کسی سلطان و امیر کی کوئی سرپرستی حاصل نہیں۔

اسی لئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ جب اپنے عظیم کام کو دیکھتے اور اس پہلو پر غور فرماتے تو یہ کہتے کہ "اگر آج اورنگ زیب علیہ الرحمہ زندہ ہوتے اور میری یہ خدمت

دیکھ پاتے تو مجھے سونے سے تولتے۔" (بروایت استاذ محترم حضرت حافظ عبد الروف بلیاوی علیہ الرحمہ المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء تلمیذ رشید حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمہ المتوفی ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء)

افتاء میں بھی آپ کی مہارت مسلّم تھی۔ غیر مطبوعہ فتاویٰ امجدیہ کی ضخیم جلدیں اس پر شاہد عادل ہیں۔ خدا کرے یہ قابل فخر سرمایہ کتابت و طباعت کے مراحل سے گذر کر جلد تر علمائے کرام کے ہاتھوں تک پہونچے تاکہ وہ آپ کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کریں اور دیکھیں کہ آپ نے کتنی دیدہ وری اور ژرف نگاہی سے یہ فتاوی قلمبند کئے ہیں۔

آپ کے بارے میں امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا تھا۔ امجد علی کو تمام فنون میں کافی دسترس حاصل ہے۔ اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت بلند ہے"۔[۳]

فقاہت کے کیا معنی ہیں اسے جاننے کیلئے امام اہلسنت کی یہ تحریر سماعت فرمائیے۔

"فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔

بلکہ فقہ بعد ملاحظۂ اصول مقررہ، و ضوابط محررہ، و وجوہ تکلم، و طرق تفاہم، و تنقیح مناط، و لحاظ انضباط، و مواضع یسر و احتیاط و تجنب تفریط و افراط، و فرق روایات ظاہرہ و نادرہ، و تمیز درایات غامضہ و ظاہرہ، و منطوق و مفہوم صریح و محتمل، و قول بعض و جمہور و مرسل و معلل، و وزن الفاظ مفتین، و ترتیب مراتب ناقلین، و عرف عام و خاص، و عادات بلاد و اشخاص، و حال زمان و مکان، و احوال رعایا و سلطان، و حفظ مصالح دین، و دفع مفاسد مفسدین، و علم وجوہ تخریج، و اسباب ترجیح، و مناہج توفیق، و مدارک تطبیق، و مسالک تخصیص، و مناسک تقیید، و مشارع قیود، و شوارع مقصود، و جمع کلام، و نقد مرام و فہم مراد کا نام ہے ـــــ کہ تطلع تام، و اطلاع عام، و نظر دقیق، و فکر عمیق، و طول خدمت علم، و ممارست فن و تیقظ وافی، و ذہن صافی، معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے ـــــ اور حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عز و جل بمحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے۔ وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم۔

صدہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھکر گھبرا جاتا ہے۔ مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر کو جولان دیتا اور دامن ائمہ کرام مضبوط تھام کر راہ تنقیح لیتا ہے۔ توفیق ربانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ ہر فرع خود بخود اپنے محل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھنٹ کر اصل مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے۔ اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال کہ سخت مختلف نظر آتے تھے۔ حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے۔

الحمد للہ کہ فتاوائے فقیر میں اس کی بکثرت نظریں ملیں گی وللہ الحمد تحدیثاً بنعمۃ اللہ وما توفیقی الا باللہ و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ من امدنا بعلمہ وایدنا بنعمہ و علیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔ امین۔ والحمد للہ رب العٰلمین"۔[۱]

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو بھی ان کمالات علمیہ سے وافر حصہ ملا تھا اسی لئے امام اہلسنت اعلحضرت فاضل بریلوی نے ایک مجلس میں آپکو ہندوستان کا قاضی شرع متعین فرمایا تھا۔[۲]

---

[۱] ص ۱۴۔ ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری (۱۳۳۱ھ) بار اول مطبع اہلسنت و جماعت بریلی۔

[۲] ماہنامہ استقامت حضرت مفتی اعظم ہند نمبر مضمون حضرت برہان ملت

[۳] ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف شمارہ مارچ ۱۹۶۶ء

[۴] فتاوائے امجدیہ کی ابتدائی دو جلدیں چھپ چکی ہیں۔ (مدیر)

(روایت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری فرزند صدر الشریعہ)

دینی علوم و فنون میں مہارت کے ساتھ آپ معقولات کے زبردست عالم تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے میبذی نہ پڑھی وہ ہدایہ کیا سمجھے گا (روایت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری) شیخ المعقولات علامہ رام پوری کے آپ سچے جانشین تھے۔

آپ ایک ماہر طبیب بھی تھے۔ اور علم طب کے دقائق پر آپ اچھی نظر رکھتے تھے۔ ایک سال تک گھر میں مطب بھی کیا تھا۔

مختصر یہ کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے فنون کا جامع بنایا تھا لیکن تفسیر حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ اور ان میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ فقہی جزئیات نوک زبان پر رہا کرتی تھیں اسی لئے امام اہلسنت نے آپ کو صدر الشریعہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قادری خلفہ اکبر حضرت فاضل بریلوی قدس سرہما نے ایک بار ارشاد فرمایا۔ "مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے زخار ہے جو موجیں مار رہا ہے"۔[1]

تحریک خلافت و ترک موالات کے دور میں جبکہ بیشتر مسلم لیڈروں نے جوش کے آگے اپنا ہوش کھو دیا تھا۔ آپ نے دینی بصیرت و ایمانی فراست کے ساتھ ستر سوالات پر مشتمل ایک رسالہ بنام "اتمام حجۃ تامہ" (۱۳۳۹ھ) تحریر فرمایا جسے حضرت مولانا عبد الماجد قادری بدایونی المتوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء (جو اس وقت اس کے روح رواں تھے بعد میں رجوع فرمالیا تھا) و مسٹر ابو الکلام آزاد وغیرہما کے ہاتھ میں بریلی ہی میں دیا گیا مگر سارے جمعیۃ العلمائی لیڈر مل کر بھی اس کا جواب نہ دے سکے۔

اسی طرح مسجد مچھلی بازار کانپور کا حادثہ جس کے بعد انگریزی حکام کے بعض مسلم زعماء و قائدین نے ایک معاہدہ کرلیا جو خلاف شرع تھا۔ اور حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے ایک چھ ورقی عربی رسالہ بھی اس کے جواز کے لئے نکالا تھا جس کا آپ نے نہایت محققانہ و فاضلانہ تفصیلی جواب عربی زبان میں بنام "قامع الواہیات من جامع الجزئیات (۱۳۳۱ھ) قلمبند فرمایا ——— کوئی صاحب ہمت قلم اٹھائے تو ان دونوں رسائل کی روشنی میں حضرت صدر الشریعہ کی فقہی و سیاسی بصیرت کے بہترین نمونے پیش کرسکتا ہے۔

ان سارے گوشوں پر نظر ڈالئے تو انشراح صدر کے ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ آپ علم و فن کے بیشتر شعبوں میں کامل دستگاہ اور مہارت و براعت رکھتے تھے اور آپ کی جامع تصانیف اپنے وقت کے قیمتی دینی و علمی ذخائر ہیں جن کے محققانہ مسائل و مباحث آپ کی مہارت و عبقریت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

---

[1] ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف مارچ ۱۹۶۶ء

[1] امام اہلسنت فاضل بریلوی کے رسالہ ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری (۱۳۳۱ھ) کے آخر میں ص ۴۱ سے ص ۹۵ تک رسالہ قامع الواہیات پھیلا ہوا ہے ابانۃ المتواری کے مطالعہ کے بعد مولانا فرنگی محلی نے تحریر فرمایا تھا "مولانا المعظم دام بالمجد والکرم۔ بعد تسلیم بصد تکریم گزارش ہے کہ میں نے جواب سامی استفتائے مولوی سلامت اللہ صاحب (نائب منصرم مجلس موید الاسلام فرنگی محل لکھنؤ) دیکھا۔ اللہ تعالیٰ جناب کو بدیر ہمارے سروں پہ زندہ و سلامت رکھے کہ جناب اپنی شفقت بزرگانہ سے ہماری لغزش کو درست فرماتے رہیں اور ہم کو نیک مشورہ دیتے رہیں آمین ثم آمین الخ ص ۹۶۔ ابانۃ المتواری

مولانا بدر القادری مصباحی ★

صَدرالشریعَہ اور درس و تدریس

کاروبار تدریس کی تقدیس و طہارت پر ڈاکٹر اقبال کی زبان سے جب یہ ریمارک سننے میں آیا

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

تو ذہن میں خیال گذرا کہ مدارس و مدرسین نظام عالم میں قانون رحمت کی عطر بیزیاں گھولنے کا ذریعہ ہیں نہ کہ انسان کی فطری صلاحیتوں کا خون کرنے والے گویا اقبال کا اشارہ مدارس اسلامیہ کی روحانی طہارت کو بدنام کرنے والے لوگوں کی طرف ہے مگر نگاہ تاریخ اسلامیان ہند کی اس صفحہ پر ٹک گئی جب اورنگ زیب عالمگیر جیسے باجبروت شہنشاہ کا ایک قاصد امیٹھی جیسی غیر معروف بستی میں ایک خرقہ پوش درویش صفت عالم کے دروازہ پر باادب کھڑا ہے۔

کون ہے یہ؟ ——— عالم ربانی ملا احمد جیون علیہ الرحمہ کے پاس شاہ جہاں آباد دہلی سے بادشاہ کا مکتوب لیکر آنے والا قاصد۔ عالم ربانی نے شاہی لفافہ چاک کیا اور فرمانروائے ہند کا مکتوب پڑھنے لگے جس میں بادشاہ نے نہایت منت و سماجت سے ان کو طلب کیا تھا اور سواری کے لئے خاص اپنا گھوڑا بھیجا تھا پورا خط پڑھنے کے بعد آپ کی زبان سے ایک جملہ برآمد ہوا "کاش کہ اورنگ زیب کو معلوم ہوتا کہ میں بھی اس سے کچھ کم مصروف نہیں"

اس کے بعد اورنگ زیب کو جو جواب تحریر فرمایا اس کا یہ فقرہ بھی لائق توجہ ہے "تم جانتے ہو یہاں تشنگان علوم دینیہ اس نیاز مند سے رشتہ جوڑے پڑے ہیں ان پر علم کا دروازہ کیسے بند کردوں"

جملہ کی گہرائی اور معنی خیزی پر توجہ دیجئے تو مدارس کی فضاؤں میں مرتب ہونے والا تدریس و تعلیم کا رنگ و آہنگ مملکت و سلطنت پر فائق نظر آرہا ہے۔ ٹوٹی چٹائیوں پہ بیٹھے ہیں مگر تخت طاؤس ان کی قدم بوسی کو بے قرار ہے ؎

میں حقیر گدایان عشق را کیں قوم
شہان بے کلہ و خسروان بے کمر اند

انھیں شاہان مملکت علم و ادراک میں چودھویں صدی کے نصف اوسط میں مسند تدریس سے علوم نبویہ کی تقسیم فرمانے والے عظیم عالم ربانی حضرت صدر الشریعہ فقیہ اعظم علیہ الرحمہ بھی ہیں۔ جنکی تدریسی سرگرمیوں نے ہندوستان میں حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ اور پاکستان میں محدث پاکستان مولانا سردار احمد گورداسپوری جیسے اشخاص کے ذریعہ علم و شعور کی خنک روشنی عطا کردی حضرت صدر الشریعہ فقیہ اعظم مصنف بہار شریعت کی تدریسی خدمات پر روشنی ڈالنا انکی بارگاہ سے بلا واسطہ خوشہ چینی کرنے والے کسی عالم جلیل ہی کا کام ہے۔ ہاں میں زیادہ سے زیادہ نزدیک و دور بکھرے ہوئے جلوہ زار علم کی کچھ کرنوں کو سمیٹ سکتا ہوں

ہم سے جمال یار کی تابندگی نہ پوچھ
ہم تو بتانے نالوں پہ قربان ہوگئے

حضرت صدر الشریعہ میدان تدریس کے شہسوار تھے۔ میدان کے کسی رخ سے بھی جن کے علمی پیکار کی خوبیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ تدریسی سلسلہ میں حضرت کی چند نمایاں خصوصیات پر ان کے جن تلامذہ نے جو کچھ لکھا ہے مختصراً حاضر خدمت ہے

★ اسلامک اکیڈمی دیہیگ ہالینڈ

"آپ حدیث تفسیر فقہ اصول فقہ معانی بیان بدیع فلسفہ منطق نحو صرف حساب ہیات ریاضی ہندسہ اصول حدیث طب تاریخ اور جملہ مروجہ علوم وفنون پر یکساں نہ صرف عبور رکھتے تھے بلکہ طلبہ کو گھول کر پلانا بھی جانتے تھے۔

انداز تدریس ایسا فطری بتایا جاتا ہے کہ پہلے طالب علم سے عبارت پڑھواتے اسی سے ترجمہ کراتے۔ عبارت و ترجمہ کی درستگی کے بعد تشریحی و توضیحی تقریر فرماتے تقریر اتنی جامع اور مانع ہوتی کہ وارد ہونے والے اعتراضات خود ہی دفع ہو جاتے اور کبھی اونچی اونچی کتب قاضی مبارک امور عامہ میرزاہد خیالی شمس بازغہ وغیرہ میں تقریر درس کے بعد خود ہی اہم مقامات پر محاکمہ بھی فرماتے تقریر کا انداز ایسا دلپذیر ہوتا کہ ذہن پر مرتسم ہو جاتا۔

ترجمہ کرنے میں بعض الفاظ سے چڑھ تھی۔ مثلاً فی کا ترجمہ بیچ اور اندر کرنے سے فرماتے کہ اندر اسم ہے اور فی حرف ہے حرف کا ترجمہ حرف سے اور اسم کا اسم سے ہونا چاہیئے۔ ترجمہ کرنے میں اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ اردو زبان وادب کا حسن زائل نہ ہونے پائے۔

میدان درس وتدریس میں ایک مرحلہ مدرسین کی لیاقتوں کے باہمی تصادم اور معاصرانہ چشمک کا بھی آتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم بھی اس سے محفوظ نہیں رہے۔ اس دور کے بعض علمار امتحان کے موقع پر حضرت کے شاگردوں سے غبار خاطر کا اظہار کر دیتے چنانچہ دادوں کے ایک امتحان کے دوران جناب مولانا خلیل صاحب سے ایک ممتحن خارج از کتاب سوالات کرنے لگے اور انھوں نے صدر الشریعہ کی شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ یہ سوال میری کتاب سے بلند ہے جواب دے دیا۔

صدر الشریعہ خود اپنے تلامذہ کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھے۔ اس امتحان کی رپورٹ ملی تو فرمایا۔ میرا خلیل انھیں درس دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

تصنیف وتالیف کی اہمیت ہر زمانے میں مسلّم مگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ ایک مصنف اپنی تصنیف سے مطالعہ کرنے والوں کو تو ضرور مستفید کر سکتا ہے مگر علوم اسلامیہ کے تمام ماہرین اسی جانب متوجہ ہو جاتے تو بعد کے دور کو علمار کہاں سے میسّر آتے۔؟

آپ کا دور اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی دھوم دھام کا دور تھا۔ فقیہ اعظم اگر اسی جانب متوجہ ہو جاتے تو ایک عظیم پیمانہ کا دار المصنفین قائم کر سکتے تھے۔ یا خود اپنے زور قلم سے تصنیفات کا ایک انبار چھوڑ سکتے تھے عہد ساز ضرورتوں کے پیش نظر فقہ حنفی کی عظیم کتاب شرح معانی الآثار جلد اوّل نصف پر حاشیہ محض ۳ ماہ کی قلیل مدت میں تحریر فرمانے والے قلمکار کے لئے کچھ دشوار نہ تھا مگر ان کی دور بیں نگاہوں نے اس طرف کوئی خاص شغف نہ رکھا۔ چونکہ ان کا مقصود یہ تھا کہ میں کیوں نہ درسگاہ کی چٹائی پر بیٹھ کر فیضان نظر سے ایسے دیوانے پیدا کردوں جو نظام مصطفیٰ کے قیام واستحکام کا ستون بنیں ـــــــ مجھے کہنے دیجیے کہ صدر الشریعہ کی نگاہ مستقبل کے ہند وپاک پر تھی جب ان کی بارگاہ کے خوشہ چینیوں سے بساط علم وتہذیب کی لالہ کاری ہونے والی تھی صدر الشریعہ کی تدریس نہ ہوتی تو حافظ ملت کہاں سے پیدا ہوتے محدث پاکستان کا وجود کہاں سے ہوتا دنیا شیخ العلمار کو کہاں سے پاتی اور کہاں ہوتے علامہ ازہری اور مولانا وقار الدین جیسے علمار۔

مذکورہ مدرسانہ کمالات میرے نزدیک ہرگز لائق اعتنانہ ہوتے اگر اس عظیم شخصیت میں فیضان نظر کی صفت نہ پائی جاتی اللہ اللہ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا۔

تدریسی اور تعلیمی مہارت وکمالات اپنی جگہ اس کا تو یہ علم ہے کہ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خان شیروانی جیسا دور اندیش زمانہ میں ان الفاظ میں اعتراف کر رہا ہے۔

"میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی

صاحب ہیں۔

(روداد مدرسہ سعیدیہ دادوں بابت ۱۳۵۷ھ / ۱۳۵۸ھ)

جب اخلاص مند سینوں پر علم نبوی کا پرتو پڑتا ہے تو ایک تنہا انسان خدمات اور کارناموں کی پوری انجمن پر بھاری ہو جاتا ہے پھر اس کا ہر اقدام کسی پوشیدہ قوت کے مقناطیسی اشاروں پر متحرک ہوتا ہے ایسے لوگ ہی جب مسند تدریس پر جلوہ آرا ہوتے ہیں تو درسگاہوں سے فکر غزالی اور شعور رازی کا انعکاس ہوتا ہے یہ سب نتیجہ ہے اس اضطراب دروں کا جو علوم اسلامیہ کے مدرسین کا طرۂ امتیاز ہے۔

نہ عیش کوشی دسرزت نہ حُبّ جاہ وحشم
جو اضطراب نہ دیکھے وہ زندگی کیا ہے

ایسی زندگیاں ہی عہدوں اور قرنوں کی زندگی کی ضمانت ہوتی ہیں یقیناً فقیہ اعظم ایک عہد کے مسیحا اور ایک دور کے مؤسس ہیں فعال، متحرک اور حیات بخش،

عشق کی رہ میں فنا ہو گیا دیوانہ تھا
روش کش مکش دہر سے بیگانہ تھا
ہند کی خاک کا بے مثل فقیہ اعظم
شمع محراب رسالت کا یہ پروانہ تھا

(بقیہ صنہ ۱۳ کا)

غیروں کے نزدیک بھی مسلم تھی مولانا سید سلیمان ندوی دار المصنفین اعظم گڑھ کا کھلا اعتراف ماہنامہ معارف ۲۶ء میں ملاحظہ فرمائیں۔ جدید ضرورتوں سے آگاہ نصاب ہائے تعلیم اور درس گاہوں کا تجربہ کار عالم لکھا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسے ذیشان عالم شریعت کے وصال سے ہمیں جو نقصانات پہونچے ہیں ان کی تلافی ممکن نہیں ـــــــ افسوس! کتنے اعظمی، ازہری اور سیّد العلمار پیدا ہونے سے رہ گئے۔ کتنی بہار شریعت، حاشیہ طحاوی اور فتاوی امجدیہ وجود پانے سے رہ گئیں اور نہ جانے کیسے کیسے تشنگان علم نہر کے کنارے تک پہونچے اور چشمۂ سیال نہ پاکر محروم پھر گئے ؎

گذر گئے ہیں جو دن پھر نہ آئیں گے ہرگز
کہ ایک چال فلک ہر برس نہیں چلتا

دار العلوم منظر اسلام بریلی کی درس گاہ کا فیض آج بھی جاری ہے۔ ریاست دادوں کی گلیاں راہگیروں کو آج بھی دعوت نظارہ دے رہی ہیں۔ اور دار الخیر آستانہ اجمیر کے بلند دروازے پر ہزاروں امیدواروں کی نگاہیں آج بھی مرکوز ہیں۔

لیکن آج صدر الشریعہ کہیں بھی موجود نہیں ـــــــ امجدی ساگر کا متلاشی اجمیر مقدس پہونچ کر صدر شریعت کی درس گاہ کو ڈھونڈے گا تو وہاں کی سہ دری (جو کبھی حضرت کی درس گاہ تھی کو کہنا ہو گا۔ آستانہ چشتی کے شمالی چبوترہ (جو کبھی بعد عصر آپکی تفریحی نشست گاہ تھا) کو آواز دینا ہو گا۔ اور وہاں کے منبر ومحراب بہر حال پکاریں گے ؏ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

□□□

مولانا محمد حسن علی ملتانی

صدر الشریعہ ـــــ کچھ یادیں کچھ باتیں

حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ فقیہ امت خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی قدس سرہٗ العزیز اپنے زمانہ کے فرد یگانہ سید الفقہا استاذ الاساتذہ تھے درسیات کے جملہ فنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور بیک وقت مدرس ومفتی ومناظر اعلیٰ درجہ کے مفسر ومحدث اور زبردست فقیہ تھے کہتے ہیں کہ درخت اپنے پھل اور استاد اپنے شاگردوں سے پہچانا جاتا ہے سیدی حضور صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے تلامذہ میں تاجدار علم وفن امامت اہلسنت حضرت قبلہ محدث اعظم پاکستان علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب بانی دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف وبانی دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام یادگار رضا پاکستان قدس سرہٗ العزیز شیر بیشۂ اہلسنت مظہر اعلیٰحضرت مولانا علامہ ابو الفتح عبد الرضا محمد حشمت رضا خانصاحب قدس سرہٗ حافظ ملت شیخ الحدیث علامہ حافظ عبد العزیز قدس سرہٗ صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی قدس سرہٗ۔ مفتیٔ اعظم کانپور علامہ مفتی محمد رفاقت حسین قدس سرہٗ۔ مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری الہ آبادی قدس سرہٗ۔ شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی قدس سرہٗ۔ بحر العلوم علامہ قاضی شمس الدین جونپوری قدس سرہٗ۔ علامہ مولانا غلام یزدانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل اکابر امت شامل ہیں جن کا علمی وروحانی فیض آج دنیا کے ہر حصہ اور ہر خطہ میں پہونچ رہا ہے۔ حضور سیدی صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے تلامذہ میں سے یہاں پاکستان میں سیدی حضور محدث اعظم پاکستان مولانا علامہ محمد سردار احمد صاحب قدس سرہٗ تشریف لائے تھے اور اپنے بریلی شریف کے مدرسہ کے نام پر دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور فیصل آباد قائم فرمایا اور مدارس اہلسنت کے قیام میں وہ سعی فرمائی کہ آج ڈیڑھ سو سے زائد مدارس اہلسنت ان کی یادگار ہیں جامعہ رضویہ مظہر اسلام سے آپ کے عہد حیات میں اعلیٰ درجہ کے مدرس ومناظر بلند پایہ عالم دین فارغ التحصیل ہوئے آج بیشتر مدارس اہلسنت میں آپ کے تلامذہ منصب شیخ الحدیث پر فائز ہیں اور صدر مدرس ہیں۔ یہ سب حضور صدر الشریعہ کا علمی وروحانی فیضان ہے حافظ ملت حافظ الحدیث علامہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ نے حضور سیدی محدث اعظم پاکستان کے وصال پر "نوری کرن" "بریلی شریف" کے لئے اپنے ایک مضمون میں فرمایا تھا حضرت محدث اعظم پاکستان علم وفضل میں زہد وتقویٰ میں درس وتدریس میں حضرت قبلہ صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے صحیح جانشین تھے۔

★ میلسی (ملتان) پاکستان

تمام صاحبزادے صاحبزادیاں عالم وعالمہ ہوئیں یہ ان کی نظر کا اثر ہے ورنہ آج کے دور میں عالم کی اولاد عالم نہیں پیر کا بیٹا پیر نہیں یہ ایک المیہ ہے کہ عام طور پر علماء اور مشائخ عظام اپنی اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کا مطلقاً خیال نہیں رکھتے۔ صدر الشریعہ کے بڑے صاحبزادہ مولانا شمس الہدیٰ اعظمی عالم اور بڑے زبردست طبیب تھے ـــ اسی طرح مولانا محمد یحییٰ صاحب۔ مولانا علامہ عبد المصطفیٰ مولانا عطاء المصطفیٰ مولانا قاری رضاء المصطفیٰ مولانا بہاء المصطفیٰ مولانا ضیاء المصطفیٰ اور دوسری اولاد سب عالم ہوئی۔

تدریسی لگن

فن تدریس سے حضرت صدر الشریعہ کو کتنا گہرا شغف تھا خود سیدی سندی حضور محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ نے فرمایا اوقات مدرسہ کے سوا بھی پڑھاتے عرس مبارک کی طعطیلات کے ایام میں بھی پڑھاتے جمعہ کے روز بھی اپنے دولتکدہ پر دھان منڈی میں پڑھاتے اور طلباء کو مذاہب باطلہ کے خلاف مناظرہ کی مشق کراتے اور خود نگرانی فرماتے جامعہ معینیہ عثمانیہ دار الخیر اجمیر شریف میں آپ کے حلقہ درس میں شامل حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ الرضوان ایک بار اپنے ایک ہم سبق ساتھی سے مناظرہ کی مشق کر رہے تھے کہ اچانک حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ تشریف لے آئے اور چھپ کر مناظرہ کی مشق دیکھتے رہے جب یہ تقریب اختتام کو پہنچی تو حضرت صدر الافاضل نے آگے بڑھ کر حضرت محدث اعظم پاکستان کی پیشانی کو چوم لیا اور حضرت صدر الشریعہ کے اس طرز تربیت کی داد دی اور فن مناظرہ میں طلبہ کی استعداد کو سراہے

قیام اجمیر کے ایام میں جب حضرت صدر الشریعہ کا جسم بڑھنے لگا۔ کہ حکیموں کے مشورہ پر بعد نماز عصر سیر وتفریح کے لئے دولت باغ اناساگر کی طرف پیدل تشریف لے جاتے اس وقت حضرت سیدی سندی محدث اعظم پاکستان حضور سیدی صدر الشریعہ کے ہمراہ ہوتے اور کوئی علمی کتاب ہاتھ میں ہوتی سیر وتفریح ہو جاتی اور کتاب کا درس بھی جاری رہتا اسی دوران ایک بار شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمۃ بھی اجمیر درگاہ معلیٰ حاضر ہوئے اور جامعہ معینیہ میں تشریف لائے حضرت صدر الشریعہ سے ملاقات فرمائی اور آپ کے طرز تدریس سے متاثر ہوئے طلبہ کی ذہانت اور حضور صدر الشریعہ کی محنت کی داد دی بلکہ طلبہ کو متقی وپرہیزگار دیکھ کر زمانہ طالب علمی ہی میں اپنی خلافت سے نوازا۔ اجمیر شریف کے قیام ہی کے دور میں گھریلو سودا سلف خریدنے کے لئے عموماً حافظ ملت علیہ الرحمۃ کو حکم فرماتے حتیٰ کی کپڑا وغیرہ بھی وہی خرید کر لاتے ایک بار حضرت محدث اعظم پاکستان سے فرمایا ایک بوری گندم (گیہوں) خرید کر آٹا پسوایا جائے حضرت محدث اعظم نے گندم خود خرید ا اور خود بوری اٹھا کر چکی پر آٹا پسوایا اور خود ہی بوری آٹا اٹھا کر حضرت صدر الشریعہ کے دولت کدہ پر لے آئے حضرت صدر الشریعہ نے دیکھ کر فرمایا بندہ خدا کسی مزدور سے اٹھوا لاتے حضرت محدث اعظم نے فرمایا یہ خادم بھی آپ کا مزدور ہونے کی سعادت حاصل کر لے اس لئے میں

خود ہی بوری اٹھا لایا۔ ایسے وفا شعار اور خدمت گذار طلباء اب کہاں ہیں۔

مسائل کی تحقیق

ایک بار اسی دوران حضرت سیدنا شیخ الانام امام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب نوری رضوی بریلوی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف قدس سرہٗ اجمیر شریف تشریف لائے اور مسائل کی تحقیق میں ایک مسئلہ پر حضرت صدر الشریعہ سے زبردست بحث ہوئی حضرت محدث اعظم پاکستان دونوں بزرگوں کو حسب طلب کتابیں الماری سے نکال نکال پیش کر رہے ہیں اور دونوں حضرات کے دلائل شباب پر ہیں کتابوں کا ڈھیر لگ گیا بحث میں پوری قوت گویائی سے کام لیا جا رہا ہے مگر حقیقی ناگواری کسی کو بھی نہیں بحث مباحثہ کے دوران چائے بھی پی رہے ہیں کھانا بھی کھا رہے ہیں ایک دوسرے کے ادب واحترام کا بھی لحاظ ہے آج تو تحقیق نام پر جھگڑے ہونے لگتے ہیں اور دشمنیاں ہو جاتی ہیں اکابر و اسلاف میں کتنا اخلاص تھا۔ اسی عرصہ میں مولانا معین الدین اجمیری سے مسئلہ تکفیر دیابنہ پر اور دیگر مسائل میں گفتگو چل رہی تحریری گفتگو کی نقول اور مولانا اجمیری کے حضرت سیدنا حجۃ الاسلام کے نام خطوط اصلی ابھی تک حضرت محدث اعظم پاکستان کے پاس محفوظ تھے۔

بریلی شریف مراجعت

وہاں متولی صاحب کی تنگ دلی کا حال جب سیدنا امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کو ہوا تو حضرت صدر الشریعہ کو واپس بریلی شریف بلا لیا۔ اور اجمیر شریف سے آنے والے طلباء کی دستار بندی بھی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے جلسہ میں ہوئی تھی انہی ایام میں حضور صدر الشریعہ قدس سرہٗ العزیز نے حضرت قبلہ محدث اعظم پاکستان اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں اپنی اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام و حضور صدر الشریعہ نے باہمی مشورہ سے محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار صاحب کو ان کی استعداد، قابلیت تقویٰ وطہارت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں مدرس دوم اور ناظم تعلیمات مقرر کیا جو بعد میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا میرا ضلع اعظم گڈھ بد مذہبوں کی زد میں ہے وہاں کوئی کام نہ ہوا میں باہر رہا وہاں وہابیت کا غلبہ ہے اپنے ضلع مبارکپور اعظم گڈھ کے لئے صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے حضور حافظ ملت کو پسند فرمایا اور مقرر فرمایا ان کا علمی و روحانی فیضان وخدمات دینیہ اب سب کے سامنے ہیں۔

بریلی شریف کا مناظرہ

یہ وہ زمانہ تھا کہ آل انڈیا وہابی اسکیم کے تحت مولوی منظور سنبھلی نے بریلی کو اپنا مستقل مستقر بنا لیا تھا اور حضرت حجۃ الاسلام حضرت صدر الشریعہ حضرت صدر الافاضل قدست اسرارہم تک کو مناظرہ کے لئے چیلنج دے رہا تھا حضرت محدث اعظم پاکستان نے منظور سنبھلی کا چیلنج قبول فرمایا اور چار روز تک اکبری مسجد شہر کہنہ بریلی شریف میں یادگار مناظرہ ہوا حضرت صدر الشریعہ کی محنت رنگ لائی اور مولوی منظور کو غلط الفاظ پر مشتمل اپنی کٹی ہوئی تحریریں دے کر میدان مناظرہ میں اپنی کتابیں

اپنی جوتیاں چھڑی اپنی عینک وغیرہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا موضوع مناظرہ مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ کفریہ عبارت تھی۔ اور اہلسنت کی طرف سے صدر مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن الہ آبادی دھام نگری قدس سرہٗ تھے مولانا مفتی تقدس علی خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے حضرت صدر الشریعہ ان دنوں بریلی شریف ہی تھے اور حضرت محدث اعظم کے مولوی منظور کے مقابلہ میں وزن دار زور آور دلائل اور قوت گویائی سے بہت خوش ہوئے مولوی منظور کی عبرتناک شکست فاش کے بعد حضرت صدر الشریعہ کی طرف سے آستانہ عالیہ میں جلسہ تہنیت ہوا مناظر اہلسنت حضرت علامہ سردار احمد قدس سرہٗ کو صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے تاج فتح پہنایا اور بہت سے تعریفی و دعائیہ کلمات ارشاد فرمائیے۔ علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم تہنیت پڑھی ؎

حق پہ ہیں سردار احمد آشکارا ہو گیا
اہل باطل کی شکستوں کا نظارا ہو گیا
اب وہابی روتے ہیں مل مل گلے یہ کہتے ہیں
کیا کریں منظور بھاگا آشکارا ہو گیا

حضرت محدث اعظم پاکستان سے شکست فاش کھانے کے بعد منظور سنبھلی نے مناظرہ سے ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی اور اس کا اعتراف تحریری طور پر مولوی منظور نے لکھنؤ سے چھپنے والی ایک دیوبندی کتاب "فتنہ بریلی کا نیا روپ" میں خود کیا ہے بریلی شریف کے اس چار روزہ مناظرہ کی مفصل روئیداد "نصرت خداداد" کے نام سے اب دوبارہ سہ بارہ پاکستان میں بھی چھپ چکی ہے۔

صدر الشریعہ کی مناظرانہ مہارت

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ محدث اعظم پاکستان مولانا علامہ محمد سردار احمد قدس سرہٗ شیر بیشۂ اہلسنت مولانا علامہ حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ امین شریعت مولانا مفتی محمد رفاقت حسین۔ مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن دھام نگری جیسے اکابر مناظرین کے استاد تھے اس سے آپ کی فن مناظرہ میں مہارت و قابلیت کا پتہ چلتا ہے ایک بار نجیب آباد سے جناب احمد حسن صاحب رضوی نے سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تار دیا کہ یہاں مولوی اشرف علی تھانوی آیا ہوا ہے اور ہم نے مناظرہ کی دعوت دے دی ہے فوراً مناظر بھیجئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے فوراً حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ اور امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کو حکم فرمایا کہ مناظرہ کیلئے فوراً نجیب آباد پہنچو۔ نجیب آباد پہنچ کر مولوی اشرف علی تھانوی کو خط لکھا اس نے جواب دینے کا وعدہ کیا اور راتوں رات نجیب آباد سے فرار ہو گئے وہاں فتح کا جلسہ کر کے حضرت صدر الشریعت واپس ہوئے۔ بھاگلپور میں حضرت حامی سنت شیخ طریقت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی قدس سرہٗ کے مریدین میں جا کر مولوی عبد الشکور کاکوروی ایڈیٹر النجم نے وہابیت افروز تقریریں کیں اور اہلسنت کو مناظرہ کا چیلنج دیا ان لوگوں نے حضرت مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کو اطلاع دی حضرت والد نے سیدنا اعلیٰحضرت کو اطلاع دی اور خود بھاگلپور تشریف لے گئے اور مناظرہ کی دعوت قبول کی باغ کی مسجد مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی ادھر سیدنا اعلیٰ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدر الشریعت مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہٗ کو بھاگلپور بھیجا اور بعد میں صدر الافاضل علیہ الرحمۃ بھی تشریف لے آئے وہابیہ نے گیدڑ بھبکیاں شروع کیں اور صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب اور صدر الافاضل کی آمد کی خبر سن کر المدد یا پولیس کا وظیفہ کرتے ہوئے تھانہ پہنچے اور داروغہ کو بھیجا یہ تدبیر کامیاب نہ ہوئی تو خلیفہ باغ کی مسجد کے متولی کو کہا کہ مناظرہ بند کر و کاکوروی تو صدر الشریعۃ اور صدر الافاضل کی آمد کا سنکر گوشہ عافیت میں بیٹھ گیا اور مولوی محمد علی مونگیری کو پیش کر دیا یہ شخص عربی کا ماہر کہلاتا تھا۔ کہ عربی میں مناظرہ کر دوں گا اِدھر سے کہا گیا کہ عربی غیر منقوط اور عربی نظم میں مناظرہ ہوگا بے چارے مولوی محمد علی مونگیری بھی دم توڑ گئے۔ اور وہاں حضرت صدر الشریعت اور صدر الافاضل اور حضرت بابرکت الحاج مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی نے فتح کے جلسے کئے۔

یادگار و ناقابل فراموش کارنامے

حضور سیدی صدر الشریعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ مسلسل جد وجہد حسین و زرین ناقابل فراموش کارناموں سے عبارت ہے انھوں نے جامع الصفات علماء کی بکثرت جماعتیں تیار فرمائیں ان کے تلامذہ میں اکثر ایسے ہوئے جو بیک وقت صدر المدرسین شیخ الحدیث۔ استاذ العلماء مفتی و مناظر و محدث و فقیہ تھے ○ دوسرا بڑا کارنامہ "بہار شریعت" کی تصنیف مبارک ہے جو عوام تو عوام علماء و فقہا سب کے ہاں یکساں مقبول معتبر ہے ○ تیسرا بڑا یادگار کارنامہ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت قدس سرہٗ کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان" ہے سیدی صدر الشریعۃ سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ترجمہ قرآن مجید کی ضرورت بار بار پیش کرتے اور سرکار اعلیحضرت وعدہ فرما لیتے ایک روز سیدی صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کاغذ قلم دوات لے کر آئے اور اصرار کے ساتھ عرض کیا حضور ترجمہ شروع ہوجائے بس اسی وقت ترجمہ قرآن مجید شروع ہوگیا اور جلد ہی پایہ تکمیل کو پہنچ گیا یہ سیدنا صدر الشریعۃ کی مسلسل مساعی کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ○ چوتھا کارنامہ "فتاویٰ امجدیہ" ہے جو علماء و فقہا کے لئے مشعل راہ ہے اور جملہ مکاتب فکر کے مدارس و دار الافتاء کی زینت ہے فتاویٰ امجدیہ کی نقول کا کام مستقل طور پر حضرت قبلہ سیدی سندی محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قدس سرہٗ العزیز کے ذمہ تھا آپ بہت خوش نویس تھے حسن صورت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حسن کتابت بھی مرحمت فرمایا تھا صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ کے پاس جو استفتاء آتے اور حضرت ان کا جواب ارقام فرماتے حضرت قبلہ محدث اعظم پاکستان فوراً نقل کر لیتے اور مسلسل نقول کے بعد فتاویٰ امجدیہ بن گیا جسطرح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ترجمہ قرآن حضرت صدر الشریعہ کی مساعی سے معرض وجود میں آیا اسی طرح فتاوی امجدیہ حضرت محدث اعظم پاکستان کی مساعی و محنت سے معرض وجود میں آیا۔ حضرت نے طحاوی شریف حاشیہ بھی ارقام فرمایا اور ایک بغیر تصویر کا اردو قاعدہ بھی مرتب فرمایا تھا جو اس زمانہ میں بہت مقبول ہوا تھا۔

مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں

یہ جملہ اس زمانے میں زبان زد خاص و عام تھا جب حضرت امام فن حدیث علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ کے توسط سے حضرت صدر الشریعۃ کا اعلیحضرت قدس سرہٗ کے جامعہ منظر اسلام میں تقرر ہوا تو ایک طرف درس و تدریس میں انہماک دوسری طرف مطبع اہلسنت کی تمام ذمہ داری آپ پر ڈال دی گئی چھپائی کی نگرانی کتابت کی تصحیح یہ آسان کام نہیں لیکن حضرت یہ سب یہ کچھ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے۔ الغرض سرکار اعلیحضرت جو کام بھی آپ کے ذمہ لگاتے یہ حسن و خوبی انجام دیتے اور اعلیٰ حضرت کے حسن معیار پر پورے اترتے۔

خلوص و ایثار کی داد

یوں تو سیدنا اعلحضرت قدس سرہٗ سے لے کر حضرت سیدنا شاہ علی حسین اشرفی جیلانی۔ صدر الافاضل مرادآبادی حضرت محدث اعظم صاحب کچھوچھوی قدست اسرارہم سبھی آپ کے خلوص ایثار کے معترف تھے لیکن سیدنا حضرت قبلہ مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ سرور درد بھرے الفاظ یاد رہتے ہیں کہ " صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ نے اپنا کوئی گھر نہیں بنایا بریلی ہی کو گھر سمجھا وہ صاحب اثر بھی تھے۔ اور کثیر علماء کے استاد بھی وہ چاہتے تو آسانی سے کوئی اپنا ذاتی دار العلوم ایسا بنا لیتے جس پر وہ یکہ و تنہا خود قابض رہتے مگر ان کے خلوص نے انہیں ایسا نہیں کرنے دیا۔

صدر الشریعہ کی بے نفسی

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین۔ مرادآبادی قدس سرہٗ نے مرادآباد شریف میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد فرمائی تھی جس میں بہت سے اکابر و مشاہیر علماء و مشائخ کو بلایا گیا تھا حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب۔ نقشبندی علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ۔ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی۔ سیدنا حجۃ الاسلام۔ مولانا شاہ حامد رضا خاں قادری حضور صدر الشریعۃ سرکار سیدنا مفتی اعظم ہند قدست اسرارہم سبھی حضرات تھے اتفاق ایسا ہوا کہ جب حضرت سیدنا صدر الشریعۃ قدس سرہٗ اجمیر شریف سے تشریف لائے کوئی ایک آدمی یا طالب علم بھی اسٹیشن پر نہیں لینے گیا۔ اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ المشایخ حضرت اشرفی میاں کا زبردست استقبال ہوا حضرت حجۃ الاسلام کا بھی تھوڑا بہت استقبال ہوا۔ لیکن حضرت صدر الشریعۃ کو ایک طالب علم بھی لینے کے لئے اسٹیشن نہ گیا اور آپ بلا تکلف خود تشریف لے آئے علماء کی بھری محفل میں ایک عقیدت مند نے جرأت لب کشائی سے کام لیتے ہوئے قدرے ناگواری کے انداز میں سب کے سامنے یہ کہا کہ ہمارے اکابر کا استخفاف ہو رہا ہے اور حضور صدر الشریعۃ کو کوئی اسٹیشن پر لینے بھی نہیں گیا بس اس بات پر حضرت صدر الشریعۃ سخت غضبناک ہوئے اور ان سخت الفاظ میں زجر و توبیخ فرمائی پھر نہایت اطمینان سے ان کی غلط فہمی کو دور بھی فرمایا اور فرمایا حسن ظن رکھو یہ سب حضرات اپنے ہی ہیں۔ بات در اصل یہ تھی کہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک تو مرادآباد میں پہلی مرتبہ تشریف لا رہے تھے ان کا استقبال زیادہ ہونا تھا دوسرے یہ کہ اجلاس کی صدارت کا فیصلہ سب حضرات نے مل کر پیر سید جماعت علی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کیا تھا اس لئے بھی بحیثیت صدر ان کا

استقبال زیادہ ہوتا تھا۔ حضرت اشرفی میاں قدس سرہٗ العزیز کے کافی مریدین شہر و مضافات مرادآباد میں تھے ان کا استقبال بھی اچھا ہوتا تھا حضرت سیدنا امام حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا قدس سرہٗ مرادآباد میں متعدد بار مختلف تقاریب میں تشریف لا چکے تھے اسی طرح حضرت صدر الشریعۃ متعدد بار تشریف لائے تھے اور پھر عین وقت پر جب حضرت صدر الشریعۃ بعد نماز عشاء کی ٹرین سے تشریف لائے تو حضرت صدر الافاضل کسی اہم مصروفیت اور ضروری ہنگامی کام کی طرف متوجہ ہو گئے لہٰذا اسٹیشن پر آدمی بھیجنا بھول گئے مگر یہ حضرت صدر الشریعہ کی بے نفسی کہ اپنی حمایت میں ایسے کلمات کو بالکل پسند نہ فرمایا اور قطعاً کچھ محسوس نہ فرمایا۔ اور اس سنی کانفرنس کے سلسلہ میں حضرت صدر الافاضل کی محنت اور خدمات کی داد دی اور ان کے اسی کارنامے کو سراہا۔

یہی حال حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کے تلامذہ کا تھا کہ غالباً ۵۴ء میں فقیر راقم الحروف محمد حسن علی الرضوی نے ایک بار حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد قدس سرہٗ سے بذریعہ لیٹر دریافت کیا کہ کیا آپ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب کے شاگرد ہیں۔ حضرت محدث اعظم پاکستان نے جوابی مافوف میں ارشاد فرمایا" فقیر حضور صدر الصدور صدر الشریعت بدر الطریقت مولانا علامہ حکیم محمد امجد علی صاحب قدس سرہٗ مصنف بہار شریعت کا شاگرد ہے فقیر اگرچہ حضرت صدر الافاضل کا شاگرد نہیں مگر حضرت ممدوح کا شاگردوں کی طرح نیازمند ضرور ہے اور حضرت صدر الافاضل اگرچہ فقیر کے استاذ نہیں ہیں لیکن اس فقیر پر استادوں کی طرح شفیق اور مہربان ضرور تھے"۔ دیکھئے کیا حسین انداز ہے۔ دراصل یہ حضرت صدر الشریعۃ کی تربیت کا نتیجہ ہے حضرت صدر الشریعۃ اور آپ کے تلامذہ سینیوں سینیوں میں کچھ فرق نہیں سمجھتے اور رضوی اشرفی امجدی یعنی قادری چشتی وغیرہ روحانی نسبتوں کی بنا پر دل میں کچھ تفریق نہیں کرتے اور جملہ اہلسنت کو اپنا ہی سمجھتے ہیں یہاں پاکستان کراچی میں مولانا مفتی ظفر علی صاحب نعمانی رضوی مولانا قاری رضاء المصطفےٰ اعظمی رضوی تینوں حضرات حضرت حافظ ملت علامہ عبد العزیز قدس سرہٗ کے شاگرد ہیں مگر یہ حضرات حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہٗ سے ایسے حسن عقیدت سے ملتے جیسے اپنے استاد حافظ ملت سے مل رہے ہوں اور حضرت محدث اعظم پاکستان بھی ان حضرات پر ایسی شفقت اور خاص نظر عنایت فرماتے کہ وہ یہ محسوس کرتے کہ وہ حضور حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان ایک جان دو قالب ہیں شاید یہ واقعہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ ایک بار حضرت محدث اعظم پاکستان اور حافظ ملت میں یہ خط و کتابت ہوئی کہ نہ حافظ ملت فوٹو کھنچوا کر پاکستان تشریف لاسکتے نہ محدث اعظم پاکستان تصویر بنا کر ہندوستان جاتے ہیں اور دونوں بزرگوں میں گہری الفت و محبت اور قلبی روحانی موافقت ہے لہٰذا طے پایا کہ دونوں حضرات واہگہ اٹاری باڈر پر سرحد پر آکر ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور ایک دوسرے کو دیکھ لیں اس پر دونوں بزرگ متفق ہو گئے تھے مگر حضرت محدث اعظم کی علالت اور ناسازی طبع کے باعث یہ ملاقات نہ ہوسکی اور کیوں نہ ہو کہ دونوں بزرگوں میں ذہنی فکری موافقت تھی محدث اعظم پاکستان بھی علماء گر تھے اور ان کی تربیت بھی فرماتے تھے۔ محدث اعظم مرادآبادی حضور حافظ ملت بھی علماء گر تھے اور علماء کی تربیت فرماتے تھے۔ دونوں ہی بزرگ تصویر بنوانے سے اجتناب فرماتے تھے۔ حد یہ کہ دونوں حضرات نے حج و زیارت کا مبارک سفر بھی بغیر تصویر کے پاسپورٹ سے کیا دونوں کا غیر سیاسی ذہن مروجہ سیاست اور بدمذہبوں کی میٹنگوں اور مشترکہ جلسوں میں شرکت سے احتراز فرماتے تھے دونوں ہی حضور صدر الشریعۃ کی شخصیت مقدسہ کا عکس جمیل تھے اور شاگرد رشید ہونہار شاگرد کی قدر و قیمت کا انداز جوہر شناس استاد کو ہوتا ہے ذرا اپنے نامور شاگرد سے حضرت صدر الشریعت کا حسن سلوک اور محبت و شفقت ملاحظہ ہو!

صدر الشریعۃ کے دو مکتوب گرامی

حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان نے بریلی شریف کے دور اور پاکستان آمد کے بعد کے ایک دو خط سنبھال کر محفوظ رکھے ہوئے تھے صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ کی شفقت و محبت ملاحظہ ہو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

عزیزم محترم عزیز اسعد مولانا سردار احمد صاحب سلمہٗ

السلام علیکم . . . . . .

شوال میں بریلی شریف کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ تم فتنہ و فساد کی وجہ سے مع اہل و عیال لاہور چلے گئے ہو میں نے کئی خط (مولانا ابو البرکات) مولوی سید احمد کے نام لاہور روانہ کئے تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لئے سخت بے چین تھا جب کسی صورت سے پتہ نہ چلا تو غالباً دو ہفتے ہوئے ہوں گے اخباروں میں شائع کرایا مگر اس کا جواب بھی کسی پرچہ میں شائع نہ ہوا آج عزیزم مولوی اعجاز خاں کا خط بریلی سے آیا ہے جس میں انہوں نے تمہارا (پاکستان کا) پتہ بھی تحریر کیا ہے لہٰذا بے چینی کے ساتھ اس خط کے جواب کا انتظار کرونگا اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خیریت سے اور وہاں (پاکستان) کے حالات سے جلد مطلع کرو"۔ . . . . . یہ خط طویل ہے اس خط پر حضرت محدث اعظم پاکستان کے شاگرد رشید علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالی نے یہ تحریر کیا ہے۔

"سیدی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ان حوادث کے دور میں حضور کے احوال سے بے خبری ہم کفش برداروں کے لئے کس قدر جانکاہ ہے وہ ہمارا قلب ہی جانتا ہے حضرت مرشدی (صدر الشریعۃ) آپ کے لئے کس قدر بے چین ہیں وہ میں شب و روز دیکھتا ہوں اور خود بھی بے چین ہو جاتا ہوں اس لئے دست بستہ عرض ہے کہ حضور بہت جلد ہمیں اپنے احوال سے مطلع فرما دیں"

فقط آپ کا کفش بردار محمد شریف الحق امجدی

۷ا محرم الحرام ۱۳۶۷ھ پاکستان آنے کے بعد آپ جب براستہ کھوکھراپار سندھ و جودھپور وغیرہ بلوؤں کے دور میں جب آخری بار بریلی شریف حاضر ہوئے تو حضور صدر الشریعۃ گھوسی شریف میں اپنا مکان بنوا رہے تھے صدر الشریعہ نے حضرت محدث اعظم پاکستان کی آمد کی خبر فرحت اثر سنکر فوراً بریلی شریف آپ کو مکتوب ارسال فرمایا ملاحظہ ہو حضرت سیدی صدر الشریعت قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں

" میں نے ایک سخت غلطی کی کہ اپنا پرانا مکان گروا کر از سر نو تعمیر کروانا شروع کردیا نہ عمارتی سامان دستیاب ہوتا ہے اور نہ معمار و مزدور آسانی سے ملتے ہیں اس غلطی پر نادم ہوں اور نہایت درجہ پریشان دیواریں آج مکمل ہوگئی ہیں اب ڈاٹ لگنا اور اوپر کا کام باقی ہے دعا کرو کہ جلد اس سے فرصت ملے اور میں کہیں آنے جانے کے قابل ہو جاؤں اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو اجمیر شریف حاضر ہوتا اور پالی بھی جاتا اور ممکن تھا کہ (تمہارے ملنے کو) بریلی بھی آتا تمہارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اور یہاں سب لوگ تمہارے بہت مشتاق ہیں۔ یہ تحریر کرو کہ تم کب یہاں آؤ گے ....

اسی مضمون کا ایک علحٰدہ خط حضرت صدرالشریعہ نے آپ کے نام ۱۲ مئی ۱۹۴۲ء کو علحٰدہ ارسال فرمایا اور جب حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان اپنے استاد محترم کی خدمت میں جانے کے لئے گھوسی روانہ ہوئے تو حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ معہ تلامذہ واحباب آپ کو گاڑی پر لینے کے لئے خود تشریف لائے اور استاد و شاگرد میں مصافحہ و معانقہ کا انداز قابل دید تھا سب کی آنکھوں میں آنسو تھے حضرت صدرالشریعہ آپ کو دیکھکر انتہائی خوش ہوئے حمد الٰہی بجالائے اسی خوشی میں رات کو اپنی طرف سے محفل میلاد شریف کا انتظام فرمایا اور اپنے شاگرد رشید حضرت محدث اعظم پاکستان کے متعلق بہت سے تعریفی اور دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔

جب حضرت محدث اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ نے مسجد بی بی جی صاحبہ میں دارالعلوم مظہر اسلام قائم فرمایا تو حضور مفتی اعظم ہند اور سیدی حضور صدرالشریعہ اور صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے خاص سرپرستی فرمائی اور آپ کو بریلی شریف سے جانے نہ دیا بلکہ حضرت صدرالشریعہ تو ایسا فرماتے کہ جب حضرت محدث اعظم پاکستان علیل ہوتے یا وطن دیال گڑھ بٹالہ گورداسپور تشریف لے جاتے تو حضرت صدرالشریعہ خود اپنے شاگرد رشید کی جگہ طلباء درجہ حدیث کو حدیث پاک پڑھانا شروع فرمادیتے۔ حالانکہ آپ کے خصوص میں یہ بات ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں عام طور پر اسباق کا ناغہ نہ ہونے دیتے ہیں کسی جلسہ میں جانا ہوتا تو رات کو جلسہ سے فراغت کے بعد طلبہ کو پڑھانا شروع کردیتے سفر سے آتے مدرسہ کا کچھ بھی وقت ہوتا آرام گاہ حجرہ کی طرف رخ بھی نہ فرماتے اور اسباق شروع فرمادیتے طلباء کو عبارت پڑھنے کا حکم فرماتے تھے۔ کئی بار ایسے مخلص اور عزیز ترین احباب آتے اور گھر پہ دعوت کیلئے عرض کرتے تو حضرت محدث اعظم پاکستان ارشاد فرماتے بندۂ خدا دیکھو سناسی طلباء کتنی کتنی دور سے تعلیم حاصل کرنے کیلئے آئے ہیں مناسب نہیں لگتا کہ میں ان کو چھوڑ کر اسباق کا ناغہ کرکے دعوتیں کھاتا پھروں۔ الغرض وہ احباب عرض کرتے حضور کھانا سب احباب اور طلباء کا یہیں حاضر کردیا جائے گا تب آپ دعوت منظور فرماتے۔

مفتی مظفر احمد صدیقی بدایونی ★

صدرالشریعہ ــــ یادوں کے چراغ

آج قلم کا دماغ روشن ہے کہ میں ایک ایسی عظیم المرتبت شخصیت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جسے دنیائے اسلام "صدرالشریعہ" فقیہ اعظم ہند۔ محدث زمانہ۔ بحر العلوم۔ چشم وچراغ بریلی۔ فلسفی اسلام۔ غزالی دوراں۔ جیسے مبارک لقب سے یاد کرتی ہے۔ جیسے جس کے پیر ومرشد مجدد دین وملت اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ

میرا اَمجد مجد کا پکّا :: اس سے بہت بچیاتے یہ ہیں

جن کی عظمت کا احساس نہ صرف یہ کہ مسلمان ہی کے دلوں میں بلکہ ہندوستان کے دیگر افراد نے بھی آپ کی حلقہ بگوشی قبول کرکے اپنے اس احساس تفاخر کو جلا دی میری مراد اس سے قدوۃ الواصلین۔ جامع علوم فنون حضرت علامہ عارف باللہ فقیہ النفس مولانا مفتی حکیم ابوالعلی امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہ ہیں ــــ یہی وہ ذات گرامی ہے جس نے دنیا کی آلودگی سے اپنا دامن بچا کر اپنی ذات کو رضائے الٰہی کے حصول میں ہمہ تن لگا رکھا ان کی روح خدا (رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی یاد کے نغموں سے ہر وقت سرشار رہتی ہے ؎

ترا خیال ہے ترا دھیان ہے تو ہے
مجھے یہ فرصت کاوش کہاں کہ کیا ہوں میں

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ ان تمام خوبیوں کے حامل تھے اور اب بھی ان کی روحانی کرامتیں ہند و پاک کے اکثر وبیشتر حصوں میں نرالی شان وشوکت کے ساتھ کارفرما ہیں۔ کہیں علم ومعرفت کا خزانہ تقسیم ہو رہا ہے۔ کہیں علم و ادب کا دریا بہہ رہا ہے۔ کہیں طریقت ومعرفت کا باغ لہلہا رہا ہے۔ کہیں رشد وہدایت کا سرچشمہ جاری ہے۔

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ کی مخصوص کرامت، سید العلماء بدر الفضلا۔ سلطان العارفین علامہ مفتی سید شاہ آل مصطفیٰ ۱۳۹۴ھ صاحب مارہروی قدس سرہٗ۔ اور محدث اوحد شہید وقت ۱۳۹۶ھ سیدی وحافظ وقاری ۱۳۹۶ھ مفتی عبدالعزیز مولانا محمد عبدالعزیز قدس سرہ ۱۳۹۶ھ مبارکپوری حضرت مفتی اعظم کانپور علامہ رفاقت حسین صاحب بہاری و مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمن صاحب اڑیسوی وحضرت صدر العلماء علامہ مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی (بدایونی) وغیرہم ہیں۔

آپ کا علم وقوت حافظہ

حضرت صدرالشریعہ سے مسند علم کو زینت تھی اور آپ اس دور کے علماء کے سرگروہ اور رئیس المحدثین استاذ المدرسین تھے۔ آپ کے درس حدیث میں ایک خاص نورانیت تھی جس سے قلوب کو سکون اور روح کو راحت اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب آتی تھی۔ آپ کے سینہ میں علم کی وہ روحانیت اور جاذبیت تھی کہ مختلف مقامات سے علماء وطلبہ کشاں کشاں آپ کے درس میں پہونچکر سیراب ہوتے تھے۔ اور آپ جملہ علوم وفنون کے ماہر تھے۔ آپ کا سینہ علوم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ آپ بے مثل فقیہ تھے جس کی زندہ مثال بہار شریعت سترہ جلد اور فتاویٰ امجدیہ ہے۔ مسائل حنفیہ پر آپ کو کامل وتام دسترس تھی۔ بلکہ مذاہب اربعہ کے جزئیات فقہیہ اور روایات مختلفہ حافظہ میں مستحضر تھیں

★ مہتمم جامعہ مظفریہ برکات العلوم داتا گنج بدایوں شریف یوپی

جب کبھی بھی اختلافی مسائل کا ذکر چھڑا۔ شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ کے اقوال مختلفہ پیش فرماتے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا حافظہ خدا کی دین تھا۔ جس وقت جس فن کے جس مسئلہ کی ضرورت بروقت ہوتی اسی کو پیش فرماتے۔

علم کا زیور

علم کا زیور عمل صالح، خوف الٰہی، حُسن سیرت کردار کی بلندی اور نفس کی پاکیزگی ہے۔

حضرت صدر الشریعہ کی ذات ستودہ صفات بے شمار خوبیوں کی مالک تھی۔ آپ نہایت خلیق اور نرم مزاج تھے۔ تہجد گزار اور ذاکر خدا تھے۔ زاہد اور زندہ دل تھے۔

فیض العارفین حضرت والد ماجد مولانا صوفی شاہ منور حسین داناگنجوی قدس سرہ (متوفی ۱۳۹۵ھ ۹۱ سال کی عمر میں) کا کہنا ہے کہ میرا عینی مشاہدہ ہے کہ جب ریاست دادوں ضلع علی گڈھ کے دار العلوم کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حاضر ہوا تو اختتام جلسہ پر آپ کے ارشاد سے میں اپنی جگہ اپنی چارپائی پر لیٹ گیا (صدر الشریعہ مجھ پر بڑے مہربان تھے میری بڑی قدر فرماتے تھے) اور آپ اپنی چارپائی پر محو استراحت ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد جو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آپ نماز تہجد میں مشغول ہیں۔ نماز تہجد سے فراغت پا کر آپ نماز فجر کیلئے مسجد روانہ ہو گئے آپ نے نماز فجر پڑھائی میں نے بھی آپ کی اقتدا میں نماز فجر ادا کی تو ایسا لطف آیا اور ایسی روحانیت نصیب ہوئی جس کی حلاوت اب بھی پاتا ہوں۔

کاشانۂ رضویہ پر حاضری

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ حضرت محدث سورتی علامہ مفتی وصی احمد صاحب علیہ الرحمہ کے تلمیذ ارشد تھے۔ علوم ظاہر و فنون حکمیہ میں علمبردار حریت حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ آپ کے دادا استاذ ہیں۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کا اتفاقاً بریلی شریف آنا ہوا تو اعلیحضرت قدس سرہ کو دار العلوم منظر اسلام بریلی کیلئے ایک مدرس کی سخت ضرورت تھی۔ تذکرہ ہوا تو حضرت محدث سورتی قدس سرہ نے حضرت صدر الشریعہ کا نام نامی اسم گرامی پیش فرمایا۔ اعلیحضرت قدس سرہ نے بہت پسند فرمایا۔ صدر الشریعہ ان دنوں اپنے گھر پر مطب کرتے تھے۔ اپنے استاد محترم محدث سورتی قدس سرہ کے ارشاد کے تحت گھر مطب چھوڑ کر بریلی شریف کاشانہ رضویہ تشریف لے آئے اور اعلیحضرت علیہ الرحمہ سے بیعت ہو گئے اور بعد میں اعلیحضرت نے آپ کو خلافت سے بھی نوازا۔ آپ سے بمبئی وغیرہ کے میمن تاجر بے شمار بیعت تھے۔

ابتداً بریلی شریف درس و تدریس کی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ اعلیحضرت قدس سرہ نے آپکو مطبع اہل سنت پریس کا ناظم و مہتمم فرما دیا تھا۔ آپ مدرسہ و پریس کا کام بحسن خوبی اعلیحضرت قدس سرہ کی حیات مبارکہ تک انجام دیتے رہے اور اس وقت چھوڑا جبکہ غالباً ۱۹۲۴ء میں دار الخیر اجمیر شریف کے دار العلوم معینیہ عثمانیہ کی صدر مدرسی کیلئے روانہ ہو گئے۔

ایک عظیم الشان کارنامہ

اعلیحضرت قدس سرہ کا ترجمہ قرآن پاک کنز الایمان بھی حضرت صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کی مسلسل کوششوں کا دشوں کا نتیجہ ہے۔ اعلیحضرت قدس سرہ خیال تو فرماتے تھے مگر کثرت مشاغل و عدیم الفرصتی کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی تھی۔ ایک روز صدر الشریعہ نے عرض کیا حضور! دوات وقلم اور کاغذ حاضر ہے ترجمہ قرآن شریف فرما دیجئے۔ بس اسی وقت ترجمہ شروع کر دیا گیا ترجمہ کا ابتداً یہ طریقہ تھا کہ پہلے ایک آیت کا ترجمہ ہوتا اور پھر سب لوگ تفاسیر سے اس کی مطابقت تلاش کرتے اور حیران رہ جاتے کہ بغیر کسی کتاب کے مطالعہ کے آپ برجستہ ترجمہ جو عام تفاسیر کے مطابق ہے کس طرح ہوتا ہے۔ بعد میں اعلیحضرت نے فرمایا ایسے دیر لگتی ہے میں پورے رکوع کا ترجمہ کرتا ہوں پھر تفاسیر سے آپ لوگ مطابقت تلاش کرتے

رہیں۔ تفاسیر سے مطابقت میں بہت زیادہ وقت لگتا لہٰذا صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کبھی رات کے ایک بجے سے پیشتر مکان پر واپس نہ آتے۔ غرض صدر الشریعہ کی بہت بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ قرآن مجید کا یہ ترجمہ مکمل ہو گیا۔ اور اعلیحضرت کو پیش کر دیا گیا۔ اس کے بعد فخر الاماثل صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اس پر تفسیر چڑھائی اور سب سے پہلے مطبع نعیمی مراد آباد سے شائع ہو کر منظر عام پر آیا یہ ترجمہ پہلی بار مع قرآن مجید تفسیر کے مطبع اہلسنت بریلی شریف میں خود حضرت صدر الشریعہ کے اہتمام سے چھپا تھا اسکے بعد سلسلہ طباعت وسیع تر وسیع ہوتا گیا۔ اب تو قریب قریب ہر شہر و قصبہ میں ملتا ہے۔

آپ کی تصانیف

قبلہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کی عظیم الشان یادگار رمایہ ناز تصنیف بہار شریعت ہے جو سترہ حصوں پر مشتمل ہے آپ نے پہلے حصہ دوئم تصنیف فرمایا تھا اور حصہ اول جو کہ عقائد اہلسنت و جماعت پر مشتمل ہے غالباً ۱۳۳۴ھ میں تصنیف کیا۔ آپکی دوسری تصنیف "فتاوی امجدیہ" ہے جو کہ تین جلدوں میں ہزار صفحات پر پھیلی ہے۔ تیسری تصنیف حدیث پاک کی مشہور کتاب شرح معانی الآثار امام ابوجعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ کا حاشیہ ہے۔ یہ کام آپ نے تقریباً سات ماہ کیا۔ جو جلد اول نصف تک ہو سکا۔

انتقال پر ملال

جب سیدی صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان ۲۰ر شوال المکرم ۱۳۶۷ھ کو دوسری مرتبہ حج و زیارت کیلئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم کے دیار مقدس کو روانہ ہوئے تو ایک تاریخی عظیم الشان جلوس کی شکل میں اسٹیشن سے سوار کئے گئے ۳ر ستمبر بروز جمعہ مبارکہ بمبئی تشریف فرما ہوئے۔ کچھ تکلیف محسوس فرمائی ڈاکٹر کو بلایا گیا ڈاکٹر نے دیکھکر بتایا کہ نمونیہ کا عارضہ ہے ۶ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو نماز عشاء کے بعد ہاتھ پاؤں سرد ہونے لگے احباب نے تلاوت قرآن شروع کر دی آپ نے نیت باندھنے کے لئے دونوں ہاتھ بلند فرمائے تو ایک ہاتھ اٹھایا نیت کے بعد آپ نے کچھ شروع کر دیا تو ایک ہچکی آئی اور اسی وقت کشور عشق و عرفاں کا تھکا ماندہ مسافر اپنی منزل عیش پر پہونچ گیا ۔۔۔۔۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔۔۔ ۵۵

(بقیہ ص ۱۵۵ کا)

صدر الشریعہ کے عرس چہلم کے موقعہ پر بطور خراج عقیدت شاعر مشرق علامہ شفیق جونپوری نے یہ قطعہ پیش کیا تھا:

سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
ترے خدّام اے صدر شریعت
جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

حوالہ جات

۱؎ ماہنامہ حجاز جدید دہلی شمارہ جنوری ۱۹۸۹ء ص ۵۹
۲؎ " " " " " ۱۹۹۰ء ص ۵۴
۳؎ " " " " " ص ۵۳
۴؎ " " " " " دسمبر ۱۹۸۹ء ص ۳۹
۵؎ " " " " " جنوری ۱۹۹۰ء ص ۴۳
۶؎ " " " " " جون ۱۹۹۲ء ص ۲۳
۷؎ " " " " " دسمبر ۱۹۸۸ء ص ۵۱
۸؎ " " " " " اگست ۱۹۸۹ء ص ۵۳
۹؎/۱۰؎ " " " " " اکتوبر ۱۹۸۸ء ص ۵۸
۱۱؎ " " " " " جولائی ۱۹۹۰ء ص ۷۱
۱۲؎ " " " " " اپریل ۱۹۹۰ء ص ۵۳

□□

مولانا احمد میاں برکاتی کراچی

صدر الشریعہ ـــ ایک بلند پایہ شخصیت

کرۂ ارض کے ماتھے پر ہر روز سینکڑوں انسان جنم لیتے ہیں اور سینکڑوں فنا کا جام پی کر موت کی وادی میں گم ہو جاتے ہیں لیکن ان میں ہی بعض ایسے ہوتے ہیں جو اپنی شبانہ روز محنت اور ملی دینی خدمات کی وجہ سے اپنا نام رہتی دنیا تک چھوڑ جاتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق اس قسم کی عظیم شخصیات سے بھرے پڑے ہیں آیئے ذرا ماضی قریب کے جھروکوں میں دیکھیں تو ان پاک ہستیوں میں سے ایک ہستی مولانا امجد علی کی نظر آتی ہے۔

آپ کا مقام مقتدر علما اور دنیائے اسلام میں بہت بلند و بالا ہے۔ علوم و فنون میں مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے استاد ہیں۔ جبکہ علم حدیث آپ نے بلاواسطہ مولانا وصی احمد محدث سورتی سے سیکھا جو اپنے وقت کے بلند پایہ محدث تھے اسی کے ساتھ ساتھ فن حکمت کی تکمیل کے بعد ایک سال تک گھر حکمت کا کام کیا۔ آپ کی پیدائش قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے مجدد مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے دست راست تھے۔ تقریبًا اٹھارہ سال تک آپ نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے ساتھ ذکر و اشغال اور تکمیل مدارج سلوک میں گذارے۔ اور اسی دوران آپ نے اہل اسلام کے لئے معرکۃ الآرا خدمات انجام دیں۔ جنہیں بلاشبہ عظیم کارنامے کہا جا سکتا ہے۔ ان میں پہلا اہم کام یہ ہوا کہ آپ ہی کی کوششوں سے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے قرآن کریم کا سلیس اردو میں ترجمہ فرمایا۔ ہوا یوں کہ صدر الشریعہ اعلیٰحضرت سے کئی بار ترجمہ کے لئے عرض کر چکے تھے لیکن کام کی مصروفیات اس جانب توجہ سے مانع تھیں۔ بالآخر ایک روز مولانا خود ہی قلم دوات اور کاغذ لے کر حاضر ہو گئے۔ اور ترجمہ لکھنا شروع کر دیا۔ اعلیٰحضرت ایک رکوع کا ترجمہ فرماتے پھر مولانا اور دیگر احباب موجودہ تفاسیر سے ان کا مقابلہ کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا تمام تفاسیر کا خلاصہ اس ترجمہ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ آج اردو کے موجودہ ترجمہ میں کوئی ترجمہ بھی اس کے ہم پلہ نہیں ہے۔

آپ کا دوسرا کارنامہ فقہ حنفی کا وہ ضخیم انسائیکلوپیڈیا ہے جو "بہار شریعت" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ کتاب ۱۷ حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کام کا آغاز ۱۳۳۴ھ میں کیا گیا اور آخر عمر تک جاری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تکمیل کے لئے ابھی اور چند حصوں کی ضرورت ہے۔ کراچی میں بہار شریعت کے اٹھارویں حصے کا کام تقریبًا مکمل ہو چکا ہے یہ کام آپ کے وہ تلامذہ انجام دے رہے ہیں جنہیں آپ نے بہار شریعت کے سترہویں حصہ میں تکمیل وصیت فرمائی تھی۔ اس کام میں بالخصوص آپ کے تلمیذ ارشد حضرت علامہ مفتی وقار الدین صاحب مدظلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بہار شریعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے جو عام کتب فقہ اردو عربی اور فارسی میں نہیں ہے کہ "بہار شریعت" میں مسائل کو قرآن کی آیتوں سے ظاہر کیا گیا ہے۔ پھر احادیث مبارکہ سے اسکی تاکید و تفصیل کی گئی ہے۔ اس کے بعد کتب فقہ سے اس کے مسائل [illegible] مثالیں اور جزئیات کے ذخائر جمع کئے گئے ہیں۔ مسائل اس انداز سے جمع کئے گئے ہیں کہ شاید کوئی ضروری مسئلہ ہو جس کی ایک [illegible] کو تلاش ہو اور اس میں نہ ملے۔ ہر مسئلہ کے ساتھ فقہ کی بڑی کتب کا حوالہ ضرور موجود ہے۔ آپ کی دوسری تصنیف فتاویٰ امجدیہ ہے یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے[1]۔ اس میں وہ فتاویٰ جمع ہیں جو ہندوستان کے مختلف گوشوں

[1] دو جلدیں چھپ چکی ہیں۔

سے آپ کے پاس آتے تھے۔ نقل فتاوی کا کام حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ تھا۔

تیسری بڑی تصنیف اور عظیم کارنامہ حدیث کی مشہور کتاب "شرح معانی الآثار" کا حاشیہ ہے جو عربی میں ہے ۱۳۶۲ھ میں اس کا کام تقریبًا سات ماہ کر سکے جلد اول کا نصف محشی ہو چکا ہے جس کے صفحات کی تعداد باریک قلم سے ۴۵۰ ہے اور ہر صفحہ ۲۵ سطروں پر مشتمل ہے۔ اس سے حضرت مولانا مرحوم کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے

اجمیر شریف میں دار العلوم معینیہ میں آپ صدر مدرس رہے یہ غالبًا ۱۹۲۴ء کی بات ہے۔ جب فاضل بریلوی کا وصال ہو چکا تھا اس طرح اجمیر شریف، بریلی شریف اور دادوں کی مرکزی درسگاہوں سے آپ نے برسوں علم و فضل کے خزانے تقسیم کئے۔

آپ کا انداز بیان اور طریقہ درس بھی بہت مدلل پر لطف اور دلچسپ ہوتا تھا۔ مختلف شہروں اور قصبوں میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھنے مناظروں میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اپنے وقت کے قطب اور غزالی دوراں تھے آپ کے درس میں ہندی، سندھی، پنجابی، مدراسی، بلخی، بخاری، سمرقندی، افغانی، ترکی، افریقی ایرانی غرضیکہ تقریبًا ہر علاقہ کے طلبا نے حاضر ہو کر استفادہ کیا اور اس وقت دنیا کے ہر علاقہ میں آپ کے تلامذہ کا شمار ممتاز علماء مفتی اور محققین میں ہوتا ہے

آپ کے جذبہ دینی و ذوق علمی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی تمام اولاد کو علم دین سے بہرہ ور فرمایا اور نرینہ اولاد کے علاوہ اپنی صاحبزادیوں کو بھی علم دین پڑھایا، چنانچہ ایک صاحبزادی کو مشکوٰۃ و تفسیر جلالین تک پڑھایا تھا۔ فرماتے تھے اگر زندگی رہی تو میں اسکو بخاری و مسلم تک ضرور پڑھاؤں گا لیکن تفسیر جلالین پڑھانے کے

زمانے میں ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ پاکستان میں آپ کے صاحبزادوں میں قاری رضا المصطفیٰ بھی ہیں۔

آپ کے وصال کا واقعہ بھی بہت عجیب ہے جب آپ کو واقعات کے ہجوم سے فرصت ملی۔ اور تدریس میں جب عشق رسالت نے انگیخت کی اور غلبۂ شوق بڑھا تو پہلی بار حجاز مقدس کا مبارک سفر فرمایا۔ بارگاہ نبوی میں حاضری نصیب ہوئی۔ سعادتوں کے خزانے سمیٹ کر ہند لوٹ آئے۔ دوسرے سفر کے انتظار میں ایک ایک دن گن گن کر کٹے دوبارہ ارادہ فرمایا۔ تاریخ متعین ہو گئی ۲۰ شوال ۱۳۶۷ھ کو سفر کا آغاز فرمایا۔ کسی کو خبر نہ تھی کہ اپنے وطن میں دنیائے اسلام کے اس فقیہ اعظم کی یہ آخری رات ہے، رات کو عالمانہ تقریر فرمائی اور کہا میں نے سب کو معاف کر دیا خدا معاف کرے آپ میں سے کسی کے حقوق مجھ پر ہوں تو آپ معاف فرمائیں۔ یہ سنکر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ ٹرین میں سوار ہوئے راستے میں شدت سے بخار ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کی سفر ملتوی فرمادیں، فرمایا میں اگر اسی حال میں راہ حبیب میں جان دیدوں تو اس سے زیادہ سعادت کون سی ہوگی۔ بمبئی پہنچے دوشنبہ کی رات کو حالت بگڑنا شروع ہوئی اور مورخہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ اہلسنت کا یہ دمکتا سورج ہمیشہ کے لئے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا

مدینہ کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب کی وجاہت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ایک نظر دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑتے تھے۔ مزاج بہت سادہ تھا نشست علیحدہ ہوتی تھی۔ گفتگو میں ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔ آپ کی ڈانٹ میں بھی پیار ہوتا تھا۔ کبھی تو ایسا ہوتا کہ شاگرد خود ایسی حرکتیں کرتے کہ جس سے ان کو ڈانٹ پڑے۔ ایک مرتبہ مولانا غلام جیلانی صاحب میرٹھی دامت برکاتہم العالیہ کو حرکت سوجھی۔ یہ سفر میں حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ آپ کو ایک انتظار گاہ میں لے گئے اور وہاں جا کر بٹھا دیا

شرارت کا موڈ تھا پوچھا کہ "اباجی" آپ کے تمام شاگرد آپ کو اباجی کے نام سے پکارتے تھے۔ اسی طرح آپ کے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے تلامذہ بابا کہہ کر پکارتے۔

ناشتہ دان میں کچھ ہے۔ فرمایا دیکھ لو! انھوں نے دیکھا اور چٹ کر گئے۔ آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ یہ ڈانٹ کھانے کے موڈ میں تھے چنانچہ نہ رہا گیا اور پھر سوال کیا۔ اباجی!

اگر کوئی مسافر ہو اور نماز کے وقت میں گنجائش بھی ہو پھر وہ سنتیں نہ پڑھے۔

فرمایا۔ کہ وقت ہے تو سنتیں پڑھ لے انھوں نے اس وقت تک مغرب کی نماز نہ پڑھی تھی اور وقت ختم ہونے میں پچیس منٹ باقی تھے۔ پھر پوچھا کہ اگر سنتیں نہ پڑھے آپ نے وہی جواب دیا۔ انھوں نے پھر وہی سوال کیا تو آپ نے ڈانٹ کر فرمایا۔ ابے پڑھے گا کیوں نہیں"۔ ان کا مقصد ڈانٹ کھانا تھا۔ حل ہوگیا۔ چنانچہ آپ خاموش ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ ناگپور کے جلسہ میں تشریف لے گئے وہاں حضرت محمد محدث صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ رات کو مدرسہ میں قیام کیا۔ صبح حضرت صدر الشریعہ کی ملاقات محدث صاحب سے ہوئی۔ پوچھا کہ حضرت رات کیسی گزری۔ محدث صاحب یوں گویا ہوئے کہ مولانا! میرے بغل کے کمرے میں رات کو تصوف کا دنبہ ذبح ہو رہا تھا۔ اس وجہ سے رات بے کیفی میں گزری۔ برابر کے کمرے میں دراصل علامہ ارشد القادری رات کو نعت پڑھ رہے تھے۔

مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجودہ صدی کے زبردست عالم تھے بزرگ تھے۔ آج کل تو لوگوں کا ذوق بالکل ہی بدل گیا ہے۔ اچھائی اور برائی کے معیار کی کچھ تمیز نہیں رہی ہے آج بزرگی کا معیار یہ رہ گیا ہے کہ یا تو وہ بزرگ ننگا ہو۔ مجذوب ہو۔ کپڑے پھٹے ہوں۔ رال بہہ رہی ہو۔ تو اس کو بزرگ کہیں گے یا وہ بڑے بیش قیمت لباس پہنے ہو، عمامہ اور جبہ زیب تن کئے ہو علم و عمل کو آج کوئی بزرگی کا معیار قرار نہیں دیتا جو کہ زیادتی ہے۔ ایک بہروپیے سے عالمگیر بادشاہ کے تحفے محض اس لئے قبول نہیں کئے کہ پیشہ اک بدنام ہو جائے گی تو بادشاہ نے تحفہ میں دو گاؤں دیئے۔

حضرت صدر الشریعہ زندگی بھر سختی سے شریعت کے پابند تھے۔ اتباع اور پیروی جیسی لوگوں نے آپ میں دیکھی وہ ناقابل مثال ہے کسی کی رعایت نہ فرماتے تھے۔ ہمیشہ حق ارشاد فرماتے تھے۔ کسی کی بزرگی کا آسان طریقہ سے اندازہ کثرت اجرے لگایا جاسکتا ہے جس طرح ایک مالی چند بیج ڈال کر پودے لگاتا ہے اور وہ کچھ عرصہ بعد تناور درخت بن جاتے ہیں اور جو اس کے سایہ میں بیٹھتا ہے وہ درخت لگانے والے کو دعا دیتا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ کے بے شمار تلامذہ آج پاک و ہند کے علاوہ دیگر ملکوں میں بھی خوب پھیلے ہوئے ہیں اور اسی طرح تلامذہ کے تلامذہ

مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی ★

صدر الشریعہ ـ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

(۱) حکمائے اسلام اور دینی دانشوروں نے انسانی وجود کو نقش برآب سے تشبیہ دی ہے جس کی توجیہات مختلف ہیں اور لاریب ہر معنی میں یہ تمثیل درست ہے اگر آبی نقوش مٹتے جاتے ہیں تو انسانی وجود بھی فنا کے گھاٹ اترتا جاتا ہے۔ نقش آبی میں وہ بلبلے بھی ہیں جو سمندر کی سطح پر ابھر کر ایک انمٹ حقیقت کی شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن دفعتًا جب وہ سمندر کی لہروں میں گم ہو جاتے ہیں تو ان کے وجود کا کوئی سراغ نہیں ملتا بالکل اسی طرح انسان جب عنفوان شباب میں قدم جما کر اپنے جوہر آشکار کرتا ہے تو تھوڑی دیر کے لئے اسے اس کا نفس اس فریب میں مبتلا کر دیتا ہے کہ اس کی ذات مستحکم اور پائیدار ہے لیکن بہت جلد اسے اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ امتداد زمانہ نے اسے بحالہ باقی نہیں رہنے دیا ہے اور اب اس کی زندگی کا تار ٹوٹنے ہی والا ہے۔ اس کے بعد کا حال حضرت مخدوم سعدی سے سنئے ؎

آں پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک
خاکش چناں بخورد کہ زو استخواں نماند

موت برحق ہے جو ہر جاندار کو دامنگیر ہوگی۔ — لیکن کچھ بداندیش لوگ دنیا کو سب کچھ سمجھ کر عقبیٰ سے غافل رہتے ہیں۔ موت جب ان کو جا دبوچتی ہے تو وہ حرمان نصیب دنیا کی موت بھی مرجاتے ہیں اور آخرت کی موت بھی۔ یعنی ہمیشگی کا غم ان کے گلے کا ہار ہو جاتا ہے کہ دنیا کا پایا ہوا سب کچھ کھو گیا اور آخرت میں بھی کچھ نہ پایا۔ کتنا سچ کہا ہے حضرت شیخ سعدی نے ؎

بس نامور بزیر زمیں دفن کردہ اند
کز ہستیش بروئے زمیں یک نشاں نماند

(۲) کچھ ہستیاں "خوردن برائے زندگی" کا تصور سامنے رکھ کر جیتی ہیں ——— بالآخر ایک ایک دن کل نفسٍ ذائقۃ الموت ؕ کے بموجب موت ان کا پیچھا کرتی ہے اور وہ اجل کی گود میں سو جاتے ہیں۔ مگر واللہ! وہ اپنے پیچھے پیکر محسوس کی طرح تابناک زندگی چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کا پاکیزہ کردار زندہ رہتا ہے۔ ان کے علمی کارنامے بولتے رہتے ہیں۔ ان کی زاہدانہ زندگی زندہ رہتی ہے اور ماضی کی خدمات ان کے مستقبل کو ہمیشہ روشن رکھتی ہیں۔ گویا موت ——— حیات جسمی کیلئے مہلک تو ضرور ہے پر حیات علمی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

حضرت صدر الشریعہ کا شمار ان ہی عظیم شخصیتوں میں ہے جن کی تابندہ زندگی کا عکس دنیا باقی رکھتی ہے

★ بانی دار العلوم مخدومیہ۔ بہار شریف

اگر زمانہ بھلانا بھی چاہے تو کبھی نہیں بھلا سکتا ——

—— صدر الشریعہ کے جسد عنصری کو ابر خاکی نے چھپالیا۔ لیکن ان کے علم بیکراں کو ہمالہ جیسے پہاڑ بھی نہ چھپا سکے۔ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت صدر الشریعہ علوم دینی کی خدمات سے زندہ ہیں تو مجھے کون جھٹلائے گا بے شک وہ حضور حافظ ملت اور ان کے کارناموں کی شکل میں زندہ ہیں۔ وہ صدر العلماء اور ان کے علمی تبحر کی شکل میں زندہ ہیں۔ وہ محدث پاکستان اور انکی مقبولیت عام کی شکل میں زندہ ہیں۔ وہ مجاہد ملت اور ان کے زہد و ورع کی شکل میں زندہ ہیں۔ وہ شمس العلماء اور مفتی کانپور اور ان دونوں کی دینی تفقہ کی شکل میں زندہ ہیں۔ اور مجھے کہنے دیجئے کہ وہ اپنے بیگانے ملک اور بیرون ملک میں "بہار شریعت" کی شکل میں زندہ ہیں۔

بہار شریعت کا ذکر آگیا ہے تو بجا طور پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کا ہر دار الافتاء چاہے جس مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو اس کو بہار شریعت کی احتیاج بہر حال ہے۔ اشاعت الاسلام جوڑیوالان دہلی نے ۷۷ء کی اسلامی ڈائری میں بہار شریعت کا جو تعارف پیش کیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے ذیل میں اس کا یہ مبنی بر حقیقت بیان پڑھئے۔

بہار شریعت:۔ مصنفہ صدر الشریعہ حضرت علامہ الحاج امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ یہ کتاب علوم شریعت کا ایک عظیم سمندر ہے۔ جس سے عوام و خواص سب ہی سیراب ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے اس سے استدلال فرمایا ہے۔

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اور بہار شریعت اس نظام کی ترجمان ہے۔ اس میں پیدائش سے وفات تک روزمرہ کی زندگی میں پیش آنیوالے تمام ہی مسائل نہایت آسان زبان میں پیش کئے گئے ہیں۔

اسلامی دنیا میں آج تک ایسی مفید کارآمد اور نصیحت آموز کتاب شائع نہیں ہوئی ——

—— علمائے کرام کا خیال ہے کہ اس کتاب کا ہر مسلمان کے گھر میں رہنا ضروری ہے۔

---

(۳) نہر جاری اگر یکبارگی تھم جائے تو یقیناً بہت ساری کھیتیاں سیراب ہونے سے رہ جائیں گی لیکن وہ کھیتیاں جو سیراب ہو چکی ہیں ان کی تازگی چھینی نہیں جاسکتی۔ بالکل یہی حال فیض رساں شخصیتوں کا بھی ہے —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت عمل کے دروازے بند کر دیتی ہے لیکن فیض علم (نافع) جاری رہتا ہے۔

مگر دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ نقصان امت کے اعتبار سے عالم کا پردہ فرما جانا وقت کا سب سے بڑا حادثہ ہے جیسا کہ فرمان گرامی ہے موت العالم موت العالم۔ عالِم پر موت طاری ہو کر عالَم پر موت طاری کر دیتی ہے۔ مراد یہاں امت مسلمہ کے عظیم نقصانات ہیں۔

متاخرین علماء میں حضور صدر الشریعہ کی وہ عظیم المرتبت ہستی تھی جس سے تقریباً پورا ایشیا مستفیض ہو رہا تھا اور جس کی علمی شخصیت اپنوں کے ساتھ

(باقی صفحہ ۳ پر)

مولانا عبد المنان کلیمی *

صدر الشریعہ ایک جہان علم و فضل

عالم اسلام کی نابغہ روزگار شخصیت، ملت اسلامیہ کی عظیم شان، علماء کے ہادی، صوفیاء کے ملجا، درد کے درماں اپنے وقت کے فقیہ اعظم، اپنے زمانہ کے صدر الشریعہ، میدان تصوف میں بدر الطریقہ دنیائے سنیت کے مقتدا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتمد، محدث سورتی کے نور چشم، استاذ الاساتذہ کے لخت جگر، امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

میرا امجد مجد کا پکا
اس سے بہت کچھ پاتے یہ ہیں

مدینۃ العلماء گھوسی کی عظمت و عبقریت

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی نسبت ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ آج قصبہ گھوسی کو علماء ساز کہا جاتا ہے۔ جو مدینۃ تو نہیں لیکن مدینۃ العلماء ضرور ہے یعنی اسی ذات مقدس کی وجہ سے یہ گھوسی وارثین انبیاء کو جنم دے رہا ہے اور آج اس کے آغوش میں بڑے بڑے صاحب کمال اور ذی علم و فن پلتے ہیں اور ان شاء اللہ پلتے رہیں گے اس نسبت کا یہ اثر ہے کہ سارے عالم میں یہاں کے متوالوں اور دیوانوں کی دھوم مچی ہوئی ہے ہندوستان کا کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے جو اس قصبہ گھوسی کا مرہون منت نہ ہو۔ ہندوستان کا شاید ہی کوئی عالم ہو جس کا سلسلہ تلمذ یہاں تک نہ پہونچتا ہو اور آپ کے خرمن علم و فضل سے خوشہ چین نہ ہو ——

صرف ہندوستان اور پاکستان ہی نہیں بلکہ عالم انسانیت کے بیشتر ایسے ممالک ہیں جہاں آپ کے تبحر علمی، مہارت فقہی، وسعت معلومات، کا خطبہ پڑھا جانے لگا تھا، اور شائقین علم و فن، اور طالبین فضل و کمال، آپ کی مقدس بارگاہ میں حاضری دینے کی تمنا رکھنے لگے تھے تاریخ شاہد ہے کہ افریقہ، افغانستان، اور بخارا تک کے لوگوں نے آپ کے فیوض و برکات سے حصہ وافر لیا اور علوم و معارف کے دولت لازوال سے مالامال ہو کر اپنے آبائی وطن کو واپس ہوئے۔

وقت کا یہ کیسا عظیم المیہ ہے کہ ہم میں بہت سی ایسی مقتدر ہستیاں پیدا ہوئیں جو عالمی سطح پر بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں ان کے عالمی کارنامے آج بھی دہرائے جاتے ہیں لیکن ہماری بے حسی اور غفلت کا یہ عالم ہے کہ ہم ان پر کوئی سیمینار یا کوئی جامع سوانح حیات تک شائع نہ کر سکے اور ان کی علمی و تحقیقی تصنیفات و تالیفات کو زینت طاق نسیاں بنائے رہے۔ چنانچہ انھیں مظلوم شخصیتوں میں، ایک وہ بھی ہیں جنکی بارگاہ میں آج ہم حاضر ہیں۔ لہٰذا ہم آج کے اس عظیم الشان اجلاس میں حتی المقدور یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بے شمار عظیم صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آیئے ہندوستانی اور غیر ہندوستانی ارباب تطر و فکر اور اصحاب علم و فن کے ارشادات و اقوال ملاحظہ کریں جنھوں نے حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں کس حسین جمیل

* سربراہ اعلیٰ جامعہ اکرم نعیمی انسٹی ٹیوٹ مراد آباد (یو پی)

پیرایہ سے خراج محبت وعقیدت پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت صدر الشریعہ ہندوستانی مفکرین کی نظر میں

جب ہم حضرت صدر الشریعہ کے حالات زندگی، ان کے معاصرین، ان کے پاس آئے ہوئے مکتوبات، اور اُس وقت کے ادبی وعلمی مجلّوں، کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر بالکل واضح اور روشن ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے کہ آپ اپنے وقت میں علمی وادبی حلقوں میں گمنام نہ تھے بلکہ عالمگیر شہرت کے مالک تھے ایک محدود طبقہ کے ترجمان نہیں۔ بلکہ قرآن وسنت کے صحیح خد وخال پیش کرنے والے سمجھے جاتے تھے۔ آپ کے تبحر علمی کے بعض عقیدت مند ہی نہیں سبھی معترف تھے چنانچہ مذکورہ حقائق کی شہادت میں ہندوستان کے ان ارباب علم وفن کو پیش کر رہا ہوں جن میں بعض کے افکار وخیالات سے ضرور اختلاف ہے مگر نظریاتی اختلافات کے باوجود ان کے یہ گرانقدر تاثرات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

مولنا حبیب الرحمن خاں شیروانی

مولنا حبیب الرحمن خاں شیروانی کو کون نہیں جانتا ان کی تصنیفات وتالیفات سے کون واقف نہیں وہ ندوۃ العلماء اور دار المصنفین

یہ دونوں ادارے مولنا شیروانی کے مرہون منت ہیں بلکہ ان کے بانیوں اور مشیروں میں ضرور ان کا نام آتا ہے۔ وہ حضرت صدر الشریعہ کے علم وفضل اور ان کے محاسن وکمالات سے اتنے متاثر تھے کہ جس کا ذیل کے جملوں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جو دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر خطبہ صدارت میں ادا کیئے گئے تھے۔

حضرات آج کل مدارس بہت، مدرس بہت، طلبہ بہت، میں ہندوستان کے مختلف مدارس میں پھرا، اور دیکھا، مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پھر جایئے، اور مدرس تلاش کیجئے صحیح معنوں میں مدرس نہیں ملیں گے،

میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں ان کے ہاتھ سے طلبہ کا فاضل ہونا اور اسناد پانا صاف بتلا رہا ہے کہ ان میں ضرور استعداد ہے نام کے مولوی نہیں، روداد مدرسہ حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ بابت ۵۷/۱۳۵۸ھ ص ۵

اب آپ ہی فیصلہ فرمایئے وقت کے عظیم دانشور اور زمانہ کے بڑے مفکر مولنا شیروانی کا یہ بیان کیا حضرت صدر الشریعہ کی عالمی اور آفاقی شخصیت کے ثبوت کیلئے کافی وافی نہیں ہے ایک قدم اور آگے بڑھایئے تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا شیروانی آپ کے دل سے شیدائی اور گرویدہ ہو گئے تھے چنانچہ اس وقت کی بات ہے جب آپ درس وتدریس کی لائن کو ترک فرما کر مستقل تصنیف و تالیف میں مصروف ہو جانا چاہتے تھے۔ تو حضرت سید المتکلمین مولنا سید سلیمان اشرف صاحب صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے عصری تقاضوں کو ملحوظ فرماتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ قطعاً اس لائن کو ترک نہ فرمائیں ورنہ ملت اسلامیہ کو عظیم خسران سے دوچار

ہونا پڑے گا چنانچہ موصوف ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں

میری نیازمندانہ گذارش ہے کہ آنجناب درس کے سلسلے کو جاری رکھیں اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں ہے جو معقول ومنقول صحیح استعداد کے ساتھ پڑھا سکتا ہو میرے علم میں مولنا محدث سورتی اور استاذ علیہ الرحمہ کے صرف آپ ہی یادگار ہیں۔

مکتوب قلمی محررہ ۱۹۳۲ء

اسی مکتوب میں مولنا شیروانی کی طرف سے سفارش کرتے ہیں اور مولنا شیروانی کی دلی تمناؤں اور ان کی قلبی خواہشوں کا اظہار فرماتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ آپ کو دادوں کے منصب قضا کا مسند نشیں ہونا ہے اس کے علاوہ آپکی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی چنانچہ رقمطراز ہیں۔

کام صرف یہ ہوگا کہ جو کوئی مسئلہ شرعیہ پوچھے اسے فقہ حنفیہ کے مطابق جواب دیدیا جائے طلبہ اگر پڑھنا چاہیں تو آپ کی خوشی پڑھائیں یا نہ پڑھائیں محض ایک سنی عالم کا رونق افروز رہنا مقصد ہے۔

اسی پر بس نہیں مولنا شروانی یہ چاہتے تھے کہ جہاں تک جلد ہو سکے ہمیں یہ نابغہ روزگار شخصیت مل جائے جنکی ہم شب وروز زیارت کرتے رہیں اور ہمارا یہ علاقہ انکے شرعی فیصلوں وفقہی بصیرتوں کا متوالا ہو جائے۔

چنانچہ اسی مکتوب گرامی میں حضرت سید المتکلمین تحریر فرماتے ہیں۔

مولنا شروانی نے یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہر طرح کا امن ہوگا نہ کوئی کمیٹی ہوگی نہ ارکان نہ مہتمم نہ خرچ اقامت گزینی، اور ا ضرورت کے وقت مسئلہ شرعیہ کی رہنمائی

یہ ہے حضرت صدر الشریعہ کی علمی وعملی شخصیت جو بڑے بڑے صاحب فکر ونظر اور اہل علم وفن کو متاثر کرتی ہے اور آپ کی تعریف وتوصیف بیان کرنے پر مجبور کر رہی ہے کاش ہم نے ان کی قدر کی ہوتی۔

سید سلیمان ندوی

دنیا کے کس ملک میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا نام نمایاں نہیں ہے کون مادر وطن کے اس عظیم جامعہ کو نہیں جانتا کیا ہے کوئی جو سرزمین ہند کے اس ادارہ سے متاثر نہ ہو، واقعہ یوں ہے کہ جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو میٹرک کی سطح سے لے کر ایم۔ اے تک علوم مشرقیہ کا نصاب تیار کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو جہاں ملک کے اور دانشوروں کو مدعو کیا گیا وہیں اس قصبہ گھوسی کے مرد درویش فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ الرضوان کی خدمات بھی حاصل کی گئیں جن کی زبان حق ترجمان سے بارہا یہاں کے لوگوں نے سنا ہے۔ گھر کی مرغی ساگ برابر، اے اہل گھوسی تم مجھے نہیں پہچانتے، سنو ایک وقت آئے گا کہ تم افسوس کرو گے، روؤ گے، اور ماتم کناں نظر آؤ گے آج وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ایوان تعلیم میں مسند نشیں نظر آرہے ہیں ذیل میں اس کی ساری تفصیلات مولنا سید سلیمان ندوی کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے ——— موصوف رقمطراز ہیں،

مسلم یونیورسٹی کے بعض ارکان کی کوشش ہے کہ یونیورسٹی میں علوم مشرقیہ کا بھی ایک صیغہ قائم ہو کیونکہ مسلم یونیورسٹی کے لیے جب روپیہ فراہم کیا جا رہا تھا تو مسلمانوں کو اس کی توقع دلائی گئی تھی۔ اس لیے اب اس وعدہ کے وفا کرنے کے دن آ گئے ہیں، چنانچہ اس غرض سے منتظمین یونیورسٹی کی دعوت پر چند ایسے علماء جو جدید

ضروریات سے آگاہ اور نصابہائے تعلیم اور درسگاہوں کا تجربہ رکھتے تھے. علی گڑھ میں جمع ہوئے اور متواتر سات اجلاسوں جو ۱۱ فروری سے ۱۷ فروری تک منعقد ہوتے رہے، مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو سمجھا اور اس کے لئے ایک نقشۂ عمل اور ایک نصاب میٹرک سے ایم، اے تک کا تیار کرکے یونیورسٹی کے سامنے پیش کردیا۔

اس مجلس کے ارکان حسب ذیل اصحاب تھے.

نواب صدر یار جنگ مولنا حبیب الرحمن خاں شروانی، مولنا سلیمان اشرف صاحب صدر علوم مشرقیہ مسلم یونیورسٹی، مولنا مناظر احسن صاحب استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، مولنا امجد علی صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر، اور خاکسار مولنا عبد العزیز صاحب میمن راجکوٹی استاذ ادبیات عربی مسلم یونیورسٹی نے بھی خاص خاص موقعوں پر شرکت کی۔

شذرات معارف فروری ۱۹۲۶ء

شاعر مشرق علامہ شفیق جونپوری

فن شعر و شاعری کے استاذ علامہ شفیق جونپوری محتاج تعارف نہیں. حلقہ اردو ادب اور شعرا کے صف میں آپ کا نام نامی اسم گرامی نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے اور آپ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے. شاعر مشرق حضرت صدر الشریعہ سے کافی متاثر اور انکے قدردانوں میں تھے چنانچہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات حسرت آیات کے موقعہ پر جو آپ نے گنگنایا ہے وہ بھی سماعت فرماتے چلئے جس سے حضرت فقیہ اعظم ہند کی عظمت و عبقریت پر کافی روشنی پڑتی ہے

موصوف اپنے دلسوز انداز میں کہتے ہیں.

سلامی جابجا ارض و سمار دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
تیرے خدام اے صدر شریعت
جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

ماہنامہ پاسبان امام احمد رضا نمبر۔ وبروایت حضور حافظ ملت

اگر بار خاطر نہ ہو تو نثر میں بھی شاعر مشرق کا وہ تعزیت نامہ ملاحظ فرماتے چلیں جس کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کی وفات حسرت آیات کے موقعہ پر حضرت فقیہ اعظم کے لائق فرزند اور دائرۃ المعارف الامجدیہ کے قلمی معاون حضرت علامہ مولنا قاری رضا المصطفٰے صاحب امجدی دامت برکاتہم العالیہ کے نام ارسال فرمایا تھا۔

شاعر مشرق راقم ہیں۔

شفیق نواز سلام مسنون۔

آپ کا غمنامہ پہونچکر الم آفریں ہوا۔ مولنا مرحوم و مغفور کی وفات ملک و ملت کے لئے سانحہ عظمٰی ہے. افسوس، ایسے صحیح الفکر فقیہ کہاں پیدا ہوتے ہیں جو صدر الشریعہ کی جانشینی کرسکیں، مجھے نہایت صدمہ ہوا الرحم الراحمین انھیں جوار رحمت میں نوازے اور پسماندگان نیز تمام سنی حنفی مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں ایک ہفتہ سے جونپور میں ہوں اس سے پہلے سفر میں آنے کے کئی دن کے بعد آپ کا کارڈ مجھے دیا گیا اسی وجہ سے تاخیر سے خط لکھ رہا ہوں کارلائق سے یاد فرمایئے۔

میرے چھوٹے بھائی حاجی مولوی ظفر الحسن صاحب نے اپنے اخبار نئی دنیا میں حضرت مولنا رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے وصال پر تعزیتی اطلاعیہ شائع کیا ہے

غالبًا اخبار آپ کو پہونچا ہوگا۔

والسلام
شفیق صدیقی اینڈ پریس جونپور۔ یوپی
مکتوب قلمی محررہ ۱۹۴۸ء

دیکھا آپ نے شاعر مشرق حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے متاثر ہوکر حضرت فقیہ اعظم کو کن القاب سے یاد کیا ہے اور اس مکتوب میں کس انداز سے اپنے درد کرب اور افسوس و الم کا اظہار فرمایا ہے۔

مبلغ اعظم حضرت مولنا عبد العلیم صاحب میرٹھی

ہند اور غیر ہند کی علمی دنیا میں آپ محتاج بیان نہیں آپ اپنے عصر کے بہت بڑے مذہب اسلام کے داعی اور علم بردار تھے. جس کی شہادت کے لئے آپ کی علمی تصنیفات اور تبلیغی دورے بہت کافی ہیں. چنانچہ سبھی جانتے ہیں کہ آپ نے یورپ کے بہت سے ملکوں میں اسلامی تعلیمات کو پھیلایا آپ نے مختلف زبانوں میں مختلف کتابیں لکھیں آپ کئی زبانوں پر دسترس اور مہارت کاملہ رکھتے تھے. آپ نہایت تجربہ کار مدبر اور وقت کے عظیم مفکر تھے. جسکی نظیر یورپ کے بہتیرے ایسے مدرسے اور کافی تعداد میں تنظیمیں ہیں جو آپ کے جدوجہد۔ عمل پیہم، اور مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہیں جو اب تک اسلامی امور اور مذہبی شعائر کو فروغ دینے میں مصروف ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں گمراہوں نے آپ سے ہدایت حاصل کی اور زمرہ اسلام میں داخل ہوکر اسلام جیسی عظیم دولت سے مالامال ہوگئے۔ یہ بھی انھیں مظلوم شخصیتوں میں ہیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا — کہنا یہ ہے کہ اتنے بڑے عالمی مبلغ اور وقت کے عظیم مفکر ہونے کے باوجود بھی اہم امور میں حضرت صدر الشریعہ سے مشورہ کرتے ہیں اور آپ سے اپنے مافی الضمیر کہنے میں کسی قسم کا کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ اور علوم و معارف کو فروغ دینے کے لئے اپنے مرتبہ نصاب کی تصحیح و تکمیل کے لئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس بھیجتے ہیں اور شدت سے حضرت فقیہ اعظم ہند کے جواب کا منتظر رہتے ہیں. چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں —

نصاب تعلیم کا جو مسودہ حاضر خدمت کیا ہے غالبًا آنجناب نے اسے مکمل فرمادیا ہوگا اگر نہ کیا ہو تو اب وقت نکالکر تکمیل فرمادیں اس کی ضرورت ہے.

مکتوب قلمی محررہ ۱۶ فروری ۱۹۴۴ء

اس کے علاوہ ہندوستان کے متعدد علمائے کرام نے آپ سے کئی اہم امور میں استصواب رائے کیا. جس کا ذکر طوالت کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے کبھی ان شاء اللہ دیکھا جائے گا ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ وہم پیدا ہوتا کہ یہ ہندوستانی ارباب نظر و فکر اور اصحاب علم و فضل کے آرار ہیں. کسی کی عالمی اور آفاقی شہرت کے ثبوت کیلئے ایک ملک کے ارباب دانش کی رائے کافی نہیں ہوتی جب تک کہ مختلف ممالک کے مختلف واقعات و حکایات، افکار و خیالات، اور چند لوگوں کے اسمائے گرامی کا ذکر نہ کیا جائے چنانچہ ہم اتمام حجت اور تقویت دعویٰ کے خاطر چند ان واقعات کے ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہیئے جو آپ کے زمانہ حیات ہی میں پیش آئے تھے۔

ایک افغانی عالم کا حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہونا اور استصواب رائے کرنا

اس کی ساری تفصیلات حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے معاصر جلیل حضرت صدر الافاضل مولنا نعیم الدین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب گرامی سے

ملاحظہ فرمایئے آپ رقمطراز ہیں ـــــ

حضرت محترم دام بالمجد والفضل والالطاف والکرم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاج مبارک بخیر باد

حضرت مولنا شائستہ گل صاحب حاضر خدمت ہو رہے ہیں آپ سرحد کے سنی عالم ہیں اور رمانکی شریف کے صاحب سجادہ حضرت شاہ محمد امین الحسنات صاحب دام مجدہ کے فرستادہ ہیں انکا پیام لائے ہیں۔ مجھے حضرت موصوف کی تجویز سے پورے طور پر اتفاق ہے امید ہے کہ حضرت بھی پسند فرمائیں گے میں بھی آپ کی رائے شافی کا منتظر رہوں گا والسلام مع الکرام

محمد نعیم الدین عفی عنہ،

ایک افریقی طالب علم کا آپکے علم وفضل سے متاثر ہوکر حلقہ درس میں شریک ہونا

ایک افریقی طالب علم مولنا محبوب خدا بخش صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ سرزمین ہند میں ایک نابغہ روزگار شخصیت میدان درس وتدریس کے شہنشاہ۔ صدر الشریعۃ بدر الطریقہ حضرت فقیہ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو بے قرار دل کو قرار، اور پراگندہ ذہن کو جلا بخشتے ہیں جن کی بارگاہ میں صبح و شام لوگ ان کے فیضان علم وحکمت سے سرفراز ہوتے ہیں تو وہ بھی رخت سفر باندھتے ہیں اور ریاست دادول کا قصد کر لیتے ہیں بالآخر حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر آپ کے حلقہ درس میں شریک ہونا چاہتے ہیں حضرت صدر الشریعہ نے درخواست منظور فرمالی اور انکی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام فرمایا اور کچھ دنوں رکھنے کے بعد اپنے روحانی فرزند جلالۃ العلم استاذ العلماء استاذ گرامی حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ کردیا جن کے زیر عاطفت رہ کر موصوف نے اپنی تعلیم مکمل کی اور دار العلوم اشرفیہ مبارکپور، سے سند فراغت حاصل کیا۔

ایک بخاری عالم کا آپکی خدمت میں حاضر ہونا اور فارسی میں شرح مطالع پڑھانے کی درخواست کرنا

ملک روس کے مشہور ومعروف شہر بخارا کو کون نہیں جانتا۔ عہد اولی میں وہ اسلامی تعلیمات اور دینی امور کا عظیم مرکز رہا ہے وہاں سے بڑے بڑے فضلاء اور علماء نکلے اور عالم اسلام میں انقلاب پیدا کردیا، چنانچہ امام بخاری بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں جن کو تاریخ اسلام میں امیر المؤمنین فی الحدیث اور ان کی تصنیف لطیف کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے زریں القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آج وہی شہر بخارا اپنے آغوش کے ایک پروردہ کو حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں بھیج دیا ہے۔ اور اس شان بان کے ساتھ کردہ عالم حضرت صدر الشریعہ کے حلقہ درس میں شریک ہونے کے بعد سب سے پہلا سوال یہ کرتے ہیں کہ حضور میں شرح مطالع پڑھنا چاہتا ہوں اور اپنی زبان میں پڑھنا چاہتا ہوں اور اپنی زبان میں پڑھتا ہوں، حضرت فقیہ اعظم ہند جو علوم ومعارف کے ناپیدا کنار سمندر رکھتے فوراً تیار ہوجاتے ہیں اور اس بخاری عالم کو تعلیم دینے لگتے ہیں ـــــ دیکھا آپ نے یہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی علمی وتحقیقی بصیرت تھی جو ہند وپاک کی حد کو توڑ کر غیر ممالک کے علماء و شائقین سے بھی اپنی عظمت وعبقریت کا لوہا منوالیا۔ اور علم وفضل کو آپ کی بارگاہ میں حاضری دینی پڑی۔

بروایت حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ چنانچہ گل گلشن امجدیت حضرت علامہ مفتی ظفر علی صاحب قبلہ روئداد دار العلوم امجدیہ کے صفحہ ۷ پر

(ماہ؟ ص۵، ۱۰ اپریل)

مولانا بہار المصطفیٰ قادری مصباحی *

صدر الشریعہ ـــ احوال وکارنامے

مدینے کا مسافر ہند سے پہونچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

حضرت صدر الشریعہ حکیم ابو العلی مولانا محمد امجد علی اعظمی قادری یوپی (ہندوستان) کے مشہور قصبہ مدینۃ العلماء (گھوسی) ضلع اعظم گڈھ میں ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء کے کسی مبارک ماہ میں عالم رنگ و بو میں پیدا ہوئے آپ مسلکاً سنی حنفی مشرباً قادری رضوی تھے سلسلہ نسب والد گرامی بن مولانا حکیم جمال الدین ابن مولانا خدا بخش ابن مولانا خیر الدین۔

ابتدائی تعلیم مکمل ہونے کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ حنفیہ جونپور کا ارادہ کیا اور جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ ہدایت اللہ خان صاحب رامپوری (شاگرد رشید مجاہد آزادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی) سے استفادہ کی غرض سے رخت سفر باندھ لیا۔ معتمد روایت سے معلوم ہوا کہ اس وقت گھوسی سے جونپور کا راستہ پیدل ہی کا تھا لوگ ـــ پیدل ہی سفر کرتے بصورت دیگر بیل گاڑی کا واسطہ لے لیتے صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا دل چونکہ جذبات شوق سے معمور تھا علمی طلب کی آگ قلب وجگر میں شعلہ زن تھی جس کی وجہ سے آپ نے بستر، کتاب۔ اور دیگر سامان سر پر اٹھایا اور سخت گرمی میں پسینہ سے شرابور پیدل چل پڑے باوجودیکہ گھوسی سے جونپور کی مسافت تقریباً سو میل ہے مگر آپ من سلک طریقا یطلب فیہ علما کا سچا مصداق بن کر بے لوث پیدل چلتے رہے یہاں تک راستہ میں امیر قافلہ آپ کو دیکھ کر بھانپ گیا کہ اس نوخیز بچے کو کسی عظیم شئی کی طلب ہے چنانچہ وہ برجستہ پوچھ پڑا کہ آپ کو کہاں جانا ہے آپ نے بتایا جونپور تو اس نے اتنا کرم کیا کہ آپ کا بار گراں اپنی بیل گاڑی پر رکھ لیا مگر آپ پیدل ہی چلتے رہے حتیٰ کہ جونپور شیخ مطلوب کی بارگاہ میں پہونچ گئے۔

اور باقاعدہ درس لینا شروع کردیا۔ آپ کی ذہانت وفطانت دقیقہ سنجی۔ نکتہ رسی، بیدار مغزی، تیز خاطری سے متاثر ہوکر حضرت شیخ جونپوری علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنا معتمد قابل فخر شاگرد و نور نظر بنالیا مزید ارشاد بھی فرمایا۔

"ایک شاگرد ملا اور وہ بھی بڑھاپے میں"

اس طرح سے آپ نے وہاں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی اور علم حدیث کا۔ شیخ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد سورتی سے درس لیا ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۵ء میں سند فراغت حاصل کی ۱۳۲۲ھ میں حکیم عبد الولی لکھنوی سے علم طب کی سند حاصل کی پھر گھر آکر طبابت شروع کردی مگر قلبی رجحان اس طرف نہیں تھا اکثر فرماتے یہ بھی کوئی پیشہ ہے کہ صبح ہی صبح قارورہ دیکھنا پڑے اس طبابت سے دل برداشتہ تھے ہی کہ غیب سے اس کے ترک کرنے کا ایک سبب پیدا ہوگیا ایسا ہوا کہ اعظم گڈھ کے قصبہ عظمت گڑھ کے راجہ کے یہاں کسی مریضہ کو دیکھنے کیلئے راجہ نے سواری بھیج کر بلوایا وہاں پہونچنے سے قبل ہی مریضہ کا انتقال ہوگیا وہاں سے آپ کو پیدل گھوسی واپس آنا پڑا۔ جو گھوسی سے تقریباً بیس پچیس کیلومیٹر ہے پہلے ہی دل برداشتہ تھے اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوئے کہ طبابت کو خیرباد کرکے پیلی بھیت محدث سورتی کے مدرسہ میں مدرس ہوگئے اور ۱۳۲۷ھ تک بحسن وخوبی درس وتدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ اعلیٰحضرت

* استاذ منظر اسلام بریلی شریف

امام اہلسنت فاضل بریلوی کو اپنے مدرسہ کے لئے ایک قابل مدرس کی ضرورت ہوئی تو حضرت محدث سورتی نے آپ کا نام پیش کیا آپ بریلی شریف پہونچے دار العلوم منظر اسلام میں مدرس مقرر ہوئے۔ آپکی قابلیت اور حسن انتظام کو اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دار العلوم کا سارا انتظام آپ کے حوالہ کر دیا اور مطبع اہلسنت کا ناظم مقرر کر دیا۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی آپ کی فقہی قابلیت و بصیرت اور فتاوی کے سلسلہ میں آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے ایک بار ارشاد فرمایا۔ آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کو کہتے ہیں وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ فرماتے ہیں۔ میرا امجد مجد کا پکا۔ اس سے بہت کچھ پاتے یہ ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔

تقریباً ۱۸ سال شیخ کامل کی خدمت میں حاضر رہ کر فیوض و برکات سے مستفید ہوئے اور کمال عروج کو پہونچے۔ صدر الشریعہ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن تفسیر حدیث۔ اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزیات نوک زبان پر رہتے تھے اور فقہ کے جمیع ابواب کے جزیات انکے تفصیلی دلائل کے ساتھ مستحضر تھے۔ اسی لئے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے آپ کو سارے ہندوستان کا قاضی شرع مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آپ کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو حاکم شرع کے فیصلے کی ہوتی ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب طحاوی کا حاشیہ سات ماہ کی قلیل مدت میں تحریر فرمایا جو باریک قلم سے ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں ۳۵ - ۳۶ سطریں ہیں۔ دوسری تصنیف فتاویٰ امجدیہ کے نام سے ہے جو ضخیم چار جلدوں میں ہے جسے بجا طور پر فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا کہا جا سکتا ہے اس کے کل سترہ حصے ہیں جو آپ کی زندگی ہی میں بارہا طبع ہو کر قبول عام کی سند حاصل کر چکے ہیں اس کتاب سے نہ صرف عوام بلکہ علماء کو بھی استفادہ کئے بغیر چارہ نہیں جس کا ہر دار العلوم و دار الافتاء میں رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے جس کا دوسرا نام خود آپ نے۔ عالم بنانے والی کتاب۔ رکھا ہے بہار شریعت کے ابتدائی چھ حصے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے حرف بحرف سنا ہے اور اپنی رائے سے مزین فرمایا۔

استاذ العلماء حضرت حافظ ملت فرمایا کرتے کہ لوگ کہتے ہیں بہار شریعت صدر الشریعہ کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ حالانکہ حضرت نے بہار شریعت رمضان کی چھٹیوں اور رجب دیگر ضروری کاموں سے فرصت ملتی تحریر فرماتے اعلیٰ شاہکار فاضل اوقات میں نہیں ہوتا بلکہ آپ کا اعلیٰ شاہکار آپ کے وہ تلامذہ ہیں جن پر علم و فضل کو بھی ناز ہے جن کے اسماء گرامی دنیائے سنیت میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ بریلی کا مکتبہ فکر (اہلسنت و جماعت) آپ کی مساعی جمیلہ سے پھلا پھولا اور آپنے علمی رنگ دے کر اُسے اوج ثریا تک پہونچا دیا اور آج اکثر ہند و پاک بلکہ پوری دنیا میں آپ ہی کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے علم و فن کی محفلوں کی رونق ہے جن میں سے چند اسماء یہ ہیں

(۱) مولانا عبد المصطفیٰ ازہری ابن صدر الشریعہ شیخ الحدیث امجدیہ کراچی و ممبر آف پارلمنٹ پاکستان (۲) محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب (۳) استاذ العلماء حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور (۴) مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (۵) حضرت مولانا قاضی شمس الدین شیخ الحدیث جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس (۶) حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف سابق شیخ الحدیث حمیدیہ رضویہ بنارس (۷) حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی شیخ الحدیث براؤں بستی (۸) حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی شیخ الحدیث مظہر الاسلام بریلی (۹) حضرت مولانا سید غلام جیلانی شارح بخاری شریف (۱۰) حضرت

مولانا سید آل مصطفیٰ صدر سنی جمعیۃ العلماء آل انڈیا (۱۱) حضرت مولانا مبین الدین صاحب جامعہ نعیمیہ مراد آباد (۱۲) حضرت مولانا وقار الدین شیخ الحدیث کراچی پاکستان

حضرت صدر الشریعہ نے ابتداء شباب سے درس و تدریس کا کام انجام دینا شروع کیا اور آخری وقت تک جاری رکھا اور آپ کی تمام اولاد بھی زیور علم و فن سے مزین ہو کر نادر روزگار عالم ہوئے جن کے اسماء یہ ہے

(۱) مولانا حکیم شمس الہدیٰ (۲) مولانا محمد یحییٰ (۳) مولانا عطاء المصطفیٰ مولانا عبد المصطفیٰ ازہری ممبر آف پارلیمنٹ پاکستان ان کا ۱۹۸۹ء میں انتقال ہوا (۵) مولانا قاری رضاء المصطفیٰ خطیب نیو میمن مسجد کراچی (۶) علامہ محدث کبیر ضیاء المصطفیٰ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۷) مولانا ثناء المصطفیٰ صدر المدرسین ضیاء الاسلام ہوڑہ (۸) مولانا بہاء المصطفیٰ قادری مدرس دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف (۹) مولانا فداء المصطفیٰ مدرس شمس العلوم گھوسی اعظم گڈھ اور تین صاحبزادیاں تھیں جن میں ایک کو عالمہ بنایا تھا۔

آپ سے پیشتر بچوں کی تعلیم کے ابتدائی قواعد جاندار اشیاء کی تصویروں کے ساتھ طبع ہوتے اور مکاتب اسلامیہ میں وہی قواعد رائج تھے مگر آپ نے اس پر کافی زور دیا کہ ان قواعد سے جاندار اشیاء کی تصویریں ختم کی جائیں اور بغرض تیسیر و تفہیم ایسے قواعد مرتب کئے جائیں جو نسبتہً انسان اور جاندار اشیاء کی تصویروں سے خالی ہوں۔ چنانچہ آپ نے خود ہی اس کارنمایاں کو انجام دیا اور ایسا قاعدہ مرتب فرمایا کہ جو نسبتہً سہل بھی تھا اور اس میں صرف جمادات (غیر جاندار) کی تصویریں تھیں۔

آپ کی مساعی جمیلہ سے سابقہ قواعد نصاب سے خارج کئے گئے اور آپ کے ترتیب شدہ قواعد داخل نصاب کئے گئے آج بھی طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود اکثر مکاتب اسلامیہ میں جاندار اشیاء کی تصویروں سے خالی ہی قواعد داخل درس ہیں۔ اس کارنمایاں سے ہر اہل نظر اس چیز کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کس قدر احکام دینیہ کی رعایت اور حدود شرعیہ کی پابندی کرتے ساتھ ہی عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا بھی کرتے کیونکہ جاندار اشیاء کی تصویریں چھاپنا جہاں عند الشرع ناجائز و حرام وہیں اس کا بھی امکان قوی تھا کہ نوخیز طلبہ کے اذہان و افکار پر غلط اثر مرتب ہو۔

آپ کے ابتدائی دور میں جتنے مولانا یا ادیب و مورخ اعظمگڈھ میں گذرے وہ سب اپنے نام کے آخر میں اعظم گڈھی لکھتے تھے جیسا کہ اب بھی اعظم گڈھی مصنفین کی کتابوں کے ٹائیٹل پر چھپا دیکھا جا سکتا ہے یہ سب آپ کی اولیات میں سے ہے کہ سب سے پہلے آپ نے ہی اعظمی لکھنا شروع کیا اس کو اتنا فروغ ہوا کہ اب تمامی لوگ اعظم گڈھی کے بجائے اعظمی لکھنا فخر محسوس کرتے ہیں لفظ اعظمی دیکھ کر آپ کے پیر و مرشد سرکار اعلیٰحضرت نے بہار شریعت کی تقریظ میں لکھا مولانا ابو العلیٰ مولوی حکیم امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنیٰ یعنی شریعت میں مقلد امام اعظم کے طریقت میں غوث اعظم کے اور وطن کے لحاظ سے بھی اعظمی ان تینوں میں اعظم کا لفظ ہے اس کی طرف کتنا لطیف اشارہ فرمایا ہے جو اہل ذوق پر واضح ہے۔

حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف کے دوران قیام ۱۹۱۹ء میں پہلی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادے سے بمبئی پہونچے تھے کہ وہ اہلسنت کا بطل جلیل ۲ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء رات کو ۱۲ بجکر ۲۶ منٹ پر عالم جاودانی کو تشریف لے گئے ادھر جہاز نے روانگی کی سیٹی دی ادھر عاشق رسول نے اس دنیا سے کوچ کیا

درج ذیل آیۃ کریمہ مادہ تاریخ ہے ان المتقین فی جنت وعیون

مولانا ایوب صابر القادری مصباحی ★

صدر الشریعہ ـــ ایک زندۂ جاوید شخصیت

بلند حوصلگی، اولو العزمی، جہد مسلسل، عمل پیہم، ایمان محکم کی زندہ جاوید شخصیت صدر الشریعہ بدر الطریقہ الحاج حضرت علامہ حکیم محمد امجد علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے جلیل القدر خدا ترس بزرگ اور دیندار، علامہ روزگار و عابد شب بیدار، شیخ طریقت باوقار اور بہت بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ ترویج سنت و تشکیل ملت اور استحکام اسلام کے لئے جو نمایاں خدمات آپ نے انجام دی ہیں وہ تاریخ عالم کے اوراق میں آب زر سے ثبت کرنے کے لائق اور قابل صد تحسین ہیں؟

آپ کی تصنیفات میں بہار شریعت ہر پڑھے لکھے فرد کے لئے گرانمایہ سرمایہ اور بیش بہا عطیہ ہے جسمیں نہ صرف توحید و رسالت کے بنیادی عقائد کو اُن کی افہام و تفہیم کے لئے نرالے انداز اور نہایت دلکش و مؤثر طور پر عام فہم زبان میں پیش کئے گئے ہیں بلکہ وہ تمام تر مسائل انتہائی عالمانہ بصیرت سے مندرج کردیئے گئے ہیں جو زندگی کے تمام شعبوں میں روز و شب کام آنے والے ہیں میرا مشاہدہ اور ذاتی تجربہ ہے کہ کم سے کم تر علم رکھنے والے لوگ بھی جو اس سے استفادہ کرتے ہیں انھیں اکثر و بیشتر مسائل علمائے کرام و فقہائے عظام سے دریافت کرنیکی حاجت نہیں ہوتی ہے سترہ حصوں پر مشتمل بہار شریعت میں احکام ربّانی احادیث نبوی اور اقوال ائمہ کے بیش بہا خزانے اس طرز نگارش سے بھر دیئے گئے ہیں کہ بے ساختہ قاری پکار اٹھتا ہے مبارک باد! اے صدر الشریعہ آپ نے سمندر کو کوزے میں بند کر ڈالا ہے خداوند قدوس آپ کی اس مساعیٔ جمیلہ کو اپنے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مقبول فرمائے۔ آمین

اس کتاب کے مستند اور ثقہ ہونے کی دلیل تو یہ ہے کہ بڑے بڑے علمائے دین و مفتیان شرع متین سند میں اس کتاب کا حوالہ پیش فرماتے ہیں اپنوں کا تو تذکرہ کیا غیر بھی اس سے استفادہ کرکے مصنف علیہ الرحمہ کے ممنون احسان ہیں گویا بہار شریعت علوم دینیہ و احکام شرعیہ کا گنجینہ ہے جس سے اس بات کی غمازی ہوتی ہے کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علوم دینیہ میں بیحد عبور اور فقہی مسائل میں بے اندازہ دسترس حاصل تھی۔

آپ خدا ترسی و سادگی، عجز و انکساری اور شفقت و رافت خلوص و محبت کے مجسمہ پیکر تھے۔ حق بات قبول فرمانے میں ذرا بھی آپ کو کسر شان کا احساس نہ ہوتا تھا بزرگوں کی ہدایت و نصیحت آپ کے لئے قابل احترام و نقش کالحجر ہوتی تھیں آپ یقیناً خدا ترس، عالم باعمل اور دیندار بزرگ تھے آپ نے اپنے کچھ واقعات بیان فرمائے ہیں جن سے آپ کی خدا ترسی قبولیت حق و بلند حوصلگی خوب خوب نمایاں ہوتی ہیں! ناظرین کے ذوق کی تسکین کے لئے چند واقعات درج کئے جارہے ہیں!

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجدد دوراں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علیل تھے میں عیادت کو گیا حسب محاورہ پوچھا حضور اب شکایت کا کیا حال ہے؟ فرمایا شکایت کس سے ہو؟ اللہ سے نہ تو شکایت پہلے تھی اور نہ اب ہے بندہ کو خدا سے کیسی شکایت؟ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی بھر کے لئے اس محاورہ سے توبہ کرلیا۔

دوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگ اکثر بولا کرتے ہیں فلاں چیز کافی ہے" جیسے چائے میں شکر ہے؟ جی ہاں! کافی ہے! اگر اعلےٰ حضرت کی بزم میں کسی نے ایسے الفاظ استعمال کئے تو ٹوکتے تو نہیں مگر تنبیہہ ضرور فرماتے اس لئے کہ لفظ کافی اسمائے الٰہی

میں سے ہے اس لئے اس کا استعمال مناسب نہیں ہے! گویا آپ کا اس پر بھی احتیاطی عمل تھا۔ ممکن ہے کہ آپ کے معاندین و مخالفین باطنی بغض و حسد سے آپ کی ان باتوں کو تصنع پر محمول کریں لیکن جس مکتبۂ فکر سے دنیا کو تزکیہ قلب و راست گوئی کا سبق ملا وہاں تصنع کا گذر کہاں۔

آپ مسلک امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بے غرض امین و وارث تھے اور حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کے لائق و فائق جانشین اور حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رامپوری علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے۔

اگر مجدد دوراں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں تو حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کی بھی شخصیت ایسی نہیں کہ قلمکار حضرات نظر انداز کرسکیں آپ حضرات علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رامپوری علیہ الرحمہ کے اُستاذ اور باوقار شخصیت کے مالک تھے مغلیہ دور کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر دہلوی کے عالیشان دربار میں مسند قاضی القضاۃ پر فائز و رونق افروز تھے شاہ کے خاص مشیر کار و دست راست تھے آزادی ہند کے علمبردار و مرد غازی اور بیباک مجاہد تھے آپ کی عمر رواں کے آخری حصے میں جب مغلیہ حکومت کا زوال اور انگریزی تسلط و اقتدار کا ظہور ہوا تو آپ نے جابر و ظالم انگریز حکمراں کے خلاف بہانگ و دہل مجاہدانہ اقدام فرمایا اور انگریزی تسلط و اقتدار اور اُسکے اثر و رسوخ کے استیصال کے لئے سعی بلیغ کی اور مجاہدہ شاقہ کی زحمت گوارہ فرمائی یہاں تک کہ جزیرۂ انڈمان میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد فرمائی لیکن نصاریٰ کی طاغوتی حکومت کو تسلیم نہ فرمایا جابر و ظالم انگریز جرنیلوں کے ظلم و تشدد، شقاوت و بربریت کا نشانہ بنتے رہے لیکن ظالم حکمراں سے رحم و کرم کی بھیک نہ مانگی انگریزوں کے متاع قلیل پر نہ بکے اُس کی دولت و ثروت سے مرعوب نہ ہوئے دنیاوی جاہ و حشمت کے لئے ضمیر فروشی نہ کی بلکہ اپنی جان دے کر دنیا کو حصول بقاء دوام کا درس دیا اور خود مسرت جاودانی و آشائش دوامی حاصل کرکے دنیا والوں کے لئے انمٹ یادگار اور اہم نقش و نگار چھوڑے جو دنیا والوں کے لئے مشعل راہ ہیں یوں آپ کا نام زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا ؎

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

اسی بیباک مرد مجاہد عارف باللہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رامپوری قدس سرہٗ جیسی معزز و باکمال ہستی سے صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحصیل علوم دینیہ و فنون عقلیہ فرمائی آپ کی ذہانت و خداداد صلاحیت کو دیکھ کر آپ کے استاذ محترم علیہ الرحمہ ارشاد فرمایا کرتے کہ شاگرد ملا تو ایک وہ بھی پیرانہ سالی میں اور اپنی خاص الخاص توجہات آپ کی تعلیم و تربیت میں مرکوز و مبذول فرمایا آپ نے بھی شفیق استاد کی خاص توجہ و شفقت دیکھی تو بے اندازہ محنت و مشقت کے ساتھ حصول تعلیم میں منہمک ہوئے اور اپنی انفرادی حیثیت حاصل کرلی غرضیکہ مہربان اُستاد سے علوم دینیہ و فنون عقلیہ کی تکمیل فرماکر علوم دینیہ کے درخشاں آفتاب ہوئے ذروں کو چمکایا اور فنون عقلیہ کے تابندہ ماہتاب ہوئے شعور و احساسات سے ناآشنا افراد کو احساس و شعور کی راہ پر گامزن فرمایا۔

آپ کے علمی کارناموں، دینی و ملی خدمات، زہد و تقویٰ کے واقعات اور تدریسی خصوصیات الگ الگ ضبط تحریر میں لائی جائیں تو تقریباً دو سو صفحات منقوش ہوجائیں تاہم ناظرین کی تواضع طبع کے لئے اجمالی طور پر قلمبند کر رہا ہوں۔

آپ نے کچھ دنوں مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں رہ کر اکتساب فیض فرمایا

اور فن حدیث میں کافی عبور حاصل کر لیا جب محدث سورتی علیہ الرحمہ نے آپ کو سند فراغت عطا فرما دیا تو آپ نے اُس کے بعد ہی تدریسی خدمات کا آغاز فرما دیا تقریباً گیارہ سال تک دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں بحیثیت صدر المدرسین تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر مجدد دوراں امام العصر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نوازش و شفقت، خلوص و محبت کی کشش نے آپ کو کچھ دنوں بریلی شریف میں رہنے پر مجبور کر دیا وہاں رہ کر کچھ ممتاز دینی خدمات انجام دیں مثلاً قرآن پاک کا ترجمہ کرنے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے شروع سے آخر تک معاون رہے بلکہ بیچ میں ایک بار کسی کام سے اپنے وطن گھوسی ضلع اعظم گڑھ تشریف لے آئے تو ترجمہ کا کام بند ہو گیا پھر جب واپس بریلی شریف آئے تو بعض اہم دینی امور کے پیش نظر کچھ اور دنوں تک یہ کام ملتوی رہا یہاں تک کہ موسم گرما ختم ہو کر برسات کا موسم شروع ہوا تو ترجمہ کا کام شروع کیا گیا ایک طرف برسات کی گرمی قریب میں لالٹین اور اُس پر کیڑوں اور پتنگوں کی یورش متعدد دشواریوں کے باوجود گھنٹوں اس کام کو روزانہ انجام دیا جاتا۔

ترجمہ کی تحریری نوعیت یہ ہوتی کہ پہلے آپ پوری آیت پڑھتے تھے اس کے بعد اعلیٰ حضرت ترجمہ املا فرماتے بعض مرتبہ مسلسل دو تین سطر کی عبارت ایک ساتھ بلا توقف بول دیا کرتے تھے جس روز جتنا ترجمہ کیا جاتا اسکی مقدار معہ تاریخ نوٹ کر لی جاتی! ابتدا میں چند روز یہ طریقہ رہا کہ آیت پڑھی جاتی اور اعلیٰ حضرت اُس کا ترجمہ لکھواتے اس کے بعد حضرت شیخ سعدی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبد القادر، شاہ رفیع الدین، ڈپٹی نذیر احمد اور مرزا حیرت دہلوی وغیرہم کے ترجمے سُنائے جاتے اِن میں جہاں جہاں غلطی ہوتی اعلیٰ حضرت تنبیہ فرماتے چند روز کے بعد یہ محسوس ہوا کہ اس طرح وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور کام کم ہوتا ہے دوسرے مترجمین کے اغلاط پر تنبیہات تو ایک جداگانہ کام ہے اس ترجمے کے بعد اگر موقع ملا تو اس پر توجہ کی جائے گی لہٰذا تمام ترجموں کا سنانا تو موقوف کر دیا گیا صرف حضرت سعدی علیہ الرحمہ کا فارسی ترجمہ اور شاہ عبد القادر کا اردو ترجمہ سنایا جاتا اور یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا اس سلسلے میں لطف کی بات تو یہ ہے کہ جب آپ نے زمانہ کے بدلے ہوئے حالات، ضلالت کی کثرت اور اُس کے اسباب کی فراوانی دیکھی تو آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بدمذہب عوام کو گمراہ کرنے کیلئے ایک ذریعہ قرآن پاک کے ترجموں کو بھی بنائے ہوئے ہیں اسلئے کہ الفاظ قرآن میں توڑ دبدل کی جسارت نہیں کر سکتے لیکن ترجمے اور تفسیر میں ایسی بات لکھ دیتے ہیں جس سے عوام کو گمراہ کرنے اور بہکانے کا موقع مل جاتا ہے البتہ اردو ترجموں میں شاہ عبد القادر دہلوی کا ترجمہ قرآن پاک صحیح قرار دیا جا سکتا ہے لیکن شاہ کا ترجمہ بالکل پُرانی اردو میں ہے جو ہندوستان میں متروک ہو چکی ہے اس لئے ایک صحیح اور اغلاط سے منزہ احادیث نبویہ و اقوال ائمہ کے مطابق ترجمہ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے آپ نے ترجمہ قرآن پاک کے لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی بارگاہ عالیہ میں درخواست پیش کی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا یہ تو بہت ضروری ہے مگر چھپنے کی کیا صورت ہوگی اس کی طباعت کا کون اہتمام کرے گا باوضو کاپیوں کو لکھنا باوضو کاپیوں اور حروفوں کی تصحیح کرنا اور تصحیح بھی ایسی ہو کہ اعراب نقطے یا علامتوں کی بھی غلطی نہ رہ جائے پھر یہ سب چیزیں ہو جانے کے بعد سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ پریس مین ہمہ وقت باوضو رہے بغیر وضو نہ پتھر کو چھوئے اور نہ کاٹے پتھر کاٹنے میں بھی احتیاط کی جائے اور چھپنے میں جو جوڑیاں نکلی ہیں اُنکو بھی بہت احتیاط سے رکھا جائے اور میں دیکھتا ہوں کہ ان کا پورا ہونا بظاہر دشوار اور ناممکن سا معلوم ہوتا ہے اور جب چھپنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو پھر ترجمہ لکھنے سے کیا فائدہ اس کا مقصد عوام کو فائدہ پہنچانا ہے نہ کہ کتب خانے کی الماری کی زینت بنانا ہے آپ نے عرض کیا انشاء اللہ جو باتیں ضروری

ہیں ان کو پوری کرنے کی کوشش کی جائے گی بالفرض مان لیا جائے کہ ہم سے ایسا نہ ہو سکا تو جب ایک چیز موجود ہے تو ہو سکتا ہے آئندہ کوئی شخص اس کے طبع کرنے کا انتظام کرے اور مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے میں کوشش کرے اور اگر اس وقت یہ کام نہ ہو سکا تو آئندہ اس کے نہ ہونے کا ہم کو بڑا افسوس ہوگا آپ کے اس معروض کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دوسرے لوگوں کے ترجمے بھی حاصل کر لئے جائیں تاکہ اس ضمن میں بھی اُن کے اغلاط پر تنبیہ کی جائے نیز قرآن پاک ڈاک وغیرہ سے نہ منگوایا جائے کیوں کہ اس طرح سے منگوانے میں بے ادبی ہوتی ہے بلکہ اس کے لئے جہاں سے دستیاب ہوتے ہوں جا کر ایسے طریقے سے لایا جائے کہ بے ادبی نہ ہو غرض کسی طرح انھیں شرائط کے ساتھ اس زمانہ میں جتنے ترجمے طبع ہو کر منظر عام پر آ چکے تھے حاصل کئے گئے اور انتہائی حوصلہ مندی اور احتیاط کے ساتھ ترجمہ کا کام شروع کر دیا گیا بحمد اللہ آپ کی مساعی جمیلہ سے خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور آج مسلمانوں کی کثیر تعداد ایک مجدد دوراں امام وقت کے لکھے ہوئے قرآن پاک کے صحیح ترجمہ سے مستفید ہو کر آپ کی ممنون احسان ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اس کے علاوہ اور بھی دیگر دشوار ترین امور دینیہ و ممتاز خدمات ملیہ آپ نے انجام دیں چنانچہ آپ کی خدمات و کارہائے نمایاں سے خوش ہو کر مجدد دوراں امام وقت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرما کر سند خلافت عطا فرمائی۔

حیات مقدسہ کے آخری دور میں دار العلوم حافظیہ سعیدیہ علی گڑھ ریاست دادوں میں علم و عرفان کی پیہم بارش فرمائی چودہویں صدی کے اوائل میں ہندوستان علوم دینیہ کے اعتبار سے انحطاطی دور سے گذر رہا تھا علمی بصیرت افروز شخصیتوں سے ہندوستان قریب قریب خالی ہو رہا تھا جو علمائے کرام موجود تھے اُن میں سے اکثر سیاسی الجھنوں میں محصور ہو چکے تھے اکثر درسگاہیں سُنسان ہو چکی تھیں ایسے نامساعد حالات میں جن دور اندیش اساتذہ نے تمام ہنگاموں سے بے نیاز ہو کر درسگاہوں کو آباد کیا اور درس و تدریس کے سلسلے کو جاری رکھا ان میں آپ یعنی صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست نظر آتے ہیں آپ نے اپنی علمی صلاحیت اور روحانی بصیرت و ادراک سے کام لیکر سیکڑوں افراد کو عمل کے سانچے میں ڈھال دیا اور علم کی دولت سے مالا مال فرما دیا۔

آپ فیضان علم کی تقسیم میں علمائے سلف کے صحیح مظہر تھے۔ مولانا عبد الحکیم شرف آپ کی تدریسی خوبیوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں آپ نے ابتدائے شباب سے تدریس کا کام شروع کیا اور آخر حیات تک جاری رکھا اور ایسے نابغہ روزگار افراد تیار کئے جن پر علم و فن کو ناز ہے! حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کا قول ہے مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں اِن چار پانچ مدرسوں میں ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں؟ حق تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے ہم عصر علماء میں جو اہم تدریسی خدمات انجام دی ہیں وہ بے نظیر ہیں آپ کی درسگاہ میں زانوئے ادب تہ کرنے والے تمام طلبار علم و فضل کی دولت سے مالا مال ہوئے زہد و تقویٰ خلوص مروت سے لبریز ہوئے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور اور جذبۂ دین و ملت سے سرشار ہوئے! آپ نے بلا تفریق ہند و پاک مشترک ملک کی سرزمین پر علوم دینیہ و احکام شرعیہ کے بلند مینارے نصب فرما دیئے۔

آپ کی تدریسی خدمات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہیں کہ علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ سے مستفید ہونے والوں اور مولانا ہدایت اللہ صاحب رام پوری علیہ الرحمہ سے مستفیض ہونے والوں میں آپ سے زیادہ علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں آپ نے اسلام کے فروغ و استحکام کے لئے بے لوث دینی خدمات انجام دی ہیں اور قوم و ملت کی تعمیر و ترقی کے لئے وہ کارہائے نمایاں

(باقی ص۱۴۹ پر)

مولانا غلام مصطفےٰ اکونہ امجدی★

صدر الشریعہ اور دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

آپ کا وجود گرامی اس صدی میں کعبۂ علم وفن کی حیثیت رکھتا تھا آپ آسمان علم ودانش کے وہ درخشاں آفتاب تھے کہ آج بھی اس کی ضیا باریوں سے عالم جگمگا رہا ہے آپ کے علم وفضل کا یہ کمال تھا کہ حضور سیدنا سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار شریف کے جامعہ معینیہ عثمانیہ میں ایک زمانے تک صدر المدرسین رہے۔ آپ کی درس گاہ میں ملک کے کونے کونے سے تشنگانِ علوم پہنچتے اور علم وفضل کے گوہر آبدار سے اپنے دامنوں کو بھر لیتے آج ملک کے بڑے بڑے جید علماء کی جماعت میں اکثریت ان کی ہے جو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں یا ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں ملک اور بیرون ملک کی دینی درسگاہوں کے دیوار و در حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے فیضان علم سے گونج رہے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ روز افزوں ترقی کے ساتھ قائم رہیں گے۔ مثال کے طور پر حضور حافظ ملت استاذ العلماء علیہ الرحمہ کی ذات گرامی کو دیکھئے جب آپ اپنے وطن جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ملک کے مشاہیر علماء ومشائخ شریک ہوئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی نگاہ جب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ پر پڑی تو آپ کو یقین ہو گیا کہ ہم اسی بحر العلوم سے درِ شاہوار حاصل کر کے اپنا دامن بھر سکتے ہیں خدمت عالیہ میں عرض کیا حضور میں خدمت میں رہ کر علوم دینیہ حاصل کرنے کی تمنا رکھتا ہوں حضرت نے فرمایا اجمیر شریف آؤ انشاء اللہ العزیز پڑھا دوں گا چنانچہ حسب ارشاد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اجمیر مقدس حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب وعدہ آپ نے،

حضور حافظ ملت کو آسمان علم وفضل کا مہر درخشاں بنا دیا پھر تو ملک کے تعلیمی ادارے آپ کو چاہنے لگے کہ حضور حافظ ملت ہمارے ادارے کے منصب صدارت کو قبول فرمائیں کلکتہ مدرسہ عالیہ نے پانچ سو روپئے مشاہرہ کی پیشکش کی اور بھی شہروں سے اس سلسلہ میں خطوط آئے لیکن آپ کا خیال ملازمت کی طرف بالکل مائل نہ تھا شوال المکرم ۱۳۵۲ھ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے آپکو بریلی بلایا اور فرمایا میں برابر باہر رہا اور میرا ضلع خراب ہو رہا ہے میں آپ کو خدمت دین کے لئے مبارکپور بھیجنا چاہتا ہوں حضرت حافظ ملت نے عرض کیا میں تو ملازمت کرنا نہیں چاہتا حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا میں نے ملازمت کو کب کہا میں نے خدمتِ دین کی بات کی ہے یہ مت دیکھئے گا کہ وہاں کیا ملتا ہے حضور حافظ ملت صبر وشکر کے وہ عظیم پہاڑ تھے کہ اپنے استاذ محترم ذوالمجد والفضل والجاہ والکرم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا اور کلکتہ مدرسہ عالیہ کی پانچ سو روپئے ماہانہ کی پیشکش[1] کو ٹھکرا دیا اور صرف پینتیس۳۵ روپئے ماہوار پر صدر مدرس ہو کر مبارکپور تشریف لائے اور اس شان عزم وہمت کے ساتھ تشریف لائے کہ اپنی عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ خدمت دین نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں صرف فرما دیا اور اپنے استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم کی ایسی تعمیل فرمائی کہ ہمیشہ کے لئے مبارکپور کے ہو کر رہ گئے آج بھی ان کا مزار پر انوار حضرت راجہ شاہ مبارک کے قصبہ مبارک پور کے فرق اقدس کا چمکتا ہوا تاج ہے جو مرجع خلائق

[1] یہ سخت محل کلام ہے کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل کا مشاہرہ پانچسو روپیہ تھا۔

★ سابق محرر دار الافتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

ہے شروع شروع میں شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن استاذ محترم کے حکم پر دین کی ٹھوس خدمت فرماتے رہے اور بڑی محنت وجانفشانی کے بعد مبارکپور کو قابل صد مبارکباد لائق صد تحسین بنا دیا اور آج تو جامعہ اشرفیہ اور حضور حافظ ملت سے الگ ہو کر مبارکپور کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا مبارکپور کو ایسا گوہر بے بہا کس نے عطا فرمایا آج جامعہ اشرفیہ عربی یونیورسٹی کا اونچا ایوان کس کے فیضان کا خطبہ پڑھ رہا ہے۔

اشرفیہ کا اونچا جو ایوان ہے
میرے صدر الشریعہ کا فیضان ہے
جسکا عالم میں پھیلا ہے خوان کرم
آج خلد بریں کا وہ مہمان ہے

حضور حافظ ملت کے شاگرد رشید اور جامعہ اشرفیہ کے نائب شیخ الحدیث جامع معقول علوم وفنون حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی نور اللہ تعالےٰ مرقدہٗ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بافیض وباکمال شخصیت محتاج تعارف نہیں آج کل کے بیشمار علماء وخطباء مقررین وشعراء میں اکثر ان کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں ایک مرتبہ کسی بات پر ناراض ہو کر مبارکپور سے اپنے گھر چلے آئے اور کپڑے کی تجارت شروع کر دی مبارکپور میں ان کی جگہ خالی رہی کچھ دنوں بعد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ مبارکپور تشریف لائے نائب شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ کے متعلق حال معلوم کر کے بیحد افسوس فرمایا حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ اگر چاہتے تو ہندوستان کے کسی بھی بڑے جید عالم کو لا کر نائب شیخ الحدیث کی جگہ پر بٹھا دیتے آپ کی ایک معمولی صدا پر آپ کے ہزاروں شاگرد لبیک یا سیدی کہتے ہوئے حاضر خدمت ہو جاتے لیکن آپ کی نگاہ عارفانہ یہ دیکھ رہی تھی کہ یہاں جگہ جو خالی ہے اسکو دوسرا شخص کما حقہ پورا نہیں کر سکتا چنانچہ جلالۃ العلم شیخ المشائخ استاذ الفقہاء حضرت صدر الشریعہ

علیہ الرحمہ میرے وطن قصبہ رتسڑ ضلع بلیا میں بذات خود تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ کو آج ہی شام تک اپنے ساتھ لیکر آجائیں جب تو آپ مولوی الآ فلا یہ حکم سنتے ہی میں نے سائیکل اٹھائی اور آدھے گھنٹے میں حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب نائب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے مکان پر بھوجپور پہنچ گیا اور حضرت کا فرمان سنایا وہ کپڑے کی دوکان پر مصروف تھے حضرت کی قصبہ رتسڑ میں تشریف آوری اور پھر انکے ساتھ اسی وقت رتسڑ کی حاضری کا پیغام' فوراً تیار ہو گئے اور ہم دونوں آدمی شام سے پہلے خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے حضرت بیحد مسرور ہوئے مجھے بڑی دعائیں دیں اور حضرت حافظ عبدالرؤف صاحب نائب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے بعد نماز عشاء کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ حافظ جی میں نے آپ کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ اگر کپڑے کی تجارت ہی کرنی تھی تو آپ نے اپنا قیمتی وقت حصول علم میں صرف کیا اور مسند تدریس کو زینت بخشی اور ماشاء اللہ آپ نے حق ادا کر دیا اب آخری وقت میں کیا تجارت شروع کر دی جامعہ اشرفیہ کے در و دیوار آپ کو آواز دے رہے ہیں میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ پر مبارکپور تشریف لے جائیں آپ کی موجودگی میں اس جگہ کو کوئی دوسرا شخص پُر نہیں کر سکتا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آپ کو کسی قسم کی کوئی شکایت نہ ہوگی" اتنا سننا تھا کہ حافظ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ نے عرض کیا کہ جب حضرت کا حکم ہے تو بہرحال میں جاؤں گا اور تعمیل حکم میں کوئی کمی نہ ہونے دوں گا۔ صبح کو دست بوسی وقدمبوسی کے بعد اپنے مکان بھوجپور گئے پھر دوسرے ہی دن مبارکپور کیلئے روانہ ہو گئے کپڑے کی تجارت چھوڑ دی اور اس شان سے گئے کہ مبارکپور ہی کے ہو کر رہ گئے آج بھی ان کا مزار مبارک اہل مبارکپور اور دیگر مسلمانوں کے لئے منبع فیض وسامانِ راحت قلب ونظر ہے۔ □□

مولانا محمد حبیب اللہ مصباحی ★

صدر الشریعہ کا علمی جاہ وجلال

کسی باعظمت شخصیت کے مراتب حقیقی کی معرفت یا تو اس کے کارناموں سے ہوتی ہے یا اس کے زمانہ کے اکابر علمارکرام کے اظہار خیال سے ۔ یہ دونوں طریقے بہت حد تک حقیقت کی ایسی صحیح عکاسی ونشاندھی کرتے ہیں کہ جس میں غلطی کا کوئی شائبہ و احتمال نہیں رہتا ہے ۔

ان مذکورہ دونوں طریقے سے جب حیات صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت آفتاب نیمروز کی طرح سے کھل کر سامنے آجائے گی کہ آپ علوم وفنون کے جامع اور آسمان علم وفضل کے آفتاب وماہتاب تھے ۔

(۱) اکابر علمار میں مجدد دین وملت سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو آپ کے پیر ومرشد ہیں اور علم کے بحر بیکراں جن کی علمی گہرائی وگیرائی کا اعتراف شرق وغرب میں پھیلے ہوئے ان کے معاصرین نے بھی کیا ہے کہ وہ میدان تحقیق وتدقیق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھیں بے شمار علوم وفنون میں کامل مہارت ومکمل عبور حاصل تھا اور ہر فن میں منصب امامت ودرجۂ سیادت پر فائز تھے ۔

حضرت صدر الشریعہ نے طویل مدت تک آپ سے اکتساب فیض کیا اور آپ کی نگرانی میں دینی خدمات اور تدریسی امور کی انجام دہی میں شب وروز مشغول رہے ۔

اعلیٰ حضرت آپ کی ذہانت وفطانت ذکاوت وخدافت اور علمی جلالت اور فقہی بصیرت ذخیرۂ علم کے استحضار احکام شرعیہ پر گہری نظر نکتہ سنجی باریک بینی حقیقت رسی معاملہ فہمی تدریسی وتصنیفی صلاحیت تنظیمی مہارت امانت ودیانت کا برملا اظہار فرماتے تھے گویا کہ حضرت صدر الشریعہ کی ذات مبارکہ میں کمالات علمی وعملی کا اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اپنے تاثرات کو بیان فرمایا ۔

(۲) فاضل اجل حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ رامپوری جو شیخ المعقولات حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کے بلاواسطہ ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں آپ حضرت صدر الشریعہ کے استاذ بھی ہیں فرماتے ہیں ،، زندگی میں شاگرد ملا تو ایک وہ بھی بڑھاپے میں ،،

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ عہد تحصیل ہی میں ان خوبیوں کے حامل تھے کہ جن کی بنا پر آپ کے جلیل الشان استاذ کو بھی آپ پر ناز تھا ۔

(۳) استاد السنۃ محدث جلیل حضرت علامہ وصی احمد سورتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ،، مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے ،،

اساتذۂ ذوی الاحترام کے یہ ارشادات گو کہ الفاظ وعبارات کے اعتبار سے بہت مختصر ہیں مگر اپنے اندر بے اندازہ معنویت رکھتے ہیں جو اہل علم وفضل پر مخفی نہیں بالفاظ دیگر یہ اساتذہ کرام آپ کی ٹھوس استعداد بھرپور صلاحیت اور دقت نظر کے قائل آپ کے زمانہ طالب علمی ہی میں تھے اور آپ کے اندر علمی گہرائی وگیرائی اسی وقت اتنی ہوگئی تھی کہ آپ معاصر علمار میں مقام امتیاز پر فائز تھے ۔ اور ان بزرگوں کی نظر میں آپ کا علمی مقام اتنا بلند تھا جو خود ان کے تلامذہ کی صفوں میں تنہا آپ کو حاصل تھا ۔

آپ کے یہ اساتذہ کرام کسی خوش فہمی کے سبب آپ کے فضل وکمال اور علمی جاہ وجلال کے قائل نہیں ہوگئے تھے بلکہ بہت دنوں تک آپ کی علمی خوبیوں اور ذہنی توانائیوں

★ سابق استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

کا تجربہ کرنے کے بعد قائل ہوئے تھے اسی لئے آپ کے فضل وکمال کے لئے اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا ثبوت نہ بھی ہو تو یہی کافی ہے کیونکہ شاگرد کی علمی حیثیت واقعی کو جتنا اس کا استاذ سمجھ سکتا ہے کوئی دوسرا ہرگز نہیں سمجھ سکتا ہے کوئی دوسرا ہرگز نہیں سمجھ سکتا ہے کیونکہ استاذ کی درسگاہ طلبہ کے علم کی جولانگاہ ہوتی ہے طلبہ وہیں اپنی معلومات کا ہمہ وقت مظاہرہ کرتے ہیں اور دوران مباحثہ اپنی قابلیت وصلاحیت کے جوہر دکھاتے ہیں وہیں ان کا علم نکھرتا سنورتا ہے اور وہیں ان کے علم کی راہ ومنزل کا تعین ہوتا ہے وہیں ان کے علم کی صحیح جانچ وپڑتال بھی ہوتی ہے اسی لئے استاذ کی بات شاگرد کے حق میں دلیل وسند ہوتی ہے ۔

حضرت صدر الشریعہ کو ابتدا ہی سے یہ علمی برتری اس لئے حاصل تھی کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے آپ کو قوت حافظہ اس معیار کی عطا ہوئی تھی جو کسی کسی کو ملتی ہے آپ اپنی قوت یادداشت کے بارے میں بطور تحدیث نعمت کے خود فرماتے تھے کہ کسی کتاب کو یاد کرنے کی نیت سے تین دفعہ دیکھ لینا کافی ہوتا تھا ۔ سبحان اللہ جس کی ذہنی توانائی کا یہ عالم ہو وہ کیوں نہ فقید المثال وحید العصر اور علامہ زمن ہوگا ۔

جب آپ کے ابتدائی دور کی تابناکی کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے علمی جاہ وجلال والے علمار کرام بھی آپ کے تبحر علمی کے قائل تھے تو اس وقت کا عالم کیا ہوگا جب آپ وفور علم کی منزل میں تھے اور اس مرحلہ پر کہ ناقص بھی کامل ہوجاتے ہیں پڑھتے پڑھاتے رہنے اور علمی مشغلہ ہونے کی وجہ سے علم میں نکھار آجاتا ہے پیچیدگیاں سلجھ جاتی ہیں ۔ جب عام لوگوں کا یہ حال ہے تو جس کے علم میں پہلے سے پختگی رہی ہو پڑھنے ہی کے زمانہ میں مہارت تامہ پیدا ہوگئی ہو اور استعداد میں اصلاح ہوگئی ہو وہ جب پڑھنے پڑھانے گا تو اس کے علم میں ایسی جلا ہوگی کہ آناً فاناً مطلب حل ہوجائیں گے حقیقت کی تہہ میں پہنچ جائے گا پیچیدہ سے پیچیدہ تر مسائل ومباحث کے سمجھنے میں اس کے لئے کوئی دقت ودشواری نہ ہوگی ہر مشکل وآسان مسئلہ اس کے نزدیک یکساں ہوگا ۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی شخصیت کچھ ایسی ہی تھی کہ آپ کو فنون مروجہ میں یکساں کمال تھا کسی بھی فن کا کوئی مسئلہ ہو جب بھی پیش ہوا فوراً حل کر دیا سفر ہو یا حضر گھر ہوں یا باہر بیمار ہوں یا تندرست خوشی ہو یا غم ہر حال میں آپ کے علم میں مکمل استحضار تھا خارجی اثرات سے آپ کے باطنی قویٰ متاثر نہیں ہوتے تھے ۔

استاذ العلمار جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ آپ کے بارے میں فرماتے تھے آپ جامع الکمالات مجمع البحرین تھے تبحر علمی کا یہ عالم کہ پورا درس نظامی مستحضر تھا البتہ آپ کا خصوصی لگاؤ فن فقہ سے تھا اس کے جزئیات وکلیات پر بڑی عقابی نظر رکھتے تھے قواعد فقہیہ ہوں یا قواعد اصولیہ ہر ایک کی لِم واِن سے واقف تھے ۔ صدر العلمار حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ میرٹھی جو اس دور آخر کے امام النحو تھے ۔ آپ کے بارے میں فرماتے تھے" آپ کو فقہ کے جمیع ابواب کے تمام جزئیات تفصیلی دلائل کے ساتھ مستحضر تھے ،، (ماہنامہ فیض الرسول شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۶ء)

اس لئے آپ کی فقہی بصیرت سے سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بھی متاثر تھے آپ کے تفقہ ودینی بصیرت اور احکام شرعیہ کی معلومات کے بارے میں ایک بار ارشاد فرماتے ہیں آپ ،، یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا وجہ یہ ہے کہ وہ استفتار سنایا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہوچلی ہے ۔

سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پاک

سے جہاں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہُ العزیز کی فقہی بصیرت کی عظمت و رفعت ثابت ہوتی ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقام فقہی بصیرت میں اعلیٰ حضرت ہی کے زمانہ میں اس معیار تک پہنچ چکا تھا کہ آپ اپنے معاصرین میں امتیازی شان کے حامل ہو چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بعد بالاتفاق مرجع فتویٰ ہوئے علماء کرام آپ ہی کے پاس اپنے الجھے اور پیچیدہ مسائل کو پیش کرتے تھے اور جو جواب آپ دیتے تھے اس کو تسلیم کرتے تھے بہت کم ایسے مسائل ملیں گے جس میں آپ کے ہم عصر علماء کرام آپ سے اختلاف رائے رکھتے ہوں اس لئے کہ یہ بات سب کے نزدیک مسلم تھی کہ مسائل فقہیہ کی معلومات میں آپ ہی سب سے آگے تھے۔ واضح رہے کہ آپ کے ہم عصر علماء بھی علم و فضل کے بادشاہ تھے۔ شب و روز ان کی زندگی علمی مباحث میں گذری تھی مشکل و پیچیدہ مسائل کو آنِ واحد میں حل کرتے تھے ایسے جلیل القدر علماء کا کسی کی علمی برتری کا قائل ہونا محض حسن ظن کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت تھی کہ جس سے معاصرین کا صرف نظر کرنا آسان نہ تھا۔

ان علماء کرام کے ارشادات کی تصدیق و تائید آپ کے اس عظیم کارنامے سے ہوتی ہے جو آپ نے اپنی مستند قلمی یادگاریں بہار شریعت، فتاویٰ امجدیہ اور حاشیہ طحاوی چھوڑی ہیں آپ کی یہ علمی یادگاریں اردو میں ہونے کی وجہ سے بظاہر بہت آسان معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کا جب گہری نظر سے جائزہ لیا جاتا ہے اور ان کی تہہ میں اتر کر دیکھا جاتا ہے تو ان میں بہت سی ایسی علمی خوبیاں نظر آتی ہیں جو دوسرے علماء کی تصانیف میں مفقود ہیں۔

بہار شریعت گو کہ فقہاء کرام کی معتبر و مستند کتابوں سے ماخوذ و منقول ہے لیکن اس کے اندر کچھ ایسے اوصاف اور ایسی خوبیاں ہیں جو فقہ حنفی کی کسی بھی کتاب میں یکجا طور پر موجود نہیں ہیں مثلاً

(۱) عبارت بہت آسان و سلیس کہ کم علم لوگ بھی بآسانی مطالب تک پہنچ سکیں۔

(۲) دلائل سے گریز کرتے ہوئے صرف مسائل کا بیان تاکہ نفس مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔

(۳) تنقیح شدہ راجح قول پر اکتفا کرتے ہوئے دیگر اقوال کے ذکر سے احتراز تاکہ عوام کے لئے باعث تشویش نہ ہو اور خواہش کے بندوں کے لئے اتباع نفس کی راہ نہ نکل سکے۔

(۴) ہر مسئلہ میں مفتیٰ بہ صحیح و راجح قول کا بیان تاکہ بلا دقت ہر شخص بغیر کسی غور و فکر کے عمل کر سکے۔

(۵) جملہ ابواب فقہ میں حتی الوسع مسائل ضروریہ کا استیعاب۔

(۶) ترتیب مسائل میں امر ضروری کا لحاظ اور حسن ترتیب نیز مصطلحات فقہیہ کی جامع مانع تعریف اور اس کا واضح حکم۔

(۷) احکام فقہیہ کے بیان سے پہلے مناسب آیات قرآنیہ و احادیث مبارکہ کا ذکر کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ فقہ حنفی کا ماخذ کتاب و سنت ہے نہ کہ قیاس و رائے۔

(۸) فقہی جزئیات کے بیان میں قواعد فقہیہ کا ذکر تاکہ مستقبل میں اسی کے پیش نظر دوسرے مسائل کا حل نکالا جا سکے۔

(۹) اصحاب افتاء کی دشواری و دقت کو دور کرنے کے لئے رسم المفتی کا بیان۔

(۱۰) فائدہ کے عنوان سے مسائل مذکورہ کی مزید توضیح و تشریح اور ضمنی و ذیلی مسائل کا ایک انبار۔

(۱۱) تنبیہ کے تحت جا بجا مسلمانوں کی غفلت و بے توجہی دور کرنے کے لئے وعظ و نصیحت اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی ترغیب و تشویق۔

بہار شریعت کی یہ سب ایسی خصوصیات ہیں جو فقہ حنفی کی کسی بھی کتاب میں ایک ساتھ موجود نہیں۔ ان خصوصیات

کے ذکر سے کتب فقہ میں جہاں بہار شریعت کی اہمیت و افادیت پر روشنی پڑتی ہے وہیں مصنف بہار شریعت فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی فقاہت جلیلہ بھی واضح و نمایاں ہوتی ہے۔ بہار شریعت کی تصنیف سے فقہ کی کافی حد تک ضرورتیں پوری ہو گئیں اب اس کی روشنی میں نئے پیدا شدہ مسائل کا حل اور مزید جزئیات کی تفریعات کے لئے راہیں طے کی جا سکتی ہیں در اصل سیدنا اعلیٰ حضرت اور حضرت صدر الشریعہ نے اس فن پر اتنا کام کر دیا ہے جو ماضی کی کئی صدیوں میں نہیں ہوا ہے اور اب جو کام ہو رہا ہے انھیں بزرگوں کی تصنیفات و تالیفات سے ماخوذ و مستنبط ہو کر ہو رہا ہے اور اسی اساس پر ہو رہا ہے۔

آپ کی دوسری تصنیف فتاویٰ امجدیہ ہے جو آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے وہ بھی مکمل نہیں بلکہ زندگی کے آخر حصہ کا۔ کاش آپ کی پوری زندگی کے جملہ فتاویٰ ہوتے تو اعلیٰحضرت کے فتاویٰ کے بعد آپ ہی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہوتا۔ پھر بھی جو ہے وہ سر اور آنکھوں سے لگانے اور قلب و جگر میں جگہ دینے کے قابل ہے اس لئے کہ آپ کے فتاویٰ افتاء کے جمیع شرائط و ضوابط پر مشتمل ہیں اور ان میں افتاء کے بنیادی اصول اور رسوم افتاء وغیرہ کا بھرپور لحاظ رکھا گیا ہے نیز ایک مفتی کے اندر جو جو خوبیاں ہونی چاہیئے وہ سب آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں اس لئے اگر آپ کے فتاویٰ کو رسم المفتی کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو ہر فتویٰ بغیر کسی کمی کے برابر اترتا چلا جائے گا اب اگر کوئی نا اہل جس کو آسان عربی عبارتوں کے صحیح ترجمہ بھی نہ آتا ہو اسے اگر کوئی کمی نظر آئے تو یہ اس کی نظر اور پرکھ کا قصور ہے اس سے حضرت صدر الشریعہ کی شاندار فقہی کارناموں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

حضرت صدر الشریعہ کی فقاہت کے ثبوت کے لئے ان کے یہ قلمی علمی تحقیقی کارنامے بہت ہیں ▭▭

(بقیہ ص ۱۴۳ کا)

انجام دیے ہیں جس نے آپ کو زندہ جاوید شخصیت کا مالک بنا دیا ہے آپ کے ارشد تلامذہ کرام نے آپ ہی کے طرز عمل پر اپنی اپنی مثالی درسگاہوں سے بے شمار علمائے کرام و مفتیان شرع متین اور عمائدین اسلام کی جماعتیں نکالی ہیں جو قوم و ملت کو فروغ دینے اور ترویج سنت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

آپ کے جانشین و شاگرد رشید استاذ العلماء حضرت حافظ ملت شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ کی عظیم الشان یادگار الجامعۃ الاشرفیہ اور امام النحو مولانا غلام جیلانی صاحب میرٹھی مولانا قاضی شمس الدین صاحب جونپوری مولانا عبد المصطفیٰ صاحب ازہری مولانا سلیمان صاحب بھاگلپوری مولانا عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی مولانا رفاقت حسین صاحب کانپوری کی (ملک و بیرون ملک میں) عظیم الشان درسگاہیں آپ کی بقاء دوام کی ضامن ہیں اور دیگر اکابر تلامذہ کی اہم دینی خدمات نے آپ کی شخصیت کو زندہ جاوید بنا دیا ہے مثلاً حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث پاکستان علیہ الرحمہ نے پاکستان میں نابکاروں کی اصلاح کی نابلدوں کو علوم شرعیہ سے روشناس کرایا اور مردہ ماحول کو اسلامی تعلیمات سے نئی زندگی بخشی اسطرح سے آپ کے تلامذہ کرام اور تلامذہ کے تلامذہ فروغ اسلام کے لئے رہتی دنیا تک آپ کے طرز عمل و اطوار پر کام کرتے رہیں گے اور تاقیام قیامت آپ کا نام چلتا رہے گا اور آپ کی شخصیت زندہ جاوید بنی رہے گی ؎

زندہ جاوید ہے اللہ والوں کا گروہ
امت مرحومہ سو سکتی ہے مر سکتی نہیں

قارئین کرام! آج جو میں نے اپنے سادے اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنے دادا استاذ حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا الحاج حکیم محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں خراج تحسین و نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے دعا فرمائیں کہ پروردگار عالم بطفیل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسے سند قبولیت عطا فرمائے آمین ▭▭

مولانا فتح احمد مصباحی ★

صدر الشریعہ ۔ ارباب علم ودانش کی نظر میں

جانشین بوحنیفہ، فقیہ اعظم ہند، ابوالمجد والعلی صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم الحاج شاہ محمد امجد علی اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء میں متحدہ اعظم گڑھ موجودہ ضلع مئو کے مدینۃ العلماء قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور کے ایک دیندار اور خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے والد ماجد حکیم جمال الدین بن مولانا خدابخش بن مولانا خیرالدین (قدست اسرارہم) فن طب اور علم وفضل میں باکمال تھے۔

صدر الشریعہ نے ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری ثم جونپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۲۶ھ ۔ ۱۹۰۸ء) کی خدمت میں مدرسہ حنفیہ جونپور حاضر ہوکر علوم وفنون میں کمال پیدا کیا ۔ اور حجۃ العصر شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ (۱۳۳۴ھ ۔ ۱۹۱۶ء) کے سامنے مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور فقہ وحدیث میں مہارت حاصل کرتے ہوئے سند فراغت حاصل کی۔

صدر الشریعہ نے علم الادیان کے ساتھ علم الابدان بھی اپنے والد حکیم جمال الدین کی رہنمائی میں جناب حکیم عبدالولی صاحب جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے تحصیل کی اور دونوں مفید علوم کی تکمیل کے بعد اسے عمل میں بھی لائے ۔ مطب تو آپ نے پٹنہ میں کیا مگر تدریسی فرائض ہندوستان کی مختلف مرکزی درسگاہوں میں انجام دیتے رہے ۔ آپ کی علمی صلاحیت اور فنی لیاقت کا ایک جہاں معترف ومداح ہے جسکی شہادت وگواہی آپ کے شیخ واساتذہ اور معاصرین وتلامذہ نے بڑے پیارے انداز میں بارہا دی ہے ۔ مثلاً درج ذیل اساطین امت نے صدر الشریعہ کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : اخی فی اللہ ذو المجد والجاہ۔

محدث سورتی : مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے۔

علامہ ہدایت اللہ رامپوری : شاگرد ایک ہی ملا وہ بھی بڑھاپے میں۔

حجۃ الاسلام : مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے۔

صدر الافاضل : یہ اعلیٰ حضرت کے احب الخلفاء ہیں۔

ملک العلماء : صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب پھر حضرت صدر الافاضل کا ارتحال، سنی دنیا میں سخت غم کی بات ہے۔

مبلغ اسلام : بہار شریعت جیسی جامع کتاب تالیف فرماکر مسلمانان ہند پر احسان فرمایا۔

محدث اعظم : حضرت مولانا مولوی امجد علی قادری اعظمی مدظلہ نے ایسی تحقیق رفیق فرمائی ہے۔

مفتی اعظم : اگر یہ یہاں سے چلے گئے تو علم کی بہت بڑی دولت ہم لوگوں کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

سید سلیمان اشرف : ذوالفضل والکرم، اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں جو معقول ومنقول صحیح استعداد کے ساتھ پڑھا سکتا ہو میرے علم میں مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ علیہ الرحمۃ کے صرف آپ ہی یادگار ہیں۔

مولانا حبیب الرحمن شروانی : جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں ان میں سے ایک۔۔ مولوی امجد علی صاحب ہیں۔

سلیمان ندوی : جدید ضرورتوں سے آگاہ ۔ نصابہائے تعلیم اور درسگاہوں کے تجربہ کار عالم۔

سید احمد بن اشرفی میاں : یہ علم کی لائبریری ہیں۔

صدر الشریعہ کی شان علم وفضل کے یہ قصیدے ان کی عبقریت کے غماز ہیں ۔ اسی لیے مولانا یٰسین اختر مصباحی فرماتے ہیں،، صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ یہ دو شخصیتیں ایسی تھیں جن کا علمی فیضان اپنے وقت میں بے مثال رہا ۔ اور غیر منقسم ہندوستان کے اکثر علماء کرام انھیں دو حضرات کے دامن فیض سے وابستہ نظر آتے ہیں''۔

صدر الشریعہ کے علمی جاہ وجلال کے شاہکار نمونے آپکے مشاہیر تلامذہ، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز، سید العلماء مولانا سید آل مصطفےٰ، مولانا غلام یزدانی اعظمی، مولانا غلام جیلانی اعظمی، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین، رفیق العلماء مولانا رفاقت حسین، مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری، مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری، مولانا عبدالمصطفےٰ اعظمی، مولانا مبین الدین امروہوی وغیرہم ہیں جو اپنی جگہ آفتاب وماہتاب اور اپنے اپنے فن کے امام وشہ سوار میدان رہے ہیں اور جن کے ہاتھوں میں مسلمانوں کی دینی وملی قیادت ورہنمائی کی باگ ڈور رہی ہے ۔ ہند و پاک کی تقریباً تمام معتمد اسلامی درسگاہوں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ انھیں کا فیض تقسیم ہو رہا ہے۔

صدر الشریعہ سے نسبت تلمذ رکھنے والوں میں خصوصاً وہ سرچشمۂ علم وحکمت جن کا دائرۂ فیض سب سے زیادہ وسیع، اور کثرت تلامذہ میں جن کو سب سے نمایاں حیثیت حاصل ہے ان میں ممتاز اول حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ہیں جنھوں نے جنت الرضی، وطن عزیز، ہندوستان میں دین ودانش کا ''باغ فردوس'' لگایا ۔ دوسرے محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ ہیں جو کثرت تلامذہ کے اعتبار سے سرزمین پاکستان میں اپنی مثال آپ ہیں۔

صدر الشریعہ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت واجازت سے بھی نواز دیئے گئے ۔ تقریباً اٹھارہ سال مرشد کامل سے اکتساب فیض کیا اور انکے فیضان کرم نیز صحبت کیمیا اثر سے اتنے فضل وشرف کے کمال عروج کو پہنچے کہ آپ کی کرامت وبزرگی کے بارے میں رہبر شریعت وطریقت فاضل بریلوی نے بڑی اپنائیت سے اعلان فرمایا ع میرا امجد مجد کا پکا۔

صدر الشریعہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے زمانۂ قیام میں دارالعلوم منظر اسلام کی تدریسی خدمات کے ساتھ افتاء کا کام، مطبع اہلسنت کا انتظام، جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبۂ علمیہ کی صدارت، پروف ریڈنگ کی مصروفیت پریس کی نگرانی، پارسلوں کی ترسیل وغیرہ تمام فرائض ومعاملات کی ذمہ داری تن تنہا وہ بھی احسن طریقے سے نبھاتے رہے ۔ آپ کے انھیں مشاغل کو دیکھ کر فاضل بریلوی نے فرمایا'' مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں''۔

صدر الشریعہ کی درسیات میں بالغ نظری، اور دین میں آپکے تفقہ کو دیکھ کر مجدد اسلام نے ارشاد فرمایا ۔ '' امجد علی کو درس نظامی کے تمام فنون میں کافی دسترس حاصل ہے اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت بلند ہے'' ـــ پھر کہتے ہیں کہ '' تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا''۔

یہی وجہ ہے کہ فتاوی کے سلسلہ میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ حد درجہ اعتماد فرماتے تھے اور مجدد دین وملت فاضل بریلوی کے مذکورہ اعلان وارشاد اور بیان واعتماد کا مکمل مصداق اور منہ بولتا ثبوت

صدر الشریعہ کا وہ قلمی کارنامہ ہے جو " فتاویٰ امجدیہ " اور " بہار شریعت " کے نام سے اردو دنیا میں فقہ کے حوالہ سے عالم گیر شہرت کا حامل ہے۔

" فتاویٰ امجدیہ " دو ضخیم جلدوں پر مشتمل صدر الشریعہ کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جسے آپ نے ، ربیع الاول ۱۳۱۴ھ سے لے کر ۸ شوال ۱۳۶۷ھ تک صادر فرمائے اور بعد میں اسے کتابی شکل دی گئی۔ یہ مجموعہ علمی تحقیقات پر اپنی مثال آپ ہے جس کے بارے میں خود مصنف کے فرزند ارجمند محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری مصباحی فرماتے ہیں :

" فتاویٰ امجدیہ " کتاب و سنت کی تائیدات سے مزین ہیں تحقیق کے مواقع پر فتاویٰ میں تو حدیثوں کا سیل رواں موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی طرح ان میں قواعد اصولیہ اور فقہی کلیات و جزئیات اور نظائر و شواہد کے ذکر میں بھی کسی طرح کی کمی نہیں ہے۔ ندرتِ استدلال و حسنِ استنباط دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ فتاویٰ امجدیہ حقیقۃً فتاویٰ رضویہ کا تتمہ ہے "[۵]

" بہار شریعت " صدر الشریعہ کی وہ معرکۃ الآراء اور شہرہ آفاق تصنیف ہے جو دوسرے اہم مصنفین کی جملہ تصانیف پر اکیلے بھاری ہے۔ جو بجا طور پر اردو قالب میں فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) ہے۔ اسی سدا بہار کتاب کی بدولت صدر الشریعہ کو عالم اسلام میں زندہ جاوید شہرت ملی اور آپ کو فقیہ اعظم ہند کا خطاب ملا۔

بہار شریعت کی ابتدا ر ۱۹۱۵ء سے ۱۹۴۳ء تک سترہ جلدیں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئیں جو بار بار طبع ہو کر قبولیت عامہ کی سند بھی حاصل کر چکی ہیں۔ یوں تو صدر الشریعہ فقہ اسلامی اور مسائل شرعیہ کو بہار شریعت کی مکمل بیس جلدوں میں سمیٹنا چاہتے تھے مگر سترہ جلدوں کے بعد حادثات و حالات نے اتنی مہلت نہ دی اس لیئے بقیہ تین جلدوں کی وصیت فرما کر آپ دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔

بہار شریعت اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر جہاں تمام اہل علم و فضل اور عوام و خواص کے حلقہ میں پڑھی جاتی ہے وہیں اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے چند ابتدائی حصوں کو امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حرف بحرف سن کر جا بجا حسب ضرورت اصلاح بھی فرمائی ہے اور مسرت و شادمانی کا اظہار فرما کر اپنی تصدیق انیق اور تقریظ جلیل سے اسے مزین بھی فرمایا ہے۔

مذکورہ دونوں کتابیں ' فتاویٰ امجدیہ ' و ' بہار شریعت ' اگر صدر الشریعہ کے کمال فقاہت پر دلالت کرتی ہیں تو امام ابو جعفر طحاوی حنفی (م ۳۲۱ھ ـ ۹۳۳ء) کی تصنیف حدیث کی مشہور کتاب " شرح معانی الآثار " پر باریک قلم سے ۴۵۰ صفحات پر مشتمل مبسوط حاشیہ آپ کے محدثانہ مقام کی وضاحت کرتا ہے۔ جس شرح کو آپ نے دادوں ضلع علی گڑھ میں قیام تدریس کے دوران صرف سات ماہ کی مختصر مدت میں تحریر فرمایا تھا۔

اسی طرح جب سنہ ۱۹۲۰ء میں گاندھی کی تحریک، " ترک موالات " اور " ہندو مسلم اتحاد " بہت زور سے اٹھی اور اسی کے ساتھ مسئلہ خلافت کو بھی ملا کر سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہا جانے لگا، خلافت کمیٹی قائم ہوئی اور کانگریس سے اس کا اتحاد ہو گیا۔ جسے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی و دیگر علماء حق نے خلاف شرع بتلایا۔ تو کانگریسی اور خلافتی لیڈروں کی طرف سے اٹھنے والی اس غیر اسلامی تحریکات کو بے نقاب کرانے اور رفع نزاع کے لیے صدر الشریعہ نے ستر سوالات بعنوان " اتمام حجۃ تامہ " مرتب فرمائے جو خلافت کمیٹی اور ابو الکلام آزاد وغیرہ کو بھیجے گئے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ نے اسے شائع کیا ہے جو مسلمانوں کی دینی و دنیاوی رہنمائی کے لئے ایک سنگ میل ہے۔

یوں ہی صدر الشریعہ کے بے شمار و بے مثال علمی دینی

کے منصب پر فائز فرمایا ــــ اس دار القضاء میں اگرچہ حضرت مفتیٔ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کے ماتحت تھے۔ مگر غور کر لیجئے کہ دار القضاء کوئی معمولی دار القضاء نہ تھا۔ پورے متحدہ ہندوستان کا سب سے بڑا مرکزی دار القضاء تھا۔ جسے سپریم کورٹ کہہ لیجئے "[۶]

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے آل انڈیا سُنّی کانفرنس مراد آباد (منعقدہ ۱۶ تا ۹ / مارچ ۱۹۲۵ء) کے لیے جو خطبۂ صدارت مرتب فرمایا تھا وہ اسلامیان ہند کے لئے آج بھی فانوس ہدایت اور مشعل راہ ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی فلاح و صلاح کے لیے اپنے خطبۂ صدارت میں ایک مکمل دستور العمل پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

" ابتدا میں بچوں کو " اسلامی قاعدہ " (مصنفہ مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی) یا اور کوئی قاعدہ جو انجمن اہلسنت یا مدرسۃ التبلیغ نے منظور کیا ہو شروع کیا جائے۔ قرآن پاک کی تعلیم لازمی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دینیات کے لیے " بہار شریعت " پڑھائی جائے ــــ پھر فرماتے ہیں۔

" بوڑھے جوان کاشتکار، مزدور محنتی لوگ جو پڑھنے کا وقت نہیں پاتے انھیں روزانہ ایک وقت مقرر کر کے ' بہار شریعت ' کے مسئلے سمجھا کر سنائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اس پر عمل بھی کریں "[۷]

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کی قیادت و صدارت میں ہونے والی " آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس " منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ / اپریل ۱۹۴۶ء کی مجلس سوم ۲۹ / اپریل ۱۹۴۶ء (بوقت ۹ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر) کی باتفاق آراء منظور تجاویز میں سے دوسری تجویز جو اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنانے سے متعلق تھی۔ اس کمیٹی کے لیے بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی خدمات حاصل کی گئیں۔

اسی مذکورہ کانفرنس کی تجاویز میں " مرکزی دار الافتاء " کے عنوان سے مجلس سوم کی نویں تجویز میں یہ منظور کیا گیا کہ " آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ بریلی شریف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے آستانہ پر حضرت مفتیٔ اعظم ہند کے زیر قیادت ایک مرکزی دار الافتاء کا انتظام کیا جائے جس میں کم از کم چار جید عالموں کی خدمات حاصل کی جائیں، اور فقیہ اعظم صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب دامت برکاتہم اس کی سرپرستی و نگرانی فرمائیں "[۸]

اور اسی کانفرنس کی مجلس چہارم میں " جمعیۃ آئین ساز " کے لیے ۱۴ ویں تجویز تھی جو آئین میں مزید اضافوں پر غور کرنے کے لیے ایک " مجلس " ترتیب دی جانے سے متعلق تھی جو کم از کم سات افراد پر مشتمل ہو۔ اس سات نفری مجلس میں بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو رکھا گیا۔

سید نور محمد قادری، فخر المتکلمین علامہ سید سلیمان اشرف قادری رضوی کے بارے میں لکھتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ کا بھی ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ " آپ (سید سلیمان اشرف) نہ صرف اچھے فاضل اور بہترین معلم تھے۔ بلکہ ایک سلجھے ہوئے ماہر تعلیم بھی تھے۔ سنہ ۲۶-۱۹۲۵ء میں جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے میٹرک سے لے کر ایم، اے تک کی دینیات کی جماعتوں کے لیے ایک نئے نصاب کے مرتب کرنے کی ضرورت پڑی تو آپ بھی نصاب مرتب کرنے والی کمیٹی میں دیگر ماہرین تعلیم مثلاً صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت وغیرہ کے ساتھ شامل تھے "[۹]

سلیمان ندوی نے اسی کمیٹی اور اس کی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے " معارف " میں اس طرح لکھا ہے " منتظمین یونیورسٹی کی دعوت پر چند ایسے علماء جو جدید ضروریات سے آگاہ اور نصاب تعلیم اور درسگاہوں کا تجربہ رکھتے تھے، علی گڑھ میں جمع ہوئے اور متواتر سات اجلاسوں میں جو ۱۱ فروری سے ۱۷ فروری تک منعقد

سیاسی اور تاریخی کارناموں میں سے یہ بھی ایک عظیم اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا فقید المثال ترجمۂ قرآن مسمّٰی باسم تاریخی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" (۱۳۳۰ھ۔۱۹۱۱ء) آپ ہی کی مساعیٔ جمیلہ سے شروع ہو کر اختتام پذیر ہوا۔ آپ ہی اس کے واحد محرک اور کاتب اول ہیں۔ یقیناً دالّ الشیٔ کفاعلہ کے تحت اس کنز الایمان کی تفسیر اور اس کے صدقۂ جاریہ میں فاضل بریلوی کے ساتھ صدر الشریعہ بھی برابر کے شریک ہیں۔

صدر الشریعہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جملہ علوم وفنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔ آپ معقولات ومنقولات کے متبحر عالم کبیر اور مشہور روزگار فاضل جلیل تھے خصوصاً تفسیر، حدیث اور فقہ سے ایسا گہرا لگاؤ تھا کہ جزئیات مسائل شرعیہ آپ کی نوک زبان پر رہا کرتے تھے۔ اسی نسبت سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرمایا تھا۔

نوجوان محقق اور اسلامی وتاریخی اسکالر مولانا ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم مصباحی علیگ اپنے ایک مضمون "فقہ اسلامی اور بہار شریعت" میں لکھتے ہیں "امام علم وآگہی مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کو میں نے سطور بالا میں آفتاب علم کہا ہے۔ بلاشبہ اس کی ایک کرن صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یوں تو اس آفتاب کی نہ جانے کتنی کرنیں تھیں اور کہاں کہاں تک اس کی چمک تھی مگر جس کرن کی تابانی سے پورا برصغیر ہندوپاک مستنیر ہے۔ وہ صدر الشریعہ ہی تھے۔ انھوں نے مولانا احمد رضا بریلوی سے باضابطہ پڑھا تو نہیں مگر اس رضوی گلشن کے گلچیں ضرور رہے۔ جس کے سبب انھیں اتنی قربت رہی کہ اکثر تلامذہ اس جیسی قربت سے محروم رہے اور اسی قربت سے ایسی علم وآگہی میسر آئی کہ اس کی ایک ایک جہت، فقہی بصیرت، کے سبب انھیں صدر شریعت، اور بدر طریقت جیسے اہم القاب سے نوازا گیا۔"۳

مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی لکھتے ہیں "اس میں شک نہیں کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے ہر فن میں یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔ خصوصاً فقہ حنفی میں انھوں نے اور ان کے جلیل القدر خلیفہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہماری جماعت کو اس منزل پر پہنچا دیا ہے کہ آج دنیا کا کوئی طبقہ ہمارے فقہی سرمایہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"۴

مولانا یٰسین اختر مصباحی بانی دار القلم دہلی حضور حافظ ملت کی انقلاب آفریں شخصیت پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں "مسبب الاسباب نے کچھ ایسی راہیں پیدا کر دیں کہ آپ کو ایسے عظیم عالم دین اور محدث وفقیہ کی بارگاہ تک پہنچا دیا جس کے اساتذہ میں دو شخصیتیں جلیل القدر اور بے نظیر وبے مثال تھیں۔ جس میں سے ایک یعنی علوم وفنون بالخصوص علوم نقلیہ میں اپنے وقت کا فقید المثال صاحب فضل وکمال تھا۔ اور دوسرا علوم عقلیہ میں معلم رابع علامہ فضل حق خیر آبادی کی یادگار تھا۔ وہ شخصیت جو ایسے دو سرچشموں سے سیراب تھی۔ اسے فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی وتلمیذ علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری) کہا جاتا ہے"۵

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی حضور مفتی اعظم ہند کے فضل وکمال کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں "پھر ایک وقت وہ آیا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس کی ضرورت محسوس فرمائی کہ پورے ملک کے لیے ایک دار القضاء قائم کیا جائے۔ چونکہ قاضی کے لیے کافی تربیت تفقہ اور تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس اعتبار سے حاضرین دربار رضوی میں سب سے زیادہ فائق حضرت صدر الشریعہ تھے اس لیے انھیں قاضی بنایا اور حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت برہان ملت جبل پوری کو مفتی دار القضاء

ہوتے رہے۔ مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو سمجھا اور اس کے آخر تک نقشۂ عمل اور ایک نصاب میٹرک سے ایم، اے تک کا تیار کر کے یونیورسٹی کے سامنے پیش کر دیا۔ اس مجلس کے ارکان حسب ذیل اصحاب تھے۔

مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی، مولانا سلیمان اشرف صدر علوم شرقیہ، مناظر احسن گیلانی، مولانا محمد امجد علی صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر، اور خاکسار (سلیمان ندوی) مولانا عبد العزیز میمن استاذ عربی ادبیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بھی خاص موقعوں پر شرکت کی۔ علوم شرقیہ کو تین حصوں پر تقسیم کیا گیا۔ عقلیات، دینیات، ادبیات۔"۱۰

مولانا عبد النعیم عزیزی "حافظ ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ تحریک" کے عنوان پر لکھتے ہوئے اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ "امام احمد رضا کے خلفاء میں ایک تابناک شخصیت تھی ان کے ایک خلیفہ اجل ان کے مظہر اتم اور رفیق دم قدم صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جنکی فقاہت کو امام احمد رضا نے بھی سراہا ہے اور جن کی تدریسی خدمات زمانہ پر روشن ہیں۔ یہ وہی صدر الشریعہ ہیں جنھوں نے زبان اردو میں بہار شریعت کی شکل میں اسلامی قانون کا انسائیکلوپیڈیا عطا کیا ہے۔ اور شریعت کی بہاروں سے مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کے گلزاروں کو عطر بیزی اور شادابی بخشی ہے۔

صدر الشریعہ شہر تدریس کے شہریار تھے۔ اور اس شاہ بے تاج نے جانے کتنے تاجوران علم وفضل کو خلعتیں اور زوال روائی عطا کی ہیں علم وفضل کے اس جوہری نے جانے کتنے ہیروں کو تراش کر نئی آن بان دی ہے۔ اپنے وقت کے اس عظیم معلم نے کتنی شخصیتوں کو نکھارا، سنوارا ہے اور انکی کردار سازی کی ہے۔

اسی عظیم المرتبت فاضل ومعلم اور علم وحکمت کے جوہری کے تراشے ہوئے ہیروں اور اس کی سجائی ہوئی شخصیتوں میں ایک انمول ہیرا، ایک نایاب رتن اور ایک تاباں شخصیت کا نام ہے استاذ العلماء، جلالۃ العلم، حضرت علامہ مولانا حافظ ملت عبد العزیز محدث مرادآبادی ثم مبارکپوری، بانی الجامعۃ الاشرفیہ، جنھیں زمانہ حافظ ملت کے لقب وخطاب سے یاد کرتا، جانتا اور مانتا ہے"۔

مشرقی علوم وفنون اور اسلامی افکار ونظریات کے اعتبار سے چودھویں صدی ہجری کی دوسری دہائی کو مانیکل کی یہ نسبت انحطاط وتنزل کا دور گردانتے ہوئے مولانا مبارک حسین مصباحی رامپوری لکھتے ہیں۔

"ایسے مایوس کن اور حوصلہ شکن دور میں جن مسیحان علم وفن نے علم وحکمت کی شمعیں فروزاں کیں ان میں فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علامہ شاہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت کی شخصیت نمایاں ہے۔ آپ نے صدہا نونہالان ملک وملت کو علم وحکمت اور فکر وبصیرت کے سانچے میں ڈھال دیا جنھوں نے آگے چل کر عالم اسلام میں علوم وفنون کی قندیلیں روشن کیں اور ملک وملت کی باگ ڈور سنبھالی۔ علم وحکمت کے اسی کوہ گراں کے سقوط کے وقت کسی دیدہ ور نے کہا تھا۔

"جانشین بوحنیفہ چلا گیا، مگر سیکڑوں ایسے افراد پیدا کر گیا جن میں ہر ایک شان امجدی کا حامل ہے"۔۱۱

صدر الشریعہ بریلی شریف کے دوران قیام ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء میں پہلی مرتبہ حج وزیارت کی سعادتوں سے مشرف ہو چکے تھے۔ دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادے سے بمبئی پہنچے ہی تھے کہ ۲ ذوقعدہ ۱۳۶۷ھ ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء دوشنبہ رات کو ۱۲ بجکر ۲۶ منٹ پر تقریباً ستر سال کی عمر میں دار السلام جنت کی طرف تشریف لے گئے۔ ان المتقین فی جنّت وعیون ۱۳۶۷ھ کے مادۂ تاریخ سے ان کی کرامت وبزرگی اور کامرانی وسرفرازی کا ثبوت ملتا ہے۔ وطن مالوف قصبہ گھوسی ہی میں آپ کا مزار اقدس طالبان حق کے لیے مینارۂ ہدی ہے۔

(باقی ص ۱۲۵ پر)

مولانا علاء المصطفٰی مصباحی ★

صدرالشریعہ کے آٹھ اہم کارنامے

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے بے شمار علمی و عملی کارناموں میں آٹھ ایسے کارنامے ہیں جن میں کا ہر ایک اہل قلم کا موضوع سخن بن سکتا ہے اور ان پر مقالہ لکھنے کی جرأت کی جاسکتی ہے۔

اور وہ آٹھ کارنامے یہ ہیں۔

(۱) فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (بہار شریعت)
(۲) دو ضخیم جلدوں میں فتاوی امجدیہ
(۳) زبان عربی میں حاشیہ شرح معانی الآثار
(۴) ترجمہ کنز الایمان کا املا
(۵) تلامذہ کا عظیم سلسلہ
(۶) مطبع اہلسنت
(۷) اولاد امجاد کا عالم ہونا۔
(۸) بیس فنون پر مشتمل دارالمطالعہ

یہ وہ کارنامے ہیں جن کی نظیریں ملنا مشکل ہیں اگر ان کارناموں کو دنیائے سنیت سے الگ کر دیا جائے تو دنیائے سنیت عظیم نعمت غیر مترقبہ سے محروم ہو جائے گی اور عمارت رضویت کا ایک اہم بنیادی ستون گرتا ہوا نظر آئے گا ذیل میں ان کارناموں کی مختصر تشریحات ملاحظہ فرماتے چلیں۔ تاکہ ہم فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ کے علمی کارناموں کو اجمالی طور پر صحیح خط و خال کے ساتھ جان سکیں اور مرد درویش کی بارگاہ میں خراج تحسین اور نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کرنے پر مجبور ہوں۔

فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف

فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) بہار شریعت حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کا علمی شاہکار اور آپ کی حیات طیبہ کا نایاب و نادر نمونہ ہے۔ جو رہتی دنیا تک حضرت صدرالشریعہ کو زندہ رکھے گی اور سارا عالم اس فقیہ اعظم کا شکر ادا کرنے پر مجبور ہوگا یہ کتاب سترہ حصوں پر مشتمل ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے لیکر مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ تک کے جملہ فتاوی اور تمام فقہی سرمایہ کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

فقہ حنفی کا ناپیدا کنار سمندر صرف بہار شریعت کے سترہ حصوں میں موجود ہے۔ جو مقبول خاص و عام ہے۔ اس کتاب کی خصوصیات اور اس کے محاسن کیا ہیں۔ یہاں کے مقدس علماء جانتے ہیں اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق ہر وہ شخص بھی جان سکتا ہے جو فقط اردو داں ہو یہ صرف فقہ حنفی کا عظیم سرمایہ ہی نہیں بلکہ فقہ حنفی کے مطابق احادیث کریمہ کا عظیم الشان مجموعہ بھی ہے اس کتاب کا ہندوستان کے تمام دارالافتاء میں ہونا ضروری ہے۔ جس کے بغیر دارالافتاء کا قیام اور اس کی بقا مشکل اور دشوار ہے، جس مدرسہ میں جائیے بہار شریعت موجود ہے۔ جس عالم سے سنئے بہار شریعت کا ذکر ہے۔

الفتاوی الامجدیہ

فقیہ اعظم حضرت صدرالشریعہ جب تک باحیات رہے سوال و جواب، پوچھ تاچھ اور استفتاء و فتوی نویسی کا اہم ترین مشغلہ رہا۔ چنانچہ جو سوال و جواب، اور فتاوی نقل کر دیئے جاتے تھے آج وہ فتاوی امجدیہ کے نام سے سترہ سو صفحات پر مشتمل دو ضخیم جلدوں میں موجود ہے۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر

قوم و ملت سے خراج تحسین حاصل کرے گا۔

فتاوی رضویہ کے بعد فتاوی کی کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کو فتاوی الامجدیہ کے مقابلے میں پیش کیا جاسکے، اس مجموعہ کی عبارت نہایت شستہ اور سہل ہے، جس سے ہر عامی آدمی بھی افادہ و استفادہ کر سکتا ہے۔

اس مجموعہ میں بڑے بڑے علمائے کرام سائل کی حیثیت سے نظر آتے ہیں، جس سے فتاوی اور صاحب فتاوی کی عظمت و اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

حاشیہ شرح معانی الآثار

کتب حدیث کی ایک اہم اور مستند کتاب شرح معانی الآثار ہے جو امام طحاوی حنفی کی مایہ ناز علمی و تحقیقی تصنیف ہے جو لوگ فقہ حنفی کو خلاف قرآن و حدیث بتاتے ہیں ان کا دندان شکن جواب ہے، ہر مسئلہ کو احادیث طیبہ کی روشنی میں ثابت کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے یہ کتاب بنسبت اور کتب حدیث کے نہایت مشکل اور ادق ہے۔ اس لئے علوم و معارف کے تاجدار فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے زبان عربی میں اس کا حاشیہ نہایت جامع اور مستند تحریر فرمایا ہے اور احادیث کی تخریج فرماتے ہوئے دو حدیثوں میں تطبیق، ناسخ و منسوخ، اور حوالجات کی تشریح نہایت واضح اور دلکش عبارت سے کی ہے۔

ترجمہ کنز الایمان

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں، کہ سرزمین ہند میں قرآن مجید کے اگرچہ متعدد ترجمے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے پہلے بھی کئی ترجمے ہو چکے تھے مگر سب میں کچھ نہ کچھ سقم تھے ضرورت تھی کہ قرآن مجید کا ایک صحیح ترجمہ لکھا جائے یہ کارنامہ حضرت صدرالشریعہ ہی کا ہے کہ انھوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے قرآن مجید کا ترجمہ کنز الایمان کرا لیا لیکن وقت کا یہ کیسا عظیم المیہ ہے کہ آج ترجمہ اعلیٰ حضرت کو لوگ بہت کم جانتے ہیں۔ اور دیگر باقی تراجم کو ہاتھوں ہاتھ لئے ہوئے ہیں، حالانکہ جب ترجمہ اعلیٰحضرت کا دوسرے تراجم سے تقابل کیا جاتا ہے تو صرف ترجمہ اعلیٰ حضرت ہی ترجمہ کے معیار پر اترتا ہے، اور اسی ترجمہ کے متعلق یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ صرف ترجمہ اعلیٰحضرت ہی قرآن کریم کا صحیح اور مستند ترجمان ہے اور زبان و بیان کے اعتبار سے بھی اپنی مثال آپ ہے

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ ترجمہ کن مرحلوں سے گذر کر ہم تک آیا ہے اس کی ساری تفصیلات حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اپنی سوانح میں یوں لکھاتے ہیں جب سیدی اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ قیلولہ فرماتے تو میں کاغذ قلم لیکر بارگاہ رضوی میں حاضر ہوتا اور میں قرآن کی آیتیں پڑھتا اور اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ فرماتے۔ اور میں ان ترجموں کو قید تحریر میں لیتے جاتا اسی طرح سلسلہ رہا یہاں تک کہ ایک وہ بھی زمانہ آیا کہ قرآن شریف کا ترجمہ کنز الایمان کے نام سے مکمل ہوگیا، اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں یہ ترجمہ کنز الایمان میرا ہے۔ اور میں ہی اس کا مالک ہوں کیونکہ یہ میرے ہی کاغذ اور قلم سے معرض وجود میں آیا ہے۔ دیکھا آپ نے ترجمہ کنز الایمان کا وجود پذیر ہونا آپ کے مساعئ جمیلہ اور علمی و عملی کارناموں کا ایک تابندہ و پائندہ باب ہے جو رہتی دنیا تک آپ کے علمی و عملی کارنامہ کی یاد دہانی کرتا رہے گا۔

تلامذہ کا عظیم سلسلہ

تاریخ کی روشنی میں میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ مسلک رضویت کو گاؤں گاؤں، دیہات دیہات، اور شہر شہر کس ذات بابرکات نے پھیلانے کی سعئ بلیغ کی ہے۔ یہ وہی ذات

[1] یہ مولانا کی معلومات کی بات ہے۔ آج بحمدہ تبارک تعالیٰ ترجمہ اعلیٰ حضرت اتنا مقبول ہے کہ اس کے مقابلے میں سارے تراجم ماند پڑ گئے ہیں۔ کم از کم ہر سنی مسلمان کے گھر اس کے متعدد نسخے موجود ہیں اور اغیار کے یہاں بکثرت ہیں۔ اس وقت قریب قریب بیس پبلشرز اس کو چھاپ رہے ہیں۔ مگر مانگ پھر بھی پوری نہیں ہو پاتی۔

، با برکات ہے جن کو ہم حضرت صدر الشریعہ کے لقب سے جانتے ہیں چنانچہ آپ کے دم خم سے علمبردان اسلام کا ایک دستہ تیار ہوا اور سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ اور پورے ہندوستان کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا شیدا و متوالا بنالیا۔ یعنی آپ نے درس و تدریس کا وہ اہم رول ادا کیا ہے کہ اس وقت ہمارے جتنے اکابر ہیں وہ آپ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ ہیں۔

مطبع اہل سنت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے علمی و عملی کارناموں میں مطبع اہل سنت کا انتظام و انصرام بھی ایک اہم مقام رکھتا ہے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تصنیفات و تالیفات اور دیگر اسلامی کتابوں کی اشاعت کا عمدہ انتظام تھا آپ کے وقت نظامت میں کافی اہم رسالے اور کتابچہ شائع ہوئے۔ خصوصیت کے ساتھ الفتاویٰ الرضویہ جلد اول فتاویٰ الامام الغزی قابل ذکر ہیں آپ اپنے مدت اہتمام میں صحت کا کافی خیال فرماتے تھے چنانچہ اس دور میں جتنے شد و مد سے طباعت و اشاعت کا کام ہوتا رہا اس کے لحاظ سے اس وقت کچھ نہیں ہے یہ سب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے جد و جہد عمل پیہم اور مساعی جمیلہ کا ثمرہ تھا۔

اولاد امجاد

آپ کی جملہ اولاد امجاد ، عالم دین اور واقف شریعت ہیں اس دور پر فتن میں علماء تک اپنے بچوں کو اسلامی مدرسوں اور دینی درسگاہوں میں بھیجنا عیب اور عار محسوس کرتے ہیں لیکن یہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی اہم ترین خصوصیت ہے کہ آپ نے اپنے جملہ اولاد امجاد کو اسلامی علوم سے بہرور ہونے کا معقول انتظام فرمایا۔

آپ نے زر کثیر صرف فرماکر علوم عربیہ کے حصول کیلئے اپنے صاحبزادے حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب قبلہ کو جامعہ ازہر مصر بھیجنا گوارہ فرمایا لیکن یہ نہیں پسند فرمایا کہ میرا کوئی لڑکا علوم اسلامیہ سے غافل اور فنون دینیہ سے جاہل رہے۔ آپ کی اولاد امجاد میں دو اہم ترین خصوصیات کے مالک ہیں ایک حضرت سید المفسرین علامہ عبد المصطفیٰ صاحب قبلہ ازہری دامت برکاتہم العالیہ ہیں جو اس وقت دار العلوم کراچی میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہیں اور نہایت خوش اسلوبی اور کمال تدبر سے قوم و ملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں موصوف ہمارے اکابر میں سے ہیں اور علم و فن کے میدان میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں[1] دوسرے ممتاز الفقہاء و المحدثین حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ ہیں آپ سرزمین ہند میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کے علمی و عملی یادگار ہیں آپ علماء کے جھرمٹ میں ایک شان رکھتے ہیں آپ کے متعلق بارہا جلالۃ العلم استاذ العلماء حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا حضرت صدر الشریعہ نے جو کچھ پڑھایا وہ سب میں نے ضیاء المصطفیٰ کو پڑھا دیا، آپ فقہ و حدیث میں کافی دسترس اور مہارت کاملہ رکھتے ہیں آپ کے تبحر علمی اور جلالت شان کا یہ عالم ہے کہ جب مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ کا آغوش فخر العلماء استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا مولوی حافظ عبد الرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے خالی ہو گیا تو حضور حافظ ملت نے آپ کو بلالیا اور اپنی حیات طیبہ ہی میں پڑھانے کے لئے اہم کتب عطا فرمادیں غرض کہ یہ دونوں بزرگ بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی علمی و عملی یادگار اور کارنامے ہیں جو سید المفسرین اور ممتاز الفقہاء و المحدثین کی شکل میں ہیں۔

آپ کا کتب خانہ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی عظیم علمی یادگار آپ کا کتب خانہ بھی ہے جس میں تقریباً بیس فنون پر مشتمل کتابوں کا عظیم سرمایہ ہے۔

جس سے بڑے بڑے علمائے کرام اور فضلائے عظام نے استفادہ کیا اور اس وقت تک کرتے ہیں

[1] علیہ الرحمہ ہو گئے۔

مولانا محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی ★

صدر الشریعہ کا باطنی سفر

تصوف و احسان کا اجمالی جائزہ

عشق و عرفان اور تصوف و احسان انسانیت کی ایسی منزل ہے جسے اس کی عظمتوں کا اعلامیہ اور رفعتوں کی اساس کہیئے ـــ صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ کی ذات گرامی ان سرمدی اعزازات سے پوری طرح بہرہ ور تھی جس کے آثار آپ کی پوری زندگی پر چھائے ہوئے تھے ـــ آپ کے باطنی حسن اور قلبی لطافت ہی کے مبارک اثرات تھے کہ آپ کے چند اصلاحی جملے سے وہ اثر ہوتا جو ضخیم کتابوں اور طویل تقریروں میں بھی نہیں ملتا ـــ آپ کی پاکیزہ محفل کے چند لمحے حاضر باشوں کو وہ کچھ دے جاتے جو مدتوں میں بھی حاصل نہیں ہوتے ـــ اس کی تائید آپ کی بلند پایہ اور بابرکت تصنیف بہار شریعت اور آپ کے تلامذہ کرام کے سوانحی خاکوں میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہے ـــ

صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء کی کسی سعادت مند صبح کو طیبۃ العلماء (گھوسی) کی پاکیزہ فضاؤں میں آنکھ کھولی ـــ عقل و شعور کی منزل تک پہنچتے پہنچتے ہی خداداد لیاقتوں کے سہارے اطراف و اکناف میں آپ کے چرچے پھیل چکے تھے اور پھر تو دیکھتے ہی دیکھتے پورا متحدہ ہند و پاک آپ کے علمی اور روحانی فیضان کے حصار میں آچکا تھا ـــ جد امجد اور برادر گرامی کی آغوش تربیت سے نکلنے کے بعد نجوم سعادت نے ابروئے علم و فن استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خان رامپوری کی دہلیز تک پہنچا دیا جہاں پہنچنے کے بعد عروس فن کو کسی اور کی مشاطگی کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ـــ خیرآبادی سلسلہ تلمذ کے مایۂ افتخار یہ بزرگ ، علمیت کے ساتھ ساتھ روحانیت کی بلند قدروں سے بھی سرفراز تھے ـــ اس لئے آپ کی تربیت نے صدر الشریعہ کو علمی مہارت کے ساتھ ساتھ قلبی طہارت بھی بخش دی ـــ اس چمنستان علم سے خوشہ چینی کے بعد دورۂ حدیث کی تکمیل کے لئے حجۃ العصر حافظ الحدیث حضرت علامہ محدث سورتی کے دربار میں پہنچے پھر انھوں نے آپ کو امام عشق و محبت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی بارگاہ قدس میں پہنچا دیا جہاں کی فضائیں بھی عشق و محبت کے خمار میں ڈوبی رہتی تھیں ـــ امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی عشق رسالت سے سرشار اور زہد و اتقا سے شاداب پاکیزہ زندگی نے اتنا اثر ڈالا کہ آپ انہیں کے ہو کر رہ گئے اور پھر تو مرشد گرامی نے آپ کو وہاں پہنچا دیا جس کا تصور بھی ایک عامی کے بس کی بات نہیں ـــ یہ آپ کی روحانی سعادتوں کا نقطۂ عروج تھا ـــ

اٹھارہ سال[1] مرشد عالی کی بابرکت صحبت وہ رنگ لائی کہ پوری زندگی عشق و معرفت اور تصوف و احسان کی جلوہ گاہ نظر آنے لگی ـــ یہ جلوے اس قدر عام اور بسیط تھے کہ ہر نگاہ بلند اس کا ادراک کر لیتی تھی ـــ آپ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والی ایک نگاہ کی مشاہداتی کیفیات انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے ـــ شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی گھوسوی علیہ الرحمہ آپ کا ایک جامع روحانی تعارف پیش کرتے ہیں ـــ

" آپ شریعت و طریقت دونوں علموں کے جید عالم اور عامل تھے اتباع سنت میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا ـــ بڑوں کا ادب ، چھوٹوں پر شفقت ، معاملات کی صفائی ، لوگوں کے خطا و قصور کو معاف کر دینا آپ کا طریقۂ کار تھا ـــ ظاہر و باطن ، قول و فعل خلوت

★ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یو پی

[1] باغی ہندوستان ص ۳۳۶

وجلوت میں آپ یکساں تھے ـــــ آپ کے مواعظ و نصائحِ حکیمانہ ہوتے ـــــ امر بالمعروف و نہی عن المنکر موثر طور پر فرماتے ـــــ اکل حلال و صدق مقال آپ کا شیوہ تھا ـــــ سادگی و تواضع کے ساتھ صاحب رعب و جلال بھی تھے، کسی جری و بے باک کو بھی آپ کے رو برو بے باکی کے ساتھ کلام کرنے کی ہمت نہ ہوتی ـــــ حسن اخلاق صبر و شکر، توکل و قناعت خودداری و استغنار، آپ کے امتیازات و خصوصیات میں سے تھے، آپ زہد و اتقار کے بلند مدارج پر فائز تھے ـــــ بلاشبہ آپ ولی کامل تھے۔[1]

تصوف و احسان شاہراہ عشق ہے، یہاں ہر چیز کو عشق و وفا کے پیمانے سے ناپا جاتا ہے ـــــ عشق الٰہی اور محبت رسالت ہی جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اور ہی تقاضے ہوتے ہیں ـــــ ایک مرد عارف سے ان تقاضوں کی داستان سنیئے ـــــ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے محبت الٰہی کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا ـــــ

محبت یہ ہے کہ تو اس چیز کو دوست رکھے جس کو اللہ تعالےٰ دوست رکھتا ہے اور چیز کو ناپسند کرے جس کو اللہ تعالےٰ ناپسند کرتا ہے اور تو ہر نیک کام کرے اور ہر اس چیز کو دور پھینک دے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے، اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کا تجھے خوف نہ ہو، مومنوں کے ساتھ تو نرم خو ہو اور کافروں کے ساتھ سخت ہو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دین میں پیروی کرے[2]

عشق و محبت کی کیسی اچھوتی تعبیر ہے ـــــ صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی ذات گرامی میں یہ سارا جہان رنگ و معنیٰ پوری طرح جھلکتا نظر آتا ہے ـــــ آپ کے تصورات پر عظمت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ اس قدر غالب تھا کہ زبان و قلم سب اس کی گہرائی میں ڈوب چکے تھے ـــــ

آپ دوسروں کو بھی اسی پاس ادب کا درس دیا کرتے تھے جس سے خود سرشار رہا کرتے ـــــ رب تبارک و تعالیٰ عزو جل کے آداب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ـــــ

سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جائیں اور میدان قیامت میں حساب اعمال کے لئے اس کے حضور حاضری کا تصور کریں، نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے امید کرتے آنکھیں بند کئے گردن جھکائے دست دعا آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلائے تکبیر و تہلیل و تسبیح و لبیک، وحمد و ذکر و دعا و توبہ و استغفار میں ڈوب جائے، کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت و سعادت ہے .... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑو غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے توسل کرو، اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کرکے بید کی طرح لرزو اور اس کے عذاب سے اور اس کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کبھی اس کے غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اس کی رحمت عام کی امید سے مرجھایا دل نہال ہو جاتا ہے[1]

یہ پر سوز کیفیت اور عظمت و جلال میں ڈوبے ہوئے آداب وہی بتا سکتا ہے جس کا دل پر ہیبت تصورات جلالت سے گداز ہو چکا ہو ـــــ طلفیتی پہلو سے ہٹ کر

[1] اسلامی اخلاق و آداب ص ۳۲۳

[2] دلائل بخیرات شریف ص ۲۰۸

[1] بہار شریعت ۶ ص ۱۹

جملوں کے در و بست میں صوتی رنگ و آہنگ تو ملاحظہ کریں، انشائیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے، لفظ لفظ جذب دروں کا عکاس ہے، اسے بہتر سے بہتر نثری شہ پاروں کے صف میں رکھا جا سکتا ہے۔

یہ تو الٰہی عظمت کی تصویر کشی تھی، اب تعظیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باادب منظر کشی دیکھئے ـــــ اس باعظمت آستانۂ قدس کی حاضری کے آداب کی تلقین کس قدر جاں نواز انداز میں کرتے ہیں :-

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم یعنی اعتقاد عظمت جزو ایمان و رکن ایمان ہے ـــــ اور فعل تعظیم ہر فرض سے مقدم ہے لے کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کئے لرزتے کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور میں رو بقبلہ جلوہ فرما ہیں، اس سمت سے حاضر ہو گے تو حضور کی نگاہ بے کس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لئے دونوں جہان میں کافی ہے .... اب کہ دل کی طرح تمہارا منھ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرامگاہ ہے، نہایت ادب و وقار کے ساتھ باآواز حزیں و صورت درد آگیں و دل شرمناک و جگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند و سخت نہ نہایت نرم و پست ـــــ مجرا و تسلیم بجا لاؤ[1]

انہی عشق و محبت اور سوز دروں کی برکتیں تھیں کہ آپ کی پوری زندگی اطاعت خدا و رسول، اخلاص عمل، تواضع و محاسبۂ نفس، حسن نیت اور اصلاح و تذکیر کے بے کراں جذبات سے معمور تھی ـــــ آپ کی عادات ہی نہیں بلکہ جذبات بھی عشق مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی ترنگ میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ لمحہ لمحہ اطاعت الٰہی سے عبارت تھا ـــــ درس قرآن، تدریس حدیث و فقہ دین کی تبلیغ و اشاعت، دعوت و ارشاد اور اصلاح و تذکیر بجائے خود سب سے بڑا وظیفہ اور ذکر الٰہی اور رضائے مولیٰ کے حصول کے سب سے اہم ذرائع ہیں مگر ان سب کے ساتھ ساتھ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے تمام معمولات کی پابندی فرماتے، حالت قیام ہو یا مسافرت کے سیمابی لمحات، نماز فجر کے بعد ایک پارہ قرآن عظیم کی تلاوت کرنا آپ کا معمول تھا جس میں کبھی ناغہ نہ ہوتا نماز با جماعت کا حد درجہ اہتمام فرماتے[2]

محدث کبیر، ممتاز الفقہار سیدی و استاذی الکریم شہزادۂ صدر الشریعۃ دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے والد گرامی قدس سرہٗ کے معمولات کی اجمالی کیفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے خادم سے فرمایا ـــــ

صبح بہت جلد بیدار ہو جاتے، مسجد تشریف لے جاتے، اگر موذن نہ ہوتا تو وضو کرکے اذان دیتے سنتوں سے فارغ ہو کر معمولات مشائخ میں مصروف ہو جاتے ـــــ وقت پر فجر کی نماز با جماعت پڑھاتے پھر اس کے بعد مصلے ہی پر ذکر الٰہی میں

[1] بہار شریعت (۱/۲۰)

[1] بہار شریعت ص ۷۶-۱۷۵

[2] روایت شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ

یہ اسلاف کے طرز عمل کی سچی تصویر تھی، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں منقول ہے کہ ذکر الٰہی کی کثرت کی وجہ سے شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح ان کی آوازیں محسوس ہوتی تھیں لہم دوی کدوی النحل ــــ اس مقدس گروہ کے طرز عمل کی کیسی پاکیزہ تقلید ہے ــــ

فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ سنن ومستحبات اور اسلامی آداب کا خیال بھی حد درجہ ملحوظ خاطر رہا کرتا، نشست وبرخاست معاشرت ومعاملات سبھی محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کی روشنی سے مستنیر تھے ــــ حتیٰ کہ ناخن کی تراش خراش میں بھی وہی پہلو اختیار فرماتے جو سنت کریمہ کے مطابق انداز فطرت سے ہم آہنگ ہو ــــ خود فرماتے ہیں:۔

ناخن تراشنے کی یہ ترتیب جو مذکور ہوئی اس میں کچھ پیچیدگی ہے خصوصاً عوام کو اس کی نگہداشت دشوار ہے لہٰذا ایک دوسرا طریقہ ہے جو آسان ہے اور وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ یہ کہ دہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیا پر ختم کرے پھر بائیں کی چھنگلیا سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد دہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائے اس صورت میں دہنے ہاتھ سے شروع ہوا اور دہنے ہی پر ختم بھی ہوا ــــ در مختار ــــ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا بھی یہی معمول تھا اور یہ فقیر بھی اسی پر عمل کرتا ہے [1]

عام طور سے مشاہدہ ہے کہ لوگ بیماریوں یا سفر میں شرعی آداب کا اس قدر اہتمام نہیں کرپاتے مگر یہاں ایسا نہیں کہ شریعت کے آداب کی یہ پابندی صحت وقیام کے ساتھ متعلق ہو بلکہ سفر وحضر، تندرستی اور بیماری سبھی حالات میں ایک قدم بھی شریعت کے خلاف نہ اٹھتا۔ یہ انداز عمل اور اس قدر اہتمام شدید اسی کا حصہ ہوتا ہے جس کا پورا وجود عبودیت کے سانچے میں ڈھل چکا ہو اور خود اپنے اوپر اس کا کچھ اختیار باقی نہ ہو بلکہ اس نے سارے اختیارات وعادات اپنے مالک ومولیٰ جل وعلا اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کے حوالے کردیئے ہوں ــــ

علامہ مفتی مجیب الاسلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی جنہیں صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے اخیر دور حیات میں تلمذ کا شرف حاصل رہا ہے، دوران سفر کا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں:

میں ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھا، اس وقت آپ بہت سخت بیمار تھے ــــ بخار کی شدت سے پورا وجود لرز رہا تھا ــــ ایسی حالت میں آپ کو استنجا کی ضرورت درپیش ہوئی ــــ آپ کے قریب اس وقت کوئی نہیں تھا ــــ آپ خود ہی بمشکل کسی طرح اٹھ کر تشریف لے گئے مگر جب بیت الخلاء کے قریب پہنچے تو خیال آیا کہ سر پر ٹوپی نہیں ہے۔ بخار کی شدت کی وجہ سے لوٹنا دشوار تھا ــــ وہیں سے مجھے آواز دی مجیب! مجیب! میں نے کہا۔ جی حضور! میں دوڑتا ہوا آیا آپ نے فرمایا ذرا ٹوپی لانا میں نے جلدی سے ٹوپی لاکر دی، تب آپ استنجا خانہ تشریف لے گئے ــــ

میں دم بخود تھا کہ یا اللہ! بخار کی شدت سے اٹھا نہیں جارہا ہے ــــ دماغ جل رہا ہے مگر اسکے باوجود انہیں ٹوپی کا خیال آیا تو کیسے؟ ــــ ہمیں تو فرائض وواجبات تک کا مستحب وقت میں ہوش

حضرت بحر العلوم صاحب قبلہ سے تصدیق چاہی تو آپ نے تصدیق فرمائی اور نقل کرنے کی اجازت بھی دی ۱۲ رضوی

[1] اسلامی اخلاق وآداب ص ۲۳۵

مصروف رہتے، اسی درمیان گھر سے حریرہ بناکر لے جایا جاتا، آپ نوش فرماکر احزاب وغیرہ تلاوت کرتے رہتے جب سورج طلوع ہوکر بلند ہوجاتا تو گھر تشریف لاتے اور تلاوت قرآن پاک فرماتے ــــ اور پھر ناشتہ کرکے مدرسہ درس حدیث وقرآن کے لیے تشریف لے جاتے ــــ یہ آپ کا روزانہ کا معمول تھا [1]

رمضان مقدس کا مہینہ روحانی بہاروں کا موسم ہے، آپ اس کی جاں نواز بہاروں سے خوب خوب لطف اندوز ہوتے، شریعت کی پابندی قدم قدم پہ ملحوظ ہوتی ــــ حفاظ کی غلط خوانی کی آفت کی وجہ سے کئی سال تک تراویح میں ختم قرآن سننے کا موقع نہ مل سکا جس کی وجہ سے آپ ملول رہا کرتے ــــ آپ خود فرماتے ہیں۔

افسوس صد افسوس! کہ اس زمانہ میں حفاظ کی حالت ناگفتہ بہ ہے اکثر تو ایسا پڑھتے ہیں کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ پتہ نہیں چلتا، الفاظ کھا جایا کرتے ہیں۔ ــ جو اچھا پڑھنے والے کہے جاتے ہیں انہیں دیکھئے تو حروف صحیح نہیں ادا کرتے ہمزہ الف، عین اور ذ ــ ز ــ ظ اور ث ــ س ــ ص ــ ت ــ ط وغیرہا حروف میں تفرقہ نہیں کرتے جس سے قطعاً نماز ہی نہیں ہوتی ــــ فقیر کو انہیں مصیبتوں کی وجہ سے تین سال ختم قرآن مجید سننا نہ ملا مولیٰ عزوجل مسلمان بھائیوں کو توفیق دے کہ ما انزل اللہ پڑھنے کی کوشش کریں [2]

حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ مدظلہٗ نے ایک مرتبہ عرس امجدی کے موقع پر بزبان خود مندرجہ ذیل واقعہ بیان فرمایا جسے پڑھ کر روحانیت میں آپ کی بلند قدروں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ محض ایک فقیہ اور عالم دین ہی نہیں بلکہ شریعت وطریقت دونوں کے جامع بلند پایہ صوفی تقویٰ شعار بزرگ پاک باطن عارف اور بلاشبہ ولی کامل بھی تھے ــــ بحر العلوم فرماتے ہیں۔

"رمضان مقدس کے مہینہ میں اکثر وبیشتر مجھے ہی خدمت اقدس کی حاضری کا شرف حاصل رہا کرتا تھا عام لوگوں کی طرح میرا معمول یہ تھا کہ سحری کھانے کے بعد عموماً سوجاتے پھر نماز فجر کے لئے بیدار ہوتے اس بابرکت مہینہ کی ایک شب تھی، میں معمول کے مطابق سحری کھاکر سوگیا کہ اچانک فجر سے پہلے میری آنکھ کھل گئی ــــ کیا دیکھتا ہوں کہ سیدی صدر الشریعہ قدس سرہٗ یونہی مصلے پر بیٹھے مراقبہ کی حالت میں ذکر الٰہی میں مصروف ہیں ــــ اور اسم جلالت کی ضرب سے پورا کمرہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سے گونج رہا ہے ــــ در و دیوار انوار وتجلیات میں ڈوبے ہوئے تھے اور حضرت پر بے خودی کی سی کیفیت طاری تھی ــــ یہ آپ کے ذکر سری کی محسوس تجلیات تھیں ــــ مجھ پر ایک سکتہ کی کیفیت طاری تھی ــــ .... اللہ اکبر! جسے ہم اس دور کا فقیہ اعظم سمجھتے ہیں وہ اپنے وقت کا بے مثال عارف کامل، مرد حق آگاہ، ذکر الٰہی سے سرشار قلب لطیف کا حامل اللہ کا مقرب بندہ بھی ہے ــــ اس وقت مجھے آپ کے قرب الٰہی اور روحانیت کے بلند مراتب کا اندازہ ہوا [1]

[1] یہ روایت حضرت نے مبارکپور کی عارضی قیام گاہ پر مغرب بعد بیان فرمائی۔ رضوی

[2] بہار شریعت (۳۵/۴)

[1] راقم نے خود ۱۱ محرم ۱۴۱۶ھ بروز اتوار ساڑھے سات بجے بلاواسطہ

نہیں رہتا، تاخیر سے ادا کرتے ہیں مگر آپ نے شرعی ادب کو بھی اس ناگفتہ بہ حالت میں ملحوظ رکھا؟ ـــ مگر پھر میں نے سوچا کہ یہی وہ اللہ کے نیک بندے ہیں جنکے دم قدم سے امت کا بھرم قائم ہے۔ انہیں اوروں پر قیاس کرنا درست نہیں [1]

آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا یہ کسی عام انسان کا عمل ہے! ہمارا حال تو یہ ہے کہ فرائض وواجبات بھی ایسی حالت میں ادا ہو جائیں تو غنیمت ہے آداب ومستحبات کا خیال کون رکھے مگر صدر الشریعہ کا وجود فنائیت کے مرتبہ پر فائز تھا، اس لئے ان سے کسی ایسے عمل کا تصور کیوں کر ہو سکتا ہے جو مزاج شرع کے خلاف ہو گو وہ آداب ہی سہی؟ ـــ اس واقعہ کا یہ پہلو بھی قابل لحاظ ہے کہ آپ نے فوراً کسی کو آواز نہ دی بلکہ جب تک جسمانی توانائیوں نے ساتھ دیا کسی کا سہارا لینا گوارہ نہ فرمایا مگر جب سکت جاتی رہی تو مجبوری تھی ـــ یہ پہلو ہمارے لئے درس عبرت ہے جو قدم قدم پہ خود کو دوسروں کا محتاج بنا کر پیش کرتے ہیں۔

یہ تو عمل کے وادیوں کی سیر ظاہر تھی اب آیئے صدر الشریعہ کے باطنی گلستاں کی سیر کرتے ہیں ـــ یوں ظاہری محاسن سے آراستہ اور کرداری خوبیوں سے مزین بہت ساری ہستیاں مل جائیں گی مگر ان کے باطن کا زنگار بہت کچھ کہہ دے گا مگر اس تک رسائی کے لئے نگاہ بلند چاہیئے ـــ صدر الشریعہ کا باطن بھی آئینہ تھا، یہ میرا مشاہدہ تو نہیں مگر مشاہدے والی نگاہوں کے سہارے یہ فیصلہ آسان ہو جاتا ہے ـــ باطن کے ارتقائی سفر کے لئے سب سے پہلا قدم نفس پر رکھنا ہوتا ہے، جس کی فطرت کا خمیر ہی عجب وریا اور کبر سے تیار ہوا ہے ـــ اسی لئے ریاضت ومجاہدہ میں تحقیر نفس بلندی درجات کی علامت ہوتی ہے۔ اس سے نفس کی سرکشی کے مغلوب ہو جانے کا اندازہ ہوتا ہے ـــ ایسا نہ ہو کہ کثرت عبادات اور علمی برتری کے پندار میں خود کو سب سے بڑا تصور کرنے لگے بلکہ اس راہ کے آداب تو یہ ہیں کہ "بہتر تو یہ ہے کہ اپنے کو ساری مخلوقات سے کمتر جانے یہاں تک کتے اور سور سے بھی ذلیل وخوار سمجھے اور یہ کمال انسانی کا وہ مرتبہ ہے جو امداد الٰہی کے بغیر حاصل ہو سکتا [1]

اب آپ صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے کردار میں اس عظیم ملکوتی صفت کی جھلک ملاحظہ کیجئے ـــ بارگاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہونے والے سے عرض پرداز ہیں ـــ!

اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضری بارگاہ نصیب ہو، فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کر کے اس نالائق ننگ خلائق پر احسان فرمائیں ـــ اللہ ان کو دونوں جہان میں جزائے خیر بخشے آمین! [2]

کیا عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحقیر نفس تواضع وتذلل کے اظہار کا اس سے بہتر کوئی اور انداز ہو سکتا ہے؟

آپ بایں ہمہ علم وفضل، زہد وپارسائی خود کو دوسروں کی دعاؤں کا محتاج خیال کرتے ہیں ـــ جبکہ آج کے متصوفہ جنہیں اس راہ کی ہوا بھی نہیں لگی ہوتی اور علماء اسلام کی تحقیر کرتے ان کی زبانیں نہیں تھکتیں، متوسلین کے ہجوم میں گھر کر عجب وتکبر کا اس قدر زبردست شکار ہوتے ہیں کہ اللہ کی پناہ ـــ خود کو کائنات کا سب سے عظیم فرد اور دوسروں

---

[1] اس روایت کو حضرت نے گذشتہ عرس امجدی ۱۴۱۵ھ ۲ ذوقعدہ کو بر سر اسٹیج بیان فرمایا جس میں راقم خود حاضر تھا۔

[1] سراج العوارف شریف از نوری میاں قدس سرہٗ ص ۱۵۴

[2] بہار شریعت (۶ / ۱۷۷)

کو فروتر اور اپنی دعاؤں کا محتاج سمجھنے لگتے ہیں ـــ سیدنا امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مرض کی محاکات بڑے عمدہ پیرایہ میں کی ہے۔ فرماتے ہیں ـــ تکبر نفس کے سات اسباب ہیں ـــ (۱) علم (۲) عمل (۳) نسب (۴) جمال (۵) قوت (۶) مال (۷) حامیوں کی کثرت ـــ عبادت کے سبب پیدا ہونے والے کبر کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ـــ وہ سمجھتے ہیں کہ میں عظیم ہوں اس لئے دوسروں کو میری ملاقات کے لئے آنا چاہیئے میں کیوں جاؤں؟ ـــ ان کے دل میں یہ تصور بھی ہوتا ہے کہ لوگ ان کی ضرورتیں پوری کریں، انکے ساتھ عزت وتوقیر سے پیش آئیں، مجلس میں جب میں پہنچوں تو میرے لئے جگہ خالی کر دی جائے، تمام معاملات میں مجھے مقدم کیا جائے لوگ مجھے زہد وپارسائی کے ساتھ یاد کریں ـــ میری عبادت تو لوگوں پر احسان ہے کہ اس کی برکت سے انہیں خدا کی نعمتیں ملتی ہیں اور ایک میں ہی تو ہوں جو اپنے عمل کی وجہ سے نجات پا جاؤں گا ورنہ سب لوگ تو گناہوں کی ہلاکت میں ڈوبے ہوئے ہیں وغیر ذلک [1]

مگر صدر الشریعہ ان مدارج عالیہ کے نصیب ہوتے ہوئے خود کو ہمیشہ فروتر ہی خیال کرتے رہے اور کبھی نفس کے دام تزویر کا شکار نہ ہوئے ـــ بہار شریعت ششم کے اختتامیہ میں لکھتے ہیں ـــ

مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے اور ان صاحبوں سے نہایت عجز کے ساتھ التجا ہے کہ اس فقیر کے لئے ایمان پر ثبات اور حسن خاتمہ کی دعا فرمائیں [2]

ایک مقام پر مسلمانوں کو ہدایت دینے کے بعد ان کی دعاؤں میں خود کو بھی شریک رکھتے ہیں ـــ

اسلام خدا کی بڑی نعمت ہے، اس کی قدر کرو اور جس بات میں ایمان کا نقصان ہے اس سے دور بھاگو ورنہ شیطان گمراہ کر دے گا اور یہ دولت تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی پھر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا ـــ اے اللہ! تو ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اپنی ناراضی کے کاموں سے بچا اور جس بات میں تو راضی ہے اس کی توفیق دے تو ہر دشواری کو دور کرنے والا ہے اور ہر سختی کو آسان کرنے والا وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین [1]

آپ کی تواضع اور تذلل کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ جب بھی دستخط کرتے تو اپنے آپ کو "فقیر" اور "عفی عنہ" کے ساتھ ذکر کرتے ـــ بارگاہ رضا کا یہ وہ انداز فقر ہے کہ شاہانہ طمطراق کے باوجود تواضع کی سچی تصویر پیش کرتا ہے ـــ محاسبۂ نفس کا یہ نرالا انداز کسی لمحہ بھی نفس کو کبر وعجب کا جال پھیلانے نہیں دیتا ـــ

اور خود آپ کی دعوتی سرگرمیاں اور افکار باطلہ کی تردید سب سے بڑا نفسانی مجاہدہ ہے کہ اس سے تعریف پر عجب اور مذمت پر غضب ونخوت کے آزار کا بخوبی علاج ہوتا رہتا ہے ـــ اس بارے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:-

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا جنت عطا کی گئی، نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ

---

[1] احیاء العلوم ص ۳۵۲ ج ۳

[2] بہار شریعت (۶ / ۱۸۴)

[1] بہار شریعت (۹ / ۱۷۳)

علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے ما نیں یا نہ مانیں یہ ان کا کام ـــ فرمایا۔ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے؟ جو شخص عزلت نشین ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو نہ اس کے کانوں کو ـــ اس سے کہیئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے [1]

اب آپ صدر الشریعہ کو دیکھیں! پوری زندگی ہی باطل کوشوں کی تردید اور تعاقب میں گذری ہے، متعدد مناظروں کی صدارت فرمائی، اعلیٰ حضرت جہاں کہیں صدر الافاضل کو مناظرے کے لئے بھیجتے، تو صدر الشریعہ کو ضرور ساتھ کر دیتے کیونکہ ان کی معلوماتی قوت زبردست تھی تو صدر الافاضل کی بیانی قوت [2] ـــ رنگون سے مناظرہ کے لئے اعلیٰ حضرت قدس کے پاس تار آیا تو آپ نے صدر الشریعہ کو اشرفعلی کے مقابلے کے لئے روانہ کیا [3] ـــ صاحب تذکرہ محدث اعظم پاکستان لکھتے ہیں:۔

قیام بریلی کے عرصہ میں پالی (راجستھان) میں آپ (سردار احمد قدس سرہٗ) اپنے استاد مکرم حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ بغرض مناظرہ تشریف لے گئے [4] بھاگل پور

[1] الملفوظ (۳ / ۳۸)
[2] بروایت بحر العلوم مدظلہٗ
[3] تذکرہ محدث اعظم پاکستان (۲ / ۳۴۴)
[4] بروایت شارح بخاری مدظلہ العالی

میں مرتضیٰ حسین دیوبندی اور محمد علی مونگیری (بانی ندوہ) سے مناظرہ کے لئے صدر الشریعہ تشریف لے گئے آپ کے رفقاء میں صدر الافاضل، محدث اعظم اور سید احمد اشرف تھے [1]

حضرت مولانا عبد الحکیم شرف مدظلہ العالی باغی ہندوستان کے تتمہ میں صدر الشریعہ کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

اس (اجمیر) کے علاوہ اردگرد کے بڑے شہروں اور قصبات مثلاً نصیر آباد، بیاور، لاڈنوں، جے پور جودھپور، پالی، مارواڑ اور چتوڑ وغیرہ میں بھی خود آپ (صدر الشریعہ) اور آپ کے تلامذہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے مذہب اہل سنت کی اشاعت اور وہابیہ قادیانیہ کا رد کیا کرتے تھے، آپ کی تقریر خالص علمی مضامین اور قرآن و حدیث کی تفسیر و تفصیل پر مشتمل ہوا کرتی تھی مسلک اہل سنت کو ٹھوس دلائل سے اس طرح بیان فرماتے کہ مخالفین تسلیم کے علاوہ چارۂ کار نہ پاتے [2]

خود آپ کے لئے وطنی وہابیہ ہمیشہ دردسر بنے رہے اور آپ کو کبھی سکون سے کام نہیں کرنے دیا ـــ مگر آپ ان تمام آزار کو صبر و سکون کے ساتھ سہتے رہے اور خود کو رضائے مولیٰ کے کاموں کے لئے وقف رکھا ـــ

حدیث شریف میں ہے خیر الناس من ینفع الناس، بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کے لئے کارآمد ہو ـــ آپ کی پوری زندگی مذکورہ حدیث پاک کا شفاف آئینہ تھی ـــ آپ ہمیشہ خود مضطرب رہے، عائلی مسائل، خانگی ذمہ داریوں، اپنوں کے آزار اور غیروں کے دیئے

[1] مکتوبات امام احمد رضا ص ۶۵
[2] باغی ہندوستان (پاکستانی) (ص ۳۳۸)

مصائب سے پوری زندگی دوچار رہے مگر آفریں آپ کی ہمت مردانہ اور ثبات و پامردی پر، ان تمام مشکل حالات کے باوجود آپ نے ہمیشہ یکسوئی کے ساتھ ملک و ملت اور دین اسلام کے لئے اپنی ساری توانائیاں وقف رکھیں گویا کوئی بات ہی نہ ہو آپ بڑے آسودہ حال ہوں ـــ اور دوسرے لوگوں نے ذمہ داریوں سے آپ کو بے نیاز کر رکھا ہو اور آپ کا بوجھ خود اٹھا رکھا ہو۔ یہ محض تائید ایزدی تھی ورنہ کثرت عیال اور گوناگوں مسائل کے ہوتے ہوئے دینی امور سے ایسی وارفتگی کو عقل باور نہیں کرتی ـــ لمحہ لمحہ لوگوں کی خیر خواہی، عملی ہدایات، فکری رہنمائی اور تذکیر و اصلاح کے بے کراں جذبات سے مزین تھا ـــ عنفوان شباب ہی سے یہ جذبہ آپ کے دل میں پوری طرح موجزن رہتا ـــ طلبہ کی اخلاقی تربیت، قیام اجمیر کے دوران تبلیغی دورے، عوام کو قلمی ولسانی ہدایات یہ سب کچھ اصلاح و تذکیر کے بے کراں جذبوں کی تسکین ہی کے لئے عمل میں آیا ـــ بہار شریعت جیسی عظیم فقہی شاہکار تصنیف، جسے اگر "اسلامی تربیتی گائیڈ" کہا جائے تو بجا ہے بجائے خود آپ کے اصلاحی جذبات دروں کی بہترین ترجمان ہے ـــ یوں تو یہ فقہی ترتیب پر شرعی مسائل کا جامع ذخیرہ ہے، اس میں بس اتنا ہی کافی تھا کہ سادہ انداز میں عربی مآخذ کے مسائل اردو زبان میں منتقل کر دیئے جاتے جیسا کہ دوسری عام کتابوں کے یہی انداز ملتے ہیں مگر جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو دیکھ کر حیرت اور مسرت کے ملے جلے جذبات میں ڈوب جائیں گے کہ یہ عوامی ہدایات، اخلاقی تربیت اور پند و موعظت کا بحر بے کراں ہے جو اپنی پوری جولانیوں کے ساتھ سارے عالم کو ابدی سعادتوں کے آب زلال سے سیراب کرنے کے لئے بے تاب نظر آتا ہے ـــ قدم قدم پہ ہدایتوں کی بہاریں ملتی ہیں، ورق ورق پہ تذکیر کے جلوے بکھرے پڑے ہیں، صفحہ صفحہ عشق افروز اور محبت آمیز جملوں سے بھرا پڑا ہے ـــ کہیں ایمان و اعتقاد کے مستحکم کرنے کے اصول بنائے جا رہے ہیں ـــ کہیں بدمذہبوں کے مذموم اثرات سے عوام کے شجر ایمان کو بچانے کے لئے پیش بندیاں کی جا رہی ہیں ـــ کبھی فرائض و واجبات کی اہمیت دلوں میں راسخ کی جا رہی ہے ـــ کبھی آثار و سنن اور آداب و مستحبات کو اپنانے کی شفقت آمیز تلقین ہو رہی ہے ـــ کہیں مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب کا تذکرہ ہے ـــ کہیں بدعات کا آپریشن کیا جا رہا ہے ـــ کہیں عجیب سے دردمند لہجہ میں ان سے بچنے کی ترکیب بیان کرتے ہیں ـــ گویا آپ کی پوری حیات مبارکہ کا عکس جگہ بہ جگہ نظر آتا ہے ـــ کہیں جلال کا عکس ہے ـــ کہیں جمالیاتی جلوے ـــ کہیں باپ کی شفقت ملتی ہے تو کہیں بھائی کا پیار تو کبھی دوست کی محبت پیش کرتے ہیں تو کہیں ایک مصلح قوم کی بے تابیاں دکھائی دیتی ہیں جس کے حساس دل کو کسی پہلو قرار نہیں ـــ ہر جگہ یہی تصور جھلکتا نظر آتا ہے کہ قوم مسلم کسی طرح جادۂ مستقیم پر گامزن ہو جائے، اسلامی قدریں اپنا لے ـــ اور خزاں سے دامن چھڑا کے بہاروں سے آشنائی کر لے۔

اس چمن میں بس نظر آتی ہے سیر عندلیب
شاخ و گل۔ برگ و ثمر۔ نخل چمن کے درمیاں (ساحل)

خود راقم کو بہار شریعت کے مطالعہ کے بعد ہی آپ کے سوز دروں اور باطنی اخلاص کا قدرے اندازہ ہوا اور احساس ہوا کہ آپ کا روحانی قد کس قدر بلند ہے؟ ـــ آیئے آپ بھی اس قدر رعنا کے باطنی گلستاں کی تھوڑی سی سیر کر لیجئے اور اندازہ کیجئے کہ یہ مرد حق آگاہ جسے دنیا فقیہ اعظم کے نام سے یاد کرتی ہے، دین و سنیت کے فروغ کے لئے کس قدر دردمند جذبات رکھتا تھا ـــ اب تو ایسے پرخلوص جذبات کی جھلک بھی دیکھنے کو نہیں ملتی الاماشاءاللہ!

"بہار شریعت" تصنیف کرنے کی تحریک کیسے ہوئی؟ اس کے اسباب کا جائزہ خود آپ کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔:

"فقیر بارگاہ قادری ابوالعلا امجدی اعظمی قادری عرض کرتا ہے کہ زمانہ کی حالت نے اس طرف متوجہ کیا کہ عوام بھائیوں کے لئے صحیح مسائل کا ایک سلسلہ عام فہم زبان میں لکھا جائے جس میں ضروری اور روز مرہ کے مسائل ہوں باوجود بے فرصتی اور بے مائیگی کے توکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کیا۔ ایک حصہ لکھنے نہ پایا تھا کہ یہ خیال ہوا کہ اعمال کی درستگی عقائد کی صحت پر متفرع ہے اور بہتیرے مسلمان ایسے ہیں کہ اصول مذہب سے آگاہ نہیں ــــ ایسوں کے لئے سچے عقائد ضروری کے سرمایہ کی بہت شدید حاجت ہے خصوصاً اس پر آشوب زمانے میں کہ گندم نما جو فروش بکثرت ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے بلکہ عالم کہلاتے ہیں اور حقیقتاً اسلام سے ان کو کچھ علاقہ نہیں ــــ عام ناواقف مسلمان ان کے دام تزویر میں اگر مذہب اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں .... امید کہ برادران اسلام اس کتاب کے مطالعہ سے ایمان تازہ کریں اور اس فقیر کے لئے عفو و عافیت دارین اور ایمان و مذہب اہل سنت پر خاتمہ کے لئے دعا فرمائیں [1]

یہ اقتباس آپ کے باطنی اخلاص اور اصلاح امت کے جذبات کی بہترین نمائندگی کرتا ہے ــــ ذرا اندازہ کیجئے کہ اس تصنیف سے مصنفین کی صفوں میں شامل ہونا اور اپنے بے پناہ علم و فضل کا اظہار مقصود نہیں جیسا کہ عام سطحی جذبات ہوا کرتے ہیں بلکہ آپ کے پیش نظر عوام کی ہدایت و اصلاح اور دینی مسائل کی اشاعت جیسے گرانقدر مقاصد ہیں جو یقیناً زندگی کے اعلیٰ ترین مقاصد اور فلاح آخرت کا عظیم سرمایہ ہیں ــــ انہی جذبات کے سہارے آپ نے پوری زندگی خود کو دینی تعلیم اور دینی علوم کی اشاعت سے وابستہ رکھا کیونکہ دینی تعلیم ہی سے اسلامی زندگی کا صحیح شعور پیدا ہوتا ہے اور انسان اپنے تخلیقی مقاصد سے خود کو قریب محسوس کرتا ہے ــــ تعلیمی نفسیات کا آپ بہت گہرا شعور رکھتے تھے ــــ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مشورے سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات کا شاندار نصاب مدون ہوا [1] ــــ آپ بخوبی جانتے تھے کہ اسلامی بچہ سب سے پہلے مسلمان ہے پھر اور کچھ ــــ اس لئے اس کی فکری اساس اسلامی تعلیمات کے سہارے رکھی جانی چاہیئے ــــ اس لئے آپ نے یہ تعلیمی نظریات پیش کئے ــــ:

سب سے مقدم یہ ہے کہ بچوں کو قرآن مجید پڑھائیں اور دین کی ضروری باتیں سکھائی جائیں ــــ روزہ و نماز و طہارت اور بیع و اجارہ و دیگر معاملات کے مسائل جن کی روزمرہ حاجت پڑتی ہے اور ناواقفی سے خلاف شرع عمل کرنے کے جرم میں مبتلا ہوتے ہیں ان کی تعلیم ہو اگر دیکھیں کہ بچہ کو علم کی طرف رجحان ہے اور سمجھ دار ہے تو علم دین کی خدمت سے بڑھ کر کیا کام ہے اور اگر استطاعت نہ ہو تو تصحیح و تعلیم عقائد اور ضروری مسائل کی تعلیم کے بعد جس جائز کام میں لگائیں اختیار ہے ــــ [2]

آپ اگر ان نظریات کی اہمیت کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں تو آیئے پہلے صہیونی سازش کی روداد عمل سن لیجئے اور اس کے پس پردہ ان کے خطرناک عزائم کا اندازہ لگایئے ــــ مشہور برطانوی جاسوس ہمفرے اسلام کی بیخ کنی کے بنیادی اصولوں کے تذکرے میں لکھتا ہے ــــ

مسلمانوں کو جہالت اور لاعلمی کے عالم میں رکھنا، کسی تعلیمی مرکز کے قیام کی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دینا طباعت اور نشر و اشاعت پر پابندی عائد کرنا اور ضرورت پڑے تو عوامی کتاب خانوں کو نذر آتش کرنا ــــ بچوں کو دینی مدارس میں جانے سے روکنے کے لئے علماء اور مراجع دینی پر تہمت لگانا [1] ــــ

اب ان نظریات کی عملی منظر نگاری بطل حریت حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ کے قلم سے ملاحظہ کیجئے:۔ آپ انگریزوں کے ظلم و ستم کی داستان بیان کرتے ہوئے "الثورة الهندية" میں لکھتے ہیں ــــ:

انھوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مذہبی بنیاد پر حکمرانوں سے باشندوں کا اختلاف، تسلط و قبضہ کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوگا اور سلطنت میں انقلاب پیدا کر دے گا اس لئے پوری جانفشانی اور تندہی کے ساتھ مذہب و ملت کے مٹانے کے لئے طرح طرح کے مکر و حیلہ سے کام لینا شروع کیا ــــ انھوں نے بچوں اور نافہموں کی تعلیم اور اپنی زبان اور دین کی تلقین کے لئے شہروں اور دیہات میں مدرسے قائم کئے پچھلے زمانے کے علوم و معارف اور مدارس و مکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی [2]

اس پس منظر میں صدر الشریعۃ کی اس گرانقدر رہنمائی کا وزن محسوس کیجئے ــــ ماحولیاتی جائزہ کے بعد آپ کی نگاہیں خود اس بات کا اعتراف کریں گی کہ ہماری علمی اور دینی زبوں حالی اس نقطۂ فکر سے انحراف کا نتیجہ ہے جسے بہت پہلے ہمارے اسلاف نے ہماری رہنمائی کے لئے پیش فرمایا تھا۔

صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے علمی اور دینی ارتقاء کا فکری زاویہ پیش کرنے کے بعد ایمان و اعتقاد کے فصیلوں کی حفاظت کے لئے ایک ٹھوس اور مستحکم اصول بھی قوم کو دیا کہ اگر اس پہ عمل کر لیا جاتا تو آج جو اعتقادی بے راہ روی نظر آ رہی ہے کبھی دیکھنے کو نہ ملتی ــــ فکری رہنمائی کا انداز بھی ملاحظہ کیجئے ــــ لہجہ سے کس قدر دردمندی ٹپکتی ہے!

"مسلمانوں پر اپنے دین و مذہب کا تحفظ لازم ہے دینی حمیت اور دینی غیرت سے کام لینا چاہیئے ــــ کافروں کے کفری کاموں سے الگ رہیں ــــ مگر افسوس کہ مشرکین تو مسلمانوں سے اجتناب کریں اور مسلمان ہیں کہ ان سے اختلاط رکھتے ہیں ــــ اس میں سراسر مسلمانوں کا نقصان ہے ــــ اسلام خدا کی بڑی نعمت ہے ــــ اس کی قدر کرو اور جس بات میں ایمان کا نقصان ہے، اس سے دور بھاگو ورنہ شیطان گمراہ کر دے گا اور یہ دولت تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی پھر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا [1] ــــ دوسری جگہ نفقۂ اولاد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

وہ طلبہ بھی اس سے مراد نہیں جو بظاہر علم دین پڑھتے اور حقیقتہً علم دین ڈھانا چاہتے ہیں مثلاً وہابیوں سے پڑھتے ہیں ــــ ان کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہیں کہ ایسوں سے عموماً یہی مشاہدہ ہو رہا ہے کہ بدباطنی

---

[1] بہار شریعت (۱ / ۳-۲)

[1] مقدمہ فتاویٰ امجدیہ اوّل

[2] بہار شریعت (۸ / ۱۴۴)

[1] ہمفرے کے اعترافات ص ۹۹

[2] باغی ہندوستان (پاکستانی) ص ۲۵۵

[1] بہار شریعت (۹ / ۱۷۳)

وخباثت اور اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی کرنے میں اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے ـــ ایسوں کا نفقہ درکنار، پاس بھی نہ آنے دینا چاہیئے ـــ ایسی تعلیم سے تو جاہل رہنا اچھا تھا کہ اس نے مذہب و دین سب کو برباد کیا اور نہ فقط اپنا بلکہ وہ تم کو بھی لے ڈوبے گا ـــ ع

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد [1]

ان ارشادات کی روشنی میں آپ خود آج کے ماحول کا جائزہ لیجیئے ـــ کفار و مشرکین سے اختلاط ہی کے یہ اثرات بد ہیں کہ آج ہمارے درمیان سے حلال و حرام کی تمیز اٹھتی جارہی ہے۔ ـــ اور نہ جانے کتنی اخلاقی برائیاں ہمارے معاشرے میں در آئیں ـــ عریانیت، فحاشی، غلط روی، فضول رسومات غیر شرعی انداز معیشت سب اسی کی "کرم ارزانیاں" ہیں۔ ـ بد مذہبوں سے اختلاط اور ان کے دانش کدوں میں تعلیم دلانے کا بھیانک انجام آج خود اہل بصیرت اور ماحول آشنا افراد کے لئے بہت بڑا درد سر بن چکا ہے۔ وہابیت کی ترویج، قادیانیت کا فروغ، غیر مقلدیت کی اشاعت اور انگریزی تہذیب کی دلدادگی کے پس پردہ آخر کون سے عوامل کارفرما ہیں؟ خود ہماری غفلتوں نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے ـــ ہم نے اپنے دانش کدوں کو لائق اعتنا نہ سمجھا ـــ اس کی بوسیدہ عمارتیں ہمیں راس نہ آئیں ـــ غیروں کی فلک بوس عمارات اور دیدہ زیب آرائش و زیبائش نے ہماری نگاہوں کو خیرہ کر دیا ـــ نتیجہ کیا نکلا؟ ہمارے گھر تو مادیت سے سج گئے مگر دل ویران ہو گئے ـــ ہم نے عیش و طرب کی محفلیں تو آباد کر لیں مگر اخلاق و کردار کے زریں ستون ایک ایک کر کے زمین بوس ہوتے چلے گئے ـــ ہماری اقتصادیات نے فروغ پالیا، معیشتیں سدھر گئیں، ہمارے قدم زمین سے آسمان پر پہنچ گئے اور ہمارے لئے ایک جہان کی سیر آسان ہو گئی مگر کبھی ہم نے پلٹ کے دیکھنے کی زحمت گوارہ کی کہ ہم نے کیا کھو دیا؟ ـــ ہمارے بہت سارے دینی قلعے منہدم ہو گئے ـــ اعتقادیات کی مضبوط فصیلیں چیخ اٹھیں ـــ اور ہماری سب سے گراں بہا دولت ہماری نگاہوں کے سامنے لوٹ لی گئی مگر ہمیں احساس تک نہیں ـــ ہم ویسے ہی مست دبے خود ہیں ـــ ہم نے اس ظاہری رنگ و روپ ہی کو سب کچھ سمجھ لیا جو سراب نگاہ ہے، فریب نظر ہے۔

اس جہان رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو (اقبال)

بلکہ عرفائے حق تو یہ فرماتے ہیں کہ بد مذہب کی صحبت کا سب سے کم نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایمان کا نور سلب ہو جاتا ہے (کما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ) ایک بزرگ سے سوال کیا گیا کہ بد مذہب مثلاً وہابی نیچری اور رافضی کی صحبت میں بیٹھنا چاہیئے یا نہیں؟ ـــ فرمایا ـــ "ہرگز نہ بیٹھنا چاہیئے" پھر یہ شعر پڑھا ع

صحبت بد راہ تبہ می کند
دیگ سیہ جامہ سیہ می کند

سائل نے پھر پوچھا ـــ کیا صرف پاس بیٹھنے سے بھی اثر ہو جاتا ہے؟ ـــ فرمایا: ـــ کیا آگ کے پاس بیٹھنے سے اثر نہیں ہوتا؟ [1]

اس نقطہ فکر سے انحراف کا جو نقصان آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی نگاہیں اپنے مرشد برحق کے فیضان تربیت سے مناظر

---

[1] بہار شریعت (۸ / ۱۶۱)

[1] تذکرۂ اکابر اہل سنت پاکستان ص ۳۵۷

مستقبل کے افق پر بہت پہلے ہی دیکھ چکی تھیں ـــ یہ سب آپ کی عرفانی بصیرت کی تجلیات تھیں ـــ

خفتہ ضمیر کو بیدار کر دینا اور اطاعت الٰہی کے جذبات کو ابھار دینا ہی تذکیر و اصلاح کی مساعی کا ذروۂ کمال ہے۔ ـ عرفائے حق اپنی روحانی قوتوں سے مردہ ضمیر کو بیدار کر کے اسے روحانی قدروں کا اس قدر متوالا بنا دیتے تھے کہ اس کے بے تاب احساسات کو ذکر الٰہی کے سوا کوئی اور پناہ گاہ دکھائی نہ دیتی ـــ صدر الشریعہ کے اصلاحی جذبوں میں بھی یہ تذکیری کمال اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ موجود ہے ـــ ـ اب آپ ان روحانی کمالات کے جلوے مختلف انداز اور جدا جدا لہجہ میں مشاہدہ کرتے چلیں ـــ آپ فرماتے ہیں:-

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون ـــ جن اور آدمی میں نے اسی لئے پیدا کئے کہ وہ میری عبادت کریں ہر تھوڑی سی عقل والا بھی جانتا ہے کہ جو چیز جس کام کے لئے بنائی جائے اگر اس کام میں نہ آئے تو بے کار ہے تو جو انسان اپنے خالق و مالک کو نہ پہچانے، اس کی بندگی و عبادت نہ کرے، وہ نام کا آدمی ہے حقیقتاً آدمی نہیں بلکہ ایک بے کار چیز ہے تو معلوم ہوا کہ عبادت ہی سے آدمی آدمی ہے اور اسی سے فلاح دنیوی و نجات اخروی ہے [1]

تمثیلی پیکر میں حقیقت آشنا بنانے کے لئے اس سے بہتر کون سا انداز ہو سکتا ہے جو سادگی کے ساتھ ساتھ کیف کی بہاریں بھی اپنے دامن میں لئے ہوئے ہو؟

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جب تک دنیا کی محبت انسان کے دل سے ختم نہ ہو گی اس وقت تک وہ کبھی بھی سکون و اطمینان کے ساتھ اپنے رب کی جانب لو نہیں لگا سکتا اور ہمہ تن خود کو اس بارگاہ کی جانب متوجہ نہیں کر سکتا ـــ سلطان المحققین مخدوم جہاں سیدنا شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ـــ

اچھی طرح سمجھ لو کہ عبادت درست نہیں ہو سکتی جب تک دنیا کا خیال نہ چھوڑ دے کیونکہ جب تمہارا ظاہر دنیا طلبی میں مشغول اور تمہارا باطن ارادت کی طرف مائل ہو تو کوئی عبادت کیونکر بجا لاسکتے ہو ـــ دل تو خدا نے ایک ہی دیا ہے ـــ ـ جب ایک کام میں مشغول ہو تو دوسرا کام نہیں کر سکتا ـــ دنیا و آخرت کی مثال پورب اور پچھم کی طرح ہے، جب ایک سے قریب ہوں گے تو یقیناً دوسرے سے دور ہو جاؤ گے [1]

اس لئے صدر الشریعہ قدس سرہٗ بھی اس شوق انگیزی کے بعد دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ بڑے پیارے انداز میں کھینچتے ہیں: ـــ

دنیا گزشتنی و گزاشتنی ہے ـــ آخر ایک دن موت آنی ہے ـــ جب یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے تو وہاں کی تیاری کرنی چاہیئے جہاں ہمیشہ رہنا ہے اور اس وقت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے ـــ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتا ـــ تو مسافر جس طرح ایک اجنبی شخص ہوتا ہے اور راہگیر راستہ کے کھیل تماشوں میں نہیں لگتا کہ راہ کھوٹی ہو گی اور منزل مقصود تک پہنچنے میں ناکامی ہو گی ـــ اسی طرح مسلمان

---

[1] بہار شریعت (۲ / ۵)

[1] مکتوبات صدی ص ۴۶۶۔

کو چاہیئے کہ دنیا میں نہ پھنسے اور نہ ایسے تعلقات پیدا کرے کہ مقصود اصلی کے حاصل کرنے میں آڑے آئیں اور موت کو کثرت سے یاد کرے کہ اس کی یاد دنیوی تعلقات کی بیخ کنی کرتی ہے [1]

جب اس انسان کا ضمیر بیدار ہو چکا، عظمت الٰہی اور شان رسالت کے جلوے اس کی نگاہوں میں پھر گئے ــ دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ اس کی نظروں میں کھنچ گیا تو اب اسے ذمہ داریوں کے احساس کردار کی تزئین اخلاق کی تہذیب اور فکر آخرت کی تلقین کرتے ہیں :ـــ

نماز جیسے اہم فریضہ کی عظمت کا احساس کس طرح دل میں بٹھاتے ہیں :ـــ

مسلمان اس باب (صلوۃ المریض) کے مسائل کو دیکھیں تو انہیں بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ شرع مطہر نے کسی حالت میں کبھی سوا بعض نادر صورتوں کے، نماز معاف نہیں کی بلکہ یہ حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو پڑھے ــ آج کل جو بڑے نمازی کہلاتے ہیں ان کی یہ حالت دیکھی جا رہی ہے کہ بخار آیا ذرا شدت ہوئی نماز چھوڑ دی ــ شدت کا درد ہوا نماز چھوڑ دی ــ کوئی پھڑیا نکل آئی نماز چھوڑ دی ــ یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ درد سر درد زکام میں نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں حالانکہ جب تک اشارے سے بھی نماز پڑھ سکتا ہو اور نہ پڑھے تو انہیں وعیدوں کا مستحق ہے جو شروع کتاب میں تارک الصلوٰۃ کے لئے احادیث بیان ہوئیں والعیاذ باللہ تعالیٰ ـــ اللّٰھم اجعلنا من مقیمی الصلوۃ من صالحی اھلہا احیاء و امواتا وارزقنا

[1] بہار شریعت (۱۲۹/۴)

اتباع شریعۃ حبیبک الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم آمین [1]

صرف فرائض و واجبات ہی نہیں یاد دلاتے بلکہ کبھی سنتوں کی تاکید کرتے ہیں :ـــ

اس کا تارک مستحق ہے کہ معاذ اللہ شفاعت سے محروم ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری سنت کو ترک کرے گا اسے میری شفاعت نہ ملے گی [2]

کبھی مستحبات کی ترغیب دیتے ہیں :ـــ

یہ (اعتکاف مستحب کرتے ہیں) بغیر محنت ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیت کر لینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے۔ اسے تو نہ کھونا چاہیئے ـــ مسجد میں اگر دروازہ پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ اعتکاف کی نیت کر لو، اعتکاف کا ثواب پاؤ گے تو بہتر ہے کہ جو اس سے ناواقف ہیں انہیں معلوم ہو جائے اور جو جانتے ہیں ان کے لئے یاد دہانی ہو [3]

کبھی رواج پذیر غیر مسنون طرز عمل کی نشاندہی کرتے ہیں :ـ

آج کل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت امامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی ـــ یہ خلاف سنت ہے [4] ـــ

ـــ (اذان ثانی) مسجد کے اندر منبر سے ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلہ پر جیسا کہ ہندوستان میں اکثر جگہ رواج

[1] بہار شریعت (۶۳/۴)
[2] بہار شریعت (۱۱/۴)
[3] ایضاً ص ۱۴۸/۵
[4] ایضاً (۳۴/۳)

پڑ گیا ہے اس کی کوئی سند کسی کتاب میں نہیں ــ حدیث و فقہ دونوں کے خلاف ہے [1]

کہیں خطرناک غفلتوں پر شفقت آمیز لہجے میں تنبیہ کرتے ہیں :ـ

آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر ادھر اُدھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں ــ ان کو چاہیئے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے ـــ یوہیں اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں ان کا پھیرنا فرض ہے ـــ اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے [2]

تعزیہ داری کی بے ہودہ خرافات دیکھ دیکھ کر آپ کی پلکیں بھیگ جاتی ہیں بڑے دردمند لہجے میں سمجھاتے ہیں : ـــ

یہ سب لغو و خرافات ہیں، ان سے ہرگز سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خوش نہیں ـــ یہ تم خود غور کرو کہ انھوں نے احیائے دین و سنت کے لئے یہ زبردست قربانیاں دیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنا لیا . . . . افسوس کہ محبت اہل بیت کا دعویٰ اور ایسی بے جا حرکتیں ؛ـ یہ واقعہ تمہارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشا بنا لیا [3]

[1] ایضاً (۳۳/۳)
[2] ایضاً (۶۹/۳)
[3] اسلامی اخلاق و آداب (ص ۲۲۹-۳۰)

خانہ خدا کے تقدس کی پامالی آپ سے دیکھی نہیں جاتی۔ کرب کے احساسات لفظوں میں ڈھل کر عجیب منظر پیش کرتے ہیں ـــ :

افسوس کہ اس زمانہ میں مسجدوں کو لوگوں نے ماحول بنا رکھا ہے ـــ یہاں تک کہ بعضوں کو مسجدوں میں گالیاں بکتے دیکھا جاتا ہے ـــ والعیاذ باللہ [1]

کبھی نفس کی آفت سے بچاتے ہیں :ـــ

پیٹ بھر کھانا سخت زہر اور غفلت و کسل کا باعث ہے تین روٹی کی بھوک والا ایک ہی کھائے ــ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ کے لئے یہی حکم دیا ہے اور خود دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی کبھی پیٹ بھر نہ کھائی حالانکہ اللہ کے حکم سے تمام جہان اختیار میں تھا اور ہے ـــ

انوار و برکات لینا چاہو تو نہ صرف آج بلکہ حرمین شریفین میں جب تک حاضر ہو تہائی پیٹ سے زیادہ ہرگز نہ کھاؤ ـــ مانو گے تو اس کا فائدہ اور نہ مانو گے تو اس کا نقصان آنکھوں دیکھ لوگے ہفتہ بھر اس پر عمل کر تو دیکھو اگلی حالت سے فرق نہ پاؤ جبھی کہنا ـــ

جی بچے تو کھانے پینے کے بہت سے دن ہیں یہاں تو نور و ذوق کے لئے جگہ خالی رکھو ع

اندروں از طعام خالی دار
تا درو نور معرفت بینی [2]

اور یہ حقیقت ہے کہ شکم سیری ایک ایسا آزار ہے جس کے بطن سے ساری اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں ـــ یہ ظلمتوں کا ایسا حجاب کثیف ہے جس کے ہوتے ہوئے دل

[1] بہار شریعت (۱۸۵/۳)
[2] ایضاً (۸۶/۶)

کبھی بھی روحانی انوار و تجلیات کی آماجگاہ نہیں بن سکتا۔
احادیث کریمہ اس کے مذموم اثرات کی واضح نشاندہی کرتی ہیں — رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آدمی شکم سے بدتر اور کسی چیز کو پر نہیں کرتا — اور آدمی کے لئے چند چھوٹے لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں — آج مادیت کی کشاکش اخلاص کے فقدان اور دولت کی ہوس نے جو اضطراب اور بے اطمینانی کی فضا پیدا کر رکھی ہے کہ آج سارے مادی وسائل ہونے کے باوجود دنیا سکون کی تلاش میں سرگرداں نظر آتی ہے، وہ سب اسی کی کرشمہ سازیاں ہیں سیدنا امام غزالی قدس سرہٗ نے بد باطنی کے اس سرچشمہ کی وضاحت بڑے عمدہ انداز میں کی ہے — فرماتے ہیں —

شہوت شکم دوسری شہوتوں اور خواہشوں کی جڑ ہے کہ جب شکم سیر ہوتا ہے تو نکاح کی خواہش پیدا ہوتی ہے شکم اور فرج کی شہوت، بغیر مال کے پوری نہیں ہو سکتی پس اس کی وجہ سے مال کی حرص پیدا ہوئی اور مال بغیر جاہ کے پیدا نہیں ہو سکتا پس جب تک مخلوق سے خصومت نہ رکھی جائے جاہ کا حصول ممکن نہیں پھر اسی سے حسد، تعصب، عداوت تکبر، ریا، اور کینہ پیدا ہوتا ہے — پس معدہ کو مطلق العنان چھوڑ دینا ساری مصیبتوں کی جڑ ہے اور اس کو روکنا اور بھوک کی عادت ڈالنا سب نیکیوں کی اصل ہے [1]

اس تجزیاتی گفتگو کی روشنی میں آج کی مادیت گزیدہ انسانیت اور فریب خوردہ معاشرے کا جائزہ لیجئے تو یہ احساس اور شدت اختیار کر جاتا ہے کہ آج پھر دنیا کو اسی اسلامی نظام کی ضرورت ہے جسے بزرگان امت نے خانقاہوں کے اندر تزکیاتی اہتمام کے ساتھ برپا کر رکھا تھا — اس کے بغیر سکون کی تلاش فکری سراب ہے اور بس!

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ انسان مصائب و آلام کی ہوش ربا یلغار سے اس قدر پریشان ہو جاتا ہے کہ اس بے بسی کے عالم میں وہ یہ بھول جاتا ہے کہ میں کیا ہوں؟ — میرے فرائض کیا ہیں؟ — اسلام کے پاکیزہ نظام نے ان آلام روزگار کو ہمارے لئے کس قدر برکات و حسنات کا سرچشمہ بنا کر پیش کیا ہے؟ — اگر اسے احساس ہو جائے کہ یہ چند روزہ مصیبتیں ہمارے لئے سرمدی سعادتوں اور روحانی برکتوں کی امین ہیں تو پھر اسے کس بات کا گلہ ہی نہ رہے — صدر الشریعۃ قدس سرہٗ نے انہیں پاکیزہ اسلامی تصورات کو اپنے مخصوص اسلوب میں پیش کیا ہے — وہی درد میں ڈوبا ڈوبا سا لہجہ، فکری اصلاح کے وہی دھلے دھلے جذبات اور تفہیم و تلقین کا وہی نکھرا نکھرا سا انداز —:

بیماری بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس کے منافع بے شمار ہیں اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر حقیقتاً راحت و آرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے — یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے — حقیقی بیماری امراض روحانیہ ہیں کہ یہ البتہ مرض بہت خوف کی چیز ہے اور اسی کو مرض مہلک سمجھنا چاہیئے بہت موٹی سی بات ہے جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو مگر جب مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کس قدر خدا کو یاد کرتا اور توبہ و استغفار کرتا ہے — اور یہ تو بڑے مرتبہ والوں کی شان ہے کہ تکلیف کا بھی اسی طرح استقبال کرتے ہیں جیسے راحت کا۔ ع آنچہ از دوست می رسد نیکوست

---

[1] کیمیائے سعادت اردو ص ۴۸۳

مگر ہم جیسے کم سے کم اتنا تو کریں کہ صبر و استقلال سے کام لیں اور جزع و فزع کر کے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے نہ جانے دیں — اور اتنا تو ہر شخص جانتا کہ بے صبری سے آئی ہوئی مصیبت جاتی نہ رہے گی پھر اس بڑے ثواب سے محرومی دوہری مصیبت ہے — بہت سے نادان بیماری میں نہایت بے جا کلمے بول اٹھتے ہیں بلکہ بعض کفر تک پہنچ جاتے ہیں، یہ تو بالکل ہی خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق بن جاتے ہیں [1]

خود پسندی اور حسن عمل پہ اترانا، سارے اعمال اکارت کر دیتی ہے — اس لئے انسان کو خدا کا فضل تلاش کرنا چاہیئے ورنہ کون ہے جو اس کی نعمتوں کا حق ادا کرے اور کما حقہ اس کی عبادت کر سکے — صدر الشریعہ اس ہلاکت خیز نفسانی وسوسہ سے بھی لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں اور اس سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں —:

آدمی کو کبھی اپنے اوپر یا اپنی طاعت و اعمال پر بھروسا نہ چاہیئے ہر وقت خدا پر اعتماد کرے اور اسی سے بقائے ایمان کی دعا چاہے کہ اسی کے ہاتھ میں قلب ہے اور قلب کو قلب اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہے — ایمان پر ثابت رہنا اسی کی توفیق سے ہے جس کے دست قدرت میں قلب ہے [2]

قوم مسلم کی بداعمالیوں پر کراہ کراہ اٹھتے ہیں — انکی بربادیاں دیکھی نہیں جاتیں — شدت احساس سے تڑپ اٹھتے ہیں۔ بڑی ہی دل سوزی کے ساتھ قوم کے خفیہ ضمیر کو آواز دیتے ہیں — ایک قافلہ سالار کی طرح — جو کارواں کو لٹتے ہوئے نہیں دیکھ پاتا — تڑپ تڑپ جاتا ہے — مجبوری کے احساس سے آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں — وہ چیخ چیخ کر انہیں منزل کی طرف بلاتا ہے — نہیں سنبھلتے تو انہیں جھنجھوڑ ڈالتا ہے — اس وقت اس کے بے تابانہ احساسات کی شدت دل کی بے قرار کیفیت اور سوز دروں کی حدت کا اندازہ مشکل ہو جاتا ہے — آپ بھی ایک قافلہ سالار کے دردمند دل کی آواز گوش دل سے سنیئے اور اس دل کی اضطرابی کیفیات کو محسوس کیجئے — مجھے یقین ہے کہ اس کی ٹیس سے آپ کا حساس دل بھی تڑپ اٹھے گا —:

چونکہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت نہیں — لہٰذا مسلمانوں کو یہ اختیار نہ رہا کہ کفار کو کسی وضع وغیرہ کا پابند کریں البتہ مسلمانوں کے اختیار میں یہ ضرور ہے کہ خود ان کی وضع اختیار نہ کریں — مگر بہت افسوس ہوتا ہے جب کسی مسلمان کو کافروں کی صورت میں دیکھا جاتا ہے — لباس و وضع قطع میں کفار سے امتیاز نہیں رکھتے بلکہ بعض مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ نام دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مسلمان ہے مسلمانوں کا ایک خاص امتیاز داڑھی رکھنا تھا اس کو آج کل لوگوں نے بالکل فضول سمجھ رکھا ہے — نصاریٰ کی تقلید میں داڑھی کا صفایا اور سر پر بالوں کا گپھا، مونچھیں بڑی بڑی یا بیچ میں ذرا سی جو دیکھنے سے مصنوعی معلوم ہوتی ہیں — اگر رکھیں تو نصاریٰ کی سی، کم کریں تو نصاریٰ کی طرح — اسلامی بات سب ناپسند — کپڑے جوتے ہوں تو نصرانیوں کے سے، کھانا کھائیں تو ان کی طرح اور اب کچھ دنوں سے جو نصاریٰ

---

[1] بہار شریعت (۴/۱۲۳)
[2] ایضاً (۹/۱۶۲)

کی طرف سے منحرف ہوئے تو گھر لوٹ کر نہ آئے بلکہ مشرکوں ہندوؤں کی تقلید اختیار کی ــــ ٹوپی ہندو کے نام کی ــــ ہندو جو کہیں اس پر دل وجان سے حاضر اگر چہ اسلام کے احکام پس پشت ہوں ــــ اگر وہ کہے اور جب وہ کہے روزہ رکھنے کو تیار مگر رمضان میں پان کھا کر نکلنا نہ شرم نہ عار ــــ وہ کہے تو دن بھر بازار بند، خرید و فروخت حرام ــــ اور خدا فرماتا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو خرید و فروخت چھوڑ دو اس کی طرف اصلاً التفات نہیں ــــ غرض مسلمانوں کی جو ابتر حالت ہے اس کا کہاں تک رونا رویا جائے ــــ یہ حالت نہ ہوتی تو یہ دن کیوں دیکھنے پڑتے؟ ــــ اور جب ان کی قوت منفعلہ اتنی توی ہے اور قوت فاعلہ زائل ہو چکی ہے تو اب کیا امید ہو سکتی ہے کہ یہ مسلمان کبھی ترقی کا زینہ طے کریں گے ــــ غلام بن کر اب تھی اور جب بھی رہیں گے والعیاذ باللہ تعالیٰ [1]

یہ تھی اک مختصر سی داستان صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کے تذکیر جذبات کی ــ لیکن کوئی بھی اصلاحی کوشش اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جبکہ خود مصلح کا کرداری وجود ان پاکیزہ جذبات کا ترجمان ہو ــــ کیونکہ تذکیر و اصلاح کے لئے کردار و عمل کی پختگی اور اقوال کی اعمال سے تائید بہت ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی اصلاحی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی ــ عمل کی زبان دہن کی زبان سے زیادہ اثر انگیز ہوتی ہے ــ کتاب وسنت میں اس کی واضح تائیدات موجود ہیں ــــ اسی بنیادی تصور سے گریز کے ناخوشگوار اثرات ہیں کہ آج سینکڑوں تقریریں کہی اور سنی جاتی ہیں ــــ ہزاروں محفلیں اسی مقدس نصب العین کے لئے ہی برپا کی جاتی ہیں اور زبان وقلم کی بھرپور توانائیاں اسی راہ کے لئے وقف ہوتی ہیں مگر معاشرہ کسی صالح انقلاب کے لئے آمادہ نظر نہیں آتا ــــ ذہن و دماغ اور کردار و عمل میں کوئی خوشگوار تبدیلی دیکھنے کو نہیں ملتی ــ اور سعادتوں کے اس محترم نقیب کی دعوت پر کسی لبیک کی آواز سنائی نہیں دیتی بلکہ اخلاقی تباہیوں اور فکری پستیوں کا بھیانک سیلاب بڑی تیزی کے ساتھ دشت وجبل، کوہ ودمن کو اپنی لپیٹ میں لینے کیلئے بڑھتا چلا آرہا ہے اور پورا چمن مستقبل کی فکر سے بے نیاز ہو کر اس کی رو میں خس وخاشاک کی مانند بہتا چلا جا رہا ہے ــ اس ابتر ماحول میں بھی سعید روحیں افراد امت کو اس گرداب بلا سے نکالنے کے لیے بے قرار نظر آتی ہیں ــ کوئی سنے تو سہی ــــ کوئی دیکھے تو سہی!

صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی فکر اس اساسی تصور کے جلوؤں سے مالا مال تھی ــ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر کوشش کامیاب ملتی ہے اور ہر قدم کامرانیوں کا پیش خیمہ نظر آتا ہے ــــ ان اسلامی تصورات کے استحکاماتی پس منظر کو انہیں کے قلم کے خوبصورت نقش ونگار میں ملاحظہ کیجئے:ــ

"امر بالمعروف کے لئے پانچ چیزوں کی ضرورت ہے ــ اوّل علم کہ جسے علم نہ ہو اس کام کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا (علم سے یہ مراد نہیں کہ وہ پورا عالم ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اتنا جانتا ہو کہ یہ چیز گناہ اور دوسرے کو بری بھلی بات سمجھانے کا طریقہ معلوم ہو کہ موثر پیرایہ سے اس کو کہہ سکے) ــــ دوم اس سے مقصود رضائے الٰہی اور اعلاء کلمۃ اللہ ہو ــــ سوم جس کو حکم دیتا ہو اس کے ساتھ شفقت و مہربانی کرے، نرمی کے ساتھ کہے ــ چہارم امر کرنے والا صابر اور بردبار ہو ــ پنجم یہ شخص خود اس بات پر عامل ہو ورنہ

[1] بہار شریعت (۹/۵۹-۱۵۸)

قرآن کے اس حکم کا مصداق بن جائے ــ کیوں کہتے ہو وہ جس کو تم خود نہیں کرتے ــ اللہ کے نزدیک ناخوشی کی بات ہے یہ کہ ایسی بات کہو جس کو خود نہ کرو اور یہ بھی قرآن مجید میں فرمایا کہ کیا لوگوں کو تم اچھی بات کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے کو بھولے ہوئے ہو (اس کا یہ مطلب نہیں جو شخص خود عالم نہ ہو وہ دوسروں کو اچھی بات کا حکم ہی نہ دے بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ خود بھی کرے اور دوسروں کو بھی کرنے کو کہے) [1] ــ کیونکہ ــ یہ بھی ممنوع ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرتا ہے اور خود انہی باتوں میں آلودہ ہے ــــ اس کو سب سے پہلے اپنی ذات کو نصیحت کرنی چاہیئے [2]

آپ اس تناظر میں صدر الشریعہ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرتے چلیں ــ قدم قدم پہ خودی کی تذکیر، نفس کا محاسبہ اور ذات کی اصلاح کی بہاریں دیکھنے کو ملیں گی جیسا کہ آپ سابقہ سطور میں اس کی ہلکی سی جھلک ملاحظہ کر چکے ــــ آپ کی ذات گرامی مذکورہ تذکیری شرائط کے معیار پہ مکمل طور سے پوری اترتی ہے ــــ علم آپ پہ ناز کرتا ہے، اخلاص عمل اور حسن نیت کی رونق آپ کے پورے وجود پہ چھائی ہوئی ہے، شفقت و محبت کے انداز کوئی آپ سے سیکھے ــــ صبر و تحمل اور بردباری آپ کا امتیازی وصف اور حسن عمل کا یہ عالم کہ پوری زندگی ہی اسوۂ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا شفاف آئینہ تھی ــــ

اب میں اخیر میں صدر الشریعۃ قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ کے ایک روشن پہلو کی جانب اشارہ کرتا چلوں جس تک شاید کم ہی نگاہوں کی رسائی ہو۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ دنیا سے بے نیازی کے بغیر طریقت کا ایک قدم نہیں اٹھ سکتا ــــ اگر اس کی محبت دلوں میں بیٹھ گئی تو پھر اسے اس راہ سے ہاتھ دھو لینا چاہیئے ــــ سیدنا سلطان المحققین مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:ــ

تم سمجھ لو کہ دنیا کے تین درجے ہیں بقدر ضرورت کھانے کپڑے اور سکونت کے واسطے ایک گھر کی حاجت ہے، اس کے علاوہ ضرورت سے زیادہ زینت وآرائش، شان وشکوہ میں داخل ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں ــ جس نے اپنی مختصر سی حاجت پر بسر کی وہ پرسشِ عقبیٰ سے آزاد ہو گیا ــ اور جو شان و شوکت کے لئے سرگرداں رہا اس نے دوزخ میں اپنا گھر بنا لیا [1]

حکیم الامت سیدنا امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ــ:

اے عزیز! معلوم ہونا چاہیئے کہ بے وفا دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کی دوستی تمام مصیبتوں کی بنیاد ہے [2] ــــ اے عزیز! معلوم ہونا چاہیئے کہ جن لوگوں نے دنیا کی برائیوں کو پہچان لیا ہے، ان کا طریقہ ایسا ہی ہوتا ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ ایسا ہی تھا ــــ عاقبت اندیش لوگ یہی ہیں ــ اگر تم اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتے تو کم از کم اتنا ہی کرو کہ جس قدر چیز کی ضرورت ہے اسی پر اکتفا کرو اور دنیاوی نعمتوں اور اس کے عیش وآرام سے احتراز کرو تاکہ بلائے عظیم میں گرفتار

[1] اسلامی اخلاق وآداب ص ۲۶۸ ۔
[2] ایضاً ص ۲۷۸ ۔

[1] مکتوبات صدی ص ۴۶
[2] کیمیائے سعادت (اردو) ص ۵۵۷

، نہ ہو جاؤں [۱]

صدرالشریعہ کی پوری زندگی، اسی مختصر سی حاجت" اور "ضرورت پر اکتفار" سے عبارت تھی ــــ ایام طفولیت سے لے کر "شباب کے سرمست و شاداب دور تک اور شباب سے ضعیفی کے لرزتے ہوئے لمحات تک کبھی بھی پر تکلف اسباب زندگی کا اہتمام نظر نہیں آتا ــــ کھیلنے کودنے کے لمحات حصول تعلیم کی مشقت خیزی میں گذرتے ہیں ــــ شباب کے زمانہ میں دین کی تبلیغ، اس کی نشر و اشاعت اور تدریس و تالیف کے صحرا کی آبلہ پائی نظر آتی ہے اور ضعیفی کے لمحات میں آلام روزگار کے صدمات سہنے پڑتے ہیں ــــ

محدث کبیر استاذی الکریم حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ بچپن کے حالات ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ــــ :

تعلیمی دور میں آپ نے علم کی دولت کس قدر مشقت سے حاصل کی، اس کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ آپ کی والدہ محترمہ ستو وغیرہ زاد سفر کی پوٹلی باندھ دیتیں اور آپ اسے لے کر گھوسی سے جونپور تک کا سفر کبھی پیدل اور کبھی تانگہ سے کرتے" [۲]

آج کی اس سہل پسند دنیا میں اس قسم کی مشقت خیزی کا تصور بھی کلفت سے کم نہیں ــــ دور شباب کے حالات کا اندازہ اس سے لگایئے کہ وطن سے دور کبھی راجستھان کے ریگزاروں میں خون جگر سے دین و سنت کا نخلستان سجاتے ہیں ــــ کبھی اہل و عیال کی کلفت آمیز مفارقت کا داغ سہتے ہوئے علی گڑھ دادوں میں علم و فن کی بساط بچھاتے ہیں ــــ اور کبھی مدتوں مرشد برحق کے تجدیدی کارناموں کو منظر عام پر لانے کے لئے اپنی ساری توانائیاں وقف کر دیتے ہیں ــــ

علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ سے ان حیرت انگیز مصروفیات کی تفصیل سنیئے ــــ :

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت صدرالشریعہ کی مصروفیات حیرت انگیز حد تک بڑھی ہوئی تھیں تدریس، پریس کی نگرانی، پروف ریڈنگ، پریس مینوں کو ہدایات، پارسلوں کی ترسیل اور فتوی نویسی وغیرہ امور تن تنہا انجام دیتے ــــ فیض رضا نے دین کے لئے کام کرنے کی وہ اسپرٹ پیدا کر دی تھی کہ تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا ــــ بعض حضرات کہا کرتے تھے ــــ "مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں" [۱]

اور ان مصروفیات کی حیرت انگیزی کا اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب آپ کی عائلی زندگی کی طرف نظر جاتی ہے ــــ کثرت عیال اور معاشی الجھنوں کے باوجود فکر معاش سے بے نیازی کا اور دین و سنت کی خدمات میں اس قدر انہماک! یہ رب کریم کی رحمتوں پر کامل اعتماد اور دنیا سے بے نیازی نہیں تو اور کیا ہے؟ ــــ معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ جاڑے کے موسم میں مقوی دوائیں دہلی سے لاکر معجون تیار کرتے اور اغنیاء کے ہاتھوں فروخت کرتے اور بقیہ دنوں میں بس تنخواہ کی اسی قلیل مقدار پر اکتفار کرتے [۲] ــــ جبکہ فن طبابت میں اس قدر مہارت تھی کہ دولت کا انبار لگا سکتے تھے ــــ مگر جس کا مذاق دینی خدمات کی لازوال

---

[۱] کیمیائے سعادت (اردو) ص ۵۵۷
[۲] یہ روایت آپ نے گذشتہ عرس امجدی ۱۴۱۵ھ کے اجلاس میں بیان کی ۱۲ رضوی

[۱] یہ روایت آپ نے گذشتہ عرس امجدی ۱۴۱۵ھ کے اجلاس میں بیان کی ۱۲ رضوی
[۲] بروایت شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی مدظلہ

نعمتوں سے آشنا ہو چکا ہو وہ اس "متاع قلیل" کی جانب دیکھنا کب گوارا کرے گا ــــ یہ توکل کا وہ اعلیٰ معیار ہے جو توفیق ایزدی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا ــــ آپ کے نزدیک دینی خدمات کس قدر اہمیت کی حامل تھیں اس کا اندازہ آپ کے اس مکتوب سے ہو جاتا ہے جسے آپ نے اپنے شاگرد رشید حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد گورداسپوری علیہ الرحمہ کو تحریر کیا تھا ــــ یہ مکتوب صحیح معنوں میں آپ کی مصروف زندگی کے داخلی تحرکات کا ترجمان ہے ــــ آپ لکھتے ہیں : ــــ

بریلی شریف ہم تمام اہل سنت کے لئے مرکز ہے اور وہ تقریباً کام کرنے والوں سے خالی ــــ وہاں کسی بلکہ کئی اچھے کارکن کی سخت ضرورت ہے ــــ میرا خیال ہے کہ چھوٹے مولانا صاحب (مفتی اعظم) ہرگز تمہیں نہیں چھوڑیں گے ــــ پہلے تم گورداسپور میں رہتے تھے اور اب گوجرانوالہ میں رہو گے ــــ کچھ بہت زیادہ فرق نہیں ــــ صرف راستہ کی بے امنی ہے جس کی وجہ سے وہ جگہ دور ہو گئی ــــ کچھ دنوں کے بعد یہ بات جاتی رہے گی ــــ مسبب الاسباب کوئی سبب پیدا فرما دے گا ــــ یہ تو ظاہر ہے کہ بال بچوں کے پاس رہنا یا قریب رہنا ہر شخص پسند کرتا ہے مگر دیندار کے لئے خدمت دین اور ضرورت دین کا خیال سب سے مقدم ہوتا ہے ــــ میں مجبور نہیں کرتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ تم خود غور کرو اور جو صورت زیادہ تر دین کے لئے مفید ہو اسے اختیار کرو [۱]

دور شباب کے بعد زندگی کے ہنگامے کچھ کم ہو جاتے ہیں اور زندگی کچھ پر سکون ہو جاتی ہے ــــ مگر غم نوں کے گرداب میں ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی حیات جب پے در پے حوادثات کی متعدد چٹانوں سے ٹکراتی ہے تو ہمت جواب دے جاتی ہے اور دنیا سے بالکل بے زار ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ زندگی کی پاکیزہ خواہشات بھی ادھوری رہ جاتی ہیں ــــ :

اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب (بہار شریعت) کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری کتاب اور بھی لکھی جائے گی جو تصوف و سلوک کے مسائل پر مشتمل ہو گی جس کا اظہار اس سے پیشتر نہیں کیا گیا تھا ــــ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے ــــ چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے جنھوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہیں رکھا کہ بہار شریعت کی تصنیف کو حد تکمیل تک پہنچاتا ــــ ــ ۷ر شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا اور ۲۵ر ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی محمد یحییٰ کا انتقال ہوا ــــ شب دہم رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ نے رحلت کی ــــ ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفیٰ کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا اور اسی دوران مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا اور ان کی اہلیہ کا ــــ اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچی کا انتقال ہوا ان پیہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا یہاں تک کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوم کے روز جب کہ فقیر تلاوت قرآن مجید کر رہا تھا آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اور اس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نظر کی کمزوری اب اس حد تک ــــ پہنچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے معذور

---

[۱] تذکرہ محدث اعظم پاکستان (۲/۴۵ - ۴۴)

ہوں لے

چار پانچ سال کی قلیل مدت میں گیارہ عزیزوں کی مفارقت کا غم ایک قلبِ ناتواں کہاں تک سہ سکتا تھا ــــ غموں کے اس کوہ گراں سے آپ کے اعصاب جواب دے گئے ــــ اے کاش! آلام روزگار نے آپ کو مہلت دی ہوتی تو آج ہماری نگاہوں کے سامنے شریعت کی بہار کی طرح طریقت کی بہار بھی فکر و عمل کی وادیوں میں ہمارے قلب و نظر کی تسکین کا سامان بن کر موجود ہوتی اور ہم آپ کے احسان و تصوف کے تعلیماتی نظریات سے مکمل طور سے آشنا ہوتے لیکن مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ ــــ

ــــ آپ کے اس اجمالی مطالعۂ حیات سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ دنیا کی رنگینیاں اور اس کی عیش و عشرت کے طرب انگیز اسباب آپ نے کبھی نہیں قبول کئے اور دنیا سے آپ کا رابطہ کفایتی ضروریات ہی تک محدود تھا اور بس!

میرا خیال ہے کہ کسی حد تک صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے باطن کے اس پاکیزہ سفر کی روداد مکمل ہو چکی ــــ اس کے سہارے منزل تک آپ کی رسائی اور سرمدی اعزازات و اکرامات سے سرفرازی کے حالات کا اندازہ ارباب بصیرت خود ہی لگا سکتے ہیں ــــ مزید تسکین کے لئے ایک عارف کامل کی یہ سند کافی ہے ــــ :

بزرگان راہ رفتہ کا قول ہے کہ بندہ کے اصل حجاب چار ہیں (۱) دنیا (۲) خلق ــــ (۳) شیطان ــــ (۴) نفس ــــ دنیا حجاب آخرت، خلق حجاب عبادت، شیطان حجاب دین نفس حجاب خدائے عزوجل ہے جب مرید زہد و عبادت پر کمر بستہ ہوا حجاب دنیا سے باہر نکلا ــــ جب گوشہ نشینی اختیار کی حجاب خلق سے دور ہوا ــــ جب اتباع سنت پر فدا ہونے لگا حجاب شیطان سے اس کو رہائی ــــ جب مجاہدۂ نفس میں اس نے قدم رکھا اور تابعداری نفس سے منہ موڑ لیا، حجاب نفس کو چیر کر باہر نکل آیا ــــ پھر کیا کہنا کشف در کشف، مشاہدہ در مشاہدہ ہے اور اس میں کچھ دیر نہیں لگتی ــــ آناً فاناً اپنے کو صحرائے شوق اور عرصۂ محبت میں پڑا پاتا ہے ــــ پھر وہاں سے ریاض رضواں اور بزم گاہ انس میں پہنچ جاتا ہے ــــ پہنچتے ہی انعام و اکرام، منعم و مکرم (خداوند تعالیٰ) سے پاتا ہے اور اس وقت یہ حال ہو جاتا ہے کہ جسم تو دنیا میں ہے لیکن دل عقبیٰ میں ہے لہ

زہد و اتقا سے سرسبز و شاداب زندگی کے لمحات آپ سے دنیا کے حجابات اٹھائے دے رہے ہیں ــــ تدریس و تصنیف اور نشر و اشاعت کے محدود دائرے خلق کے ہجوم کو قریب آنے نہیں دیتے ــــ حلقۂ ارادت بھی محدود تھا بہت مشکل سے کسی کو نسبت ارادت سے سرفراز کرتے ــــ اسوۂ سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاکیزہ عکس لئے ہوئے، نفس کی ظلمتوں سے آزاد، حسن عمل کی تجلیات سے نفس و شیطان کی ظلمتوں کو الجھنے کی ہمت کہاں؟ ــــ اسی روحانی کمال اور سلوکی ارتقاء کے نمایاں اثرات تھے کہ بعد وصال صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی یہ کرامت گھوسی اور قریب کے بے شمار لوگوں نے دیکھی کہ برسات کے سبب قبر مبارک کا ایک حصہ کھل گیا تو جس باغ میں مدفون ہیں وہ پورا باغ خوشبو سے معطر ہو گیا۔ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ مدظلہ بیان کرتے ہیں جو خوشبو یہاں سونگھنے میں آئی وہ دنیا کے کسی عطر و گلاب میں نہ ملی ــــ باغ کی خوشبو موافق مخالف سب نے محسوس کی بلکہ ایک مخالف نے یہ برملا کیا۔

لہ بہار شریعت (۱۸/۷)

لہ مکتوبات صدری (ص ۲۶۱)

(باقی ص ۱۹۶ پر)

مولانا عابد حسین مصباحی ٭

صدر الشریعہ ــ حیات و خدمات کا تفصیلی جائزہ

کارخانۂ قدرت سے عالم انسانی میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار تخلیقات اپنے اپنے وقت میں منصۂ شہود پر آئیں اور جن سے جو کام لیا جانا روز ازل میں مقدر ہو چکا تھا وہ لیا جا چکا اور لیا جائے گا، ان میں کچھ ایسے نفوس بھی آئے جو صرف اپنی ذات و غرض تک محدود رہے کچھ ایسے افراد بھی رونق افروز ہوئے جو خدمت خلق کا جذبۂ بیکراں لے کر للّٰہیت و خلوص کا پیکر بن کر انسانوں کی فلاح و بہبود، اس کی ترقی، پذیرائی، دنیا و آخرت کی سرخروئی، خیر خواہی اور مولیٰ عزوجل کے بندوں کو اس تک رسائی کا کام کر گئے۔ نیک نفسی کے ساتھ عبادت و ریاضت کی اور طلب رضائے مولیٰ میں زندگی نثار کر دی اور اپنی ہمہ گیر شخصیت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں جما دیا تو آقائے دوجہاں کے یہاں انکے درجے بلند ہوئے بندوں کے مابین بھی انہیں مقبولیت عامہ حاصل ہوئی اور انہیں عزو شرف و قدر و قیمت، محبت و الفت کی نگاہوں سے دیکھا جانا پھر ان کی طرف دل کھنچتے نظر آتے ہیں اور ہر زبان سے انکے خطبے و مدح سرائی کے نغمے سنائی دینے لگتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ــــ (سورۂ مریم آیت ۹۶)

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا فرمائے گا ــــ مزید ارشاد خداوندی ہو "لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ" ان لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کی زندگی میں بشریٰ (بامراد ہونے کی خوشخبری) ہے ایسے افراد کو مہربان خدا خود آغوش رحمت و محبت میں جگہ دیتا اور انہیں قبول عام کا رتبہ عطا فرما کر تمام آسمان و زمین والوں کے درمیان محبت و الفت اور توجہ و التفات کا مرکز بنا دیتا ہے ــــ حدیث صحیح میں ارشاد ہے۔

"اللہ عزوجل جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اس سے حضرت جبرئیل کو آگاہ فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ تم بھی اس بندے سے محبت کرو ــــ پھر تمام آسمان والوں کے دل میں اس بندے کی محبت ڈال دیتا ہے، پھر حکم دیتا ہے، زمین والوں میں ندا کر دو یہ میرا محبوب بندہ ہے سب اس سے محبت کریں اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پھر زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں" (بخاری و مسلم)

انہیں عظیم عبقری، ہمہ گیر، قدر آور، نابغہ روزگار اور تاریخ ساز ہستیوں میں صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ فقیہ اعظم، جامع معقول و منقول، تاج الفحول حضرت ابوالعلیٰ مولانا شاہ امجد علی علیہ رحمۃ القوی کی ذات ستودہ صفات ہے۔

بلاشبہ اس عالم رنگ و بو کو جن مقتدر اور باوقار شخصیتوں پر ناز ہے، جن کے علم و تقویٰ، زہد و ورع، قافلۂ انسان کی صلاح و فلاح دین و دانش کا جذبہ اور ملت و وطن کی تعمیر و ترقی کی لگن اور فکر عقبیٰ کا ڈنکا بج رہا ہے، جن کی طلعت جمال جہاں آرا سے کاروان فکر و فن کی راہوں میں اجالا بکھر رہا ہے، دنیائے تعلیم و تدریس کے بڑے بڑے کشور کشاں جن کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرنے میں فخر و انبساط محسوس کرتے ہیں اور جن کے افکار، رسم افتاء اور دوررس نگاہوں میں ہر زمانہ جھکتا ہے ان میں علم و فن کے بحر ذخار حضرت صدر الشریعہ حکیم مولانا امجد علی اعظمی کا نام آسمان کی بلندیوں پہ یہ روشن و تاباں اور چمکتا دمکتا نظر آئے گا۔

٭ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور بہار

بحوالہ خزائن العرفان تحت آیت بالا و انوار مفتی اعظم مقالہ حضرت مفتی شریف الحق صاحب

صدر الشریعہ کی ذاتی خوبیاں

انسان دو طرح کی خوبیوں سے شہرت و ناموری، عزت وعظمت پاتا اور لوگوں میں چمکتا نظر آتا ہے۔

(۱) اضافی :۔ انسان کے اندر وہ خوبیاں جو کسی خارجی اسباب وعلل، رشتہ ناتہ، اعلیٰ خاندان یا بڑے آدمی سے منسلک ہونے یا کافی دولت وثروت کے مالک ہونے سے حاصل ہوں۔ جیسے کسی کی عزت اس لیے ہو کہ وہ بہت دولت مند ہے یا عالی نسب باپ کا بیٹا ہے۔

(۲) ذاتی :۔ وہ خوبیاں جو انسان کی اپنی ذات سے متعلق ہوں، اس نے اپنی کد وکاوش، محنت ومشقت اور انتھک کوششوں سے حاصل کی ہو۔ (مثلاً اپنی کوشش سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور کتابیں لکھ کر قوم کو انمٹ ذخیرہ دیا، اقوام کی تعمیر وترقی کی داغ بیل ڈالی، دلوں کی دنیا میں اچھے نقوش ثبت کیے) یا اس کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے وہبی طور پر بغیر اس کی محنت ومشقت کے ایسی خوبیاں ڈال دیں کہ جن کے سبب اس کی قدر وقیمت لوگوں کے دلوں میں جم گئی، اس کو خداداد حسن وزیبائش، دلکشی ورعنائی، فنی صلاحیت اور ذہانت وفطانت مل گئی۔

بسا اوقات اضافی محاسن سے بھی اگرچہ آدمی کو صاحب فضل وکمال اور متصف بہ شہرت وناموری سمجھا جاتا ہے لیکن ذاتی واصلی محاسن کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ نفس الامر میں یہی خوبیاں انسان کو عزو شرف کے اوج ثریا تک پہونچاتی ہیں جس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اِنَّا جَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ"۔ یقیناً ہم نے تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں اس لیے بانٹا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بیشک تم میں زیادہ مکرم وباعزت وہ شخص ہے جو زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری والا ہے ۔۔۔

استاذ گرامی مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی رقمطراز ہیں،

"عظیم شخصیتوں کی تعمیر میں بہت سے اسباب وعلل وعوامل دخیل ہوا کرتے ہیں خاندان کی اعلیٰ روایتوں کا بھی فیض ہوتا ہے۔ اور کبھی دولت وثروت کی کرشمہ سازیاں ہوتی ہیں۔ وسیع تعلقات کا بھی اثر ہوتا ہے۔ اور کبھی حالات کی سازگاری بھی ترقی درجات کا سبب بنتی ہے۔ بسا اوقات ملق وچاپلوسی اور ضمیر فروشی کر کے بھی انسان اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھ کر عارضی شہرت وناموری کی تاریخ مرتب کر لیتا ہے۔ اور جابرانہ طاقت وقوت کا مظاہرہ کر کے دوسروں کا حق غصب کر کے بھی انسان اپنے آپ کو ایک بڑا انسان سمجھ بیٹھتا ہے۔ صفحات تاریخ میں ایسی بے شمار شخصیتیں محفوظ ہیں کہ اپنے دور اقبال میں ان کے فضل وکمال، عزت وعظمت، قوت وشجاعت شہرت وناموری کے ترانے گائے گئے اور بہت سے قیمتی افراد ان کی مدح ستائش میں رطب اللسان بھی رہے۔

لیکن بڑی عظیم ہے وہ شخصیت اور بڑا صاحب فضل وکمال ہے وہ انسان جو اپنے دل ودماغ، اپنی محنت وکاوش، اپنی قوت بازو سے علم وفضل کی شاخوں پہ آشیانہ بنائے ۔۔۔ اپنے علم وہنر کا فیض بانٹے۔ خود اعتمادی اور خدا اعتمادی کے ساتھ اپنی تاریخ کی دھرتی پر ایک عہد آفریں انقلاب برپا کرے۔ اپنے گوناں گوں کارناموں سے شہر در شہر اپنے خیر وبرکت کی تقسیم کرے۔ اور اپنی زبان وقلم، کردار وعمل اور اپنے ناقابل شکست عزم وحوصلہ، تدبر وذہانت اور قوت ارادی کی بے پناہ طاقت کے ساتھ میدان میں اترتے ہیں[۱]"

اب ہم حضور صدر الشریعہ کے اضافی محاسن سے قطع نظر آپ کی ذاتی خوبیوں اور محاسن وکمالات اور ہمہ جہت شخصیت کا سرسری جائزہ لیتے ہیں ۔۔۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ اپنی ذاتی خوبیوں میں ہر زاویے سے بلند پایہ نظر آتے ہیں۔ تدریس وتقریر، افہام وتفہیم تصنیف وتالیف، ملت کی اصلاح وترقی، تقویٰ وپرہیزگاری، اطاعت الٰہی اتباع سنت، کردار سازی اور مرد سازی ہر میدان میں بلند مقام رکھتے تھے۔ خوف الٰہی اور عشق رسول سے خود بھی سرشار رہتے اور

---

[۱] رسالہ تین برگزیدہ شخصیتیں ص ۴۹

اپنے ماننے والوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ احکام شرع پر پابندی تو گویا آپ کی گھٹی میں پلا دی گئی تھی۔

احکام شرع کا التزام

اہل علم کو معلوم ہے کہ خرید وفروخت میں جہاں مبیع کا معلوم ہونا ضروری ہے وہیں اس کی قیمت کا معلوم ہونا بھی لازم ہے ورنہ بیع فاسد ہوگی۔ بائع ومشتری کے مابین نزع واختلاف بھی پیدا ہوگا۔ اور دونوں گنہ گار بھی ہوں گے لہٰذا ہمیشہ دھیان میں رکھنا چاہیئے کہ وہ اشیاء جن کی قیمت عام طور لوگوں کو معلوم نہ رہتی ہو ان کے دام طے لیا کریں۔ شرع شریف کے اس مسئلہ پر حضرت قدس سرہ کا عملی نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔

قریبًا بارہ سال پیشتر جب میں (راقم الحروف) مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ میں زیر تعلیم تھا اس دوران پاکستان کے عظیم دینی رہنما حضرت مولانا مفتی ظفر علی صاحب جنہیں آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے الجامعۃ الاشرفیہ تشریف لائے۔ حضرت صدر الشریعہ کے شاگرد اور صاحب علم وفضل ہونے کے سبب اساتذۂ اشرفیہ نے حافظ ملت ہال میں استقبالیہ جلسہ منعقد کیا۔ اساتذۂ کرام کے تعارف کرانے کے بعد مفتی موصوف نے خطاب فرمانا شروع کیا دوران تقریر حضرت صدر الشریعہ کے اتباع شریعت کا التزام اور آپ کے ساتھ طلبہ کی والہانہ عقیدت ومحبت اور خدمت گذاری پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ واقعہ بیان کیا۔

"ایک مرتبہ استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے غلہ خرید کر لانے کو فرمایا، ہم چند طلبہ گئے اور بغیر بھاؤ طے کئے راشن دوکان سے سامان خریدا اور بیٹھ پر لاد کر حضرت کی بارگاہ میں پہنچے۔ حضرت نے فرمایا کیسے دیا، قیمت معلوم کی؟ ہم لوگوں نے عرض کیا نہیں! حضرت نے ہم لوگوں کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہمیشہ بھاؤ طے کر کے اور قیمت معلوم کر کے سامان لینا چاہیئے۔ اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت ونصیحت حاصل کریں جو کسی دوکان میں جاتے اور قیمت معلوم کئے بغیر مختلف سامان خریدتے اور پیسے ادا کر دیتے ہیں اور اپنی طبیعت سے جتنا روپیہ لینا ہوتا ہے دوکان سے لے لیتا ہے اور سامان کا بل دے دیتا ہے۔

فیضان تدریسی

حضرت کے اندر مرد سازی، کردار سازی اور مدرسانہ قوت وصلاحیت غضب کی تھی چنانچہ حضرت محدث کبیر قبلہ لکھتے ہیں۔

فقیہ اعظم ابی المکرم حضور صدر الشریعہ مصنف "بہار شریعت" علیہ الرحمۃ والرضوان فیض رسانی کے معاملہ میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ بے شمار افراد آپ کے فیض تعلیم وتربیت سے مالامال ہوئے، ہند وپاک کے اہل سنت کی تقریبًا نوے فیصد درسگاہیں آپ ہی کے تلامذہ سے آباد ومنور ہیں۔ حضور صدر الشریعہ کے فیضان کی ایک منفرد خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ ایک طرف اگر آپ کے تلامذہ علم وعمل کے سنگم نظر آتے ہیں تو دوسری طرف روحانیت کے علمبردار اور تصوف واخلاق کی واضح تصویر بھی دکھائی دیتے ہیں۔

اکابر امت کے تاثرات

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ ایسی ہے کہ اپنے وقت کی عظیم شخصیتوں نے آپ کی جلالت علمی، فقاہت اور تدریسی قابلیت کا اعتراف کیا ہے ۔۔۔

آپ کے بارے میں خود امام اہلسنت مجدد اعظم شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا ارشاد گرامی ہے ۔۔۔

"امجد علی کو درس نظامی کے تمام فنون میں کافی دسترس حاصل ہے اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت بلند ہے۔" اور ایک دوسرے موقع پر یوں فرمایا۔ آپ، یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتاء سنا یا کرتے ہیں اور جو جواب دینا ہوں لکھتے ہیں ۔۔۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی[۱]

(۲) آپ کے شفیق استاذ علامہ وصی احمد محدث سورتی حافظ بخاری شریف نے فرمایا، "مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے"

(۳) استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری آپ کے بارے میں فرماتے ہیں" شاگرد ایک ہی ملا وہ بھی بڑھاپے میں"۔

---

[۱] ماہنامہ اشرفیہ مجاہد ملت نمبر ص ۸۲

(۴) اسی طرح آپ کے معاصرین میں سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری قدس سرہ نے ایک موقع پر فرمایا۔ مولانا امجد علی صاحب جواب دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے"۔

(۵) حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ آپ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں ــ " یہ اعلیٰ حضرت کے احب الخلفاء ہیں "۔

(۶) نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خان شیروانی نے اپنے مدرسہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ (۱۳۵۷ھ ــ روداد) کے سالانہ جلسہ میں آپ کے بارے میں اپنا یہ تاثر بیان کیا ــ

"میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں۔ ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں۔ [۱] "

درس نظامیہ میں مہارت

چودھویں صدی کے علماء اہلسنت کو جہاں بہت سے خصائص سے ممتاز کیا گیا تھا وہیں ان کو یہ خصوصیت بھی عطا کی گئی تھی کہ وہ ذہانت و فطانت، حفظ و یادداشت اور کتابوں کو ازبر کرنے میں کمال عروج کو پہونچے ہوئے تھے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا تو کہنا ہی کیا! انہیں تو بے شمار کتابوں کی فقہی عبارات و مسائل کے جزئیات ہمیشہ ذہن میں مستحضر رہتے۔ ایک مرتبہ کسی کتاب کا مطالعہ کر لینا کافی ہوتا اور مہینوں تک پوری کتاب ذہن میں محفوظ رہتی جس کے کئی شواہد آپ کی تصنیفات اور کتب سوانح حیات میں محفوظ ہیں ــ وقت کے جلیل القدر حافظ الحدیث حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات

[۱] ــ تین برگزیدہ شخصیتیں ص ۶۹-۶۸

بابرکت ایسی ہے کہ جہاں آپ کو ان گنت کتب حدیث پر عبور رکھتا وہیں پوری بخاری شریف زبانی یاد اور بالکل ازبر تھی۔ خدائے ذوالمنن کے فضل و کرم سے حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ کو بھی آپ کے ان دونوں استاذ کے صدقے و طفیل وہ ذہن و فکر اور حافظہ ملا کہ زمانہ عش عش کرے ــ

درس نظامیہ کی کتابیں خواہ منطق و فلسفہ کی ہوں یا حدیث و فقہ ــ اور تفسیر کی ان پر آپ کی گہری نظر تھی۔ ان کی عبارات و مفاہیم ہمہ وقت ان کی نظروں کے سامنے آئینے کی طرح روشن و جھلکتی ہوئی ہوتیں ــ کمال مہارت و دسترس کا عالم یہ تھا کہ بڑے سے بڑے اداروں میں امتحان لینے گئے۔ ایک سے ایک طباع و فطین طلبہ سے سابقہ پڑا اور امتحان لئے جانے والی کتاب کو اپنے سامنے نہ رکھا طلبہ اپنے سامنے کتابیں رکھ کر امتحان دے رہے ہیں۔ مگر آپ کے پاس کتاب نہیں۔ اس کے باوجود جس طالب علم نے جہاں سے اپنا امتحان دینا شروع کیا اور اس سے متعلقہ عبارت پڑھی تو اس کے ترجمے یا توضیح و تشریح میں ایسی گرفت فرماتے کہ اس سے نکلنے کی مجال دم نہیں رہتی ــ

۱۔ ۳ ر ذی الحجہ ۱۵ھ مطابق ۴ رمئی ۱۹۹۵ء کو مولانا قاری محمد حسین صاحب مصباحی امام جامع مسجد جگسلائی میں سعید صاحب فروٹ مرچنٹ کے یہاں ایک مجلس میں ہم (کاتب الحروف و دیگر جید اساتذۂ فیض العلوم) سے فرمایا کہ حضور صدرالشریعہ کا علمی رعب و دبدبہ بہت زیادہ تھا۔ جس سال آپ کو اہلسنت کی مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ میں امتحان لینے کے لئے دعوت دی جاتی اور طلبہ کو معلوم ہو جاتا کہ حضور صدرالشریعہ تشریف لا رہے ہیں تو طلبہ کانپنے لگتے۔ ہراساں و ترساں ہوتے۔ اور کتابوں کی تیاری خوب زور و شور سے کرنے لگتے تھے۔ اور جب امتحان لینے لگتے تو آپ کبھی اپنے سامنے کتاب نہیں رکھتے اور نہ ہی عبارات دیکھتے۔ آپ اختیار دے دیتے جو جہاں سے چاہتا پڑھتا پھر اسی عبارت سے متعلق ترجمہ و تشریح کی بحث اور سوال و

جواب کا سلسلہ چل پڑتا۔ مگر اخیر میں کوئی ایسا سوال ضرور لا دیتے کہ وہ پھنس جاتا اور اس سے راہ فرار اختیار نہیں کر پاتا۔ (اور پھر حضرت قاری موصوف نے ایک بڑے ذہین طالب علم کی نشاندہی کی جو ان کے ساتھ بخاری شریف کے امتحان میں شریک تھے اور آج ایک عظیم بے باک دینی رہنما مانے جاتے ہیں کہ انہیں بھی حضرت صدرالشریعہ نے بحث و تمحیص کے بعد بالکل ساکت و لاجواب کر دیا)

آپ کے سامنے یہ ان عظمت والے طلبہ اور اس جلالۃ العلم حافظ قوم و ملت کے شاگردوں کا حال ہے جن کا علمی سکہ پوری دنیا میں بیٹھا ہوا ہے اور جن کے سامنے ایوان بدمذہب کے فصحاء و بلغاء اور وقت کے علم داں و فنکار ایسے دبے لچے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ان کے منہ میں زبان نہیں یا جسم میں جان نہیں ــ

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم ــ اذا جمعتنا یا جریر المجامع ـ

۲۔ ۲۴ ر ذوالحجہ ۱۵ھ کی بات ہے۔ پیر طریقت حضرت مولانا غلام آسی پیا سے مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں ملاقات ہو گئی۔ یہ دریافت کرنے پر کہ حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ کے تبحر علمی کے تعلق سے کوئی اہم واقعہ آپ کے علم میں ہو تو بتائیں حضرت نے فرمایا مولانا! میں اپنے فارغ اوقات میں حضرت کے در دولت پر حاضر ہوتا اور کچھ نہ کچھ پڑھتا رہتا تھا۔ حضرت صدرالشریعہ جب پڑھاتے تو محسوس ہوتا کہ ایک ایک کتاب کے کئی کئی حاشیے ازبر ہیں خصوصاً حاشیہ قاضی مبارک مصنفہ مجاہد آزادی امام المنطق والفلسفہ علامہ فضل حق خیرآبادی، و علامہ عبدالحق خیرآبادی (چند اور کتابوں کے حاشیے کا ذکر مولانا موصوف نے کیا مگر راقم کو یاد نہ رہا) تو بالکل ازبر تھے۔

حضرت مولانا ممدوح نے اسی ضمن میں ایک واقعہ سنایا جو حضرت صدرالشریعہ کے تبحر علمی اور حفظ و یادداشت پر روشن دلیل ہے۔ فرمایا کہ

" جب آپ زندگی کے آخری ایام سے گذر رہے تھے اور بینائی متاثر ہو چکی تھی (کئی افراد خانہ کے پے در پے انتقال پر ملال اور پیہم حادثات کے سبب) تو ایک دن کیا دل میں آیا کہ درد تعلیم و تربیت سے تڑپ اٹھے اور اپنے بڑے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری قدس سرہ سے فرمایا کہ فلاں فلاں بزرگ کا حاشیہ فلاں جگہ الماری میں ہے اسے لے آؤ۔ وہ لے کر آئے تو فرمایا اس اس صفحہ پر یہ عبارتیں ہیں میں انہیں پڑھتا ہوں تم ملاؤ ــ پھر علامہ موصوف نے حاشیہ قاضی مبارک وغیرہ لا کر مذکورہ صفحہ کھولا۔ ادھر حضرت زبانی عبارت پڑھتے جاتے اور علامہ موصوف ملاتے جاتے، حضرت کی عبارت میں سر مو فرق نہ تھا "

یہ تھا علم و ہی جس پر امتداد زمانہ کی گرد نہیں پڑتی ــ خوش بخت ہیں وہ حضرات جنہوں نے علم لدنی صرف سنا ہی نہیں بلکہ مشاہدہ بھی کیا ــ اس واقعہ سے جہاں آپ کے حافظے اور کتابوں کے ازبر ہونے کا پتہ چلتا ہے وہیں اس امر پر خاصی روشنی پڑتی ہے کہ حضرت صدرالشریعہ اپنے صاحبزادوں اور شاگردوں کو علم کے معاملے میں کس رنگ میں رنگنا چاہتے تھے۔ لاریب وہ مزاج دینا چاہتے تھے کہ علم صرف کاپی و کاغذ پر قلمبند کر لینے یا کتاب ہی پر تکیہ کر لینے کا نام نہیں بلکہ اسے لوح دل پر ثبت کر لینے کا نام ہے کہ کاپی و کتاب تو غائب ہو سکتی ہے پھر اس کے کھو جانے سے زندگی کا سارا سرمایہ کھو جائے گا لیکن دل ہمیشہ کا ساتھی رہتا ہے لہٰذا اگر اس میں علم کو محفوظ کر لیا جائے تو تہی دامنی کا شکار نہیں ہوا جا سکتا۔

حجۃ الاسلام سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ الباری کا معروف و مشہور واقعہ اس سلسلہ میں نوشتہ عبرت ہے۔

حضرت صدرالشریعہ کی آواز کی بلندی

جس طرح جسمانی طاقت و قوت عقل و خرد، شجاعت و بہادری اللہ کی نعمتوں میں ہے اور انسانی کمالات میں شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح مؤثر انداز گفتگو

زور بیانی اور بلند آوازی بھی ہے کہ ہر مخاطب اچھی طرح سن لے اور اس کے دل و دماغ میں گھر کر جائے۔ اللہ تعالیٰ کے افضال میں سے ایک عظیم فضل ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارکہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شیخ محقق دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ جلد اول میں لکھتے ہیں — "جہاں تک کسی کی آواز نہ پہنچ سکی تھی وہاں تک آپ کی آواز بے تکلف پہنچ جاتی تھی۔ خصوصاً ایسے خطبوں کی آواز جو نصیحت، تخویف یا خدا سے ڈرانا ہوتا تھا چنانچہ پردہ میں بیٹھی ہوئی مستورات بھی آپ کی آواز سنتی تھیں۔ آپ نے ایام حج میں منیٰ میں جو خطبہ دیا تھا اس نے تمام لوگوں کے کان کھول دیئے۔ اور ہر ایک نے اس خطبہ کو اپنی اپنی منزلوں میں سنا — (منیٰ میں دور و نزدیک جو بھی تھا ہر ایک نے سنا) ع۱

اور آپ کے شہزادے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بلند آواز اور مؤثر انداز بیان کے مالک تھے۔ مشہور ہے کہ آپ کی مجلس وعظ میں ہزاروں افراد ہوتے اور ہر ایک کو بلا تکلف آواز پہنچتی تھی۔ جب ہم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی خصوصیات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندر بلند آوازی کی خصوصیت موجود تھی۔

الجامعۃ الاشرفیہ میں دوران تعلیم استاذ گرامی حضرت مولانا نصیر الدین صاحب استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے ہم سے فرمایا" کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی آواز بہت بلند تھی — جب وہ تقریر فرماتے تو دیولی (مبارک پور کے قریب ایک گاؤں) تک آپ کی آواز پہونچتی تھی"۔ اسی طرح فاضل اشرفیہ مولانا قاری محمد حسین صاحب خطیب جامع مسجد جگسلائی جنھیں حضرت صدر الشریعہ سے شرف لقا حاصل ہے کہ حضرت صدر الشریعہ ہی نے ان کے آخری سال بخاری شریف وغیرہ کا امتحان لیا تھا۔ انھوں نے ۱۴ اپریل ۱۹۹۵ء کو ایک ملاقات میں فرمایا "کہ حضرت صدر الشریعہ کی آواز دوران تقریر بہت بلند ہوتی تھی۔ گولا بازار کے پروگرام میں کافی مجمع رہتا تھا اور حضرت تقریر فرماتے اور ہر ایک تک آواز بخوبی پہنچتی تھی"۔

ان واقعات کی تصدیق حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے انداز تقریر و بیان سے بھی ہوتی ہے۔ آپ کی زیارت اور تقریر سے مشرف ہونے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ دیکھنے میں کمزور معلوم ہوتے تھے مگر جب کرسیٔ خطابت پر بیٹھتے تو جو حصہ زیادہ اہم ہوتا اسے خوب زور بیانی اور بلند آواز میں بیان فرماتے تاکہ بات پورے طور پر قلب و دماغ میں اتر جائے — اور یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز پورے طور پر آئینہ دار تھے، اپنے استاذ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کے، اپنی رفتار و گفتار اور وعمل وغیرہ میں انہیں کے نقش قدم پر اپنے کو ڈھالا اور اتباع رسول میں اپنی سیرت و اطوار کو انہیں کے رنگ میں رنگ دیا۔

بریلی شریف دار القضاء کا قیام اور اس کے لئے قاضی کا انتخاب

یہ بات سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ مینارۂ علم و فن، ماہتاب رشد و ہدایت معتمد عرب و عجم ہمدرد قوم و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو قوم و ملت کے مسائل کے حل اور ان کے فیصلہ و قضاء کے لئے دار القضاء کے خیال نے جب بے چین دبے قرار کیا تو اسے قائم کرکے آپ نے قاضی کے لئے ۱۳۳۹ھ میں حضرت صدر الشریعہ کو منتخب کیا۔ جس سے آپ کی ذہانت، استحضار، فقاہت اور منصب قضاء سنبھالنے کی قوت و قابلیت کا اندازہ لگتا ہے — حضرت برہان الحق جبل پوری قدس سرہ رقم فرماتے ہیں۔

"بریلی شریف میں دار القضاء شرعی کے لئے قاضی شرع اور ... شرع کو شرعی احکام واعانت کے لئے مفتی کی ضرورت ہوتی ... اس سلسلہ میں ایک دن صبح قریب ۹ بجے اعلیٰ حضرت مکان ... باہر تشریف لائے تخت پر قالین بچھانے کا حکم فرمایا۔ ہم سب ... زدہ تھے کہ حضور یہ اہتمام کس لئے فرمارہے ہیں۔ پھر حضرت ... اہلسنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں آج ... بریلی میں دار القضاء بریلی کے قیام کی بنیاد رکھتا ہوں اور انہیں اپنی ... بلاکر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر قاضی ... منصب پر انہیں بیٹھا کر فرمایا — میں آپ کو ہندوستان ... لئے قاضی شرع مقرر کرتا ہوں — مسلمانوں کے درمیان ... ایسے کوئی مسائل پیدا ہوں جن کا شرعی فیصلہ قاضی شرع ہی ... سکتا ہے وہ قاضی شرعی کا اختیار آپ کے ذمے ہے — پھر ... پڑھ کر کچھ کلمات فرمائے جن کا اقرار حضرت صدر الشریعہ نے کیا — حضرت صدر الشریعہ نے دوسرے ہی دن قاضی شرع کی حیثیت سے پہلی نشست کی اور وراثت کے ایک معاملہ کا فیصلہ فرمایا۔ ع۱

حضرت صدر الشریعہ اور تحریک ترک موالات

حضرت صدر الشریعہ اپنے اندر دین کا بہت جذبہ رکھتے تھے اور ہمیشہ قوم مسلم کی اصلاح اور تعمیر میں حصہ لیتے — یہی وجہ ہے کہ محسن قوم و ملت مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے جب سے وابستہ ہوئے برابر ان کی معاونت کرتے اور آج دس سال ہوگئے کہ برابر انجمن فیضان ملت فیض العلوم جمشید پور اور دیگر انجمنوں کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے عرس امجدی میں راقم السطور دوران تقریر برملا اور بڑے فخر سے کہتا ہے کہ افراد اہل سنت پر صدر الشریعہ کا یہ احسان عظیم ہے کہ آپ نے مجدد اعظم سے ترجمۂ قرآن مقدس کروا کر اور خود بہار شریعت لکھ کر مسلمانوں کے ایمان و عقائد کی حفاظت فرمائی ہے —

۱۹۲۰ء میں ابو الکلام آزاد اور گاندھی کی تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ہندو مسلم اتحاد بہت زور و شور کے ساتھ مسلمانوں کے دین و ایمان کو برباد کرنے کے لئے چلائی گئی، ابو الکلام آزاد کی صدارت میں ان موضوعات پر ایک کھلا اجلاس بریلی شریف میں ہوا — اس میں مجدد اعظم نے ابو الکلام آزاد اور اس کے حواری موالی کی سخت گرفت کی اور اس کے غیر اسلامی رویے اور اقوال کفریہ پر سخت اعتراضات کئے — جو ستّر سوالات پر مشتمل تھے اور ان سوالوں کو ایک وفد کے ذریعہ بھیجا — ان میں حضرت صدر الشریعہ بھی تھے۔ — ان سوالات کو ترتیب دینے والی ذات گرامی حضرت صدر الشریعہ کی ہے — جن کا جواب دینے سے ابو الکلام آزاد اور اس کے متبعین عاجز و قاصر رہے — اور آج تک یہ ان پر قرض ہے جس سے سبکدوش نہیں ہوا جا سکتا —

حضرت برہان الحق جبل پوری قدس سرہ لکھتے ہیں — اعلیٰحضرت کے موقف کے مطابق مولانا امجد علی صاحب کے مرتب کردہ ستر سوالات کا مجموعہ مسمی بہ" اتمام حجت نامہ"، طویل اشتہار کی شکل میں چھپ چکا تھا اور وفد کے جانے سے پہلے اجلاس عام کے منتظمین کو بھیجا جا چکا تھا تاکہ ان سوالات کا جواب تیار رکھیں —

علماء کا وفد ۹ بجے شب کانگریسی جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ میرے علاوہ بے شمار علماء اور عام اہلسنت بھی وفد کے ہمراہ بڑے وقار و تحمل کے ساتھ جا رہے تھے — صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے مجھے اپنے درمیان لے لیا — ہم جلسہ گاہ پہنچے بہت بڑا اجتماع تھا۔ ع۲

حضرت صدر الشریعہ کے مرتب کردہ ان سوالات کے اندر کتنی پختگی اور سچائی ہے اسے خود ابو الکلام کی زبانی معلوم کیجئے۔

"بعض باتیں حقیقت ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اب ہمیں آزادی کا جو مسئلہ حل کرنا ہے اس کے آگے یہ تمام باتیں فی الحال زیادہ توجہ کے قابل نہیں ہیں مگر احتیاط بہرحال ضروری ہے"۔۔۔۔

"روانگی کے وقت ابو الکلام آزاد نے اپنی شکست کا جو اعتراف کیا ہے اور اہلسنت کو جو کامیابی ملی اسے حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی جو علمائے کرام کے ساتھ وہاں موجود تھے) کے خط سے ملاحظہ کیجئے جسے انھوں نے فاضل بریلوی کے نام اہلسنت کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے ان ہی ایام میں تحریر فرمایا تھا۔۔۔۔

"روانگی کے وقت بریلی اسٹیشن پر ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابو الکلام جس وقت بریلی سے جارہے تھے میں ان کے ساتھ تھا۔ وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ان کے (احمد رضا اور ان کے متبعین کے) جس قدر اعتراضات ہیں حقیقت میں سب درست ہیں۔۔۔۔ ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہوسکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے۔ ع۱

خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور صدر الشریعہ کے مرتب کردہ سوالات کا یہ حال ہے کہ ان کے جواب دینے میں اغیار و حزب مخالف کجیانے لگتے اور ہمت ہار دیتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آپ مجدد و بزرگی اور علم میں پختہ تھے۔۔۔۔ اسی لئے تو اعلحضرت نے فرمایا۔۔۔۔

بلکہ رضا کے شاگردوں کا۔۔۔ نام لئے گھبراتے یہ ہیں
میرا امجد مجد کا پکا۔۔۔ اس سے بہت کجیاتے یہ ہیں

ع۱ تین برگزیدہ شخصیتیں ص۸۶ رضوی کتاب گھر بھیونڈی مطبوعہ۔

عالم کی تعریف اور حضرت محدث اعظم کا تاثر

۲۴ ذوالحجہ ۱۵ھ ۔ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۹۵ء کو راقم سے پیر طریقت فیض العارفین حضرت غلام آسی پیا زید مجدہ نے عالم و جاہل کی تعریف پر صدر الشریعہ کے جامع الفاظ کا واقعہ سنایا جو بڑا ہی دلنواز ہے۔

انھوں نے فرمایا کہ بریلی میں ایک مجلس میں حضرت صدر الافاضل حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں، حضرت محدث اعظم کچھوچھوی اور صدر الشریعہ قدس سرہم جیسے بڑے بڑے علماء موجود تھے اور میں بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت محدث اعظم قدس سرہ العزیز نے سبھوں سے عالم کی تعریف دریافت کی ان بزرگوں میں سے ہر ایک نے فرداً فرداً عالم و جاہل کی تعریف کی اخیر میں حضرت محدث موصوف نے حضرت صدر الشریعہ سے مخاطب ہوکر عرض کیا آپ کے نزدیک عالم کی کیا تعریف ہے بیان فرمایئے؟ حضرت نے فرمایا کہ میرے نزدیک عالم و جاہل کی ایک ہی تعریف ہے۔ اس جملہ پر سارے بزرگ چونک گئے کہ آخر علم و جہل تو دو متضاد چیزیں ہیں دونوں کی ایک ہی تعریف کیسے ہوگی لیکن حضرت محدث اعظم کہنے لگے سبحان اللہ سبحان کیا کہنے ارشاد ہو! ۔ اس کے بعد حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک جاہل و عالم دونوں کی تعریف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ "جس کا پڑھا بے پڑھا دونوں برابر ہو"۔ یہ سن کر مجلس میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور مسرت میں جھومتے ہوئے حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ اہل مجلس کی طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے سبحان اللہ، سبحان اللہ! کیا خوب تعریف ہے کہ ایک ہی میں عالم کی تعریف بھی ہے اور جاہل کی بھی یعنی عالم وہ ہے کہ کچھ پڑھا ہے وہ تو ازبر ہے ہی اور جس چیز کو نہیں پڑھا اور معلوم ہے۔ اور جاہل وہ ہے کہ جس چیز کو نہیں پڑھا وہ تو اس کے نزدیک نامعلوم و مجہول ہے ہی۔ اور جسے پڑھا اسے بھی طاق پر رکھ دیا گویا وہ پڑھ کے بھی بے پڑھا ہے۔

اس سے حضرت صدر الشریعہ کی تبحر علمی اور خوبی بیان اور بلاغت کا اندازہ لگایئے کہ کتنی خوش اسلوبی کے ساتھ اور کتنے مختصر الفاظ میں کسی مفہوم کی تعبیر فرمادیتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی یہاں ملاحظہ کرنے کے قابل ہے کہ تاریخ ساز و متبحر شخصیتوں کی نظر میں آپ کا علمی وقار کتنا تھا کہ اخیر میں آپ ہی کی طرف کسی مسئلہ کے سلجھانے میں رجوع کیا جاتا ہے اور اس کے قول کو فیصل کی حیثیت دے کر حرف آخر سمجھا جاتا ہے

حضرت مفتی اعظم ہند کا آپ پر اعتماد

سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد علی الاطلاق اور حضرت حجۃ الاسلام کے دار الافتاء بریلی کے تشخص کو برقرار رکھنے میں مفتی اعظم ہند سیدی محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ سرخیل کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی فقاہت، علمی وقار، فضل و کمال اور تقوی و پرہیزگاری کا زمانہ معترف ہے آپ اپنے وقت میں فقہی بصیرت اور علمی استحضار میں تو اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ بغیر کتاب دیکھے کسی استفتاء کا جواب برجستہ مفصل طور پر دیتے۔۔۔۔

اس کے باوجود حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا تفقہ ملاحظہ کیجئے کہ بسا اوقات حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان آپ کے اوپر اعتماد فرماتے تھے۔۔۔ حضور محدث کبیر رقم طراز ہیں۔۔۔۔ "حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز جب اپنے آخری سفر حج کو روانہ ہوئے تو شاہ گنج اسٹیشن سے بخار ہوگیا۔۔۔ اور بریلی شریف پہنچتے پہنچتے بخار نے اتنی شدت پکڑلی کہ اکثر بے ہوشی کا سا عالم ہوتا۔۔۔ اس وقت بریلی میں مولانا مجیب الاسلام صاحب ادروی خدمت و عیادت میں مصروف تھے۔۔۔ ان کا بیان ہے کہ انھیں ایام میں حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کی خدمت میں چند مسائل کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی جواب مستحضر نہیں ہے۔۔۔ اور سفر حج کی تیاریوں کی وجہ سے کتاب دیکھنے کی فرصت بھی نہیں ہے۔۔ صدر الشریعہ کے سامنے پیش کرو۔۔۔ وہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کو سنائے گئے آپ نے اسی شدت مرض کے عالم میں بستر علالت پر لیٹے ہی لیٹے تمام سوالات حل فرمادیئے"۔ ع۱

۲۔۔۔ تحریک خلافت کے دوران مسٹر ظفر بی۔ اے کی ایک نظم بعنوان "نالۂ خلافت" کئی بار شائع ہوئی پھر، جون ۱۹۲۵ء کے اخبار "زمیندار" میں وہی نظم فیصلۂ کفر و اسلام کے عنوان سے دوبارہ منظر عام پر لائی گئی۔۔۔ اس کے تین اشعار یہ ہیں۔

یہ سچ ہے کہ اس پہ خدا کا چلا نہیں قابو
مگر ہم اس بت کافر کو رام کردیں گے
بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں
وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کرلیں گے
جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی
خدا خدا نہ سہی رام رام کرلیں گے

کوئی بھی مومن ان گندے اشعار کو پڑھے گا تو وہ ضرور متنفر و بیزار ہوگا کہ یہ سراسر اسلام کے منافی ہیں۔ معاذ اللہ۔۔۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان سے جب اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا براہین و دلائل سے تفصیلی مبرہن جواب مرقوم فرمایا۔۔۔ لکھا کہ شعر اوّل کے دونوں مصرع کفر خالص ہیں۔

پہلے میں صاف تصریح کی کہ اس بت پر خدا کا قابو نہ چلا معاذ اللہ۔ بے شک ان اشعار کا قائل و قابل کافر۔۔۔ اور جو اس کے کفر و مستحق عذاب ہوتے میں ادنیٰ شک کرے وہ بھی اسی کا ساتھی۔۔۔ "یہ اللہ عز وجل کی توہین اور اس کی قدرت عظیم کاملہ" ان اللہ علی کل شئ قدیر" کا رد و انکار ہے۔۔۔ یہ سرے سے الوہیت کا انکار ہے کہ جو عاجز ہو خدا

ع۱ مقدمہ فتاویٰ امجدیہ جلد اوّل

سی نہیں ہوسکتا ــــ الخ

دوسرے مصرع میں برملا اپنے آپ کو خدا سے زائد قدرت والا بتایا ــــ الخ

تیسرا شعر کھلا الحاد وکفر وزندقہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولوی وماوی اس کے نزدیک برابر ہیں۔ خدا ورام ایک ہی ہیں کفر واسلام میں کچھ فرق نہیں اس قائل کے نزدیک خدا خدا نہ کیا رام رام کرلیا ــــ بات ایک ہی ہے، حاصل وہی ہے حالانکہ ہرگز خدا رام نہیں اور ہرگز رام خدا نہیں ــــ

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مفتی اعظم نے بہت ہی ٹھوس و مسکت جواب واستدلال سے مذکورہ اشعار کے کفری ہونے کو واضح فرمایا اور اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں ــــ (تفصیل کے لئے ملاحظ فرمایئے (انوار مفتی اعظم)

فقیر راقم الحروف کو عرض یہ کرتا ہے کہ اس تاریخی علمی فتویٰ پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت نے جہاں اور چوٹی کے انیس علماء وفقہاء صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا حشمت علی خاں قادری لکھنوی وغیرہم سے تصدیقات لکھوائیں۔ وہیں حضرت صدر الشریعہ فقیہ اعظم مولانا امجد علی صاحب سے بھی تصدیق کروائی ــــ اور ان بزرگوں میں سب سے پہلے حضرت صدر الشریعہ کی تصدیق مرقوم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کی تبحر علمی اور فقاہت اور تصدیق کی اہمیت حضرت مفتی اعظم کے دل میں بہت تھی ــــ

صدر الشریعہ اور حسن اہتمام

یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان کے اندر کوئی ایک خوبی ہوتی ہے تو دوسری خوبی نہیں۔ یہ کم سنا گیا ہے کہ ایک انسان کے اندر بہت ساری خوبیاں جمع کردی گئی ہوں۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اندر بیک وقت کئی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے جمع کردی تھیں ــ جہاں آپ کو اور چیزوں میں فضل وکمال اور دسترس حاصل تھی۔ وہیں حسن انتظام میں بھی مثال نہ رکھتے تھے جس کی بناء پر بڑوں میں قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے ــ

چنانچہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے لکھتے ہیں ــــ " اعلیٰ حضرت بریلوی کو اپنے مدرسہ کے لئے ایک قابل مدرس کی ضرورت پڑی۔ تو حضرت محدث سورتی نے آپ کا نام پیش کیا، آپ بریلی پہنچے، دار العلوم منظر اسلام میں مدرس مقرر ہوئے آپ کی قابلیت اور حسن انتظام کو اعلیٰ حضرت نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دار العلوم کا سارا انتظام آپ کے حوالے کردیا۔ آپ اعلیٰ حضرت کے مرید بنے اور پھر خلیفہ بنے " (حاشیہ الاسناد ص ۹۰-۹۱)

فتویٰ نویسی اور فیضان اعلیٰ حضرت

میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ حضرت صدر الشریعہ ایک مختصر سی زندگی میں گھریلو کثرت مصروفیات کے باوجود کیسے اتنے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے گئے کہ ایک طرف بے مثال شاگردوں اور دینی سپاہیوں کی زبردست ٹیم تیار کرنا تو دوسری طرف " بہار شریعت " جیسی ضخیم کتاب تیار کرنا پھر خدمت خلق،

بیعت وارشاد اور دار العلوم منظر اسلام کی خدمات وغیرہ کئی طرح کے اشغال اس کے باوجود کثرت فتاویٰ نویسی کا کام (جیسا کہ فتاوی امجدیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے) آخر ان کے کام میں اتنی برکتیں کہاں سے آئیں لیکن ذہن کی خلش اس طرح دور ہوجاتی ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے بزرگوں کا سایۂ کرم ودست شفقت ہو اس کے وقت اور کام میں ضرور برکت ہوجاتی ہے ــــ اس کے بعد اسے پھر کہیں تنگیٔ وقت اور ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑتا ہے۔ مجھ پر اس کا واضح طور پر انکشاف اس وقت ہوا جب آپ کی

سوانح حیات پر میں نے ایک سرسری نظر ڈالی ــــ اس کی جیتی جاگتی تصویر انہیں کی نوک قلم سے ملاحظہ کیجیے، اپنے شفیق استاذ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ

" اس کے بعد بلا تکلف اس خدمت افتاء وغیرہ کو انجام دیتا رہا اور یہ سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں لوگوں کے سامنے اس کام کو تفویض فرمایا تھا اب بھی اس کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں اور جو کچھ دشواریاں ہوں گی اس میں وہ خود مددگار ہوں گے۔ چنانچہ کبھی باوجود اپنی کم بضاعتی کے، اس سلسلے میں دشواریاں پیش نہیں آئیں للہ الحمد " [1]

مزید برآں حضرت صدر الشریعہ کا مقام افتاء وفقہ میں کتنا بلند تھا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ وقت کے چوٹی کے عالم علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

" آپ کو فقہ کے جمیع ابواب کے تمام جزئیات ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ مستحضر تھے۔

صدر الشریعہ اور فتاویٰ رضویہ جلد دوم کی ترتیب

ارباب علم ودانش کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کے بعد ہندوستان کو سب سے بڑا علمی ذخیرہ فتاویٰ رضویہ ملا ہے۔ جو در حقیقت ایک انمنٹ انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کے بعد روحانی وعملی زندگی میں نکھار و بہار لانے والی شاہکار علم وفن " بہار شریعت " کا تحفہ ــــ مگر ایک زمانے تک فقہی انسائیکلوپیڈیا ترتیب وطباعت کا منہ نہ دیکھ سکا اور امت کو اس سرمایہ سے غیر مستفیض وناآشنا رہنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ استاذ العلماء حافظ مولانا عبد الرؤف صاحب مرحوم اور استاد گرامی بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب مبارک پوری کے درجات بلند فرمائے کہ ان حضرات نے بڑی جانفشانی وشفقت اٹھا کر تیسری جلد سے آٹھویں جلد تک فتاوی رضویہ کی ترتیب وتبویب کرکے اور طباعت کرا کر امت مرحومہ پر بڑا احسان کیا ہے جبکہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی یہ بے لوث خدمت اور عظیم کارنامہ بھی تا قیام قیامت بھلایا نہیں جاسکتا کہ انھوں نے ہی فتاوی رضویہ جلد دوم کی ترتیب واشاعت کا کام انجام دیا۔ چنانچہ انھوں نے خود اجمیر شریف جاتے وقت حضرت شارح بخاری قبلہ سے اس کی بابت فرمایا۔ حضرت شارح بخاری دام ظلہم لکھتے ہیں۔

" کسی نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم کی ترتیب بھی حضرت مفتی اعظم ہند کی طرف منسوب کردی جبکہ یہ کام حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ نے خود مجھ سے بیان فرمایا، " جب میں اجمیر جانے لگا تو کچھ کاغذ مطبع اہلسنت میں موجود تھا میں نے جلدی جلدی فتاوی رضویہ جلد دوم کو مرتب کیا اور چھپوا دیا " ــــ [1]

آپ کو صدر الشریعہ کا خطاب کس نے دیا

کبھی کسی انسان کو عقیدتمندوں اور مریدوں کی طرف سے القاب وخطابات ملتے ہیں، اس میں یہ امکان ہے کہ خوش عقیدگی میں مبالغہ آرائی یا خلاف واقعہ وصف بیانی سے کام لیا گیا ہو مگر کتنا بلند پایہ مقام ہوگا اس شخص کا جسے اچھے اور اعلیٰ خطاب سے یاد کر رہا ہے تو کوئی عام انسان یا مرید ومتوسل نہیں بلکہ علم وفن کا شہنشاہ اور دنیائے سنیت کا تاجدار ہے جس کو عاشق رسول اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام اہلسنت سے زمانہ جانتا اور پہچانتا ہے عظیم المرتبت شخصیت نے ہی حضرت مولانا امجد علی قدس سرہٗ

---

[1] خود نوشت سوانح۔ بحوالہ دیباچہ فتاویٰ امجدیہ اول

[1] مقالہ از مفتی شریف الحق صاحب شارح بخاری مشمولہ انوار مفتی اعظم ص ۲۷۶

کو "صدر الشریعہ" کے خطاب سے نوازا ــــ اس ہستی نے اس لقب سے ملقب کیا جو خلاف حقیقت مبالغہ آرائی سے کوسوں دور رہتی تھی اور مدح و وصف بیانی بھی اپنے محبوب حقیقی ہی کی کرنے والی تھی یا اس کی جو اس محبوب کا محبوب ہو جائے۔ کیا مجال کہ کوئی اہل دولت و ثروت اس ثنا خوانِ مصطفیٰ، واصف شاہ ہدیٰ کی زبان سے اپنی مدح کرالے۔ ان کا سرمایہ حیات تو بس یہ تھا ــــ شعر:-

کروں مدح اہل دُوَل رضاؔ، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

معلوم ہوا کہ جس ذات گرامی کے نزدیک مدح و ستائش اور القاب و خطابات کے لئے زبان کھولنے کا معیار یہ ہو وہ ہرگز کسی لفظ کو غیر محل میں نہ رکھے گی بلکہ شخصیت کے لحاظ سے جو لفظ موضوع و موزوں رہے گا وہی لفظ استعمال کرے گی۔ ــــ اب آیئے ذرا لفظ صدر الشریعہ کے معنی پر غور کریں تاکہ اس سے خفا کا پردہ چاک ہو جائے اور ذات و شخصیت اجاگر ہو کر سامنے آئے۔

مولانا عبد الحیٔ صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں "صدر الشریعہ" کے معنی کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قوله ابن صدر الشريعة صدر القوم يقال لاجلهم و افضلهم فالمعنى اجلّ اهل الشريعة و يجوز ان يكون بمعنى صدر الانسان فهو لكثرة ممارسته بالممارسة الدينية كان كالجزء الاعلى من الانسان

(حوالہ مذکورہ دیباچہ ص۴۸)

یعنی صدر کے معنی زیادہ بزرگی والا اور افضل کے آتے ہیں اور صدر القوم، قوم کے بزرگ ترین اور افضل شخص کو کہا جاتا ہے۔ تو اب صدر الشریعہ کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت کے جاننے والے اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں میں سب سے زیادہ بزرگ شخص اور یہ بھی ممکن ہے کہ صدر کے معنیٰ صدر انسان یعنی انسان کا سینہ و دل ہوں اور یہ لقب اس مناسبت سے دیا گیا کہ انسان کا سب سے اعلیٰ و اشرف جز سینہ و دل ہے تو جو انسان دین و شریعت سے کثرت ممارست اور کافی لگاؤ رکھے گا تو وہ انسانوں میں اعلیٰ و بلند مرتبت ہے جیسے انسان کا جز اعلیٰ دل و سینہ۔

صدر الشریعہ کے خطاب کے تعلق سے یہ اظہر من الشمس ہو گیا کہ حضرت مولانا شاہ امجد علی قدس سرہٗ وافقانِ علم شریعت و متبعین شریعت میں اجل و بزرگ ترین اور بنی نوع انسان کی جان و دل ہیں ــــ

اعلیٰ حضرت واقف اسرار شریعت امام اہلسنت نے آپ کی اس جلالت علمی و بزرگی کا اظہار اس وقت بھی کیا ہے جب بہار شریعت پر تقریظ لکھی۔ اس مقام پر وہ ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔

"اخی فی الله ذی المجد و الجاه و الطبع السليم و الفكر القويم و الفضل و العلیٰ مولانا ابو العلیٰ"

مجدد اعظم کی طرف سے یہ وہ تمغۂ مجد و جاہ اور کمال فضل و علو مرتبت ہے جس کے سبب اہل علم بھی آپ کی جوتیوں کو اپنے سر پر رکھنے کو اپنے لئے فخر و انبساط کا باعث سمجھتے ہیں۔

۴ ذوالحجہ ۱۵ اھ کو مولانا مبین الہدیٰ صاحب نورانی خلیفۂ مفتی اعظم ہند نے ایک ملاقات پر راقم سے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ

"ایک مرتبہ سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ مارہروی قدس سرہ، بیت الانوار، گیا ایک جلسہ کی بابت تشریف لائے خواص و عوام کی ایک مجلس میں حضرت صدر الشریعہ کا تذکرہ چھڑ گیا تو حضرت سید العلماء نے برجستہ فرمایا کہ حضرت صدر الشریعہ کا وہ مقام ہے کہ اگر آپ کی جوتیاں مجھے مل جائیں تو میں اپنے سر پہ رکھنے کو باعث فخر و انبساط سمجھوں گا اور انہیں سر پہ لئے گھومتا رہوں گا ــــ

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

آپ کے تلامذہ

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ آدمی وفات پا چکتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں اس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں اور فائدہ پہنچاتی رہتی ہیں (۱) صدقۂ جاریہ (۲) علم نافع (علم دین) (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرے۔ (مشکوٰۃ شریف) یہ حضور صدر الشریعہ کی کمال خوبی ہے کہ آپ کی زندگی زبان رسالت کے بیان کردہ ان تینوں اعمال کے معیار پر بدرجۂ اتم اترتی ہے۔ جہاں آپ نے کئی ہزار صفحات پر مشتمل "بہار شریعت" "فتاوی امجدیہ" لکھ کر قوم کو علمی ذخیرہ دے کر صدقۂ جاریہ اور نہ ختم ہونے والے ثواب کا کام کیا ہے۔ وہیں علامہ عبد المصطفیٰ صاحب ازہری، علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب محدث کبیر فخر القراء مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب، مولینا ثناء المصطفیٰ صاحب، صاحب الفضل مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب حضرت استاذ گرامی مولینا فداء المصطفیٰ صاحب جیسی صالح اولاد چھوڑی جنھوں نے اپنے علم و فضل کے دریا بہائے اور آج بھی بہا رہے ہیں ــــ اور زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق گذارنے میں قابل تقلید نمونہ ہیں ــــ اور آپ نے جو علم حاصل کیا اور دوسروں تک پہنچایا وہ سراپا علم نافع ہے خود بھی اسے سینے میں بسایا اور اس پر عمل پیرا ہو کر دین کا احیاء فرمایا اور شاگردوں اور متوسلین تک بھی پہنچا کر نفع رسانی کا کام کیا، وہ علم ہے۔ علم قرآن، علم حدیث اور علم فقہ۔

ان علوم نافعہ کو ایسا پہنچایا کہ لینے والے ہر ایک کو وقت کا امام بنا دیا۔ کسی کو علم حدیث کا امام، کسی کو آلۂ علوم نافعہ منطق و نحو کا امام، کسی کو زہد و تقویٰ کا امام، کسی کو تفسیر کا امام تو کسی کو تصوف و اخلاق کا غزالی۔ اور کسی کو فقہ کا امام محمد۔ اس آفتاب علم و فن اور ماہتاب زہد و ورع کے گرد گھومنے والے درخشندہ ستاروں کی ایک لمبی فہرست ہے لیکن مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری علیہ الرحمہ۔

(۲) شیر بیشۂ اہلسنت مناظر اعظم حضرت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ۔

(۳) سید العلماء سید آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمہ۔

(۴) حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ۔

(۵) مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قادری اڑیسہ علیہ الرحمہ۔

(۶) حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ۔

(۷) شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین صاحب جونپوری علیہ الرحمہ۔

(۸) مفتی کانپور حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مظفر پوری علیہ الرحمہ

(۹) حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی۔ علیہ الرحمہ۔

(۱۰) حضرت مولانا سلیمان صاحب بھاگلپوری اشرفی علیہ الرحمہ۔

(۱۱) حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ۔

(۱۲) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ پاکستان۔
(۱۳) حضرت مولانا مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ۔
(۱۴) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی علیہ الرحمہ۔

یہ شاگردوں کی وہ ٹیم ہے جو بذات خود اپنے اپنے وقت کے سرچشمۂ علم و حکمت۔ امام علم و فن، آفتاب جاہ و جلال، ماہتاب فضل و کمال۔ اور مرد میداں رہے ہیں ـــــ ان کے علاوہ آپ کے بے شمار شاگرد وہ ہیں جنھیں احاطۂ تحریر میں لانا محال نہیں تو متعسر ضرور ہے۔ یہ افراد و فحول تو صرف تقریباً دس سال کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں جو انھوں نے ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۵۳ھ تک خواجہ کی نگری میں مدرسہ معینیہ اجمیر معلیٰ کے قیام کے دوران تیار کیا۔ ورنہ آپ ابتدا میں محدث سورتی کے مدرسۃ الحدیث میں بعدہ مرکز اہلسنت منظر اسلام بریلی میں تعلیم دے چکے ہیں ۱۳۵۳ھ کے بعد بھی کئی ایک مدرسہ میں آپ تعلیم دیتے رہے ان کے علاوہ میری یادداشت میں جید افراد یہ بھی ہیں۔ جنھیں آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

(۱۵) استاذ گرامی شارح بخاری فقیہ النفس حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی دامت برکاتہم القدسیہ۔
(۱۶) سید ظہیر احمد صاحب نگینوی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مصنف رسم الافتاء و المفتی۔
(۱۷) حافظ و قاری محبوب رضا خاں بریلوی۔
(۱۸) صاحب تصنیفات کثیرہ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب مارہروی پاکستان۔
(۱۹) مولانا فیض الہدیٰ صاحب بیت الانوار گیا علیہ الرحمہ۔
(۲۰) پیر طریقت فیض العارفین مولانا غلام آسی پیا صاحب ملک رامپور دامت برکاتہم القدسیہ۔
(۲۱) مولانا علاء الدین صاحب مرحوم سابق شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم جمشید پور۔
(۲۲) مفتی مولانا ظفر علی صاحب پاکستان۔
(۲۳) ابو المحاسن حضرت مولانا محمد محسن صاحب فقیہ شافعی بھیونڈی خطیب شافعی مسجد کراچی پاکستان ـــــ
(۲۴) صوفی باصفا حضرت مولانا صدیق صاحب بنارسی۔

"یہ وہ گروہ علم و فضل ہے جس کا ہر فرد خود مستقل سوانح حیات لکھے جانے کے قابل ہے۔ ان سبھوں نے تصنیفات، درسیات، خطابت اور علمی و عملی دنیا میں بذات خود ایسے نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جن کا معرض تحریر میں لانا دشوار۔ کچھ لوگوں نے ان پر قلم اٹھانے کی کوشش بھی کی تو "مشتے از خروارے" کی حد تک و بس۔

صدر الشریعہ کے ان تلامذہ کے اندر یہ خوبیاں کیوں نہ آئیں جبکہ آپ بنفسہ وفور علم و عمل اور کمال تقویٰ و پرہیز گاری سے جہاں مزین تھے وہیں آپ کے اساتذہ کرام و مشائخ فخام علم و عمل اور ولایت کے جبال شامخ تھے، ان کا سایہ آپ پر اور آپ کے شاگردوں پر چھایا رہا ـــــ اور محبوب و مشہور زمانہ بنا دیا۔

آپ کے اساتذہ میں نابغۂ روزگار شخصیتیں علامہ ہدایت اللہ رامپوری شاگرد رشید امام المعقولات و المنقولات علامہ فضل حق خیرآبادی مجاہد جنگ آزادی قدس سرہما، مجدد اعظم، امام اہلسنت، عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حافظ الحدیث حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہما الرحمہ والرضوان ہیں ـــــ

اشعار
سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
ترے خدام اے صدر شریعت
جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں
(شفیق جونپوری)

صدر الشریعہ کا فیضانِ تربیت

سنت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت سارے لوگ چلتے ہیں لیکن بہت بڑا انسانی کمال اس میں ہے کہ جس روش کو خود اختیار کئے ہوئے ہے اپنے ماننے والوں اور شاگردوں میں بھی رچا بسا دے حضرت صدر الشریعہ کا یہ کمالِ اتباعِ رسول اور آپ کی مقبولیت ہی کہیے کہ جو آپ کرتے اور جس سنت کو ادا کرتے آپ کے تلامذہ اور معتقدین اور متوسلین بھی اپنے کو اسی رنگ میں ڈھال لیتے اور "صبغۃ اللہ" کا جلوہ ان میں نظر آتا۔ ذیل میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی روش اور طرز زندگی کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ حضور صدر الشریعہ اپنا اثر اور نقش دوسرے پر کیسے چھوڑتے تھے۔

علامہ محمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ اپنی آپ بیتی ضبط تحریر میں لاتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ "دورہ حدیث کے سال موسم سرما میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان صبح کے وقت مدرسہ جانے کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔

حضرت جب راستہ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین سمٹی جا رہی ہے لوگ ہزار کوشش کرتے لیکن حضرت سب کے آگے ہی رہتے تھے (اس لئے کہ انھیں طیٔ ارض کی صفت حاصل تھی) میں نے بھی کوشش کی کہ قریب ہو جاؤں لیکن نہ ہو سکا۔ ـ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان لال چوک کے قریب پہنچ گئے تھے ـــــ حضرت کی رفتار میں غیر معمولی تبدیلی دیکھ کر میں تیزی سے آگے بڑھا جب قریب پہنچا تو حضرت نے مجھ سے سوال فرمایا کہ دیکھو ان دونوں سایوں میں کیا فرق ہے۔ یک بیک ایسا سوال جس کا جواب سوچنے کا بھی موقع نہ تھا میری زبان سے برجستہ نکل گیا کہ بہت بڑا فرق ہے پھر سوال فرمایا کہ کیا فرق ہے؟ ـــــ میں نے عرض کیا کہ وہ حضور کا سایہ ہے اور یہ آپ کے غلام کا ہے۔ فرمایا نہیں ان دونوں سایوں کے سروں کو دیکھو کیا فرق ہے؟ اب جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک نمایاں فرق نظر آیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کا سر مبارک چلنے میں متحرک نہیں نظر آتا ہے بلکہ بغیر ارتعاش کے آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ اور میرا سر چلنے میں متحرک نظر آ رہا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا میاں یہی تو بات ہے۔ میں نے چلنا بھی حضرت صدر الشریعہ سے سیکھا ہے ـــــ چلا اس طرح جاتا ہے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ چلنا فطری انداز ہے۔ اور جو انداز شروع شروع میں اختیار ہو جاتا ہے اس کے برخلاف چلنا بڑا دشوار ترین امر ہے بلکہ قریب المحال ہے۔ لیکن حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان نے روش میں بھی بزرگوں کا انداز روش اختیار فرمایا اور اپنے انداز روش کو بزرگوں کے انداز روش میں۔ (جو عین سنت کے مطابق ہوتی ہے) ڈھال لیا۔ [1]

حضرت صدر الشریعہ ایک بافیض ولی

جن نفوس قدسیہ کو اللہ تعالیٰ نے قلوب صافیہ و چشم بینا عطا فرمائی ہیں وہ ولیوں کے وفات پانے کے بعد بھی ان کی زیارت و دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔ جس طرح ان کی ظاہری زندگی میں ان کے دربار کی حاضری کو باعث سعادت سمجھتے اسی طرح ان کے دنیا سے جانے کے بعد بھی ان کی بارگاہ میں آنا لازم سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ولی مرنے کے بعد بھی ولی رہتا ہے ایسا نہیں کہ پردہ فرمانے کے بعد اس کی ولایت اور خدا دوستی ختم ہو جاتی ہے وہ تو آج بھی اسی طرح زندہ و فیض رساں ہے جس طرح کل تھا ـــــ اس سلسلہ میں روحانیت کے سرتاج حضرت مجاہد ملت اور حافظ ملت کے مزار صدر الشریعہ پر حاضری اور آپ دونوں کے مشاہدات و کلمات حق کو نقل کرنا مناسب ہوگا، اسے محدث کبیر شیخ الجامعۃ الاشرفیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے ـــــ " غالباً ۱۳۹۱ء یا ۱۳۹۱ھ کا واقعہ ہے کہ طویل غیر حاضری کے بعد عرس امجدی میں گھوسی

---

[1] افکار اور کارنامے ص ۹۷ مطبوعہ الجامعۃ الاشرفیہ

وارد ہوئے (صدر الشریعہ کے) عرس کے اجلاس میں دوران تقریر اپنی مسلسل غیر حاضری کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ (مجاہد ملت) نے فرمایا کہ عرس کی آمد پر مجھے ہر سال حضرت علیہ الرحمہ کی زیارت خواب میں ہوتی رہتی ہے جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ حضرت مجھے طلب فرمانا چاہتے ہیں مگر چند ضروری مصروفیات عین وقت پر ہمیشہ رکاوٹ بن جایا کرتی تھیں۔ امسال بھی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ اس کیفیت میں کہ انداز سے جلال ظاہر ہو رہا تھا۔ یہی معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ اسی دوران عرس کا دعوت نامہ بھی موصول ہوا اب بہر صورت آنا تھا اور آگیا۔ ابھی سلسلۂ تقریر جاری ہی تھا کہ آپ اچانک مزار مقدس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ رقت انگیز لہجہ میں معافی کے خواستگار ہوئے۔ حضرت صدر الشریعہ کی کرم فرمائی بھی پیش کرتے جاتے تھے۔ مجاہد ملت کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمہ نے تقریر شروع کی۔ دوران تقریر بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ جملہ صادر ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ بلاشبہ ولی تھے۔ وہ اب بھی اسی طرح زندہ ہیں جیسے پہلے تھے۔ ابھی ابھی حضرت مجاہد ملت نے ان کا دیدار کیا۔ اتنا فرماتے ہی حضرت سنبھل گئے اور فوراً اپنی تقریر کا رخ موڑ دیا چنانچہ جو حضرات متوجہ تھے اور جنھیں حضرت حافظ ملت کے کشف و کرامات نیز انداز بیان کا علم تھا وہ تو عقدہ حل کر چکے تھے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ حافظ ملت اور مجاہد ملت جنھیں حضرت صدر الشریعہ سے قرب حاصل ہے۔ ان دونوں حضرات کو اس وقت حضرت کا سر کی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوا۔ [2]

---

[2] ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر ص ۹۸)

(بقیہ ص ۱۸ کا)

مولوی امجد علی مرنے کے بعد بھی اپنی کرامت ظاہر کرنے سے باز نہ آئے [1]

حتیٰ کہ آپ کے آستانہ کی مقدس خاک بھی اوروں کے واسطے اکسیر شفا ثابت ہوئی۔ استاذی المعظم حضرت مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی مدظلہ العالی نے یہ روایت گذشتہ عرس امجدی ۱۴۱۵ھ کے اجلاس میں بیان فرمائی جس میں راقم موجود تھا:

گھوسی کے مولانا فخر الدین کے والد محترم نظام الدین صاحب کے گردے میں پتھری ہو گئی تھی انھوں نے ہر طرح کا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا بالآخر صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے قبر انور کی مٹی استعمال کی جس سے ان کے گردے کی پتھری کا مرض تین دن میں دور ہو گیا

بالآخر علوم و فنون کا یہ نیر تاباں اور کردار و عمل کا ماہ کامل روحانی تجلیات کے جہان لطیف کا سفر کر کے بحر عرب کی گود میں روپوش ہوتا ہوا آفتاب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حظیرۂ قدس میں حاضر ہو گیا ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون!

کس قدر پرکیف تھی پوری کتاب زندگی
فکر پاکیزہ، شگفتہ قلب، سنجیدہ نظر
ارتقائی روح بڑھتی ہی گئی سوئے ہدف
ابتدا بھی اک سفر تھی انتہا بھی اک سفر
(ساحل)

□□

---

[1] اسلامی اخلاق و آداب (ص ۳۲۳)

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری *

صدر الشریعہ ـــــ حالات و افکار

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین ضلع اعظم گڑھ (انڈیا) میں ۱۲۹۶ھ مطابق ۹-۱۸۷۸ء میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام نامی حضرت حکیم جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ اور جد امجد کا حضرت مولانا حکیم خدا بخش بن مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہما تھا۔ والد ماجد اور جد امجد فن طب اور علم و فضل میں باکمال تھے۔ آپ صدر الشریعہ بدر الطریقہ، شیخ الفقہا، سراج العلماء، فقیہ اعظم اور استاد الفقہاء کے القاب سے ملقب ہیں۔

ابتدائی کتب اپنے جد امجد حضرت مولانا حکیم خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ برادر کلاں حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے علوم و فنون کی ابتدائی کتابیں پڑھیں بعد ازاں انہی کے مشورہ سے مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخلہ لیا اور حضرت علامہ ہدایت اللہ خان رام پوری ثم جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔ جملہ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حدیث شریف کا درس مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت (انڈیا) میں حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔ اور ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں سند حدیث حاصل کی۔

علم طب ۱۳۲۳ھ میں حکیم عبد الولی جھوائی ٹولہ، لکھنؤ سے حاصل کیا۔ تین سال (۱۳۲۴ھ تا ۱۳۲۷ھ) مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں پڑھایا۔ اس کے بعد ایک سال پٹنہ میں مطب کیا۔ آپ کو تمام علوم دینیہ و عقلیہ پر بھرپور دسترس حاصل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ کی نصابی کمیٹی میں آپ کو شریک کیا گیا اور آپ کے مشورہ سے ایک بہترین نصاب مدون ہو کر عمل میں آیا۔

اسی اثنا میں حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کو مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف کے لئے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ مطب چھوڑ کر بریلی شریف چلے گئے۔ ابتداءً تدریس کا کام شروع کیا بعد ازاں مطبع اہل سنت کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے شعبۂ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے، افتاء کی مصروفیات اس کے علاوہ تھیں۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلدی ہی خلافت سے نوازے گئے۔ تقریباً ۱۸ برس شیخ کامل کے

---

* ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی (پاکستان)

فیوض و برکات سے مستفید ہوئے اور کمال عروج کو پہنچے۔

"بہار شریعت" کے ابتدائی چھ حصے حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے سُنے ہوئے ہیں اور بعض تقریظات سے مزین ہیں۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے آپ کو ان تعریفی کلمات سے یاد فرمایا ہے۔

اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلیٰ مولانا مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذھب والمشرب والسکنی رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنیٰ۔ (بہار شریعت حصہ سوم مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۸۳)

حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی طرزِ فکر کے اپنانے میں منفرد نظر آتے ہیں اور حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فتاویٰ کے سلسلے میں آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا:۔

" آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔" (ملفوظات اول صفحہ ۹۳)

حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے خلفاء کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا۔

میرا امجد، مجدّ کا پکا۔ اس سے بہت کچھ امید ہے

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی مصروفیات حیرت انگیز حد تک بڑھی ہوئی تھیں، تدریس، پریس، پریس کی نگرانی، پروف ریڈنگ، پریس مینوں کو ہدایت، پارسلوں کی ترسیل اور فتویٰ نویسی وغیرہ امور تنِ تنہا انجام دیتے۔ فیض رضا نے دین کے لئے کام کرنے کی وہ اسپرٹ پیدا کر دی تھی کہ تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ بعض حضرات کہا کرتے تھے کہ:۔

مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں۔"

(ماہنامہ پاسبان الہ آباد (امام احمد رضا نمبر، شمارہ مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء) ص ۶۵)

حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا فقید المثال ترجمۂ قرآنِ مسمّٰی باسمِ تاریخی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ۱۹۱۱ء آپ ہی کی مساعیٔ جمیلہ سے شروع ہوا اور پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

آپ نے ابتدائے شباب سے تدریس کا کام شروع کیا اور آخر حیات تک جاری رکھا اور ایسے نابغۂ روزگار افراد تیار کئے۔ جن پر علم و فضل کو بھی ناز ہے۔ طویل عرصہ تک مدرسہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں فرائضِ تدریس انجام دیئے۔ ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں بحیثیت صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں پھر بریلی شریف چلے آئے اور تین سال تک قیام کیا۔ بعد ازاں نواب حاجی غلام محمد خاں شروانی رئیس ریاست دادوں (علی گڈھ) کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دار العلوم حافظیہ سعیدیہ میں تشریف لے گئے اور سات سال تک بکمال حسن و خوبی فرائضِ تدریس انجام دیئے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں امتحان کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپ کے فضل و کمال کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:۔

" مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں۔ جنھیں میں منتخب جانتا ہوں۔"

(تذکرہ علمائے اہلسنت صفحہ ۵۳)

اس زمانے میں مولانا عبد الشاہد خاں شروانی اسی مدرسہ میں نائب مدرس تھے۔ انھوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے:۔

" مولانا امجد علی اعظمی، سات سال سے صدر مدرس تھے، بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے، کہنہ مشقی کی بنا پر درسیات میں پوری مہارت رکھتے ہیں" (باغی ہندوستان صفحہ ۲۳۷)

۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء تک دادوں میں قیام رہا۔ اس کے بعد ایک سال بنارس میں رہے۔ بعد ازاں ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۵ء تک منظرِ اسلام بریلی شریف میں درس دیا۔

اجمیر شریف کے قرب و جوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد آباد تھی جو اگرچہ مسلمان ہو چکی تھی لیکن اس میں فرائض و واجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ حضرت صدر الشریعۃ کے ایماء پر آپ کے تلامذہ نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا، تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:۔

"اجمیر کے زمانۂ قیام میں نو مسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے۔" (یادگار بریلی صفحہ ۱۶)

اس کے علاوہ ارد گرد کے بڑے شہروں اور قصبات مثلاً نصیر آباد، بیاور، لاڈنوں، جے پور، جودھپور، پالی مارواڑ اور چتوڑ گڑھ وغیرہ میں بھی خود آپ اور آپ کے تلامذہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے، مذہب اہل سنت کی اشاعت اور قادیانیوں کا رد کیا کرتے تھے۔ آپ کی تقریر خالص علمی مضامین اور قرآن و حدیث کی تفسیر و تفصیل پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔

حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ دینی اور مذہبی قائد تھے لیکن بوقت ضرورت سیاسی طور پر ملتِ اسلامیہ کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ چونکہ آپ کے مرشد طریقت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ دو قومی نظریہ کے عظیم مبلغ تھے، اسی نظریہ کے بنا پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ آپ نے ان کی موافقت میں اس نظریہ کی تبلیغ پورے شد و مد سے کی۔ ۱۴ / رجب۔ ۲۴ / مارچ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو بریلی میں جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ابو الکلام آزاد کے علاوہ دوسرے لیڈر بھی شریک ہوئے۔ جمعیۃ کے لیڈر اس جوش و خروش سے آئے تھے کہ گویا "ہندو مسلم اتحاد" کے مخالف علمائے اہل سنت کو لاجواب کر دیں گے۔ صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی نے جماعت رضائے مصطفٰے (بریلی) کے شعبۂ علمیہ کے صدر کی حیثیت سے اراکین جمعیت کے ہندوؤں سے اتحاد و وداد کے بارے میں ستّر سوالات پر مشتمل سوالنامہ مرتب کر کے قائدین جمعیت کو بھجوایا، بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے نام ایک مکتوب میں اس سوالنامہ کے بارے میں اس طرح اظہار خیال فرمایا ہے:۔

" سیدی، دامت برکاتہم اسلام نیاز کے بعد گزارش، حضور سے رخصت ہو کر مکان پہنچا، یہاں آکر میں نے " اتمامِ حجت نامہ" کا مطالعہ کیا، فی الواقع یہ سوالات فیصلۂ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہِ جواب باقی نہیں چھوڑی ہے۔"

(دوامع الحمیہ صفحہ ۴۰ - ۵۷)

مولوی ابو الکلام آزاد نے روانگی کے وقت بریلی

کے اسٹیشن پر کہا :-

" ان کے جس قدر اعتراضات ہیں، حقیقت میں سب درست ہیں ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں ؟ جن کا جواب نہ ہوسکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے " (ایضاً)

۱۹ - ۲۰ / شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ مطابق ۳ - ۴/ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مرادآباد میں، شاہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا اور ایک جماعت موتمر العلماء قائم کی گئی۔ جس کا مقصد مسلمانوں میں پیدا ہونے والے مفاسد کی اصلاح اور خارجی حملوں کا دفاع تھا۔ اس اجلاس میں حضرت صدر الشریعۃ نمایاں طور پر شریک ہوئے۔ یہی جماعت بعد میں آل انڈیا سنّی کانفرنس کے نام سے مشہور ہوئی۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں سنّی کانفرنس کے بنارس میں منعقد ہونے والے فقید المثال اجلاس (جس میں علماء و مشائخ پانچ ہزار کی تعداد میں شریک ہوئے) کو قیام پاکستان کی بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس اجلاس میں اسلامی حکومت کے لئے لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لئے جلیل القدر علماء کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ جس کے ممتاز اراکین میں حضرت صدر الشریعۃ بھی شامل تھے۔

حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون میں مہارتِ تامہ عطا فرمائی تھی لیکن انھیں تفسیر، حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات نوکِ زبان پر رہتی تھیں

آپ نے دادوں (علی گڑھ) میں قیام کے دوران امام ابوجعفر طحاوی حنفی قدس سرہ (م ۳۲۱ھ / ۹۳۲ء) کی حدیث کی مشہور کتاب شرح معانی الآثار پر حاشیہ لکھنا شروع کیا اور سات ماہ کی مختصر مدت میں پہلی جلد پر مبسوط حاشیہ تحریر فرمادیا۔ یہ حاشیہ باریک قلم سے ۵۰۴ صفحات پر مشتمل تھا اور ہر صفحہ میں ۳۵ - ۳۶ سطریں تھیں گویا دیگر مشاغل سے فارغ وقت میں اڑھائی صفحے روزانہ قلمبند فرماتے تھے افسوس کہ یہ حاشیہ محفوظ نہ رہ سکا۔

آپ کی دوسری تصنیف فتاویٰ امجدیہ ہے جو علمی تحقیقات پر اپنی مثال آپ ہے۔ جس زمانے میں باتصویر قاعدے جاری ہوئے۔ آپ نے ایک قاعدہ مرتب فرمایا جو صرف بے جان اشیاء کی تصاویر پر مشتمل تھا۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ بچہ بہت جلد اردو پڑھنے پر قادر ہوجاتا۔ آپ کی تحریر کی خصوصیت یہ ہے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ عام فہم انداز میں بیان فرمادیتے تھے۔

بہار شریعت، حضرت صدر الشریعۃ کی وہ شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔ جسے بجا طور پر فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف کہا جاسکتا ہے۔ اس کے کل سترہ حصے بارہا طبع ہوکر قبولیت عامہ کی سند حاصل کرچکے ہیں۔ اس کتاب سے نہ صرف عوام بلکہ علماء کے لئے بھی سہولت پیدا ہوگئی ہے۔ اس کتاب کی ابتداء غالباً ۱۳۳۴ھ / ۶ - ۱۹۱۵ میں ہوئی اور ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء میں پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی۔ آپ ابھی تین حصے اور لکھنا چاہتے تھے مگر حالات نے اس کی مہلت نہ دی۔ چار سال کے عرصے میں یکے بعد دیگرے گیارہ عزیز داغِ مفارقت دے گئے۔ جس کا اثر دل و دماغ پر اس قدر پڑا کہ بینائی کمزور ہوگئی اور تصنیف و تالیف کا کام رک گیا۔

بہار شریعت کے ابتدائی چھ حصے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حرف بحرف سنے اور جا بجا اصلاح فرمائی اور انھیں تقرظ سے مزین کیا۔

تیسرا باب

تحقیقات و تصنیفات

۲۰۲ ـــ تا ـــ ۲۵۸

- علامہ مبین الدین محدث امروہوی
- مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی
- ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی
- مولانا قمر الحسن مصباحی
- مولانا فروغ اعظمی مصباحی
- مولانا سید الزماں حمدوی
- مولانا صدر الوریٰ مصباحی
- مولانا اختر حسین مصباحی

علامہ مبین الدین محدث امروہوی ★

صدر الشریعہ کا حاشیہ طحاوی شریف

صرف اتنا یاد ہے کہ شوال ۱۳۶۱ھ میں دادوں مدرسہ حافظیہ میں حضرت نے دورہ شروع کر دیا۔ اس میں ۵ متعلم شریک تھے ایک یہ احقر ۲ مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی علی گڑھی (۳) مولوی محمد خلیل خاں صاحب مارہروی (۴) قاری حافظ محبوب رضا خاں بریلوی (۵) حافظ غلام ربانی صاحب ساکن دادوں۔ ہم چار کا قیام مدرسہ میں یکجا تھا۔ اکثر اوقات حضرت اقدس کی جامعیت و کمالات کا ذکر ہوتا رہتا۔ ایک دن اثنائے گفتگو میں یہ بات نکلی کہ کلام پاک کا ترجمہ کنز الایمان لوگوں نے اصرار کرکے اعلیٰحضرت قدس سرہ سے لکھوایا۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ املا کراتے اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے جاتے۔ اس طرح وہ دولت امت کو ملی اس پر خیال ہوا کہ ہم لوگ اپنے حضرت سے کچھ لکھوائیں۔ مناسب وقت کے ہم لوگ منتظر رہے۔ آخر ایک دن موقع پاکر عرض کیا کہ حضور درسی تین کتابیں بالکل معریٰ ہیں۔ پڑھنے، پڑھانے میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ شرح ہدایۃ الحکمۃ للخیر آبادی۔ مدارک التنزیل۔ طحاوی شریف یہ تینوں کتابیں اُس مدرسہ کے مجوزہ نصاب میں داخل تھیں انکی شرح تحریر فرما دی جائے۔ اس وقت منظوری کا پروانہ ملتوی رہا۔ پھر دوبارہ سہ بارہ عرض کرنے پر فرمایا کہ اچھا کریں تو کوئی دینی خدمت کریں۔ طحاوی شریف منتخب فرمائی۔ اور اس کے تحشیہ کی تیاری شروع کر دی کچھ کتابیں خود حضرت کی دادوں میں موجود تھیں۔ ضرورت کی بعض کتب کتب خانہ حبیبیہ حبیب گنج علیگڑھ سے مستعار حاصل کیں۔ کچھ کتابیں بریلی جاکر ساتھ لائے۔ کچھ کتابیں خرید فرمائیں۔

جو کتابیں تحشیہ کے لئے جمع فرمائیں ان کی تعداد بہت زائد تھی۔ چند کے نام یہ ہیں۔ صحاح ستہ۔ سنن الکبریٰ للبیہقی۔ مستدرک للحاکم۔ موطا امام محمد۔ دار قطنی کتاب الآثار۔ کتاب الخراج موطا امام مالک۔ مشکل الآثار۔ فتح الباری۔ دارمی۔ عمدۃ القاری ارشاد الساری۔ مرقاۃ المفاتیح۔ شرح مشکاۃ للطیبی۔ اشعۃ اللمعات بذل المجہود۔ تقریب۔ تہذیب التہذیب۔ الاستیعاب۔ تذکرۃ الحفاظ الاکمال۔ صفۃ الصفوہ لابن الجوزی۔ ہدایہ۔ کفایہ۔ عنایہ۔ فتح القدیر بدائع صنائع۔ سعایہ حاشیہ شرح الوقایہ۔ بحر الرائق۔ شامی۔ جد الممتار فتاوی رضویہ۔ مراقی الفلاح۔ القاموس۔ صراح۔ مختار الصحاح المنجد۔ منتہی الارب۔ ان کے علاوہ اور بہت ذخیرہ تھا۔

اوائل محرم ۱۳۶۲ھ اس کام کا آغاز ہوا۔ بعد نماز عشا ہم چاروں خدام حضرت کی درسگاہ ہال کمرے میں جمع ہو جاتے پھر حضرت تشریف لاتے۔ وسیع ہال میں کتابیں کھلی ہوتیں۔ ہم میں سے مولانا سید ظہیر احمد صاحب و مولانا محمد خلیل خاں کتابت کیلئے مقرر ہوئے۔ ان کی تحریر اچھی تھی۔ باقی دو خادم کتب بینی پر مامور تھے۔ اس طرح تحشیہ کا آغاز فرمایا۔ پہلے ہر باب کے عنوان کی کچھ وضاحت لکھائی جاتی اس کے بعد امام طحاوی کی روایت کردہ حدیث کے رواۃ کے حالات قلم بند کراتے۔ پھر تمام حاشیہ میں اسکی پابندی کی گئی ہے کہ جتنی احادیث اس کتاب میں امام طحاوی نے روایت کی ہیں اس کی تقویت و تائید کیلئے دوسرے محدثین کی تخریج کا ضرور بیان فرماتے۔ کبھی متعدد محدثین کا حوالہ فراہم ہو جاتا اور کبھی ایک دو کا۔ اگر کسی حدیث کی تخریج کا پتہ نہ چلا تو یاد رکھتے۔ کسی اور موقع پر اتفاقاً نظر پڑ جاتا اُسے فوراً وہاں نقل فرماتے۔ تخریج کی تفتیش میں اس قدر کد و کاوش کا فائدہ خود ہی ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدین کہدیتے ہیں امام طحاوی نے اپنے حنفی

مذہب کی تقویت میں یہ حدیث بنالی۔ ان کا یہ الزام و بہتان اس طرح دفع ہو جائے گا کہ اس حدیث کو امام طحاوی ہی نے روایت نہیں کیا بلکہ فلاں فلاں محدثین نے اپنی فلاں فلاں کتابوں میں بیان کیا ہے کبھی ایسا ہوتا کہ اسی مضمون کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے تو اس کو بالتفصیل بیان فرماتے کہ اُس صحابی کی روایت فلاں سند سے فلاں کتاب میں ہے اور فلاں کی فلاں میں۔

اسکے علاوہ الفاظ حدیث کی پوری وضاحت و تشریح درج فرماتے الفاظ کریمہ سے جو احکام و نکات و اشارات مستنبط ہوتے وہ بیان کئے جاتے۔ ان میں سے بعض وہ ہوتے کہ جن سے ایمان جگمگا اُٹھے۔ مثلاً باب سجود التلاوۃ میں سورۂ انعام کی آیت فبھدٰھم اقتدہ کی تشریح کرتے ہوئے یہ ثابت ہوا۔

اس کے بعد یہ ہوتا کہ اوّل باب میں دو چار حدیث نقل فرماکر مصنف علیہ الرحمہ فرمایا کرتے ہیں فذہب قوم الی ذالک یعنی جو بات اس حدیث سے ظاہر ہوئی وہی ایک قوم کا مذہب ہے۔ اس پر حضرت محشی رحمۃ اللہ بیان فرماتے وہ کون لوگ ہیں جن کا یہ مذہب ہے ان کے نام بتاتے کتنے مواقع پر بالتفصیل بالترتیب بتایا گیا ہے کہ فلاں فلاں صحابہ کا یہ مذہب ہے اور تابعین میں سے فلاں فلاں کا اور ائمہ مجتہدین میں سے فلاں فلاں امام کا۔ بیان مذاہب میں احتیاط رکھتے ہر کس و ناکس سے نقل نہ فرماتے مثلاً شوکانی نے کسی جگہ لکھا کہ یہ فلاں کا مذہب ہے اسے معتبر نہ جانتے۔ علامہ عینی امام نودی جیسے حضرات پر اعتماد رکھتے۔

اس کے بعد مصنف قدس سرہٗ فرمایا کرتے ہیں وخالفھم فی ذالک اٰخرون اس موقع پر محشی علیہ الرحمہ مخالفین کے نام بتلاتے ہیں اُسی طرح کہ صحابہ میں سے یہ حضرات اور تابعین میں سے مثلاً سعید بن المسیب وغیرہ اور ائمہ و فقہا میں سے یہ لوگ تھے۔ اسکے بعد کتاب میں مخالفین کے مستدلات ذکر کئے جاتے تھے۔ اس پر محشی قدس سرہٗ حسب عادت احادیث کے مخرجین کا پتہ اور احادیث کی تشریح و توضیح و بیان مطالب کرتے ہیں آگے بڑھکر مصنف احادیث متخالفہ کا تعارض دفع کرتے ہیں۔ دفع کی چار صورتیں مشہور ہیں۔ تطبیق۔ ترجیح۔ ناسخ منسوخ بسقوط مصنف علیہ الرحمہ کسی تخالف کو تطبیق سے اور کسی کو ترجیح وغیرہ سے دفع کرتے ہیں۔ یہاں محشی علیہ الرحمہ اکثر اضافہ فرماتے ہیں مثلاً مصنف نے تطبیق سے کام لیا ہے تو محشی قدس سرہ نے فرمایا کہ مذکورہ بالا حدیثوں کا تعارض ترجیح سے بھی دفع ہوتا ہے پھر اسکی تقریر لکھتے ہیں۔ اس طرح کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی۔

اس کے بعد مصنف علیہ الرحمہ مقام روایات سے گذر کر میدان درایت میں قدم رکھتے ہیں اور وننظر فی ذالک کہکر بطریق نظر و فکر اور قیاس شرعی مسئلہ دائرہ میں قلم تحقیق کو خوب جولانی دیتے ہیں نظائر و امثلہ سے مسئلہ کو واضح تر کر دیتے ہیں۔

یہاں محشی علیہ الرحمہ نظر مذکور کو خوب مضبوط بناتے ہیں۔ مخالفین نے اس نظر پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کا ذکر فرماکر بہت جم کر انکی مدافعت کرتے ہیں اس کے لئے باب اوقات الصلاۃ اور باب جمع بین الصلاتین ملاحظہ ہو۔

باب ما مست النار میں یہ بحث ہے کہ کھانا کھانے کے بعد وضو ضروری ہے یا نہیں۔ بعض احادیث میں وضو کا امر ہے یعنی کھانے سے نقض وضو ہو جاتا ہے دوسری حدیث سے انکا خلاف ظاہر ہوتا ہے یعنی کھانا کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ پہلا وضو باقی رہتا ہے اس میں خلل نہیں پڑتا۔

اس تخالف کو مصنف علیہ الرحمہ نے اس طرح دفع کیا ہے کہ نقض وضو کا امر پہلے تھا مگر بعد کو یہ حکم اٹھا دیا گیا۔ اس پر مصنف علیہ الرحمہ نے حدیث کے اس لفظ سے استدلال کیا۔ **کان آخر الامرین ترک الوضو۔** یعنی کھا لینے سے نقض وضو کا امر پہلے تھا اور وضو کا نہ ٹوٹنا اس کا امر بعد کو ہوا۔

اس حدیث کو ابو داؤد شریف میں روایت کرکے یہ کہا کہ ہٰذا اختصار من الاوّل محشی قدس سرہ نے اس فقرہ کی تشریح کی

اور یہ بتایا کہ محدث ابو داؤد سجستانی کا مقصد اس فقرہ سے کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ امام طحاوی کے مذکورہ بالا کو استدلال کو توڑنا اور اعتراض کرنا مقصود ہے۔ ان کے اعتراض کی تقریر کر کے اس کا بہت واضح اور قوی جواب تحریر فرمایا۔

اس قسم کے محاسن حاشیہ میں بھرے ہوئے ہیں دیکھنے سے تعلق ہے تمام حاشیہ میں خیر الکلام ما قل ودل پر عمل فرمایا ہے۔

فضول کلام اور تکرار سے اجتناب کیا ہے۔ الفاظ کی تشریح واستعمال ان کا ماخذ وغیرہ بیان کرنے میں علامہ ابن حجر عسقلانی کے کلام کو پسند فرماتے۔ اکثر جگہ اسی کو نقل کیا ہے۔ البتہ احناف وشوافع کے اختلافی مسائل ودلائل میں علامہ بدر الدین عینی کے کلام کو ترجیح دیتے۔

سند حدیث اور صفت وغیرہ کے مباحث میں امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر وتہذیب التہذیب کے کلام کو درج فرماتے احناف کے دلائل اور مخالفین کے جواب میں ملک العلماء ابو مسعود کاشانی صاحب بدائع صنائع کا کلام پسند آتا اِن ائمہ اعلام کا کلام نہایت مضبوط اور قوی وجامع ہوتا ہے حالات رواۃ کے بیان میں علامہ ابن الجوزی کی کتاب صفۃ الصفوہ کو ضرور ملاحظہ فرماتے اور چیدہ چیدہ اوصاف نقل کرتے۔

کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت غور وخوض میں لگے ہوتے یا کسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہوتے اور ہم نے کسی کتاب کا کوئی بیان زیر بحث مسئلہ کے مناسب جانا۔ برائے نقل حضرت کے سامنے پیش کیا۔ حضرت اسکو ملاحظ فرماتے۔ اپنے معیار پر وہ کلام ہوتا تو نقل کا حکم دیتے یعنی تکرار نہ ہو۔ فضول نہ ہو مقصد سے بیگانہ نہ ہو۔

ایک مرتبہ یہ ہوا کہ باب الکسوف کا حاشیہ لکھا جا رہا تھا۔ کسوف کی لفظی ومعنی تحقیق ہو رہی تھی۔ اور کسوف کے اسباب پر گفتگو تھی حضرت نے حسب عادت جامع بیان میں لفظی ومعنوی تحقیق لکھا دی ہم لوگوں کی یہ خواہش رہتی تھی کہ ہر موقع پر خوب پھیلاؤ ہونا چاہیئے اس بنا پر ہم نے کسی کتاب کا مزید بیان ملاحظ کے لئے پیش کیا دیکھکر فرمایا کہ یہ سب کچھ بیان سابق میں آچکا اور زائد کی ضرورت نہیں۔ کسوف کے اسباب پر گفتگو ہو رہی تھی حضرت نے یہاں بھی وہی انداز اختیار فرمایا کہ جامع واضح الفاظ میں اس کا سبب ظاہر کر دیا بعض شارحین حدیث نے اسباب کسوف پر خوب تفصیلی بحث کی تھی نہایت بسط سے اسباب بتلائے تھے ہم نے پورا مضمون درج حاشیہ کرنا چاہا۔ مگر حضرت اقدس نے یک نظر دیکھکر رد فرما دیا۔ پھر ہم کو مطمئن کرنے کے لئے اس کے رطب ویابس کو چھانٹ کر رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ سب سطحی باتیں ہیں اصل سبب وہ ہے جو میں نے لکھ دیا وہ بہت قوی ہے۔ پھر فرمایا کہ آدمی سو نہ کہے ایک کہے ڈھنگ کی کہے۔

اسی طرح احتیاط کو تمام حاشیہ میں ہر منزل پر ملحوظ رکھا ہے۔ ہم لوگوں کو تحشیہ کی خدمت کے موقع پر کئی طرح کے فوائد حاصل ہوئے۔ مضامینِ حاشیہ کو حضرت اقدس خود املا کراتے مولوی محمد خلیل خاں صاحب مارہروی اور مولوی ظہیر احمد صاحب علی گڑھی خوشخط ہونے کی بنا پر باری باری تحریر کرتے۔ ان کے نوشتہ کو خود ملاحظ فرماتے۔ کتابت کے آداب کا افادہ فرماتے۔ مثلاً لکھتے لکھتے صفحہ ختم ہو گیا مضمون باقی رہ گیا تو یہاں سرخی سے لکھواتے باقی بر صفحہ آئندہ اور جب دوسرے صفحہ پر چھوٹا ہوا مضمون لکھا جاتا تو فرماتے یہاں لکھو بقیہ صفحہ فلاں۔ اس وقت ہمیں باقی اور بقیہ کا فرق معلوم ہوا۔ نیز یہ افادہ فرمایا کہ اگر درمیان تحریر میں کوئی لفظ رہ گیا اور وہاں جگہ بڑھانے کے لئے نہیں ہے تو اسی سطر کے داہنی طرف بحاذ میں ترک لکھ کر وہ لفظ درج کر دو۔ اور اگر کوئی لفظ غلط لکھا گیا۔ تو اگر کاٹ کر دوسرا لفظ لکھنے کی وہاں گنجائش ہے تو خیر ورنہ حاشیہ پر بالکل محاذ میں بدلہ کا نشان بنا کر وہ لفظ لکھواتے جو مقصود ہوتا۔ لفظوں کے شوشتے صحیح ہوتے کی تاکید اور ہر نقطہ اپنی جگہ پر ہو اِدھر اُدھر نہ ہو۔

ایک مرتبہ نوشتہ ملاحظ فرما رہے تھے اس میں اسم

جلالت اللہ اور اس کے ساتھ کوئی اور لفظ قلم زد تھا جو لغزش قلم کا نتیجہ تھا۔ یہ دیکھکر حضرت کو سخت تاثر ہوا۔ اور فرمایا کہ ہمارا یہ طریقہ نہیں اسم جلالت پر قلم پھیرنا بے ادبی ہے۔ ادب یہ ہے کہ اسم جلالت کو دائرہ میں (اللہ) اس طرح گھیر دو۔ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ یہاں کوئی دوسرا لفظ مقصود ہے۔ نہ یہ کہ بیکار ہے۔ غلط ہے۔ بے سود ہے۔ لفظ اللہ ہر وقت ہر حال میں سود مند کار آمد ہے۔ اس لفظ پاک کا غلط ہونا چہ معنی۔

مذکورہ احتیاط اور محاسن کے ساتھ تحشیہ کا کام محرم سے شروع ہو کر شعبان تک چند مہینہ ہوا۔ اس کام کے لئے عشار کے بعد ۲۔۳ گھنٹے مقرر تھے اور جمعہ کو صبح سے گیارہ تک یا درمیان سال کی تعطیلات میں یہ کام انجام پاتا۔ اس مختصر مدت میں باریک قلم سے کچھ کم پانسو صفحات لکھے گئے۔ مشیت الٰہی کہ پھر وہ کام ملتوی ہو گیا۔ اب تک نہ مکمل ہو سکا نہ اتنا ہی شائع ہو سکا۔

مقام غور ہے کہ قلیل مدت میں جلد اول کے نصف پر تحشیہ پانسو صفحات پر ہوا جو ابھی مسودہ ہے۔ حضرت اقدس خود فرمایا کرتے تھے کہ ابھی مضامین ومواد جمع کیا جا رہا ہے۔ نظر ثانی ضروری ہے۔ نہ اس کا دیباچہ لکھا گیا۔ نہ نام تجویز ہوا۔ موجودہ صورت میں اتنا بڑا علمی ذخیرہ جمع ہو گیا۔ خدا جانے نظر ثانی کے بعد کیسے کیسے مضامین عالیہ وجواہر غالیہ وگرانقدر معانی کا اضافہ ہوتا۔ اہل علم کے لئے بے بہا خزانہ ہوتا۔ شکر خدا جو کچھ ہے بسا غنیمت ہے۔

مولیٰ عز وجل حضور اقدس کی اس دینی خدمت کو شرف قبول بخشے قبر شریف کو انوار سے بھر دے۔ مراتب علیا عطا فرمائے آمین۔

□□

(بقیہ ص ۲۱۳ کا)

کہ سرکار اعلیٰ حضرت سے اصرار کر کے قوم مسلم کی بھلائی کے لئے قرآن عظیم کا اردو میں ترجمہ کرا ڈالا، ورنہ قرآن فہمی میں اردو داں طبقے کو کتنی دشواری ہوتی محتاج بیان نہیں خصوصاً جبکہ مارکیٹ میں متعدد غلط ترجمے رواج پا چکے تھے، یقیناً حضور صدر الشریعہ اور سرکار اعلیٰ حضرت کے اس عظیم احسان سے امت مسلمہ رہتی دنیا تک عہدہ برآ نہیں ہو سکتی ہے

راقم حروف نے کنز الایمان کے مخطوطے اور قدیم مطبوعہ نسخوں کی مدد سے کنز الایمان کی حتی المقدور تصحیح کر ڈالی ہے کیوں کہ ناشرین کی بے توجہی اور تصحیح میں غفلت کی وجہ سے کنز الایمان میں کتابت کی بے شمار غلطیاں در آئی تھیں، الحمد للہ تصحیح شدہ نسخے فیاض الحسن بک سیلر نئی سڑک کان پور و رضوی کتاب گھر بھیونڈی / دہلی سے شائع ہو رہے ہیں فالحمد للہ اولاً وآخراً، □□

(بقیہ ص ۲۳۹ کا)

ص ۲۱ مطبع بھارت پریس گلشن محل کمپاؤنڈ فارس رود بمبئی ۱

(۱۷) مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں الملفوظ حصہ اول ص ۲، مکتبہ نعیمیہ گوالٹولی کانپور

(۱۸) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ اول ص ۲۳ قادری بکڈپو نومحلہ مسجد بریلی

(۱۹) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ ہفدہم ص ۱۰۲، ۱۰۱ شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران ناشران کتب کشمیری بازار لاہور

□□

مولانا عبد المبین نعمانی ★

کنز الایمان اور صدر الشریعہ

اعلیٰ حضرت مجدّد دین وملّت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرّہٗ العزیز کا ترجمہ قرآن "کنز الایمانی ترجمۃ القرآن" (۱۳۳۰ھ) مقبولیت کی جس بلند ترین منزل پر فائز ہے، وہ محتاج بیان نہیں، ہند و پاک اور دیگر ممالک میں اس کی اشاعت جس پیمانے پر ہو رہی ہے اس کا مقابلہ دنیا کی دیگر زبانوں کے ترجمے تو کیا خود اردو کے تراجم میں بھی کوئی ترجمہ نہیں کر سکتا، ایک زمانہ تھا کہ اس کی اشاعت کی طرف سے غفلت برتی جا رہی تھی، اور دوسرے تراجم چور دروازے سے قرآن کے معنی ومطلب کے نام پر سنی گھروں میں پھیلائے جا رہے تھے، عام خواندہ مسلمان ان تراجم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے نادرست تراجم قرآن حاصل کرتے جا رہے تھے لیکن اب جبکہ ہر طرف ترجمہ امام احمد رضا کی دھوم مچی ہوئی ہے دوسرے تراجم قرآن کی اشاعتیں متاثر ہونے لگی ہیں، یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض ممالک میں ہند و پاک کے وہابی مسلک کے متعصب افراد نے پابندی لگوانے کی پوری کوشش کی اور وہ سرکاری طور پر پابندی لگوانے میں کامیاب بھی ہو گئے، لیکن الحمد للہ اس پابندی کا اثر الٹا نکلا جسے رکوانے کی تدبیر کی جا رہی تھی اس کی شہرت اور اشاعت آسمانوں کو چھونے لگی۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے۔

ع، مہ فشاند نور و سگ عو عو کند

اور بالکل ایسے ہی اس کی اشاعت بڑھتی جا رہی ہے جیسے اسلام کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

چونکہ کنز الایمان قرآن و اسلام کا سچا ترجمان اور مسلک حق کا صحیح ترین پاسبان ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام ہی کی طرح ابھرنے اور بڑھنے کی فطرت سے نوازا ہے، اب گھٹانے والے لاکھ گھٹائیں، روکنے والے ہزار تدبیریں کرتے رہیں، لیکن کنز الایمان کا سورج تو چڑھتا ہے اور چڑھتا ہی جائے گا۔

الحمد للہ کنز الایمان کی خوبیاں ایسی نہیں کہ صرف امام احمد رضا کے معتقد و مریدین ہی مداح ہیں بلکہ جنھیں امام احمد رضا سے مسلکی ہم آہنگی بھی نہیں ارادت وتلمذ تو دور کی بات ہے وہ بھی جب حقیقت بیں نگاہوں سے غیر جانبدار ہو کر ترجمہ امام احمد رضا کی زیارت کرتے ہیں اور اس کی تہ بہ تہ خوبیوں سے واقف ہوتے ہیں تو بے ساختہ مدح وثنا میں زبان کھول کر حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے، ذیل میں ایسے ہی دو تاثرات ہدیہ ناظرین ہیں، چشم حیرت وا کیجیے اور پڑھیئے،

پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات ونشریات، مولانا کوثر نیازی جو مشہور دیوبندی عالم مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے شاگرد ہیں اور عرصہ تک جماعت مودودی معروف بہ جماعت اسلامی سے بھی منسلک رہ چکے ہیں وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حقائق نگاری وادب آموزی سے متاثر ہو کر تحریر کرتے ہیں۔

" ادب واحتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ یہی ان کا سوز نہاں ہے، جو اُن کا حرزِ جاں ہے، اُن کا طغرائے ایماں ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصلِ کون ومکاں ہے، برتر از این و آں ہے، باعثِ رشکِ قدسیاں ہے، راحتِ قلبِ عاشقاں ہے، سرمۂ چشمِ سالکاں ہے ترجمہ کنز الایماں ہے۔

★ مہتمم دار العلوم قادریہ چریا کوٹ مئو یوپی

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کے ترجمے کو دیکھو، قرآن پاک شہادت دیتا ہے مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى، "رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے"، ضَلَّ ماضی کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے، عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد وافکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مفہوم اخذ کر لیتے ہیں وَوَجَدَكَ ضَآلًّا کا ترجمہ مَا ضَلَّ (گمراہ نہیں ہوئے) کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت رسول کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو، انھوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے!

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں۔

اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سُجھائی،

کہا جا سکتا ہے مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہو گئی آیئے ادیب شاعر، مصنف اور صحافی مولانا عبد الماجد دریابادی کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کا ترجمہ ہے۔

"اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا"

مولانا دریابادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے، ان کے قلم سے حرف نظر کیجئے، اس دور میں اردوئے معلیٰ میں لکھنے والے اہل قلم حضرت مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے ان کا ترجمہ یوں ہے۔

— "اور تمہیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی"۔

پیغمبر کی گمرہی اور پھر ہدایت یابی میں جو جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انھیں نظر میں رکھیے اور پھر کنز الایمان میں امام احمد رضا خاں کے ترجمہ کو دیکھئے۔

بیا ورید گر اینجا بود سخن دانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

امام نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"۔ کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ "رشدی" کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کاروائی کرنے میں اس لئے تامل کریں کہ کہیں آقایانِ نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۱۰۸-۱۰۹ مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور ۱۴۱۱ھ)

اب آیئے امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان جناب سعید بن عزیز یوسف زئی کے کنز الایمان کے بارے میں تاثرات ملاحظہ کریں

— "ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اس مضمون میں اس بات کی وضاحت وصراحت کر دیں کہ کنز الایمان اہل حدیث کی نظر میں کیا ہے؟ — اور اس پر عائد کیے جانے والے الزامات پر ہمارا کیا نقطہ نظر ہے — اب آیئے اصل مضمون کی طرف جو کہ کنز الایمان کے بارے میں ہے کہ ہمارا اس کے بارے میں کیا نظریہ ہے — جہاں تک علمائے دیوبند کا تعلق ہے وہ تو نہایت شد و مد سے اس کی مخالفت بلکہ تکفیر تک کرتے ہیں مگر میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ الحمد سے لے کر والناس تک ہم نے کنز الایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی، نہ ہی کسی بدعت یا شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علو تقدس وعظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ

خاطر رکھا گیا ہے جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتبِ فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے ___ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوبِ خدا شفیع روزِ جزا، سید الاولین والآخرین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور معنوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحبِ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ___ اور ۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے مقام عالیشان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے ۔

قرآن مجید کے جتنے بھی تراجم آج تک اردو زبان میں ہوئے ہیں ان سب کو پڑھ ڈالیں سوائے کنزالایمان کے ہر ترجمہ میں یہ بات نظر آئے گی الفاظ گو کہ مختلف ہوں گے مگر مفہوم ایک ہی ہوگا کہ ___ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى" اور تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی،

افسوس ان مترجمین پر بھی ہوتا ہے کہ بوقتِ ترجمہ اپنا ذہن اتنا سا بھی استعمال نہ کر سکے کہ یہ ترجمہ ہم کس کے لئے کر رہے ہیں؟ کیا وہ نعوذ باللہ گمراہ تھے، اگر گمراہ تھے تو پھر نبی کیوں کر بنے' .... کیا قرآن مجید ان کے بارے میں اعلان نہیں کر رہا ہے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى، تمہارے ساتھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گمراہ نہیں ہیں ۔ . . .

مگر دیکھئے کہ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہی ہیں کہ ان کا ترجمہ ہی مقام مصطفےٰ کی روشنی میں کیا گیا ہے اور حامل مقام محمود صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے مطابق ہے کہ لکھتے ہیں ___" اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"

(آئینہ امام احمد رضا ص ۶۲ تا ۶۶ ملخصاً مطبوعہ ادارہ افکار حق باسی پور رنیہ بہار)

یوں ہی فاضل مضمون نگار نے بسم اللہ شریف، وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ اور آیت وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى، وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى، کے تراجم کی خوبیاں بیان کی ہیں اور کھل کر محاسن کنزالایمان کا اعتراف کیا ہے آخری پیراگراف میں فاضل موصوف لکھتے ہیں ۔

" چنانچہ باوجود ان کے حنفی ہونے کے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ترجمے میں وہ چیز پیش کی ہے جس کی نظیر علمائے اہل حدیث کے ہاں بھی نہیں ملتی ہے کنزالایمان واقعی ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے جو کہ ہر ایک متبع رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پڑھنا چاہیئے میں یہ بات برملا کہوں گا کہ کنزالایمان کا مطالعہ ہر اس شخص کے حق میں مفید ہے جو کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہے ، (ایضاً ص ۶۸)

ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے محاسن و فضائل کا ذکر اس وقت مقصود نہیں، اس موضوع پر کثیر مقالات و کتب کی اشاعت عمل میں آچکی ہے ۔ خود ناچیز کا بھی ارادہ ہے محاسن کنزالایمان پر روشنی ڈالنے کا جس میں انشاء اللہ کچھ جدید گوشوں کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی ، سرِدست مذکورہ بالا دو فاضل کے (جن کا تعلق امام احمد رضا سے نہ مسلک کا ہے نہ تلمذ و ارادت کا) تاثرات محض اس لئے سپرد قلم کر دیئے گئے ہیں تاکہ قرآن عظیم کے ترجمۂ صحیح کنزالایمان کی اہمیت پر بطور خاص توجہ دی جائے کہ یقیناً یہ ترجمۂ قرآن امام احمد رضا کا امت پر عظیم احسان ہے، جو بہت سی ضخیم

تفاسیر پر بھی بھاری ہے ۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی جاتی ہے کہ یقیناً دنیا کی جتنی زبانوں میں بھی قرآن کا ترجمہ ہوا ہے اور غالباً اردو میں سب سے زیادہ ہوا ہے، سب پر امام احمد رضا کا ترجمہ کنزالایمان فوقیت و فضیلت رکھتا ہے، اس کے جہاں اپنے مداح ہیں غیر بھی اس کی خوبیوں کے معترف ہیں، اس کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس کو دنیا کی متعدد زبانوں میں منتقل کیا جا چکا ہے ۔ جبکہ کسی دوسرے ترجمہ قرآن کو شاید ہی یہ مقام حاصل ہو، اسے تین فاضل نے اپنے اپنے انداز سے انگریزی میں منتقل کیا ہے دو چھپ چکا ہے تیسرا زیر طبع ہے، کئی ہندی دانوں نے اسے ہندی میں منتقل کیا ہے، بنگلہ، گجراتی، سندھی، ڈچ زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہو چکے ہیں اور کئی ایک زبانوں میں سلسلہ جاری ہے غالباً فارسی میں بھی کوئی فاضل ترجمے کی خدمت انجام دے رہے ہیں، گویا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان صرف اردو ہی میں قرآن کا ترجمہ نہیں بلکہ دوسری بہت سی زبانوں میں بھی قرآن کی ترجمانی کا بہترین ذریعہ ہے اب کسی بھی زبان میں قرآن کے معنی و مفہوم کو منتقل کرنے کے لئے براہ راست کنزالایمان کو سامنے رکھا جا رہا ہے اور اسی ترجمہ کو بنیاد بنایا جا رہا ہے اب تک اس کے محاسن پر پچاس سے زائد مقالات و کتب لکھے جا چکے ہیں ۔ پھر بھی اس کے محاسن کا احاطہ نہیں کیا جا سکا، جو بھی قلم اٹھاتا ہے کچھ نہ کچھ نئی خوبیاں سامنے لاتا ہے، غرضیکہ ایک طرف قرآن تمام کتابوں پر فضیلت رکھتا ہے تو دوسری طرف کنزالایمان بھی تمام تراجم قرآن پر فوقیت رکھتا ہے، اور اس حسین ترین و صحیح ترین ترجمے کی خدمت سے ایک طرف سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ عہدہ برآ ہوتے ہیں تو املا کی خدمت انجام دینے میں صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ اپنا ثانی نہیں رکھتے بلکہ یہ ترجمہ قرآن سچ پوچھئے تو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ہی کی تحریک و تحریض کا نتیجہ ہے واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے ،

حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ سے ترجمہ قرآن کی گزارش کی اور قوم کو اس کی جس قدر ضرورت ہے اسے ظاہر کرتے ہوئے اس کے لئے اصرار کیا۔ اعلیٰ حضرت نے وعدہ تو کر لیا لیکن کثرتِ مشاغل کے باعث تاخیر ہوتی گئی، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا ___ ترجمہ کے لئے مستقل وقت نکالنا مشکل ہے اسلئے آپ رات کو سوتے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں تو میں املا کرا دوں، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا، حضرت ترجمہ شروع ہو جائے ۔ چنانچہ اسی وقت ترجمہ شروع کرا دیا، ترجمہ کا طریقہ ابتداءً یہ تھا کہ ایک آیت کا ترجمہ ہوتا اس کے بعد اس کی تفاسیر سے مطابقت ہوتی اور لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ بغیر کسی کتاب کے مطالعہ و تیاری کے ایسا برجستہ اور مناسب ترجمہ تمام تفاسیر کے مطابق یا اکثر کے مطابق کیسے ہو جاتا ہے، یقیناً یہ اللہ کا بڑا فضل و احسان ہے اعلیٰ حضرت پر' اس کام میں جب دیر لگنے لگی تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ ایک رکوع کا پورا ترجمہ کرتا ہوں اس کو بعد میں آپ لوگ تفاسیر سے ملا لیا کریں، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ اس کام میں لگ گئے پہلے ترجمہ لکھتے پھر تفاسیر سے ملاتے، جس کی وجہ سے اکثر بارہ بجے کبھی کبھی دو بجے رات گئے اپنی رہائش گاہ پر واپس ہوتے ، غرض اس طرح حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کرا لیا ۔

(ماہنامہ فیض الرسول مارچ ۱۹۶۶ء و سوانح اعلیٰ حضرت)

یہ عظیم الشان اور اہم کام دن یا رات کے قلیل عرصے میں سال ۱۳۳۰ھ و ۱۳۳۱ھ کے درمیانی چند ماہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ۔ کنزالایمان کا جو مخطوط (قلمی نسخہ) مولانا قاری احمد جمال اعظمی مصباحی شیخ التجوید جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی معرفت نہایت خستہ حالت میں دستیاب ہوا ہے اس کے شروع اور درمیان سے

بعض اوراق غائب ہیں، شروع صفحہ ساٹھ سورہ بقرہ رکوع نمبرا سے ہے اس کے پہلے کے صفحات دستیاب نہیں، یہ مخطوط خاص صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ترجمے کے کل صفحات ۳۲۵ ہیں اور سائز بیس تیس/آٹھ انچ ہے جابجا حاشیہ پر تاریخ بھی درج ہے، سورۂ بقرہ شریف کے اختتام پر تاریخ ہے۔

"شب بست و نہم جمادی الآخرہ قبل عشا باختتام رسید بفضلہ تعالیٰ"

سن نہیں دیا ہوا ہے غالباً ۱۳۳۰ھ ہے کہ یہی تاریخی نام کنزالایمان سے نکلتا ہے جبکہ ترجمے کا اختتام ۱۳۳۱ھ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ نام آغاز ترجمہ کے حساب سے ہے۔

سورہ آل عمران کے اختتام پر ہے ـــ "شب پنجم رجب" جس سے ظاہر ہوتا ہے پوری سورۂ آل عمران کا ترجمہ جو ۱۵ صفحات پر ہے پانچ دنوں یا اس کے کم میں اختتام کو پہنچا، اس سے ترجمے کی رفتار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یومیہ پانچ صفحات ہوتے، واضح رہے کہ مسودے پر صرف ترجمہ ہی مرقوم ہے اور سطریں مختلف ہیں کسی صفحے پر ۱۶، کسی پر ۱۷، کسی پر ۱۹، کسی پر ۲۱ ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ شریف کا ترجمہ بھی لکھا ہے جو اس طرح ہے ـــ "اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا" بعض مقامات پر ہے بڑا مہربان، اور سورۂ یوسف پر ترجمہ یوں ہے ــ.... جو بہت رحم والا مہربان، سورۂ الحاقہ پارہ ع۲۹ سے ترجمہ یوں ہے ــ.... جو نہایت مہربان رحم والا۔

سورۂ نسا کے اختتام پر یہ تاریخ ہے جبکہ اس کے کل ۱۰ صفحات ہیں، ـــ "شب دہم رجب قبل العشاء ۱۳۳۰ھ"

گویا یہ بھی پانچ ایام میں مکمل ہوا۔

سورۂ انعام کے اختتام کی تاریخ ہے "۱۶ رجب"، گویا مائدہ اور انعام دونوں سورتیں صرف ۶ یوم میں ترجمے سے گزریں جبکہ ان کے کل صفحات ۲۴ ہیں۔

سورۂ اعراف کے اختتام پر "۲۰ رجب" کی تاریخ درج ہے،

سورۂ یونس کے اختتام پر ۲۷ رجب کی تاریخ درج ہے،

سورۂ ابراہیم پارہ ع۱۳ کے اختتام پر ۸ شعبان درج ہے،

سورۂ حجر پارہ ع۱۴ کے اختتام پر ۹ شعبان ہے

سورۂ نحل پارہ ع۱۴ پر ـ ۱۶ شعبان ـ ہے

اندازہ ہے کہ جمادی الآخرہ کی کسی تاریخ کو ترجمہ شروع ہوا اور ۱۶ شعبان تک ڈھائی مہینے میں مکمل ۱۴ پارے ہو گئے،

سورۂ اسرار (یعنی بنی اسرائیل) پر ۱۹ شعبان درج ہے۔

سورۂ کہف کے اختتام پر کوئی تاریخ نہیں البتہ تین رکوع قبل ختم ہونے کے ۲۱ شعبان درج ہے، اس کے بعد سورۂ مریم مکمل نہیں ہے اور چالیس صفحات غائب ہیں،

پھر سورۂ نحل پارہ ع۲۰ کے اختتام سے ایک رکوع قبل "شب ۲ جمادی الآخرہ" کی تاریخ رقوم ہے. گویا شعبان ۱۳۳۰ھ سے لیکر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ تک ۹ مہینے کام بند رہا کسی اہم ضرورت یا علالت کے پیش نظر، پھر ۹ ماہ بعد ۲ جمادی الآخرہ کے قریب شروع ہوا، یا جمادی الاولیٰ کے اواخر میں۔

سورۂ سبا پارہ ع۲۲ کے اختتام پر "شب ۷ جمادی الآخرہ" درج ہے،

سورۂ یٰسٓ شریف کے اختتام پر ۸ جمادی الآخرہ کی تاریخ درج ہے۔ گویا سورۂ فاطر و یٰسٓ کے ترجمے جو ساڑھے پانچ صفحات پر مشتمل ہیں ایک دن میں تحریر کیے گئے۔

سورۂ صافات پارہ ع۲۳ کے اختتام پر، شب ۹ جمادی الآخرہ' درج ہے۔

سورۂ حدید پارہ ع۲۷ کے آخر میں "شب ۲۰ جمادی الآخرہ" درج ہے۔

سورۂ حشر پارہ ع۲۸ کے آخر میں "شب ۲۱ جمادی الآخرہ" درج ہے۔

سورۂ تحریم پارہ ع۲۸ کا اختتامیہ "شب ۲۲ جمادی الآخرہ" ہے

سورۂ قلم پارہ ع۲۹ کا آخر یوں ہے "شب ۲۳ جمادی الآخرہ"

سورۂ جن پارہ ع۲۹ کے آخر میں ہے۔ "شب ۲۴ جمادی الآخرہ" ۴½ صفحات

سورۂ دہر پارہ ع۲۹ کے آخر میں تاریخ ہے، "شب ۲۵ جمادی الآخرہ، ۴ صفحات

سورۂ تطفیف پارہ ع۳۰ کی تاریخ اختتام شب ۲۶ جمادی الآخرہ، ۵ صفحات

سورۂ والتین کے آخر میں ہے ـــ "شب ۲۷ جمادی الآخرہ" ۴ صفحات

مسودے کے صفحات ۳۲۵ ہیں آخری صفحہ پر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا دستخط اس طرح ہے،

شب ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ

کاتب، فقیر بارگاہ رضوی

ابوالعلا امجد علی اعظمی عفی عنہ

بہت سی سورتوں کے اختتام پر تاریخ درج نہیں، بلکہ بعض سورتوں کے درمیان میں بھی تاریخیں درج ہیں۔

ابتدا اور انتہا کی تاریخوں سے اندازہ لگتا ہے کہ ترجمہ کنزالایمان کی تحریر کا آغاز جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ میں ہوا اور اختتام ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ میں، لیکن کام مسلسل نہیں ہوا ہے۔ بعض صفحات مسودے کے درمیان سے غائب بھی ہیں جن کی تاریخیں معلوم کرنا مشکل ہے، البتہ اس بات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ یہ نادر و نایاب اور مہتم بالشان ترجمہ، قرآن موسوم بہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" سال کے چند مہینوں میں مکمل ہوا، پورے ایک سال بھی صرف نہ ہوئے، اور وہ بھی رات میں عشا کے بعد سوائے چند ان ایام کے جن کی صراحت ہے کہ ان میں قبل عشا کام ہوا، اندازہ ہے کہ یہ کام چار پانچ مہینوں میں انجام کو پہنچا غالباً اتنی قلیل مدت میں قرآن کا ایسا عظیم الشان ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مسودہ اصل وہی مسودہ معلوم ہوتا ہے جسے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے املا کرایا، کیوں کہ متعدد مقامات پر خاص سطر ہی میں ایک ترجمہ لکھا ہوا ہے پھر اس کو قلم زد کر کے آگے دوسرا ترجمہ ہے، گویا ایک ترجمہ لکھوا کر اس پر غور فرماتے پھر ضرورت محسوس ہوتی تو قلم زد کر کے دوسرا لکھواتے پھر آگے کی آیات کا ترجمہ ہوتا، ہاں بعض مقامات وہ بھی ہیں جن کو قلم زد کر کے دو سطروں کے درمیان کی جگہ یا حاشیہ پر ص کا نشان لگا کر دوسرا ترجمہ مرقوم ہے۔ لیکن ایسے مقامات نسبتاً کم ہیں، غالباً یہ نظر ثانی کے وقت ہوا ہوگا۔

بعض آیات کے ترجمے دو دو ہیں، میں نے ایسے مکرر تراجم کو رضوی کتاب گھر بھیونڈی سے شائع ہونے والے نسخہ کنزالایمان کے حاشیہ پر مکرر لکھ کر حاشیہ میں شامل کر دیا ہے۔ جبکہ سابقہ مطبوعہ نسخوں میں صرف ایک جگہ مکرر ترجمہ توسین میں اصل ترجمہ کے ساتھ ہی درج ہے اور وہ آیت ہے الحق من ربک ـــ (بقرہ ع۱۴۷)

اس مسودے میں درمیان سطور جگہ جگہ موٹے قلم سے صفحات لگے ہوئے ہیں، جیسے پہلے کے کاتب درمیان کتابت جب کتاب کا صفحہ پورا ہوتا تو مسودے میں اسی جگہ سطروں کے بیچ صفحہ ڈال دیا کرتے تھے اب یہ رواج کم ہے ـــ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسی خاص نسخہ سے اولین مرتبہ کتابت وطباعت کا بھی کام لیا گیا ہے، کاتب نے سورۂ اخلاص پر ۶۰۹ صفحہ لگایا ہے جبکہ تین سورتیں اس کے بعد ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جو کنزالایمان کی اشاعت ہوئی ہے اس کے کل صفحات ۶۱۰ تھے، ایسا کوئی مطبوعہ نسخہ اب تک میری نظر سے نہیں گزرا ہے، البتہ سنا ہے کہ پہلے پہل صرف ترجمہ قرآن بغیر تفسیر کے چھپا تھا، غالباً یہ اسی نسخہ کا صفحہ ہوگا، کیوں کہ ۶۱۰ صفحات میں تفسیر کے ساتھ ترجمہ و متن قرآن کو سمونا مشکل ہے، خصوصاً اس وقت جبکہ تمام کام لیتھو سسٹم سے ہوتا تھا۔ ـــ "قرآن حکیم کے اردو تراجم" مصنف

ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم میں ہے کہ "کنز الایمان کا پہلا ایڈیشن مراد آباد کے مطبع نعیمی میں طبع ہوا یہ رف کاغذ پر طبع تھا اور چار سو اٹھاسی (۴۸۸) صفحات پر مشتمل تھا"۔ ایسا کوئی نسخہ بھی اب تک میری نظر سے نہیں گزرا، ممکن ہے یہ بغیر متن قرآن، صرف ترجمہ کی کوئی اولین اشاعت ہو۔

اب ذیل میں بعض وہ مقامات پیش کئے جاتے ہیں جہاں پہلے ترجمہ کچھ تھا بعد میں تبدیل کر کے دوسرا لکھا گیا تاکہ اس سے امام احمد رضا کے فکری ارتقار کا اندازہ لگایا جا سکے۔

سورہ	آیت	ترجمہ اول (غیر مطبوعہ وقلم زدہ)	ترجمہ ثانی مطبوعہ
آل عمران	۴۳	اے مریم اپنے رب کے لئے سجدہ کر اور اس کے حضور ادب سے کھڑی ہو،	اے مریم اپنے رب کے (حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لئے سجدہ کر)
"	۴۴	جب وہ اپنی قلمیں ڈالتے تھے	جب وہ اپنی (قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے)
نسار	۷۴	تو اُسے چاہئے کہ اللہ کی راہ میں اُن سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لیتے ہیں	انھیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں،
"	۸۳	جان لیتے یہ جو بات کھود کر نکال لیتے ہیں	جان لیتے یہ جو بات (میں کاوش کرتے ہیں)
"	۱۵۵	تو یقین نہیں لاتے (رکھتے) مگر تھوڑا	تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے
مائدہ	۳۱	اور اپنی کی طرف پلٹ نہ جاؤ کہ زیاں کی طرف پلٹو گے	اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے،
انعام	۱۴۶	یا وہ بے حکمی کا جانور، جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا،	یا وہ بے حکمی کا جانور (جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا)
	۲۷	اے ایمان والوں اللہ ورسول سے خیانت نہ کرو	اے ایمان والو اللہ ورسول سے دغا نہ کرو
"	"	اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو جان کر	اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت
"		تو اللہ ان کے کاموں سے خبر دار ہے	تو اللہ ان کے (کام دیکھ رہا ہے)
توبہ	۱	بیزاری ہے اللہ اور رسول کی	بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور رسول کی طرف سے،
ابراہیم	۱۲	اور ہم ضرور صبر کریں گے تمہاری ایذا پر	اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے
نمل	۴۴	اس محل میں داخل ہو	اس سے کہا گیا کہ (صحن میں آ)
صافات	۴۸	ان کے پاس ہیں نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھ والیاں	ان کے پاس ہیں (جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی بڑی آنکھ والیاں)

سورۃ الشمس میں وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کا ترجمہ صرف اس قدر ہے "اور نقصان پایا" آگے جگہ چھوٹی ہوئی ہے شاید بعد میں لکھنا تھا کسی وجہ سے نشست بدل گئی اور یہ ناقص رہ گیا۔ مراد آباد سے حضرت صدر الافاضل نے جو نسخہ مع تفسیر طبع کرایا ہے اس میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے "اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا" (سورۂ شمس پارہ ۳۰ آیت ۱۰)

سورۂ مجادلہ پارہ ۲۸ آیت نمبر ۱۲۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا الخ اے ایمان والو جب تم کوئی بات رسول سے آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض کے پہلے کچھ صدقہ دے لو"، اس پر مسودے میں ایک مختصر حاشیہ ہے "یہ اس کی اصل ہے جو مزارات اولیا پر تصدق کے لئے شیرینی وغیرہ لے جاتے ہیں"،

اس حاشیہ کو حضرت مفسر قرآن مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے، اپنی تفسیر خزائن العرفان میں حضور اعلیٰ حضرت کے حوالے سے شامل فرمالیا ہے،

سورۂ رحمٰن آیت ۳۵، ۳۷ پر بھی دو حاشیے ہیں جو تفسیر خزائن العرفان میں شامل ہیں۔

سورۂ مائدہ آیت ۵۴ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ کا مطبوعہ ترجمہ ہے "اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے"، —— اس کا مسودے میں حاشیہ پر دوسرا ترجمہ بھی مرقوم ہے "اور کسی کے بُرا کہنے سے نہ ڈریں گے"، یہ دوسرا ترجمہ پہلے کو قلم زد کئے بغیر نسخہ کی علامت ن کے ساتھ ہے، یہ دوسرا ترجمہ پہلے سے زیادہ مختصر اور ٹھیٹ محاورے میں ہے میں نے تصحیح شدہ جدید الطبع نسخہ میں اس کو شامل کر دیا ہے ورحاشیے پر علیحدہ رکھا ہے

سورۂ اعراف (پارہ ۸) کی ابتدائی آیات كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الخ کے ترجمہ "اے محبوب ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رُکے"، پر ایک مختصر حاشیہ اس طرح ہے —— "یہ خیال پیدا نہ ہو کہ شاید لوگ نہ مانیں"، یہ حاشیہ بھی بعینہ طبع ہونے سے رہ گیا ہے البتہ اس کا مفہوم خزائن العرفان میں موجود ہے۔

ایک ضروری وضاحت

ترجمہ اعلیٰ حضرت کے مخطوط اور اس کے قدیم مطبوعہ نسخوں کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل قدس سرہما نے مضامین قرآن کی کوئی فہرست نہیں بنائی تھی، اور نہ قدیم نسخوں میں کوئی فہرست مضامین چھپی ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلے ترجمہ اعلیٰ حضرت کو کتب خانہ اشاعت الاسلام دہلی نے چھاپنا شروع کیا تو اس کے مطبوعہ نسخوں میں بھی فہرست نہیں ہوتی تھی، کچھ دنوں کے بعد کسی کے مشورے پر یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس کتب خانے نے ایک فہرست مضامین شامل کر دی اور جب دیگر اداروں نے ترجمہ اعلیٰ حضرت شائع کرنا شروع کیا تو پھر سب نے اس کی تقلید کی اور وہی فہرست تقریباً دہلی کے تمام ناشرین نے اس کو شائع کر ڈالا' فہرست کی پیشانی پر یا اس کے آخر میں مرتب کی حیثیت سے کسی کا نام بھی نہیں، اس لئے آج کل عام طور سے یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ یہ فہرست القرآن المجید' اعلیٰ حضرت کی ہے یا صدر الافاضل کی، حالانکہ دونوں بزرگوں کا اس فہرست کی ترتیب و اشاعت سے کوئی تعلق نہیں، اور چونکہ اس فہرست میں بعض عنوانات کے تحت جو آیات دی گئی ہیں ان کا بظاہر عنوان سے تعلق معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی تفسیری طور پر ان آیات کی عنوان سے مطابقت ہو پاتی ہے، اس لئے اس کو بہانا بنا کر بعض معاندین نے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنا شروع کر دیا ہے حتیٰ کہ بعض مخالفین نے اس کے خلاف مضامین بھی چھاپ ڈالے ہیں اس لئے وضاحت ضروری تھی، اور میری تمام ناشرین قرآن سے گزارش ہے کہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت و تفسیر صدر الافاضل کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی فہرست مضامین شامل نہ کریں کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل مورد الزام ٹھہریں'۔ اور اگر عوام کی افادیت کے پیش نظر کوئی فہرست شامل ہی کرنی ہے تو اسے مستند ومعتمد علمائے اہلسنت، بالخصوص بریلی شریف آستانہ اعلیٰ حضرت' جامعہ نعیمیہ مراد آباد یا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے معتمد علمار کو دکھالیں اور مرتب کی صراحت بھی فہرست کی پیشانی پر یا آخر میں کر دیں تب شائع کریں، تاکہ اضافی چیزوں میں تسامح کے واقع ہو جانے کی وجہ سے سرکار اعلیٰ حضرت یا حضور صدر الافاضل کے دامن پر دھبہ نہ آئے۔

غرض —— حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا بڑا احسان ہے

(باقی ۲۰۵ پر)

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی ★

بہار شریعت کا تجزیاتی مطالعہ

شرعی قوانین کے ملکۂ استنباط کو فقہ کہا جاتا ہے شرح مسلم الثبوت میں ہے" والفقہ حکمۃ فرعیۃ شرعیۃ (۱) اس میں عبادات، معاملات، مناکحات، عقوبات، مخاصمات حکومت و خلافت وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔

اسلامی فقہ کا اصل ماخذ قرآن مقدس ہے اس کا ثبوت قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث کریمہ سے ہے۔ جس میں سب سے واضح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ فقہ کتنا اہم ہے۔ اس کی اہمیت اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے:

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

پس ایسا کیوں نہ کیا گیا کہ مومنوں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آئی ہوتی جو دین میں فہم و بصیرت پیدا کرتی اور جب وہ اپنے گروہ میں واپس جاتی تو لوگوں کو جہل و غفلت کے نتائج سے ہشیار کرتی تاکہ لوگ برائیوں سے بچیں۔

اس آیت سے تفقہ فی الدین کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فہم و بصیرت دین میں ضروری ہے اس کے بغیر اسلامی قانون سے آشنائی ممکن نہیں۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تائید ہو جاتی ہے کہ فرمایا جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا قصد کرتا ہے۔ اسے دینی بصیرت عطا کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے

من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین" (۳)

ایک دوسری جگہ شارع اسلام علیہ السلام نے صحابہ کو اس طرح مخاطب کیا ہے۔

" ان رجالاً یاتونکم من الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیراً" (۴)

لوگ تمہارے پاس دین میں تفقہ (بصیرت) حاصل کرنے آئیں گے جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو یہ میری وصیت ہے۔

دور نبوت میں صرف دو ہی ماخذ تھے جہاں سے فقہی مسائل کی تشریح و توضیح ہو سکتی تھی یا قرآن حکیم یا ارشادات نبوی قرآن حکیم کا مصدر اول ہونا تو مسلم ہے رہے ارشادات نبوی تو اس پر بھی کسی کو شبہ نہیں حضرت شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں۔

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر قسم کے علم کے متعلق لوگوں کی نگاہیں آنحضرت کے جمال مبارک پر جمی ہوئی تھیں ان کے کان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لگے ہوئے تھے جہاد کے مصلحتوں صلح و جزیہ کا معاہدہ فقہی احکام زہد کے متعلق علوم وغیرہ کے متعلق جو باتیں بھی پیش آتی تھیں سب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے تھے (۵)

عہد صحابہ میں حالات و زمانہ کے سبب اور دوسرے مسائل ابھر کر سامنے آئے جس کے سبب قرآن و ارشادات نبوی کے علاوہ اجماع اور رائے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی۔ چونکہ ان دونوں سے کام لینے کی ترغیب قرآن و سنت میں موجود تھی اس لئے بلا جھجک تمام صحابہ نے اس پر عمل کیا خلفائے راشدین کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ جلیل القدر اصحاب رسول

اس عہد کی مہتم بالشان فقہی شخصیات ہیں۔

آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دو خلفاء کے معاملات کو لے کر سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کی جماعت تین حصوں میں منقسم ہو گئی جس کے سبب فقہی مسائل میں بھی اختلاف ناگزیر ہو گیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فقہ کی تربیت سے متعلق زیادہ کام ہوا پھر یہ سلسلہ بڑھتا رہا کئی مقامات پر اس کے مراکز قائم ہوئے مکہ، مدینہ، کوفہ بصرہ، شام مصر و یمن میں جلیل القدر شخصیتیں اسلامی فقہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہیں انھیں دیار علم و فن میں بعد کے ادوار میں کوفہ اسلامی علوم و فنون کا مرکز بنا وہاں سے ایک شخص نعمان بن ثابت (متوفی ۱۵۰ھ) کے نام سے ابھر کر سامنے آیا جو بظاہر تاجر پیشہ انسان تھا مگر خدا نے اسے اتنی بصیرت اور اسلامی سوجھ بوجھ عطا کی تھی جس کے سبب وہ اپنے زمانے میں پورے عالم اسلام کا فقیہ اکبر اور امام اعظم کے لقب سے مشہور ہوا اور کثرت مطالعہ کے سبب ابو حنیفہ کنیت قرار پائی۔ ان کے علاوہ کوفہ میں سفیان بن سعید ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) اور شریک بن عبد اللہ نخعی (متوفی ۱۷۰ھ) بھی تھے جن کی فقہی بصیرت کا سفیان بن سعید ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) اور شریک بن عبد اللہ نخعی (متوفی ۱۷۷ھ) بھی تھے جن کی فقہی بصیرت کا سکہ چل رہا تھا مگر ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے اس فن میں روح ڈال دی اور ایک نئی جہت متعین کر کے اس فقہی کارواں کو آگے بڑھاتے رہے ان کے زمانے میں اور ان کے بعد متعدد حضرات فقہ کی ترقی کیلئے مشہور ہیں مگر قبول عام صرف چار بزرگوں کے مسلک کو ہوا ان میں امام اعظم ابو حنیفہ کے علاوہ امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) اور امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) ہیں۔ ان چاروں اماموں کے مسلک نے شہرت حاصل کی ان کی فقہ مدون کی گئی ان میں زیادہ رواج امام ابو حنیفہ کی فقہ کو ملا جسے آج فقہ حنفی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے بے شمار شاگردوں میں دو شاگرد ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (متوفی ۱۸۲ھ) اور محمد بن حسن بن فرقد شیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) بہت مشہور ہوئے اور فقہ حنفی کے امام تسلیم کئے گئے ان حضرات نے فقہ حنفی میں بڑی معیاری کتابیں لکھیں فقہ حنفی امام ابو حنیفہ کے علاوہ ان دونوں حضرات کی بھی رہین منت ہے۔

عالم اسلام میں ان چاروں اماموں کے مسلک کو رواج ملا۔ اندلس، اور شمالی افریقہ کے مغربی حصے میں لوگ فقہ مالکی پر عمل کرتے تھے، حجاز و یمن میں فقہ شافعی رائج ہے، نجد میں فقہ حنبلی پر عمل ہوتا ہے اور فقہ حنفی عراق ماوراء النہر، آذربائیجان خوارزم، افغانستان ترکی اور ہندوستان میں رائج ہے۔

ہندوستان کے اکثر علاقہ میں فقہ حنفی کا رواج ہے لیکن ساحل سمندر کے علاقے مثلاً مدراس، ملیبار اور کوکن وغیرہ میں فقہ شافعی کے ماننے والے زیادہ ہیں (۶)

فقہی اعتبار سے ہندوستان میں لوگ دو گروہوں میں لوگ بٹ گئے ایک گروہ تو ایسے لوگوں کا تھا جن کا کہنا تھا کہ ہم کسی امام کی تقلید نہیں کرتے خدا نے ہمیں سمجھ عطا کی ہے ہم قرآن و سنت سے خود مسائل کا استنباط کر سکتے ہیں اور دوسرا گروہ جن کی رائے معتدل اور افراط و تفریط سے خالی ہے ان کا کہنا ہے کہ مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید واجب ہے کیونکہ ہر شخص کتاب و سنت سے براہ راست مسائل نہیں اخذ کر سکتا ہے۔

اس دوسرے گروہ میں دو جماعتیں ابھر کر سامنے آئیں ایک کا کہنا ہے کہ کہیں کہیں اپنی عقل سے بھی فیصلہ

کیا جاسکتا ہے ہر معاملہ میں تقلید ضروری نہیں ایسے لوگ خال خال ملیں گے یہ رجحان زیادہ ترجدید تعلیم یافتہ ایسے لوگوں میں پایا جاتا ہے جو اپنے آپ کو ترقی پسند کہتے ہیں دوسری جماعت جو اتباع سلف پر مصر رہی ہے ایسے لوگوں میں سر فہرست علمائے بدایوں جس میں بطور خاص مولانا فضل رسول بدایونی (متوفی ۱۲۸۹ھ) اور علمائے بریلی میں مولانا نقی علی خان کا نام آتا ہے علامہ بدایونی جتنی شدت سے فقہ حنفی پر کاربند تھے ان سے کچھ کم شدت مولانا نقی علیخاں (متوفی ۱۲۹۷ھ) کے یہاں نہیں تھی

مولانا نقی علیخاں نے فقہ کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا رضا علیخاں (متوفی ۱۲۸۶ھ) سے حاصل کی تھی جو مولانا خلیل اللہ رام پوری کے شاگرد تھے مولانا خلیل اللہ نے درسیات کی تکمیل مولانا غلام جیلانی رفعت سے کی تھی

مولانا نقی علیخاں کے تین صاحبزادے تھے جن میں سب سے بڑے احمد رضا خاں تھے انہوں نے جملہ علوم و فنون کی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کئے سوائے چند اسباق کے یا ابتدائی تعلیم کے اور انتہا کمال حاصل کیا اگر چودھویں صدی ہجری کا زمانہ آپ کے کارناموں کے سبب آپ کی طرف منسوب کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا جسطرح فرانس کی اٹھارہویں صدی کا زمانہ "والٹیر اور عصر المامون کو عصر الجاحظ" ان کے کارناموں کے سبب کہہ کر پکارا گیا (۷)

مولانا احمد رضا خاں بلا شبہ اس صدی کے مجدد تھے تجدید احیار دین کا اہم کارنامہ ان کی ایک ہزار تصانیف سے عیاں ہے یوں تو انھوں نے کئی علوم و فنون پر طبع آزمائی کی لیکن فتویٰ نویسی اور تفقہ فی الدین ان کا خصوصی میدان تھا ایک ہزار تصانیف میں ۳۵۴ تصانیف ان کی فقہی بصیرت پر شاہد عدل ہیں۔ (۸) جن میں العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ جیسی ۱۲ ضخیم جلدیں بھی ہیں جس کی ہر جلد جہازی سائز پر ایک ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے والد ماجد کی طرح فقہ حنفی پر شدت سے عمل پیرا رہے اور اپنے شاگردوں کو بھی اس مسلک کی تائید و حمایت اور اشاعت کرنے کی تلقین کرتے رہے اور اپنے علم کی تابانی میں تلامذہ کی شخصیت کی تعمیر کرتے رہے اس چودھویں صدی ہجری کے آفتاب علم و تجدید کے پروانے شاگردوں اور خلفاء کی شکل میں اس شمع کے اردگرد منڈلا کر اقتباس نور کرتے رہے۔ یہ علم و فن کے بحر ناپید کنار تھے جن کی نہ جانے کتنی موجیں تھیں۔ وہ ایک کارخانہ تھے جہاں پرزے نہیں شخصیت سازی ہوتی تھی۔ وہ بظاہر ایک نحیف و ناتواں انسان تھے مگر حقیقت میں وہ ایک تحریک اور ایک جماعت تھے۔ وہ تو ۱۳۴۰ھ ہی کو دنیا سے کوچ کر گئے مگر ان کے خلفاء و تلامذہ تا زندگی ان کی عظمت اپنے سروں پر اٹھائے رہے۔ اور آج بھی ان کی عبقریت آشکار کرنے میں یونیورسٹیاں کالجز، ادارے، تحریکیں، تنظیمیں مجموعی اور انفرادی طور پر برابر کے شریک ہیں۔

امام علم و آگہی مولانا احمد رضا خاں کو میں نے سطور بالا میں آفتاب علم کہا ہے بلا شبہ اس کی ایک کرن صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تھے یوں تو اس آفتاب کی نہ جانے کتنی کرنیں تھیں اور کہاں کہاں تک اس کی چمک تھی مگر جس کرن کی تابانی سے پورا برصغیر ہند و پاک مستنیر

ہے وہ صدر الشریعہ ہی تھے انہوں نے مولانا احمد رضا خاں سے باضابطہ پڑھا تو نہیں مگر اس رضوی گلشن کے گلچیں ضرور رہے جس کے سبب انہیں اتنی قربت رہی کہ اکثر تلامذہ اس جیسی قربت سے محروم رہے۔ اور اس قربت سے اس قدر علم و آگہی میسر آئی کہ اس کی ایک جہت فقہی کر کے فقہ کے سبب انہیں صدر شریعت اور بدر طریقت جیسے اہم القاب سے نوازہ گیا۔

اعظم گڈھ کی ایک مشہور تحصیل قصبہ گھوسی میں حکیم جمال الدین مرحوم کے گھر ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے علم الادیان کے لئے آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق اور مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری (متوفی ۱۳۴۶ھ) اور مولانا وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۹۱۶ء) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور اکتساب فیض کر کے فقہ میں کمال حاصل کیا اور علم الابدان کے لئے حکیم والد ماجد کی رہنمائی میں حکیم عبد الولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے حاصل کیا۔ دونوں علوم کی تکمیل کے بعد اسے عمل میں بھی لائے مطب تو آپ نے پٹنہ میں کیا اور تدریسی فرائض اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی صحبت میں رہ کر منظر اسلام بریلی میں انجام دیئے یہاں وہ صرف مدرس ہی نہیں تھے بلکہ فعال، محرک۔ دور اندیش اور علوم میں بالغ نظری ہونے کی وجہ سے کئی امور کی ذمہ داری بھی سنبھالے رہے آپ کی اس حیرت انگیز کارکردگی اور دینی تفقہ دیکھ اعلیٰ حضرت فرما اٹھے۔

موجودین میں تفقہ جسکا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے (۸)

فتوی نویسی یا پروف ریڈنگ جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبہ علمیہ کا کوئی کام ہو یا مطبع اہلسنت کا کوئی معاملہ یا تدریسی امور، ہر ذمہ داری مولانا تن تنہا بطور احسن انجام دیتے تھے۔ اور لطف تو یہ کہ مسلسل تگ و دو کے باوجود چہرے پر تھکن کے آثار بھی نمودار نہ تھے جب تک کام کو آخری مرحلہ تک نہ پہنچا لیتے دم نہ لیتے۔ اسی لئے تو حضرت مولانا احمد رضا خاں انہیں کام کی مشین کہا کرتے تھے (۹)

آپ کو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی بارگاہ سے اجازت بھی ملی چنانچہ آپ رشد و ہدایت کی طرف بھی مائل ہوئے جس کے سبب سے آپ کی مصروفیات میں مزید اضافہ ہوا۔ لیکن بہ یک وقت ساری ذمہ داریاں آپ اسی طرح نبھاتے رہے۔

مولانا امجد علی کو جملہ علوم و فنون میں یکساں مہارت تھی علوم شرعیہ میں خاص طور سے تفسیر و حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا مگر مولانا کے جوہر کسی سبب صرف فقہ میں ابھر کر سامنے آسکے۔ بہار شریعت کی ۱۷ اور فتاوی امجدیہ کی ۴ ضخیم جلدیں اس کی بین مثال ہیں۔

مولانا موصوف دراصل درس و تدریس کے آدمی تھے زندگی کا بیشتر حصہ انہوں نے درس نظامی کی تدریس میں گذارا جس کے سبب پورے ملک میں ان کی تشہیر ہوگئی۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی، دار العلوم معینیہ اجمیر دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڈھ ان کی تدریسی جولانگاہ رہے ہیں۔ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کے اس اعتراف سے ان کی تدریسی صلاحیت

مسلم ہو جاتی وہ کہتے ہیں ۔

مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں" (۱۰)

اس کے علاوہ ان کے تدریسی تجربہ کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جب فروری ۱۹۲۳ء میں مسلم یونیورسٹی کے نصاب کی تشکیل ہو رہی تھی تو اس میں ملک کے جن تجربہ کار مدرسین سے اس سلسلہ میں رابطہ قائم کیا گیا تھا۔ ان میں (۱) نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (۲) مولانا سید سلیمان اشرف سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی (۳) مولانا مناظر احسن گیلانی استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد (۴) مولانا عبدالعزیز المیمنی راجکوٹی صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی (۵) مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ صاحب تذکرہ صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی پرنسپل دار العلوم معینیہ اجمیر بھی تھے (۱۱) مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کا نصاب انہیں چھ حضرات کا رہین منت ہے

صدر الشریعہ مولانا امجد علی نے گوشۂ تدریس وتالیف سے نکل کر ملکی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا اور تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دیں آج کا پاکستان جن اکابر علماء کی جدوجہد اور شبانہ روز تگ ودو کا نتیجہ ہے ان میں ان کا بھی ایک نام ہے ۔

صدر الشریعہ کثیر التصانیف تو نہیں تھے مگر ان کی ایک عظیم کتاب بہار شریعت اتنی عظیم ہے کہ جس کی نظیر نہیں یوں تو انہوں نے امام ابوجعفر طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی معرکۃ الآرا تصنیف شرح معانی الآثار پر حاشیہ لکھنے کا کام شروع کیا تھا مگر کثرت کار کے سبب یہ کام صرف پہلی جلد تک چل سکا مگر جتنا ہوا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے ۔

" جلد اوّل کا نصف حاشیہ باریک قلم سے ۔ ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں ۳۵، ۳۶ سطریں ہیں (۱۳) یہ کوئی ۱۹۶۰ء کی بات ہے جب میں ہندوستان کی عظیم اسلامی درسگاہ **الجامعۃ الاشرفیہ** مبارکپور اعظمگڈھ میں زیر تعلیم تھا عرس امجدی کے مبارک ومسعود موقعہ پر گھوسی جانا ہوا اسی دوران قادری منزل میں **دائرۃ المعارف الامجدیہ** کے دفتر میں اس حاشیہ کا قلمی نسخہ نظر سے گذرا اگر یہ حاشیہ مکمل ہو کر چھپ جائے تو اہل علم کے لئے مفید ہوگا ۔

فتاوی امجدیہ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے یہ مصنف کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جسے انہوں نے، ربیع الاوّل ۱۳۴۰ھ سے لے کر ۸ شوال ۱۳۶۷ھ تک صادر کئے ہیں پہلی جلد کتاب الطہارت سے شروع ہو کر کتاب الحج پر ختم ہوتی ہے دوسری جلد کتاب النکاح سے لے کر حدود و تعزیر تک ہے۔ یہ دونوں جلدیں۔ حضرت فقیہ العصر مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی نے ایڈٹ کیا۔ اور حاشیہ لکھا۔

مردے از غیب آید وکارے کند

فیا عجبا دیا اسفا

اس کتاب کی کہانی مصنف کے فرزند ارجمند مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری کی زبانی سنئے فرماتے ہیں :

" فتاویٰ امجدیہ کتاب وسنت کی تائیدات سے مزین ہیں تحقیق کے مواقع پر فتاوی میں تو حدیثوں کا سیل رواں موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے اسی طرح ان میں قواعد اصولیہ اور فقہی کلیات وجزئیات اور نظائر وشواہد کے ذکر میں بھی کسی طرح کی کمی نہیں ہے ۔ ندرت استدلال وحسن استنباط دیکھ کر کہنا پڑتا ہے فتاوی امجدیہ حقیقتاً فتاوی

رضویہ کا تتمہ ہے (۱۴)

اس کتاب کی پہلی جلد تو سامنے ہے دوسری جلد بھی طبع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے مصنف کی وہ دوسری کتاب جو حقیقت میں فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا ہے اور فقہ حنفی کی سینکڑوں مطولات ومختصرات عطر مجموعہ معرکۃ الآرا تصنیف بہار شریعت ہے اس کتاب کے سبب عالم اسلام میں انہیں زندہ جاوید شہرت ملی اس کتاب میں انہوں نے فقہ حنفی کو اردو قالب میں ڈھال کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے یہی وہ شہرہ آفاق تصنیف ہے جسے عوام تو درکنار خواص بھی اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے اس کا مطالعہ ناگزیر سمجھتے ہیں ۔ مصنف فقہ اسلامی اور مسائل شرعیہ کو مکمل طور پر بیس۲۰ جلدوں میں سمیٹنا چاہتے تھے مگر عمر نے وفا نہ کی اور ستر۱۷ہ حصے لکھنے کے بعد دنیا سے دار فانی کی طرف کوچ کر گئے اور چلتے چلتے یہ وصیت بھی کر گئے ۔ کہ

اگر مری اولاد یا تلامذہ یا علماء اہلسنت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرما دیں تو میری عین خوشی ہے (۱۵)

چنانچہ ان کے شاگرد اور دیگر علماء اس کوشش میں ہیں کہ جلد از جلد صدر الشریعہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو اور اس کی مابقی تین جلدیں چھپ کر منظر عام پر آجائیں ۔ چنانچہ اس سلسلہ کی اٹھارہویں کڑی جو جنایات ۔ قصاص ۔ دیت جیسے اہم مسائل سے متعلق ہے مصنف کے بڑے صاحبزادے مولانا عبد المصطفیٰ ازہری اور دو شاگرد مولانا وقار الدین اور مولانا محبوب رضا کے مشترکہ قلمی تعاون سے ۱۹۶۲ء میں منظر عام پر آئی اس کتاب کی انیسوی جلد جو صایا کے ابواب وفصول پر مشتمل ہے صدر الشریعہ کے آخری دور کے شاگرد مولانا سید ظہیر احمد زیدی سابق استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے قلم سے جلد منظر عام پر آنے والی ہے ۔ مولانا موصوف مصنف بہار شریعت کے ان چند تلامذہ میں سے ایک ہیں جن کے اصرار پر شرح معانی الاثار کا تحشیہ شروع کیا گیا تھا (۱۶)

بہار شریعت کی بیسویں جلد بھی کسی اللہ کے نیک بندے کے قلم سے پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔

بہار شریعت کی تالیف کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں ۔

" اردو زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی جو صحیح مسائل پر مشتمل ہو اور ضروریات کے لئے کافی ووافی ہو فقیر بوجہ کثرت مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا کہ اس کام کو پورے طور پر انجام دے سکے مگر حالات زمانہ نے مجبور کیا اور اس کے لئے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی "

اس کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا کہ ماہ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا یہاں تک کہ جب ۱۹۳۹ء کی جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا بہت مشکل ہو گیا اور اس کی طبع میں دشواریاں پیش آگئیں تو اس کی تصنیف کا سلسلہ بھی جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا " (۱۷)

اس کے علاوہ مصنف کو کچھ گھریلو پریشانیاں بھی لاحق ہوئیں جس کے سبب وہ غم سے نڈھال ہو گئے اور کچھ ہی مدت میں ان کے گھر میں اور عزیز رشتہ داروں کے یہاں پیہم گیارہ موتیں ہوئیں جس کے سبب دل، دماغ اور بصارت

پر گہرا اثر پڑا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کام جو ایک ارادہ کے کرنے کا تھا جسے مولانا عدیم الفرصتی کے باوجود تنہا کرتے رہے وہ بھی اس مسلسل حادثات کے سبب پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا کتاب مکمل نہ ہونے پر اظہار افسوس اس طرح کرتے ہیں۔

" اگر توفیق الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی اور کتاب مکمل ہوجاتی " (۱۸)

صدر الشریعہ بے حد مصروف تھے پھر بھی یہ حوصلہ رکھتے تھے کہ اگر یہ کتاب بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی تو تصوف اور سلوک کے موضوع پر اسی انداز کی کئی جلدوں کی کتاب ترتیب دیتے افسوس کہ نہ بہار شریعت مکمل ہو سکی اور نہ ہی تصوف پر کچھ لکھا جا سکا۔

بہار شریعت کی ابتداء ۱۳۳۴ھ میں ہوئی اور ۱۳۶۲ھ تک اس کی ۱۷ جلدیں ضبط تحریر میں آگئیں یہ کتاب اپنی تمام ترگوناگوں خصوصیات کے سبب تمام اہل علم کے حلقہ میں پڑھی جاتی ہے اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے چھ حصے مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمان نے حرف بحرف سنے ہیں اور حسب ضرورت اصلاح بھی فرمائی ہے دیگر کتب فقہ میں جو اس کو امتیازی خصوصیات حاصل ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) یہ فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف ہے اس کتاب میں زندگی کے خطوط ونقوش اور تمام لوازمات کا شرعی احاطہ کر لیا گیا ہے اور شب و روز پیش آنے والے تمام مسائل اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

(۲) ہر باب کے ذیل میں تائیدی آیات و احادیث طیبہ اس کے بعد مسائل فقہیہ کا بیان ہے۔

(۳) اس کتاب میں ماخذ کے مکمل حوالجات کا التزام کیا گیا ہے۔

(۴) بحث کی پیچیدگیوں میں الجھے بغیر بات دلنشیں انداز میں کہی گئی ہے تاکہ قاری کے ذہن پر بوجھ نہ پڑے۔

(۵) عبارت نہایت جامع سادہ اور سلیس ہے جس کو ہر معمولی اردو خواں بھی سمجھ سکتا ہے۔ جزئیات سے پہلے کلیات کی نشاندھی کر دی گئی ہے تاکہ نئے مسائل کے اخذ کرنے میں قاری کو سہولت فراہم ہوجائے۔

(۶) جملہ ابواب فقہ میں مسائل ضروریہ کا استقصار ہے

(۷) مفتی بہ اور صحیح و رجیح مسائل کا التزام ہے۔

(۸) ترتیب مسائل اور حسن و بیان میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

اس کتاب کے چند حصوں کو دیکھ کر فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں نے جو تحریر فرمایا تھا وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

" الحمد للہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلہ پائیں اور گمراہی واغلاط کے مصنوع وملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں مولانا عزوجل مصنف کی عمر وعلم وفیض میں برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہر بات میں اس کتاب کے حصص کافی وشافی ووافی وشافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے (۱۹)

بہار شریعت کے جلد دوم کا مطالعہ فرمانے کے بعد مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم میرٹھی (متوفی ۱۹۵۴ء) فرماتے ہیں۔

" مولانا امجد علی صاحب دامت برکاتہم نے مسائل طہارت میں

بہار شریعت جیسی جامعہ کتاب تالیف فرما کر مسلمانان ہند پر احسان فرمایا جس کے شکریہ سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہے دعا ہے کہ رب العزت جل مجدہٗ مولانا موصوف کو اجر جزیل رحمت فرمائے " (۲۰)

صدر الشریعہ نے بہار شریعت میں جس اعتماد و یقین کے ساتھ مسائل بیان کئے ہیں اس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے انہوں نے مسائل کا جس انداز سے احاطہ کیا ہے بلاشبہ اس کے وہ اہل تھے سارے بیان کردہ مسائل کی نشاندھی اور پھر اس کا تجزیہ کرنا اور دلائل دبراہین اور لب ولہجہ کے اعتبار سے اس کی اہمیت واضح کرنا دقت طلب کیساتھ ساتھ دقت طلب بھی ہے۔ مثلاً مصنف نے طہارت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کتاب میں جس جگہ آب مطلق اور آب مقید سے بحث کی ہے انہوں نے اس کی ضمن میں یہ بھی لکھا ہے۔

حقہ کا پانی پاک ہے اگرچہ رنگ و بو مزہ میں تغیر آجائے اس سے وضو جائز ہے بقدر کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں " (۲۱)

اس مسئلہ پر کاٹھیاواڑ کے کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور ان میں اختلاف پیدا ہو گیا جب اس کی خبر مصنف کو ہوئی تو انہوں نے جلد دوم جو مسائل طہارت پر مشتمل ہے اس کا ضمیمہ لکھا جس میں اس موضوع پر ایسی فاضلانہ بحث کی کہ اس دور کے علمائے کو حق کو ان کی فقہی بصیرت اور ریاست کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس اعتراض کا جو مصنف نے جواب دیا اسے مطالعہ کرنے کے بعد فقیہ اسلام مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

" مولانا مولوی امجد علی صاحب قادری اعظمی سلمہٗ کی یہ تحریر صحیح اور اس کا خلاف جہل صریح یا عناد قبیح جس سے اجتناب ہر مسلمان پر فرض قطعی " (۲۲)

محدث سورتی کے تلمیذ ارشد وخلف سعد مولانا عبد الحق فرماتے ہیں۔

" حقہ کے پانی سے متعلق جو جواب مولانا امجد علی صاحب نے دیا ہے وہی حق ہے " (۲۳)

قاضی بلدہ مولانا احسان الحق فرماتے ہیں۔

" مسئلہ کی اس نوعیت میں حق مولانا امجد علی کیساتھ ہے زیادہ بہتر یہی ہے کہ اس حق کی اتباع کیجئے۔ (۲۴)

مولانا محمد حسن السنوسی المدنی فرماتے ہیں۔

" فہذا التحریر لطہارۃ ماء القلیان لعد استعمالہ فیہ لاشک فی طہارتہ وطہوریتہ کما ھو فی الاصل " (۲۵)

یہ ایک منقح بیان ہے حقے کے پاک ہونے اور پاک کرنے والا ہونے کے سلسلے میں جیسا کہ وہ اصل میں تھا۔

مولانا عبد العلیم میرٹھی نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ تاثر قائم کیا۔

" آب قلیاں کی طہارت وطہوریت کا ثبوت بدلائل ساطعہ اس فتوی میں دیا گیا ہے۔ اس پر جرح کرنا صرف ان ہی اصحاب کا کام معلوم ہوتا ہے جس کا مقصد بغض و فتنہ انگیزی ہو " (۲۶)

محدث اعظم مولانا ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی نے اس مسئلہ سے متعلق یہ تاثر پیش کیا۔

حقہ کے پانی کی طہارت وطہوریت ظاہر کتب فقہ سے اس کی پاکی تطہیر صاف و باہر حضرت مولانا مولوی امجد علی قادری اعظمی مدظلہٗ نے ایسی تحقیق انیق فرمائی ہے کہ مخالف جاہل ہے تو امید قوی ہے کہ قبول حق کرے

معاذ ہے تو سکوت سے کام لے۔" (۲۷)

" مسائل شریعہ مولانا امجد علی قادری کی نوک زبان پر رہتے تھے امام احمد رضا نے جس کے سبب انہیں "صدرالشریعہ" کا خطاب عطا فرمایا تھا (۲۸) اس کتاب کی ترتیب میں زبانی یادداشت کو کافی دخل ہے پھر انہوں نے اس شاہکار تصنیف میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ بھی کیا ہے۔

فتاوی عالمگیری، ردالمحتار، درمختار، فتاوی رضویہ فتاوی تاتارخانیہ، بحرالرائق، ہدایہ جوہرہ نیرہ، تنویرالابصار فتح القدیر، کشف الغطاء، فتاوی قاضی خاں، بزازیہ، خیریہ طحطاوی علی الدر، طحطاوی علی المراقی، دُرر، غُرر، مجمع الانہر، ملتقی الابحر، خلاصۃ الفتاوی، غنیہ، حلیہ، تبیین الحقائق، البحرالفائق، مبسوط، العقود الدریہ، منحۃ الخالق۔ الاشباہ والنظائر وغیرہ وغیرہ یہ صرف کتب فقہ ہیں کتب احادیث وتفاسیر اس کے علاوہ ہیں۔

حوالہ دینے کا التزام مصنف نے تو تمام مسائل کے ساتھ کیا ہے مگر کہیں کہیں ان کا یہ التزام ٹوٹ گیا ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ مذکورہ حوالہ سے متعلق وہ مسئلہ رہا ہو یا تو اپنی یادداشت کا انہوں نے سہارا لیا ہو۔ ے

بہار شریعت کی کل ۱۹ جلدیں اس وقت سامنے ہیں جس میں ۱۸ مطبوعہ اور ایک غیر مطبوعہ ہے ان جلدوں میں جن مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے ان کی کل تعداد ۱۱۰۶۰ ہے اور اس کے ضمن میں ۲۲۴۷ تائیدی احادیث ہیں جن میں بعض باب فضیلت میں درج ہیں اس وقت بہار شریعت کے جس نسخہ کا تجزیہ مقصود ہے اس کی اہمیت یہ ہے کہ وہ مصنف کے دور حیات کا مطبوعہ ہے جس میں ۱۷ حصے دو ضخیم جلدوں میں ہیں پہلی جلد میں ۱۰ اور دوسری جلد میں ۷ حصے ہیں جن میں کل صفحات ۲۸۰۵ ہیں اور ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور ہیں یہ مصنف کی سدابہار تصنیف ہے اس کے علاوہ نہ جانے کتنی بار کس کس انداز میں یہ کتاب طبع ہو کر اہل علم تک پہنچ چکی ہے اس نسخہ میں سن طباعت درج نہیں مگر مصلح کتاب کے تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء میں چھپی ہے ۲ے

پہلی جلد

اس جلد میں عقائد سے متعلق مباحث ہیں کتاب میں کل ۱۲۲۳ عقیدے بیان کئے گئے ہیں جن مسائل پر گفتگو کی گئی ہے ان کی تعداد ۱۲۵ ہے اہم عقیدوں کی سرخیاں اسطرح ہیں۔

ذات وصفات باری تعالیٰ، عقائد متعلقہ نبوت ملائکہ، جن، جنت ودوزخ، ایمان وکفر امامت وولایت، عالم برزخ اور معاد وحشر، وغیرہ جہاں مصنف نے معاد ومحشر کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے اس کے ضمن میں ۸۲ نشانیاں شمار کرائی ہیں۔

دوسری جلد

یہ کتاب کتاب الطہارت کے ابواب وفصول پر مشتمل ہے اس

ے میرے تتبع کے مطابق حوالے صرف ان مسائل میں نہیں جو خود مصنف نے اپنے خداداد تفقہ سے متقدمین کے کلام سے استنباط فرماتے ہیں۔

۲ے اگر یہ صحیح ہے کہ شیخ غلام علی اینڈ سنز نے ۱۹۵۲ء میں بہار شریعت چھاپی ہے تو پھر مضمون نگار کا یہ لکھنا کہ یہ حضرت کی حیات ہی میں چھپ گیا تو یہ کیسے درست ہے۔ جبکہ حضرت صدرالشریعۃ کا انتقال ۱۹۴۸ء میں ہوا ہے۔

میں ۸۹ احادیث اور ۶۶۲ مسائل کا ذکر ہے۔ وضو غسل، تیمم، حیض، نفاس، استحاضہ، موزوں پر مسح، نجاستوں اور استنجا کا بیان اس کے مباحث ہیں اس جلد کی تکمیل غالباً ۱۳۳۵ھ میں ہوئی اس کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے جو حقہ کے پانی سے متعلق کئے گئے اعتراضات کا جواب ہے جس کے آخر میں اس دور کے جلیل القدر علماء کی تصدیقات بھی ہیں۔

تیسری جلد

نماز جیسی اہم عبادت سے شروع ہو کر "احکام مسجد" کے بیان پر ختم ہوتی ہے اس میں کل ۳۴۳ احادیث اور ۸۴۲ مسائل ہیں اس کے اہم مباحث اس طرح ہیں۔

نماز، وقت نماز، اذان، شرائط نماز، طریقہ نماز مسئلہ درود، بعد نماز ذکر ودعا، تلاوت قرآن مجید قرأت میں غلطی، امامت، جماعت، مکروہات اور احکام مسجد وغیرہ۔ کتاب کے اواخر میں فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کی تقریظ جلیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب رمضان ۱۳۳۷ھ میں مکمل ہوئی۔

چوتھی جلد

اس کتاب میں "وتر کا بیان، وتر کے فضائل، سنت ونوافل کا بیان نماز استخارہ، تراویح کا بیان، قضا نماز کا بیان، سجدہ سہو، سجدۂ تلاوت، ، نماز مسافر، نماز مریض نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز استسقاء، نماز خوف، کتاب الجنائز بیماری کا بیان، قبر ودفن، تعزیت، شہید کا بیان وغیرہ جیسے اہم مسائل درج کئے گئے ہیں اس کتاب میں کل ۱۷۶ احادیث اور ۸۱۰ مسائل کا ذکر ہے ۱۳۳۷ھ میں غالباً یہ جلد بھی پایۂ تکمیل کو پہونچی ہے۔

پانچویں جلد

اس کتاب کی ابتداء زکوٰۃ کے مسائل سے ہوتی ہے اور مسائل اعتکاف پر اس کا اختتام ہوتا ہے اس میں ۲۵۳ احادیث اور ۵۳۰ مسائل ہیں جن عناوین کے ضمن میں مسائل بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

زکوٰۃ کا بیان، سائمہ کی زکوٰۃ کا بیان، اونٹ، گائے بکریوں جانوروں کے زکوٰۃ کا بیان، سونے چاندی اور مال تجارت کی زکوٰۃ کا بیان، عاشر کا بیان، کان اور دفینہ کا بیان، عشر وخراج کا بیان، صدقہ فطر کا بیان، روزہ کا بیان، صدقات نفل کا بیان، روزہ کے مکروہات کا بیان، سحری وافطار کا بیان، منت کے روزوں کا بیان اور اعتکاف کا بیان۔

چھٹی جلد

اس جلد میں ۱۱۵ احادیث اور ۴۷۵ مسائل ہیں یہ جلد مکمل حج کے فضائل ومناسک پر مشتمل ہے اس کتاب کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں۔

" اس کتاب کی تصنیف شب بستم ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ کو ختم ہوئی اور تھوڑے دنوں بعد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ الاقدس کو سنا بھی دی تھی فقیر جب حرمین طیبین روانہ ہوا اس رسالہ کو اپنے ساتھ رکھا تھا اور بمبئی کے ایک ہفتہ قیام میں مبیضہ کیا مگر اس کی طبع میں موانع پیش آتے گئے جس کی وجہ سے بہت تاخیر ہوئی خدا کا شکر ہے کہ اب طبع ہو گیا مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع پہونچائے۔ (۲۹)

اس کتاب میں حج کے جن مسائل کی سرخی قائم کی گئی ہے ان کی ترتیب اس طرح ہے۔

"حج کا بیان، میقات کا بیان، داخل حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام، طواف و سعی، صفا و مروہ و عمرہ کا بیان۔ منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف، مزدلفہ کی روانگی اور اس کا وقوف، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، قرآن کا بیان، تمتع کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان۔ محصر کا بیان، حج فوت ہونے کا بیان، حج بدل کا بیان۔ ہدی کا بیان، حج کی منت کا بیان، فضائل مدینہ طیبہ"

ساتویں جلد

یہ جلد نکاح پر مشتمل ہے اس میں ۴۸ احادیث اور ۸۱۴ مسائل کا ذکر ہے اس کے اہم موضوعات اس طرح ہیں۔

"نکاح کا بیان، محرمات کا بیان، دودھ کے رشتہ کا بیان، ولی کا بیان، کفو کا بیان، نکاح کی وکالت کا بیان، مہر کا بیان، لونڈی غلام کے نکاح کا بیان، نکاح کافر کا بیان، باری مقرر کرنے کا بیان، حقوق الزوجین، شادی کے رسوم۔

آٹھویں جلد

یہ کتاب ۲۱ احادیث اور ۷۴۲ مسائل پر مشتمل ہے اس میں طلاق کے مسائل مع کلیات و جزئیات بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی تکمیل ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ کو ہوئی اس میں مندرجہ ذیل مسائل کو دلنشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

طلاق کا بیان، صریح کا بیان، اضافت کا بیان، غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان، کنایہ کا بیان، تعلیق کا بیان، استشنار کا بیان طلاق مریض کا بیان، رجعت کا بیان، ایلا کا بیان، خلع کا بیان، کفارہ کا بیان، لعان کا بیان، عنین کا بیان، عدت کا بیان، سوگ کا بیان، ثبوت نسب کا بیان، نفقہ کا بیان یہ اس کتاب کی سرخیاں ہیں اس کے ضمن میں اس کے متعلقہ مسائل کو شرح و بسط کیساتھ بیان کیا گیا ہے کتاب کا اختتام جس مسئلہ پر ہوتا ہے وہ جانور پر بوجھ لادنے سے متعلق ہے۔

نویں جلد

اس جلد میں درج ذیل مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

آزاد کرنے کا بیان، مدبر و مکاتب ام ولد کا بیان، قسم کا بیان، قسم کے کفارہ کا بیان، منت کا بیان، مکان میں جانے اور رہنے سے متعلق قسم کا بیان، کھانے پینے کی قسم کا بیان، کلام کے متعلق قسم کا بیان، طلاق دینے اور آزاد کرنے کی یمین، خرید و فروخت و نکاح وغیرہ کی تقسیم، نماز روزہ حج کی قسم کا بیان، لباس کے متعلق قسم کا بیان، مارنے کے متعلق قسم کا بیان، ادائے دین وغیرہ کے متعلق قسم کا بیان، حدود کا بیان، کہاں حد واجب ہے کہاں نہیں، زنا کی گواہی دے کر رجوع کرنا، شراب پینے کی حد کا بیان، حد قذف کا بیان، تعزیر کا بیان چوری کی حد کا بیان، ہاتھ کاٹنے کا بیان، راہزنی کا بیان کتاب السیر، غنیمت کا بیان، غنیمت کی تقسیم، استیلاء کفار کا بیان، مستامن کا بیان، عشر و خراج کا بیان، جزیہ کا بیان، مرتد کا بیان،

اس میں کل ۱۱۸ احادیث اور ۶۵۶ مسائل ہیں اس کی تکمیل ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔

دسویں جلد

اس جلد کی تکمیل ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ کو ہوئی اس میں ۲۵ احادیث اور ۵۶۱ مسائل کا ذکر ہے اس کی ابتداء لقطہ کے بیان سے ہوتی ہے اور اختتام وقف مریض پر ہے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مباحث اس میں ہیں۔

لقیط کا بیان، مفقود کا بیان، شرکت فاسدہ کا بیان شرکت کا بیان، وقف کا بیان، کس چیز کا وقف صحیح ہے، مصارف وقف کا بیان، اولاد یا اپنی ذات پر وقف کا بیان، مسجد کا بیان، قبرستان وغیرہ کا بیان وقف میں شرائط کا بیان، تولیت کا بیان، اوقاف کے اجارہ کا بیان، دعوی اور شہادت کا بیان،

اس کتاب کا اختتام " وقف مریض " کے اس مسئلہ پر ہوتا ہے۔

اگر مرنے پر وقف کو معلق کیا ہے تو یہ وقف نہیں بلکہ وصیت ہے لہٰذا مرنے سے قبل اس میں رجوع کر سکتا ہے اور ایک ہی ثلث میں جاری ہوگی" (۱۰۳)

گیارہویں جلد

اس جلد میں ۹۶ احادیث اور ۶۶۷ مسائل ہیں "خرید و فروخت کے بیان سے اس جلد کا آغاز ہوتا ہے اور اس کا اختتام ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کو بیع صرف کے مسئلہ پر ہوتا ہے اس کے علاوہ کتاب کی درج ذیل سرخیاں اہم ہیں

"خیار شرط کا بیان، خیار عیب کا بیان، بیع فاسد کا بیان بیع مکروہ کا بیان، اقالہ کا بیان، مرابحہ و تولیہ کا بیان بیع و ثمن میں تصرف کا بیان، قرض کا بیان، سود کا بیان حقوق کا بیان، استحقاق کا بیان، بیع سلم کا بیان، استصناع کا بیان، بیع صرف کا بیان،

بارہویں جلد

اس جلد میں ۸۱ احادیث اور ۵۶۸ مسائل ہیں شروع کتاب میں کفالت کی اصطلاحی تعریف ہے اس کے بعد کفالت کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ پھر بالترتیب درج ذیل موضوعات پر عالمانہ سنجیدہ گفتگو ہے۔

حوالہ کا بیان، قضا کا بیان، افتار کے مسائل، تحکیم کا بیان گواہی کا بیان، شہادت میں اختلاف کا بیان، شہادت علی الشہادت کا بیان، گواہی سے رجوع کرنے کا بیان وکالت کا بیان، خرید و فروخت میں توکیل کا بیان وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض کا بیان، وکیل کو معزول کرنے کا بیان۔

تیرہویں جلد

اس جلد کا آغاز " دعوی کا بیان " سے ہوتا ہے اس میں ۱۲ احادیث اور ۶۰۰ مسائل ہیں۔ اس کے دوسرے موضوعات یہ ہیں۔

" حلف کا بیان، تحالف کا بیان، دعوی دفع کرنے کا بیان، دو شخصوں کے دعوی کرنے کا بیان، دعوائے نسب کا بیان، اقرار کا بیان، استثنا اور اس کے متعلقات کا بیان، نکاح و طلاق کا اقرار، وصی کا اقرار اقرار مریض کا بیان، اقرار نسب، صلح کا بیان، دعوائے دین میں صلح کا بیان، تخارج کا بیان، غصب و سرقہ و اکراہ میں صلح، کام کرنے والوں میں صلح، بیع میں صلح صلح میں خیار، جائداد غیر منقول میں صلح، یمین کے متعلق صلح، وغیرہ

اس کتاب کے آخر میں صلح سے متعلق کچھ احادیث اور آیات ہیں جو درمیان کتاب میں صلح کے موضوع پر لکھنے سے رہ گئیں تھیں

چودہویں جلد

اس جلد میں ۲۴ احادیث اور ۲۲۷ مسائل ہیں مندرجہ ذیل موضوعات پر اس کتاب میں تفصیلی بحث ہے۔

مضاربت کا بیان، ودیعت کا بیان، عاریت کا بیان

ہبہ کا بیان ، ہبہ واپس لینے کا بیان ، اجارہ کا بیان دایہ کے اجارہ کا بیان ، اجارۂ فاسدہ کا بیان ، ضمان اجیر کا بیان ، اجارہ فسخ کا بیان ، ولا کا بیان ، جن مسئلہ پر کتاب کا اختتام ہوتا ہے وہ یہ ہے۔

”مرد نے اسلام قبول کر کے ایک شخص سے موالاۃ کی اور عورت نے اسلام لاکر دوسرے سے موالاۃ کی تو ان دونوں سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ اس کا تعلق باپ کے مولیٰ سے ہوگا ماں کے مولیٰ سے نہیں ہوگا۔“ (۳۱)

پندرہویں جلد

اس جلد میں ۴۸ ر احادیث اور ۶۶۵ مسائل ہیں۔ اکراہ کے بیان سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے ، حجر ، بلوغ ، ماذون ، غصب ، مغصوب چیزیں تغیر ، شفعہ ، طلب شفعہ شفعہ کے مراتب شفعہ باطل ہونے کی وجہ ، تقسیم ، طریقہ تقسیم ، مہایاۃ ، مزارعت ، معاملہ ، ذبح ، حلال وحرام جانور ، قربانی ، عقیقہ قربانی کے جانوروں کا بیان ، اس کتاب کے دوسرے موضوعات ہیں۔

سولہویں جلد

اس جلد میں ۸۲۶ احادیث اور ۴۴۵ مسائل ہیں اس کتاب میں جن مسائل کو موضوع قلم بنایا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

حظر واباحت ، پانی پینے کا بیان ، ولیمہ ، ضیافت ، ظروف خبر کہاں معتبر ہے ، لباس ، عمامہ ، جوتا ، انگوٹھی اور زیور کا بیان ، برتن چھپانے اور سونے کے وقت کے آداب بیٹھنے ، سونے ، اور چلنے کے آداب ، دیکھنے اور چھونے کا بیان ، مکان میں جانے کے لئے اجازت لینا ، سلام مصافحہ ، چھینک اور جماہی ، خرید و فروخت کا بیان آداب مسجد وقبلہ ، قرآن مجید پڑھنے کے فضائل ، عیادت علاج ، لہو ولعب ، اشعار ، جھوٹ ، بغض وحسد ، غصہ و تکبر ، سلوک کا بیان ، ختنہ ، زینت مسابقت ، کسب امر بالمعروف ونہی عن المنکر ریا وسمعہ ، اور زیارت قبور کا بیان ، ایصال ثواب ، مجالس خیر آداب سفر وغیرہ۔

سترہویں جلد

تحری کے بیان سے اس جلد کا آغاز ہوتا ہے اس میں ۶۹ ر احادیث اور ۳۶۰ مسائل ہیں اس جلد کی تکمیل ار ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ میں ہوئی یہ مصنف کی اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے اس میں درج ذیل مباحث کا ذکر ہے۔ [1]

”احیا موات ، شراب ، اشربہ ، شکار ، جانوروں سے شکار ، زمین ، شئی مرہون کے مصارف کا بیان ، مرہون میں تصرف ، کس چیز کو رہن رکھ سکتے ہیں ، باپ یا وصی کا نابالغ کی رہنی رکھنا ، رہن میں جنایات کا بیان ، جنایات کا بیان ، کہاں قصاص واجب ہوتا ہے ، اطراف میں قصاص کا بیان ،

کتاب کے آخر میں ایک عرض حال ہے جو تین صفحات پر مشتمل ہے جس میں مصنف نے اپنی مجبوریاں ، پریشانیاں اور مستقبل کے عزائم کا ذکر کیا ہے۔ اور ساتھ ہی باقی حصوں کی تکمیل کی وصیت بھی کی ہے۔

اٹھارہویں جلد

مصنف بہار شریعت کے حسب وصیت اور مولانا قاری رضاء المصطفیٰ

[1] عرض حال خود حضرت صدر الشریعہ کا لکھا ہوا درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہواں حصہ ۱۳۶۲ھ کے پہلے مکمل ہو چکا تھا۔ ۱۳۷۱ھ کسی طرح درست نہیں۔ اس لئے کہ حضرت کا وصال ۱۳۶۷ھ میں ہوا ہے۔

تحریک پر مصنف کے فرزند اکبر مولانا عبد المصطفیٰ ازہری اور دو شاگرد مولانا وقار الدین اور مولانا مجوب رضا خاں کے قلمی تعاون سے ۱۹۸۱ء میں منظر عام پر آئی ہے جو نسخہ میرے پیش نظر ہے اس کی طباعت ۱۹۸۱ء میں تاج آفسٹ پریس الہ آباد میں دائرۃ المعارف الامجدیہ قادری منزل گھوسی کے زیر اہتمام ہوئی ہے۔ اس کتاب میں صفحات ۱۴۴ ر اور کل مسائل ۶۵۸ ہیں۔

شروع کتاب میں مولانا عبد المنان کلیمی کا کلمۂ آغاز ہے جس میں مصنف کا مختصر تعارف اور دائرۃ المعارف کی کارکردگی کا ذکر ہے۔ اصل کتاب میں سلسلۂ کلام کو باقی رکھنے کے لئے ابتداء میں ان چند مباحث کا ذکر ہے جسے مصنف نے سترہویں جلد کے اخیر میں ذکر کیا ہے۔ وہ مباحث یہ ہیں ، جنایات کا بیان ، کہاں قصاص واجب ہوتا ہے کہاں نہیں۔ اطراف میں قصاص کا بیان ، موخر الذکر موضوع سے متعلق کچھ مسائل تو صدر الشریعہ نے بیان کئے ہیں اور کچھ ان حضرات نے ان کی تصنیف کا آغاز اس مسئلہ سے ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر (۱) زخموں کا قصاص صحت کے بعد لیا جائے (شامی ۵ : ۴۸۵) تبیین (۶ : ۱۲۸) بحر الرائق (۸ : ۳۴۰) بدائع صنائع (۷ : ۳۱۰) طحطاوی (۴ : ۲۶۸)

اس کے علاوہ اس کے درج ذیل موضوعات بھی ہیں۔ آنکھ کا بیان ، کان ، ناک ، ہونٹ ، زبان ، دانت انگلیاں ، ہاتھ کے مسائل کا بیان ، شخص واحد میں قتل اور قطع عضو کا بیان ، قتل پر گواہی کا بیان ، دیت کا بیان ، زبان کی دیت ، چہرے اور سر کے زخموں کا بیان حمل کا بیان ، بچوں سے متعلق جنایات کا بیان ، دیوار گرنے سے حادثہ کا بیان ، جانوروں سے قصاص کا بیان قسامت کا بیان ، متفرقات کا بیان عاقلہ کا بیان وغیرہ۔

انیسویں جلد

یہ جلد صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے آخری دور کے شاگرد حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی کی تصنیف لطیف ہے موصوف کو ایک عرصہ تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دینیات کے درس وتدریس کے فرائض انجام دینے کا موقع ملا ہے۔ یہ کتاب وصایا کے مباحث پر مشتمل ہے۔ بہار شریعت کے دوسرے حصوں کی طرح تصنیف و تالیف کا انداز برقرار رکھا ہے وصیت سے متعلق قرآن کی دو آیتوں اور آٹھ حدیثوں کو ثبوت کے طور پر پیش کرنے کے بعد فقہی مسائل کا آغاز کیا ہے۔ کتاب میں کل ۳۵ مباحث پر قلم جنبانی کی گئی ہے جس کے تحت ۴۵۲ مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ وصیت کی اہمیت اور اس کی فضیلت سے کتاب کی بحث شروع ہوتی ہے۔ ذمی کی وصیت پر کتاب کی ساری بحثیں اختتام پذیر ہوتی ہیں درمیان کتاب کے مباحث اسطرح ہیں۔

” وصیت سے رجوع کرنے کا بیان“ وصیت کے الفاظ کا بیان ، ثلث مال کی وصیت کا بیان ، باغ وپھل کی وصیت کا بیان ، وصی اور اس کے اختیارات کا بیان وصیت پر شہادت کا بیان وغیرہ وغیرہ “

اس طرح پوری کتاب ۳۵ مباحث پر مشتمل ہے بیان کردہ مسائل میں حوالوں کا اہتمام بھی بہار شریعت کی دوسری جلدوں کی طرح کیا گیا ہے۔ یہ کتاب قادری

بک ڈپو نو محلہ مسجد بریلی کے زیر اہتمام دہلی سے ۱۹۹۱ء میں طبع ہوئی ہے اس کتاب میں کل ۲۷ صفحات ہیں اور جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

---

(۱) بحر العلوم عبد العلی شرح علم الثبوت ص ۶ لکھنؤ

(۲) سورۃ توبہ آیت ۱۲۲

(۳) بخاری شریف کتاب العلم حدیث نمبر ۷۰ (۱: ۱۶) دہلی

(۴) ترمذی شریف (۲ : ۸۹) دہلی

(۵) ولی اللہ دہلوی ازالۃ الخفا (۲ : ۱۴۰)

(۶) عبد الحئی فرنگی محلی الثقافۃ الاسلامیہ (اردو) ص ۱۵۲

(۷) جمیل جبر الجاحظ ص ۷

(۸) مولانا مصطفیٰ رضا ملفوظات (۱: ۹۳) کراچی

(۹) ماہنامہ پاسبان الہ آباد امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۶۲ء ص ۶۵

(۱۰) روداد مدرسہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ بابت جون ۵۷۔ ۱۳۵۸ھ

(۱۱) معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۳۲ء ص ۲ مرتبہ سید سلیمان ندوی

(۱۲) عبد الشاہد باغی ہندوستان ص ۳۴۰ لاہور

(۱۳) مولانا امجد علی بہار شریعت (۱۷ : ۱۰۲) لاہور

(۱۴) مولانا امجد علی فتاوی امجدیہ (۱: ز)

(۱۵) مولانا امجد علی بہار شریعت (۱۷ : ۱۰۲) لاہور

(۱۶) مولانا امجد علی بہار شریعت (۱۷ : ۱۰۲) لاہور

(۱۷) مولانا امجد علی بہار شریعت (۱۷ : ۱۰۰) لاہور

(۱۸) مولانا امجد علی بہار شریعت (۱۷ : ۱۰۱) لاہور

(۱۹) مولانا امجد علی بہار شریعت (۲ : ۱۱۶) لاہور

(۲۰) مولانا امجد علی ضمیمہ بہار شریعت (۲ : ۱۲۸) لاہور

(۲۱) مولانا امجد علی ضمیمہ بہار شریعت (۲ : ۱۱۷) لاہور

(۲۲) مولانا امجد علی ضمیمہ بہار شریعت (۲ : ۱۲۷) لاہور

(۲۳) مولانا امجد علی ضمیمہ بہار شریعت (۲ : ۱۲۸) لاہور

(۲۴) مولانا امجد علی ضمیمہ بہار شریعت (۲ : ۱۲۸) لاہور

(۲۵) مولانا امجد علی ضمیمہ بہار شریعت (۲ : ۱۲۸) لاہور

(۲۶) مولانا امجد علی ضمیمہ بہار شریعت (۲ : ۱۲۸) لاہور

(۲۷) مولانا امجد علی ضمیمہ بہار شریعت (۲ : ۱۲۷) لاہور

(۲۸) حسن رضا فقیہ اسلام ص (۲۷۱) الہ آباد ۱۹۸۱ء

(۲۹) مولانا امجد علی بہار شریعت (۶ : ۱۸۴) لاہور

(۳۰) مولانا امجد علی بہار شریعت (۱۰ : ۱۲۴) لاہور

(۳۱) مولانا امجد علی بہار شریعت (۱۴ : ۱۷۶) لاہور

مولانا قمر الحسن مصباحی امریکہ ★

بہار شریعت ـــ ایک تحقیقی مطالعہ

رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین (۱) "اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کا جانکار بنا دیتا ہے (دین میں سمجھ عطا فرما دیتا ہے) اس حدیث پاک کے تناظر میں دیکھا جائے تو فقہائے اسلام کا ایک سلسلۃ الذہب ہے۔ فقہ کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنا اسلام۔ کیونکہ قرن اول سے فقہا کا وجود ہے۔ اس میں صحابہ تابعی و تبع تابعی ہر ایک کا دور شامل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت سعید بن مسیب، حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عطا بن ابی رباح، حضرت عکرمہ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت رجا بن حیوہ کندی، حضرت طاؤس بن کیسان جندی وغیرہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کا ایک روشن سلسلہ ہے یہ وہ دور تھا جس دور میں اجتہادی قوت سے فقہ اسلامی کو فروغ دیا جا رہا تھا۔ عہد رسالت سے قریب زمانہ ہونے کی وجہ سے کسی بھی مسئلے کا حل آسان تھا۔ کسی بھی امر میں درپیش مسائل کا حل تلاش کرنا اتنا مشکل نہ تھا جتنا بعد میں ہوا۔ کیونکہ جب اسلامی سلطنتوں کی حدیں پھیلتی گئیں تو نئی نئی اقدار ابھر کر سامنے آتی رہیں مگر مجتہدین کرام نے ہر ایک کا واضح، مدلل اور شافی حل تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

پھر ائمہ اربعہ (حضرت سیدنا امام اعظم، حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) کا دور اس تعلق سے اتنا روشن دور رہے جس میں فقہ اسلامی نے اتنی ترقی کی کہ زندگی کی جملہ جہات کو محتوی ہو گئی۔ صرف فقہ حنفی کی تدوین میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی محنت و جانفشانی کی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تراسی ہزار دفعات مرتب فرما کر شعبہ ہائے حیات کے جملہ گوشوں کو سیراب کر دیا گیا۔ ایک قول کے مطابق۔

تقریباً بائیس سال کی اس شبانہ روز کاوش کے بعد امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کا مجموعہ فقہی تیار ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں آیا۔ یہ مجموعہ تراسی ہزار دفعات پر مشتمل تھا۔ جس میں اڑتیس ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے اور باقی پینتالیس ہزار کا تعلق معاملات اور عقوبات سے تھا۔ اس میں انسان کے دنیوی کاروبار کے متعلق آئین و ضوابط اور معاشیات و سیاسیات کے بارے میں تمام بنیادی اجتماعی امور موجود تھے۔ یہ مجموعہ ۱۱۴ھ سے پہلے مکمل ہو چکا تھا مگر بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے" (۲)

اس تناظر میں گذرتے وقتوں کے ساتھ فقہ اسلامی کی ترقی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آئے دن کے درپیش مسائل نے وسعتوں کو کہاں تک پہونچا دیا اور اسلامی اقدار کو کتنا متنوع کر دیا یہ خود ایک الگ باب کا متقاضی ہے۔ پھر ائمہ اربعہ میں فقہ حنفی اپنی جامعیت کے لحاظ سے اتنی ہمہ گیر رہی کہ اکثر سلاطین اسلام نے اس کو معمول بہ بنایا۔ اور ملکی قوانین کی جگہ اسکو اتنا اثر و رسوخ ہوا کہ ہزار سال تک اسی پر عمل ہوتا رہا۔ داخلی و خارجی نیز عائلی ذمہ داریوں پر فقہ حنفی حاوی ہوتی رہی جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ:

"آپ (حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) کے مسلک و مذہب کو اللہ جل و علیٰ نے وہ فضیلت و عظمت اور قبولیت عطا فرمائی کہ صدیوں تک عہدۂ قضا احناف ہی کے پاس رہا۔ بلکہ ایسی مثالیں شاذ و نادر ملیں گی کہ عہدۂ قضا کسی غیر حنفی عالم کو ملا ہو۔ حکومت عباسیہ کے پورے دور میں یہ عہدۂ قضا حنفی علما کے پاس ہی رہا۔ حالانکہ بنی عباس مسلکاً حنفی نہ تھے۔ پھر ان کے بعد سلاطین سلجوقی اور خوارزمی کے زمانہ میں عہدۂ قضا پر احناف ہی مقرر تھے اور ان کے بعد سلاطین آل عثمان نے بھی عہدۂ قضا پر حنفی علما ہی کو مقرر کیا۔ ہندوستان میں بھی اسلامی حکومت کے پورے دور میں حنفی علما ہی اس عہدہ پر رہے۔ اور یہ پورا زمانہ ہزار سال پر مشتمل ہے" (۳)

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ فقہ حنفی کے کتابی ذخیرے جس قدر ہیں دوسرے اور ائمہ کے اتنے نہیں ہوں گے۔ کیونکہ یہ ہزار سال تک مسلمانوں کے جملہ مسائل اور اصول حیات پر کلیتہً کارفرما نظر آتی ہے۔ چونکہ مسلکی آئین ہونے کی حیثیت سے اس کو آئے دن نئے نئے مسائل سے واسطہ پڑتا رہا ہوگا۔ لہٰذا ضرورتیں ان امور کی داعی رہی ہوں گی کہ زیادہ سے زیادہ مسائل دفعات اور آئین کو بروئے کار لاکر انھیں محفوظ کیا جائے۔ یوں فقہ حنفی میں کتابوں کا روز افزوں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ ان میں بعض وہ ہیں جو ہمارے ائمہ امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر اور عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہم وغیرہ کے دور میں تصنیف کی گئیں۔ جنکی تفصیل تاریخ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ بلکہ خود امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے فقہ حنفی کے ارتقاء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ سب سے پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے فقہ حنفی میں باضابطہ کتاب تصنیف کی بقول محمد الخفری:

"وہ (حضرت سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ) پہلے شخص ہیں جنھوں نے امام ابو حنیفہ کے مذہب میں کتابیں تصنیف کیں، مسائل قلمبند کروائے، ان کی اشاعت کی اور تمام روئے زمین میں امام ابو حنیفہ کے علم کو پھیلا دیا" (۴)

یوں تو فقہ حنفی کے علمی ذخیرے وجود میں آتے رہے۔ اور امہات الکتب معرض وجود میں آتی رہیں اس طرح تصنیف و تالیف کی حنفی تاریخ مرتب ہوتی رہی۔ مثلاً ان کتابوں پر نظر ڈالئے:

املار، کتاب اختلاف الامصار، کتاب الرد علی مالک بن انس کتاب الخراج، کتاب الجوامع، اصول، امالی وغیرہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کی تصانیف اور مسائل الاصول جن کو ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں، مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات، سیر صغیر اور سیر کبیر وغیرہ امام محمد علیہ الرحمۃ کی تصانیف ہیں۔ انھیں امہات کتب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پھر ان کے بعد الواقعات، کتاب النوازل، واقعات الناطفی، فتاویٰ قاضی خاں، الخلاصہ المحیط، کتاب الکافی اور کتاب المنتقی وغیرہ یہ دوسرے اور بعد کے ادوار کی وہ علمی تحقیقات ہیں جن کی اہمیت و افادیت مسلم۔ جن میں اصولیات کو سمو دیا گیا ہے۔ گویا فقہ حنفی اپنے علمی ذخائر سے مالا مال رہی ہے۔ پھر جوں جوں وقت گذرتا گیا اس کے مطابق اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ جیسے ماحول و واقعات رونما ہوتے گئے اس میں تدقیقات کی راہیں کھلتی گئیں۔ جیسا کہ یہ بات پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ فقہ حنفی اپنے تنوعات اور وسعت و استوار کی وجہ سے کوئی ہزار سال تک ملکی قوانین کی معمول علیہ رہی ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی عہد مغلیہ میں اسی فقہ کو ملکی قانون کا درجہ ملا۔ اور اس میں بیش بہا اضافہ ہوا۔

عہد عالمگیری ہندوستان کی تاریخ میں اسلامی عہد کا زریں دور تھا جس میں معتد بہ مقدار میں اسلام کی نشو و نما ہوئی اور علمی ذخائر وجود میں آئے۔ فتاویٰ عالمگیری اس دور کا وہ شہرہ آفاق شاہکار ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ فقہ حنفی کا یہ

تنوجاتی اثر اس قدر آفاقی ہوا کہ آج کل قریب قریب پوری دنیا میں اس کی ہمک سنائی پڑ رہی ہے۔ یوں ہندوستان میں بھی اس پر کام ہوا۔ غالباً فقہی نوعیت کا یہ پہلا بڑا اجتماعی کام تھا جسکو انتہائی دیدہ ریزی سے انجام دیا گیا۔ ویسے یوں تو ہندوستان میں ظہور اسلام ہی سے مذہبی قدریں پروان چڑھ رہی تھیں تاہم بعد کے ادوار میں ترقی کی شرح کچھ زیادہ نمایاں نظر آ رہی ہے جس کی وجہ سے بہت سارے علمی فقہی ذخیرے آج بھی موجود ہیں۔ مگر ہندوستان بلکہ برصغیر میں فتاویٰ عالمگیری کے بعد جسکو سب سے زیادہ شہرت اور علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا وہ امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی بے مثل، معتمد اور لائق افتخار تصنیف " العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ " ہے فتاویٰ رضویہ ایسی تصنیف ہے جس میں ترجیحات، تنقیحات، ادلہ عقلیہ و نقلیہ اور حدیث و قرآن کی روشنی میں ایسی موشگافیاں کی گئی ہیں جس کو دیکھ کر عہد قدیم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ ایک اجتماعی نہیں بلکہ شخصی کام تھا جس میں امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے اپنی حیات کا قیمتی علمی لہو جذب کیا ہے۔

مگر چودہویں صدی ہجری کے اوائل کے چوتھے دہے میں ایک ایسی فقہی تصنیف کا کام شروع ہوا جس کا انداز بالکل جداگانہ تھا۔ یہ صدر الشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی مایہ ناز تصنیف " بہار شریعت " تھی۔ جو تنقیحات و تدقیقات اور دلیلوں کی چھیڑ چھاڑ کے بغیر بامحاورہ، سلیس اور شستہ اردو میں تصنیف کی گئی۔ جس کا مقصود ایک ایسی سادہ تصنیف عوام کو دینا تھا جو علماء کے لئے کم اور عوام کے لئے زیادہ ملحوظ خاطر ہو۔ اس میں دلیلوں سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ مختلف اقوال میں جو مفتیٰ بہ قول ہوتا ہے اسی کو نقل کیا گیا ہے۔ ہر ممکن سہل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"اس کتاب میں حتی الوسع یہ کوشش ہوگی کہ عبارت بہت آسان ہو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ اور کم علم اور عورتیں اور بچے بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں ....

.... (کچھ آگے چل کر) اس کتاب میں مسائل کی دلیل نہ لکھی جائیگی کہ اول تو دلیلوں کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں۔ دوسرے دلیلوں کی وجہ سے اکثر الجھن بڑھ جاتی ہے کہ نفس مسئلہ کا سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر مسئلہ میں خالص منقح حکم بیان کر دیا جائے گا۔ (۵)

اسلوب نگارش اتنا جاذب ہے کہ پڑھتے جائیے۔ لفظوں کا تناسب اور روزمرہ کے محاورات سے اسکو سجا دیا گیا ہے۔ حالانکہ قانون کی زبان خشک ہوتی ہے۔ مگر بہار شریعت قانون کی کتاب ہونے کے باوجود شیریں اور مربوط نیز انتہائی جاذب ہے۔ اس کتاب کی وجہ تصنیف بتاتے ہوئے آپ خود رقمطراز ہیں:

"اب وہ زمانہ آگیا ہے عوام تو عوام بہت وہ جو علماء کہلاتے ہیں روزمرہ کے ضروری جزئیات حتیٰ کہ فرائض و واجبات سے ناواقف اور جتنا جانتے ہیں اس پر بھی عمل سے منحرف کہ ان کو دیکھکر عوام کو سیکھنے اور عمل کرنے کا موقع ملتا اسی قلت علم و بے پروائی کا نتیجہ ہے کہ بہت ایسے مسائل کا جن سے واقف نہیں انکار کر بیٹھتے ہیں حالانکہ نہ خود علم رکھتے ہیں کہ جان سکیں۔ نہ سیکھنے کا شوق کہ جاننے والوں سے دریافت کریں نہ علماء کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں کہ ان کی صحبت باعثِ برکت بھی ہے اور مسائل جاننے کا ذریعہ بھی۔ اور اردو میں کوئی ایسی کتاب کہ سلیس عام فہم قابل اعتماد ہو ابتک شائع نہ ہوئی۔ بعض میں بہت تھوڑے مسائل کہ روزمرہ کی ضروری باتیں بھی ان میں کافی طور پر نہیں اور بعض میں بہت تھوڑے مسائل کہ روزمرہ کی ضروری باتیں بھی ان میں کافی طور پر نہیں اور بعض میں اغلاط کی کثرت، لاجرم

ایک ایسی کتاب کی بیحد ضرورت ہے کہ کم پڑھے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لہٰذا فقیر بہ نظر خیر خواہی مسلمانان بمقتضائے الدین النصح لکل مسلم مولیٰ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اس امر اعظم و اہم کی طرف متوجہ ہوا۔

پھر کچھ آگے چل کر رقمطراز ہیں:

اس کتاب میں حتی الوسع اختلافات کا بیان نہ ہوگا کہ عوام کے سامنے جب دو مختلف باتیں پیش ہوں تو ذہن متحیر ہوگا کہ عمل کس پر کریں۔ اور بہت سے خواہش کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں اسے اختیار کر لیتے ہیں یہ سمجھ کر نہیں کہ حق یہی ہے بلکہ یہ خیال کرکے کہ اس میں اپنا مطلب حاصل ہوتا ہے پھر جب کبھی دوسرے میں اپنا فائدہ دیکھا تو اسے اختیار کر لیا۔ اور یہ ناجائز ہے کہ اتباع شریعت نہیں بلکہ اتباع نفس ہے۔ لہٰذا ہر مسئلہ میں مفتیٰ بہ، صحیح، اصح، راجح قول بیان کیا جائے گا کہ بلا دقت ہر شخص عمل کر سکے" (۷)

چنانچہ آپ بہار شریعت کو ابتدا سے آخر تک پڑھ جایئے اس میں وہ ساری تفصیلات ملیں گی جن کا مذکورہ بالا حوالوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ گویا حیات کے جملہ شعبوں کو انتہائی جاذب دلکش اور سہل انداز میں اسلامی اقدار سے ایسا مربوط کر دیا گیا ہے کہ خواص تو خواص عوام بھی بھرپور مستفید ہوں۔

بہار شریعت کا تصور آتے ہی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا تصور ناگزیر ہے۔ اور یوں ہی جب حضرت صدر الشریعہ کا تصور آئے تو معاً بہار شریعت کا احساس لازمی ہے۔ گویا دونوں میں تلازم ہے۔ حالانکہ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کی بہت ساری تصانیف ہیں۔ جن میں فتاویٰ امجدیہ بھی فقہ حنفی کا ایک عظیم شاہکار ہے ۔ مگر شہرت کے جس ذروۂ بلند پر بہار شریعت کو مقام ملا وہ دوسری تصانیف کو نہ مل سکا۔ شاید اس کتاب کے قبول عام ہونے میں امام اہلسنت شاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ کے وہ پاکیزہ دعائیہ کلمات کی اثر انگیزی جلوہ فرما رہی ہے جو انھوں نے اس کتاب کے دیکھنے پر تصدیق فرماتے وقت قلب سے فرمایا تھا۔

"مولیٰ عز وجل مصنف کی عمر و علم و فیض میں برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی ووافی و شافی و صافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انھیں اہلسنت میں شائع و معمول و دنیا و آخرت میں نافع و مقبول فرمائے آمین" (۸)

بہار شریعت کا زمانہ تصنیف

بہار شریعت اس وقت تصنیف کی گئی جب اردو میں فقہی ذخائر کمیاب تھے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ خال خال کہیں کہیں ان کا سراغ ملتا تھا تو مبالغہ نہ ہوگا۔ راقم کے علم میں جو بات آئی وہ یہی کہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایسی کوئی تصنیف نظر نہیں آتی جو اردو زبان میں یوں عام فہم ہو۔ رہ گئی بات فتاویٰ رضویہ کی تو وہ اردو، عربی اور فارسی کا مجموعہ تھا۔ جو علمی استدلال اور اجتہادی زور بیان سے مملو۔ ایسے ماحول میں حضرت صدر الشریعہ بہار شریعت کو تصنیف فرما رہے تھے۔ یہ وثوق سے نہیں، جا سکتا کہ اسکی ابتدا کب اور انتہا کب ہوئی تاہم بعض قرائن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ تصنیف چودہویں صدی ہجری کے چوتھے دہے میں شروع ہوا۔ کیونکہ ابتدا کے چند حصے جو امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کو دکھائے گئے اور آپ نے اسکی تصدیق فرمائی تو اس میں جلد دوم کے تصدیق نامے میں ۱۲ ربیع الآخر شریف ۳۵ھ مرقوم ہے جس سے اس بات کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ اس حصہ دوم کا زمانہ تصنیف یقیناً اس تصدیق سے قبل ہوا ہے۔ تصدیق نامہ کی آخری چند سطریں جو تاجدار اہلسنت کے قلم علم و حکمت سے ثبت ہوئیں وہ یوں ہیں:

"والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ

علی سیدنا و مولانا محمد و الہ وصحبہ واللہ وحزبہ اجمعین۔ ۱۲ ربیع الآخر شریف سنہ ۳۵ھ علی صاحبہا و الہ الکرام افضل الصلوٰۃ والتحیہ۔ آمین (۹)

کتبہ الفقیر احمد رضا البریلوی

عبدہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس تحریر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تصدیق نامہ سے دو ایک سال قبل ہی اس کی تصنیف عمل میں آئی ہوگی۔ اسی طرح سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حصہ سوم و چہارم کی بھی تصدیق فرمائی۔ مگر حصہ سوم کے تصدیق نامہ میں ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ اور حصہ چہارم کے تصدیق نامہ میں ذی الحجہ الحرام ۱۳۳۶ھ رقم ہے لیکن چوتھے حصے کی تصدیق میں ۱۳۳۰ھ درج ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ ابتدا کے چند حصے بڑی سرعت سے لکھے گئے اور اسی طرح انکی تصدیق بھی ہوتی رہی۔ چنانچہ حصہ دوم اور چہارم کے درمیان کا فاصلہ کوئی ایک سال آٹھ ماہ کا ہوتا ہے۔ جس میں حصہ چہارم تک منصہ شہود پر آچکا تھا۔ اسی طرح حصہ ہشتم، نہم، دہم اور یازدہم کا سنہ تصنیف حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے خود کتاب کے آخر میں تحریر فرمایا:

حصہ ہشتم: شب بست و دوم ماہ فاخر ربیع الآخر شب پنجشنبہ ۱۳۴۸ھ باتمام رسید۔ (۱۰)

حصہ نہم: ۱۲ ماہ مبارک رمضان الخیر ۱۳۴۸ھ (۱۱)

حصہ دہم: ۱۵ رمضان مبارک ۱۳۴۹ھ (۱۲)

حصہ یازدہم: قد وقع الفراغ من تسوید ھذا الجزء لثلث یقین من شہر رمضان اعنی لیلۃ السابع والعشرین لیلۃ الجمعۃ المبارکۃ، اللیلۃ التی ترجیٰ ان تکون لیلۃ القدر ھی خیر من الف شہر سنہ ۱۳۵۳ھ (۱۳)

اس کے بعد کسی اور حصہ میں اس کی کوئی علامت نہیں ملتی کہ بقیہ حصے کب اور کس سنہ میں تصنیف کئے گئے لیکن حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے سترہویں حصہ کے آخر میں جو عرض حال رقم فرمایا، اس میں ان ناگہانی حادثوں کا ذکر فرمایا جس کی وجہ سے بہار شریعت بجائے بیس حصوں کے صرف سترہ حصے ہی پر منتہی ہوئی۔ اگرچہ ان کی وصیت رہی کہ اس کے بقیہ حصے کو پورا کیا جائے، جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر اور مشتمل ہوتا تحریر فرماتے ہیں:

"چند سال کے اندر حوادث پیہم ایسے در پیش ہوئے جنھوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہ رکھا کہ بہار شریعت کی تصنیف کو حد تکمیل تک پہونچاتا۔ ۲ شعبان ۱۳۵۸ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا۔ اور ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی محمد یحییٰ کا انتقال ہوا۔ شب دہم رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ نے رحلت کی۔ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفیٰ کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا۔ اور اسی دوران مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا اور انکی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا، اور مولوی عطاء المصطفیٰ کی اہلیہ اور یحییٰ کا انتقال ہوا۔ ان پیہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا۔ یہاں تک کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوئم کے روز جبکہ فقیر تلاوت قرآن مجید کر رہا تھا آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اور اس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نظر کی کمزوری اب اس حد تک پہونچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں۔ ایسی حالت میں بہار شریعت کی تکمیل میرے لئے بالکل دشوار ہو گئی اور میں نے اپنی اس تصنیف

کو اس حد پر ختم کر دیا" (۱۴)

اس تحریر سے واضح پتہ چلتا ہے کہ ۱۳۶۲ھ کے بعد حضرت علیہ الرحمۃ پھر بہار شریعت کی طرف متوجہ نہ ہو سکے کیونکہ ان حادثات نے ان کو شدید کرب میں مبتلا کر دیا تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا تھا کہ آپ پھر روبہ صحت نہ ہو سکے اور ۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ / ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء کو بروز دوشنبہ مبارکہ رب تعالیٰ جل مجدہ کے جوار رحمت میں تشریف لے گئے۔ امام اہلسنت کی تصدیق ۱۳۳۵ھ اور حضرت صدر الشریعہ کی اس تحریر ۱۳۶۲ھ سے مکمل پتہ چلتا ہے کہ بہار شریعت کی تصنیف کا زمانہ چودھویں صدی ہجری کے چوتھے عشرے کی ابتدار میں شروع ہو کر ساتویں عشرے کی ابتدار پر ختم ہو جاتا ہے گویا اس جامع تصنیف کا مکمل عرصہ قریب قریب ۲۷ سال پر محیط ہے۔ جس میں ایسے بھی لمحات گذرے ہیں کہ کثرت مشاغل کے باعث کبھی کبھار دو حصوں کی تصنیف میں دس سال کا وقفہ بھی پایا جاتا ہے مثلاً ہشتم ۱۳۳۸ھ میں مکمل ہوتا ہے اور حصہ نہم ۱۳۴۶ھ میں پایۂ تکمیل تک پہونچتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض اجزار کی تصنیف میں ایک ایک سال کا زمانہ بھی پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

لیکن اس قدر عظیم الشان کارنامہ ہونے کے باوجود یہ آپکی جملہ توجہات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ جب کبھی ان شبانہ روز مصروفیات سے کچھ موقع ملتا تو کچھ لکھ لیا جاتا۔ چونکہ تدریسی مشغولیت، فتویٰ نویسی کا عمل اور اس کے علاوہ بے شمار ذمہ داریاں اس راستہ میں حائل تھیں تاہم جذبۂ صادق اور خدمت اسلام کی کسک نے ان بیشمار مصروفیات سے اتنا وقت نکالنے پر مجبور کر ہی دیا۔ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

"فقیر بوجہ کثرت مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا کہ اس کام کو پورے طور پر انجام دے سکے مگر حالت زمانہ نے مجبور کیا اور اس کیلئے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی۔ جب کبھی فرصت ہاتھ آجاتی اس کام کو قدرے انجام دے لیتا۔ تدریس کی مشغولیت اور افتار وغیرہ چند دینی کام ایسے انجام دینے پڑتے جنکی وجہ سے تصنیف کی فرصت نہ ملتی۔" (۱۵)

بہار شریعت کا تجزیاتی جائزہ

علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں:

"یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حدیث کے ساتھ فقہ کا تعلق لازم وملزوم کی طرح ہے۔ لہٰذا مفتی کے لئے اگر فقیہ ہونا ضروری ہے تو فقیہ کیلئے محدث ہونا بھی لازمی ہے۔ لیکن محدث کیلئے فقیہ ہونا قطعاً ضروری نہیں ہے" (۱۶)

اس قول کی روشنی میں ایک طرف تو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا علمی معیار بہار شریعت سے اجاگر ہوتا ہے تو دوسری طرف بہار شریعت کا فقہی مستویٰ حضرت صدر الشریعہ کی ذات سے اظہر من الشمس ہوتا جاتا ہے۔ نیز اسی تناظر میں آپکا محدثانہ منصب بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بہار شریعت کا انداز نگارش بڑا معیاری، وقیع اور موثق ہے۔ آیات قرآنیہ، پھر احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم پھر کتب فقہ کے چیدہ چیدہ مسائل۔ جس سے ایک طرف تو آپکی فقہی بصارت اجاگر ہوتی ہے تو وہیں دوسری طرف ایک محدث کے محدثانہ عزم کا انمٹ تصور بھی ابھرتا ہے نیز مطالعہ قرآن کا جذباتی احساس بھی بلند ہوتا ہے۔ پھر زور مطالعہ کا آفاقی معیار اس وقت اور بھی مستحکم اور نتیجہ خیز ہو جاتا ہے جب بہار شریعت کے مآخذ پر نظر پڑتی ہے، جہاں مصنف نے ایک مومن کی ان جملہ ضروریات زندگی کو فقہی پیکر میں ڈھال دیا ہے۔ جو سترہ حصوں میں تقریباً ۳۸۱ اہم اور اصول عنوانات کے تحت بکھرے ہوئے ہیں۔ جبکہ یہ تعداد اصل عنوانات کی ہے، پھر ان کے

تحت ضمنی عنوانات جو قائم کئے گئے ہیں ان کو اس تعداد میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ جو اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

بہار شریعت کے مآخذ

۱۷ حصوں پر مشتمل بہار شریعت کے مآخذ چند طرح کے ہیں کچھ تو عقائد سے متعلق بحثوں کے مآخذ ہیں جن میں چند فرقہ ہائے باطلہ کے رد وابطال پر ان کی کتابوں کے حوالے کو شواہد کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اعمال سے متعلق مآخذ میں قرآن مقدس، احادیث کریمہ اور فقہ حنفی کی مستند امہات کتب ہیں۔ ایسا نہیں کہ مصنف نے کسی ایک ہی کتاب کا حوالہ ہر جگہ اور بار بار دہرایا ہو۔ بلکہ جب جیسی ضرورت ہوئی اسی کے لحاظ سے مراجع کا حصول ہوا ہے۔ مآخذ کی یہ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

الف ۔ قرآن مقدس

ب ۔ احادیث مبارکہ

ج ۔ کتب فقہ

د ۔ رد فرقہ ہائے باطلہ

احادیث مبارکہ

الف: ۱	ابن ماجہ شریف		۱۲	تاریخ حاکم
۲	ابوداؤد شریف		۱۳	تاریخ بخاری
۳	امام احمد بن حنبل		۱۴	ترغیب
۴	اصحاب السنن	ح:	۱۵	حصن حصین
۵	اصبہانی		۱۶	حاکم
۶	امام مالک		۱۷	حلیہ
۷	ابن عساکر	خ:	۱۸	خطیب
۸	بخاری شریف	د:	۱۹	دار قطنی
۹	بزار		۲۰	دارمی
۱۰	بیہقی		۲۱	دیلمی
۱۱	ترمذی شریف		۲۲	دعوات کبیر
		ر:	۲۳	رزین

س: ۲۴	سنن اربعہ		۳۴	کنز العمال
ش: ۲۵	شرح معانی الآثار	م:	۳۵	مسلم شریف
۲۶	شرح السنہ		۳۶	مشکوٰۃ شریف
ص: ۲۷	صحیح ابن خزیمہ		۳۷	مسند ابو یعلیٰ
۲۸	صحیح ابن حبان		۳۸	موطا امام محمد
ض: ۲۹	ضیا		۳۹	مستدرک
ط: ۳۰	طبرانی صغیر		۴۰	معرفہ
۳۱	طبرانی کبیر		۴۱	مصنف عبد الرزاق
۳۲	طبرانی اوسط	ن:	۴۲	نسائی شریف
ک: ۳۳	کتاب الآثار			

حدیث کے ان مراجع پر نظر ڈالنے سے جہاں ایک طرف حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا محدثانہ منصب اجاگر ہوتا ہے اور ثقاہت پر یقین کی مہر ثبت ہوتی ہے وہیں بہار شریعت کی فقہی جزئیات اور اس کے مستنبط کا معیار وقیع سے دقیع تر ہوتا جاتا ہے۔ اور فقہ حنفی کا حدیث وقرآن سے ارتباطی عمل بھی واشگاف ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس کے بعد ذرا فقہ حنفی کی ان کتابوں پر نظر ڈالئے کہ مصنف نے کتنی ساری کتابیں نظروں میں رکھ کر بہار شریعت کو ترتیب دیا ہے۔ وہ بھی فقہ حنفی کی شاہکار امہات کتب۔ جن پر فقہ حنفی کا انحصار ہے گویا اس منظر نامے میں بہار شریعت ایک ایسا بنیادی کارنامہ ہے جس پر جتنا بھی زیادہ ناز کیا جائے کم ہے۔ اس تعداد کو دیکھکر امام اہلسنت کے اس قول کی مزید وضاحت ہو جاتی جو آپ نے تفقہ سے متعلق حضرت صدر الشریعہ کے لئے ارشاد فرمایا تھا:

"آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیگا وجہ یہی ہے کہ وہ استفتار سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے" (۱۷)

یہ الفاظ اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ مندرجہ ذیل مراجع حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی افتادِ طبع کے عین مطابق ہیں جن پر امام اہلسنت نے بھرپور اعتماد کیا تھا: مراجع پر غور کریں:

کتب فقہ حنفی

۱ بحر الرائق
۲ بزازیہ
۳ بحر
۴ بدائع
۵ تنویر الابصار
۶ تبیین
۷ جوہرہ نیرہ
۸ حلیہ
۹ خیریہ
۱۰ خلاصۃ الفتاویٰ
۱۱ درمختار
۱۲ ذخیرہ
۱۳ رد المحتار
۱۴ زیلعی
۱۵ شرح وقایہ
۱۶ شرنبلالی
۱۷ شرح ملتقیٰ
۱۸ شلبیہ
۱۹ صغیری
۲۰ طحطاوی علی مراقی الفلاح
۲۱ عالمگیری
۲۲ عنایہ
۲۳ غنیہ
۲۴ غایۃ البیان
۲۵ غرر
۲۶ فتاوی رضویہ
۲۷ فتح القدیر
۲۸ قاضی خان
۲۹ قاری الہدایہ
۳۰ کشف الغطاء
۳۱ کنز الدقائق
۳۲ لباب
۳۳ مراقی الفلاح
۳۴ منیہ
۳۵ منتقیٰ
۳۶ محیط
۳۷ منسک
۳۸ مسلک
۳۹ مبسوط
۴۰ مجمع الانہر
۴۱ منحۃ الخالق
۴۲ نظم زندویسی
۴۳ نتائج
۴۴ وشاح الجید
۴۵ ہدایہ

یہ مذکورہ بالا دونوں مراجع حصہ دوم سے لیکر سترہویں حصہ تک بکھرے ہوئے بیشمار ابواب پر مشتمل ان بحثوں کے مراجع و مآخذ ہیں جن میں ایک مسلمان کے داخلی اور خارجی قوانین کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن وحدیث اور کتب فقہ کے یہ ذخائر حضرت علیہ الرحمۃ کی شان تفقہ کے غماز ہیں۔ جس میں ایک فقیہ کی اعلیٰ ژرف نگاہی، زور مطالعہ اور جزئیات فقہ پر عبور رکھنے کی مکمل نشاندہی ہے۔ یہ تصور اس وقت اور بھی اہم ہو جاتا ہے جب بہار شریعت کا جائزہ اردو میں لکھی گئی ان تمام فقہی کتابوں کے درمیان لیا جائے۔ مگر حصہ اول جو صرف معتقدات کی بحثوں پر مشتمل ہے اس کے مراجع اور ہیں:

چونکہ عصر حاضر میں بہت سارے ایسے فرقے جنم لے چکے ہیں جو خودرو پودوں یا حشرات الارض کی طرح ہر جگہ نظر آتے ہیں جنکا مقصد مسلمانوں کے ایمان کو تباہ و برباد کرنا ہوتا ہے اس لئے ان کی خصوصاً نشاندہی کی گئی ہے۔ یوں تو عقائد کے ضمن میں سبھی باطل فرقوں کا رد کیا جا چکا ہے مگر عصری گمراہ فرقوں کی نشاندہی ازبسکہ ضروری تھی اس لئے ان کی علامات و نشاندہی خصوصاً کی گئی ہے۔ جیسے قادیانی، دیوبندی، وہابی وغیرہ اسکے علاوہ بقیہ اور دیگر گمراہ فرقوں کا رد یوں نہ کرنا ہوا کہ اس میں بعض بعض کی فرع ہیں اور یہ جو اوپر بیان کئے گئے ہیں یہ اصل ہیں تو اصل کی رد حقیقت میں فرع کی رد ہو جاتی ہے ان باطل فرقوں کے رد و ابطال میں جن کتابوں کو استشہاد میں پیش کیا گیا ہے وہ کچھ اس طرح ہیں۔

قادیانی:

۱ ازالہ اوہام
۲ انجام آتھم
۳ دافع البلاء
۴ اربعین
۵ معیار
۶ کشتی نوح
۷ اعجاز احمدی
۸ دافع الوساوس
۹ ضمیمہ انجام آتھم

وہابی:

۱۰ تقویۃ الایمان
۱۱ ایضاح الحق
۱۲ صراط مستقیم

۱۳ تحذیر الناس
۱۴ براہین قاطعہ

حصہ اول و دوم کی ترتیب

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ بہار شریعت کا حصہ دوم پہلے تصنیف کیا گیا اور حصہ اول بعد میں چونکہ دوسرے حصے میں اعمال سے متعلق بحث ہے۔ جس میں خصوصاً طہارت کا ذکر ہے۔ مگر اعمال بغیر عقیدہ کی صحت کے ضائع وبیکار ہوتے ہیں اس لئے عقیدہ کی بحث کو تقدم لازم آیا۔ اسی لئے حصہ دوم ترتیب میں اگرچہ مقدم تھا مگر رتبۃً موخر ہو گیا اور حصہ اول ترتیب میں اگرچہ موخر تھا مگر رتبۃً مقدم ہو گیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر بارگاہ قادری ابو العلا امجد علی اعظمی رضوی عرض کرتا ہے کہ زمانہ کی حالت نے اس طرف متوجہ کیا کہ عوام بھائیوں کے لئے صحیح مسائل کا ایک سلسلہ عام فہم زبان میں لکھا جائے جس میں ضروری روزمرہ کے مسائل ہوں باوجود بے فرصتی اور بے مائیگی کے توکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کیا ایک حصہ لکھنے پایا تھا کہ یہ خیال ہوا کہ اعمال کی درستی عقائد کی صحت پر متفرع ہے اور بہتیرے مسلمان ایسے ہیں کہ اصول مذہب سے آگاہ نہیں ایسوں کے لئے سچے عقائد ضروری کے سرمایہ کی بہت شدید حاجت ہے۔ خصوصاً اس پُر آشوب زمانہ میں کہ گندم نما جوفروش بکثرت ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے بلکہ عام کہلاتے ہیں۔ اور حقیقۃً اسلام سے ان کو کچھ علاقہ نہیں عام ناواقف مسلمان ان کے دام تزویر میں آکر مذہب اور دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ لہٰذا اس حصہ یعنی کتاب الطہارۃ کو اس سلسلہ کا حصہ دوم کیا اور ان بھائیوں کے لئے اس پہلے حصہ میں اسلامی سچے عقائد بیان کئے۔ امید کہ برادران اسلام اسکے مطالعہ سے ایمان تازہ کریں" (۱۸)

بہار شریعت کے وہ سترہ حصے جو حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کے قلم فیض رقم سے معرضِ وجود میں آئے۔ ان میں آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور مسائل وغیرہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

کل آیات قرآنیہ	۳۹۵
کتب احادیث مبارکہ	۴۳
کل احادیث مبارکہ	۲۲۲۴
کتب فقہیہ	۵۰ سے زائد
کل مسائل فقیہ	۹۹۹۳
کتب عقیدہ و رد	۱۴
کل عقیدہ	۱۳۶

یاد رہے کہ یہ ساری بحثیں ۱۳۸۱ اہم اور اصول عنوانات کے تحت قائم کی گئی ہیں جن میں اصل عنوان کے تحت ضمنی عنوانات بھی ہیں جنکو یہاں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ اگر ان عناوین کو بھی ذکر کیا گیا ہوتا تو تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوتی۔ یوں ہی جن آیات کریمہ کی تعداد یہاں پیش کی گئی ہے وہ ایسی آیتیں جن سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے ورنہ تمثیل کے طور پر جن آیتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس شمار سے خارج ہیں۔

اس سے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی نگاہ قرآن مقدس حدیث رسول اور فقہی کتب نیز روز نئے جنم لینے والے باطل وگمراہ فرقوں کے مزخرفات عقیدوں سے مملو کتب پر کس قدر سخت اور ناقدانہ ہوتی تھی۔ یقیناً آپ اپنے دور کے ان عباقرہ میں سے تھے جنکی مثال خال خال ملتی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ جو خالی اور فارغ وقت مل جاتا تھا اسی میں یہ امور انجام پاتے تھے۔ اگر آپ مستقل طور پر لکھتے اور وقت کی فراوانی میسر ہوتی تو خدا بہتر جانتا ہے کہ آپ کے قلم فیض ترجمان سے فقہی شہ پاروں کے کتنے جلوے بکھرتے اور بہار شریعت مزید کتنے حصوں پر مشتمل ہوتی۔

اب بہار شریعت کے جملہ مندرجات پر تفصیلی نظر ڈالئے اور جزئی طور پر اس کا جائزہ لیجئے۔

بہار شریعت	عنوانات	آیات قرآنیہ	احادیث مبارکہ	مسائل	عقائد
حصہ اوّل	۱۳	۱۴	—	۲۸	۱۳۶
حصہ دوم	۲۹	۱۲	۸۲	۶۶۹	..
حصہ سوم	۱۵	۵۹	۲۷۹	۸۴۳	--
حصہ چہارم	۲۴	۳۳	۱۹۷	۸۹۶	..
حصہ پنجم	۲۵	۲۲	۲۲۹	۵۶۰	..
حصہ ششم	۱۹	۳۹	۱۱۵	۴۸۶	..
حصہ ہفتم	۱۲	۱۴	۴۸	۴۱۴	..
حصہ ہشتم	۲۱	۲۶	۲۱	۷۵۳	..
حصہ نہم	۳۲	۴۴	۱۱۸	۷۳۹	..
حصہ دہم	۱۷	—	۲۵	۵۶۷	..
حصہ یازدہم	۲۱	۱۵	۱۰۱	۷۷۲	..
حصہ دوازدہم	۱۵	۱۲	۴۰	۶۵۴	..
حصہ سیزدہم	۳۱	۷	۵	۵۹۴	..
حصہ چہاردہم	۱۶	۶	۲۴	۵۴۱	..
حصہ پانزدہم	۲۵	۱۱	۸۵	۶۵۶	..
حصہ شانزدہم	۵۰	۶۴	۸۱۴	۵۲۸	--
حصہ ہفدہم	۱۶	۱۷	۴۱	۲۹۳	--
میزان	۳۸۱	۳۹۵	۲۲۲۴	۹۹۹۳	۱۳۶

اس طرح بہار شریعت کے ۱۷ حصے کے محتویات کا تجزیہ ہوا۔ مگر آپ کا منشا چونکہ اسکو بیس حصوں پر لکھنے کا تھا۔ لیکن جب آپ کثرت غم واندوہ کی وجہ سے معذور ہوگئے تو آپ نے اسکو اسی پر روک دیا مگر بقیہ حصوں کی تکمیل کے لئے اپنے شاگردوں، اولاد یا علمائے اہلسنت کو اس بات کی وصیت کردی کہ اس کے بقیہ حصوں کو پورا کردیں یہ میری عین خوشی ہے۔

عرض حال میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ابھی اس کا آخری تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر توفیق الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی اور کتاب مکمل ہوجاتی۔ اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہلسنت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمائیں تو میری عین خوشی ہے۔"(۱۹)

چنانچہ آپ کے وصال کے ایک عرصہ بعد ان کے شاگردوں اور اولاد نے اس طرف بھرپور توجہ دی اور "حق بہ حقدار رسید" کے مطابق بہار شریعت کے مزید تین حصے مکمل کرلئے گئے اور حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی عین خوشی کے اسباب فراہم کردیئے گئے۔ آخری تین حصوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

حصہ ہژدہم : علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمۃ
مولانا مفتی وقار الدین اور مولانا قاری
محبوب رضا خاں بریلوی علیہما الرحمۃ

حصہ نوزدہم : مولانا سید ظہیر احمد زیدی صاحب

حصہ بستم : مولانا مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ

گویا بہار شریعت مکمل ہوچکی۔ یقیناً اس امر خیر پر حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی روح اپنی قبر انور میں شاداں وفرحاں ہوگی اور ان مصنفین کے لئے لمحہ لمحہ دعا گو بھی، بہار شریعت فقہ کی دنیا کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جس پر نسلیں صدیوں فخر کریں گی۔ اور برصغیر کے مسلمانوں کی گردن پر آپ کا یہ احسان ایسا ہے جس کا شکریہ ادا کرنے کے باوجود بھی حق شکر ادا نہ ہوسکے گا۔ خداوند قدیر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی تربت انور کو جنت نشان بنائے اور کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نوٹ: اس مقالے کی تیاری میں عزیزی محمد اصغر الہ آبادی سلمہ نے میرا ہاتھ بٹایا اور بڑی محنت کی خداوند قدوس سلمہ کو علم کی دولت سے بہرہ مند فرمائے آمین۔

حواشی وحوالے

(۱) محدث امام شیخ ابوعبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ ربعی قزوینی ابن ماجہ شریف ص ۲۰ مطبع اصح المطابع دہلی

(۲) مولانا دوست محمد شاکر مقدمہ مسند امام اعظم ص ۲۸، ۲۷ مطبع کلاسیکل پرنٹرس دہلی

(۳) مولانا سید ظہیر احمد زیدی آداب الافتا ص ۳۸ مطبع نیو پبلک پریس دہلی

(۴) علامہ محمد الخضری تاریخ التشریع الاسلامی (مترجم) ص ۳۲۴ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ

(۵) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ دوم ص ۴،۵ ناشر قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی

(۶) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ دوم ص ۴ ناشر قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی

(۷) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ دوم ص ۵ ناشر قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی

(۸) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ دوم ص ۱۱۶ ناشر قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی

(۹) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ دوم ص ۱۱۶ ناشر قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی

(۱۰) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۷۱ ناشر قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی

(۱۱) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ نہم ص ۱۷۳ ناشر قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی

(۱۲) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ دہم ص ۱۲۴ ناشر قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی

(۱۳) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ یازدہم ص ۲۱۱ ناشر قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی

(۱۴) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ ہفدہم ص ۹۲ ناشر رضوی کتب خانہ بازار صندل خاں بریلی

(۱۵) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت حصہ ہفدہم ص ۹۱ ناشر رضوی کتب خانہ بازار صندل خاں بریلی

(۱۶) مولانا محمد قمر الحسن قادری قمر بستوی تجلیات مفتی اعظم ہند

(باقی ص ۲۰۵ پر)

مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی *

بہار شریعت ــ فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف

تعارف چودھویں صدی ہجری کی عظیم فقیہ المثال فقہی شخصیت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ جنھوں نے ملت اہلسنت اور فقہ حنفی کو ایک بیش بہا علمی و فقہی تحفہ یعنی بہار شریعت (سترہ جلدوں میں) دے کر ناقابل فراموش احسان فرمایا۔

آپ نے ایک علمی اور مذہبی گھرانہ میں آنکھ کھولی منذرین والدین کی نگرانی میں نشوونما پائی آپ خاندان کے مذہبی ماحول سے بے اثر نہ رہے آپ کی تعلیم ملک کے ممتاز اساتذہ مثلاً استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رامپوری حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں ہوئی آپ نے یوں تو بہت سے علوم و فنون سیکھے اور ان میں مہارت تامہ بھی حاصل کی لیکن فقہ و حدیث میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے جسکی مثال فقہ حنفی کی مایۂ ناز اور مقبول خاص و عام کتاب بہار شریعت اور حدیث میں حاشیہ طحاوی شریف ہے۔

آپ کے زمانہ میں ہندوستان میں ایک سے ایک بلند پایہ اساتذہ موجود تھے لیکن جب مرکزی منظر اسلام میں خدمت تدریس و افتار کی انجام دہی کا مسئلہ در پیش ہوا تو موجودہ صدی کے مجدد اعظم صاحب فتاویٰ کثیرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی جیسی جوہر شناس شخصیت کی نگہ انتخاب آپ پر پڑی چنانچہ آپ منظر اسلام تشریف لے گئے اور مجدد وقت کے زیر سایہ تدریس و افتار کی اہم ذمہ داری سنبھالی آپ فتویٰ لکھ کر مجدد وقت کی خدمت عالیہ میں اصلاح کی غرض سے پیش فرماتے اس کے بعد مستفتی کے حوالہ کرتے اٹھارہ برس تک مجدد وقت کی بارگاہ میں رہ کر استفادہ کیا اور قضا و افتار اور درس و تدریس کی خدمت کی یہی وجہ ہے کہ مجدد وقت کو آپ پر کافی اعتماد ہو چکا تھا آپ کے تفقہ کا ذکر چھڑتا تو مجدد وقت فرماتے تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائے گا۔ آپ نے آخری دم تک فتویٰ نویسی کا کام کیا آخری فتویٰ آٹھ شوال ۱۳۶۷ھ وفات سے تقریبًا ایک ماہ پہلے تحریر فرمایا فتاوی کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہونے والا ہے۔[1]

تشریح علم فقہ صدر الشریعہ نے جملہ علوم متداولہ کے حامل ہونے کے باوجود علم فقہ پر خصوصی توجہ دی ایسا کیوں نہ ہو کہ ایک مسلمان کی زندگی اس کے مبدا و معاد کے مصالح اور ضروریات انسانی کی تکمیل فقہ ہی کے ذریعہ ممکن ہے علم فقہ علوم نقلیہ و عقلیہ کو حاوی ہے علم فقہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع امت اور قیاس کا مخزن ہے کوئی بھی شخص جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ میں مہارت حاصل کئے بغیر فقیہ و مفتی نہیں بن سکتا بہار شریعت کی سترہ جلدیں صدر الشریعہ کے فقیہ اعظم ہونے کی دلیل اور آپ کا فقیہ ہونا علوم متداولہ میں مہارت تامہ کا واضح ثبوت ہے۔

اردو میں مبسوط فقہ حنفی کی ضرورت اور بہار شریعت

مذہب اسلام کے سارے ضوابط و قوانین عربی زبان میں ہیں قرآن و حدیث اور دیگر فقہی کتابیں سب کی سب عربی زبان میں ہیں کیونکہ جس سرزمین سے آفتاب نبوت طلوع ہوا ہے وہاں کی زبان عربی تھی لیکن جوں جوں اسلام عرب کے حدود کو توڑ کر عجم میں پھیلتا گیا اسی لحاظ سے عربی کتابوں کا ترجمہ عجمی زبانوں میں ہوتا گیا تو پھر ہندوستان جہاں کے مسلمانوں کی آبادی دیگر ممالک کے اعتبار سے بہت کثیر ہے اور یہاں کے مسلمانوں میں مذہبیت بھی زیادہ پائی جاتی ہے اسلامی قوانین و ضوابط ان کی زبان اردو میں کیوں نہ منتقل ہوں۔

لیکن جہاں اور علوم و فنون پر ترجمہ و تلخیص کا کام ہوا ہے

[1] دو جلدیں دائرۃ المعارف گھوسی سے چھپ چکی ہیں۔ ادارہ

* استاذ دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی یوپی

وہاں فقہ پر کوئی ایسا ٹھوس اور جامع کام نہیں ہوا جس سے ہندوستانی مسلمانوں کی کما حقہ ضرورت پوری ہو سکے اور اسے فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کہا جا سکے۔

چنانچہ چودہویں صدی کے بطل جلیل ہند و پاک کے عظیم المرتبت فقیہ صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ نے وقت اور قوم کے نبض پر ہاتھ رکھا اور اپنی مصروف زندگی سے تھوڑے تھوڑے اوقات نکال کر سترہ جلدوں میں بہار شریعت تصنیف فرمائی۔

ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت مجدد وقت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے بھی محسوس فرمائی لیکن جب بہار شریعت منظر عام پر آئی تو وقت کی اہم ضرورت پوری ہو گئی چنانچہ مجدد وقت اس ضرورت کی تکمیل پر دعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فقیر غفرلہ المولی نے یہ مبارک رسالہ بہار شریعت حصہ سوم تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلا مولانا ابو العلا مولوی حکیم امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنی رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین مطالعہ کیا مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی و اغلاط کے مصنوع و ملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں عزوجل مصنف کی عمر و علم و فیض میں برکت دے اور ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی و صافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انھیں اہلسنت میں شائع و معمول اور دنیا و آخرت میں نافع و مقبول فرمائے آمین۔"

بہار شریعت کی مقبولیت و اہمیت موصوف علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں کیا بیان کیا طرز تحریر کیا ہے طریقہ استدلال کیا ہے وہ تبصرہ سے مستغنی اور بے نیاز ہے بہار شریعت کی بے پناہ مقبولیت اس کی اہمیت کی دلیل ہے ہند و پاک کا کون ایسا دار الافتار ہے جہاں بہار شریعت نہیں ہے خواہ اپنا ہو یا غیر کا ہر ایک دار الافتار بہار شریعت کا محتاج ہے بغیر بہار شریعت کے ہر دار الافتار ناقص ہے بلکہ مجھے کہہ لینے دیا جائے کہ بہار شریعت ہی دار الافتار ہے گویا کہ حضرت صدر الشریعہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی فتویٰ دے رہے ہیں آج بہار شریعت کے طفیل دار الافتار کھول لینا اور فتویٰ دینا بڑا ہی آسان ہو چکا ہے۔ مجھ جیسا بے بضاعت اور بے علم صدر الشریعہ کے تفقہ پر کیا کچھ لکھ سکتا ہے لیکن اتنا کہوں گا کہ اردو میں کتاب العقائد سے لے کر کتاب الحظر والاباحہ تک کوئی کتاب ملتی ہے تو صرف بہار شریعت ہے۔

آج تاریخ فقہ کے اوراق شاہد ہیں کہ ارباب علم و دانش کی نظر میں فتاوی عالم گیری و فتاوی شامی کی جو قدر و قیمت ہے وہ محتاج بیان نہیں اور حقیقت بھی ہے آج اگر فتاوی عالم گیری اور شامی نہ ہوتی تو علمائے عصر کے لئے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا لیکن بہار شریعت کی بات ہی کچھ اور ہے اس دعویٰ کی حقیقت کو وہی سمجھ سکتے ہیں جنکو فقہ و اصول فقہ کی چاشنی مل چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وقت کی ایک عبقری شخصیت نے بہار شریعت سے متاثر ہو کر کہا تھا کہ حضرت عالم گیر نے فتاوی عالم گیری کی تدوین و ترتیب کے لئے ایک مجلس بنائی تھی اور بادشاہی خزانہ اور ایک عظیم لائبریری وقف کی تھی تب کہیں جا کر یہ عظیم الشان مجموعہ تیار ہوا۔ مگر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے لئے نہ بادشاہی خزانہ تھا نہ کوئی عظیم لائبریری اور نہ علمار کی مجلس تھی ہاں اگر کچھ تھا تو صرف مجدد وقت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کی نگرانی اور اصلاح حاصل تھی۔

بلا شبہ اگر حضرت صدر الشریعہ کی بہار شریعت اگر حضرت عالم گیر کے زمانہ میں ہوتی تو حضرت صدر الشریعہ کو سونے اور چاندی سے تولا جاتا۔

اگر اس بات پر مزید روشنی ڈالی جائے تو جہاں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے وہیں تفصیل کی طالب بھی ہے یہ تو صرف بہار شریعت

کی بات تھی یہی آپکی جملہ مایۂ ناز تصانیف کا حال ہے ۔

آپ کی فقاہت معاصرین علمار کی نظر میں

عوام الناس تلامذہ اور اصاغر کا عالم سے استفتار کرنا مسائل کا سمجھنا یہ تو کوئی اہم اور خوبی کی بات نہیں کیونکہ ایسا تو عام طور سے ہوتا ہے لیکن اگر کسی عالم سے اس کے معاصرین علمار اکابر فضلار استفتار کریں اور اس کے فتویٰ پر اعتماد کریں تو یہ یقیناً بہت ہی اہم بات ہے خصوصاً اس وقت جبکہ معاصرین علمار اپنے وقت کے علم وادب کے آفتاب و ماہتاب ہوں ۔

اس لحاظ سے بھی جب ہم حضرت صدر الشریعہ کی شخصیت پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ بے مثل و بے مثال نظر آتے ہیں چنانچہ آپ کے مجموعہ فتاویٰ میں جن حضرات نے استفتار کیا اور جواب پر اعتماد کا اظہار فرمایا ان عظیم شخصیتوں میں سراج الفقہا حضرت علامہ سراج الدین صاحب قبلہ پاکستان حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور حضرت علامہ سید محمد میاں صاحب قبلہ مارہروی علیہم الرحمۃ کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے ۔

وہ سراج الفقہا جن کے استفتار کا جواب علمار دیوبند تک نہ دے سکے انھوں نے حضرت صدر الشریعہ سے تشفی بخش جواب پایا ۔

حضرت صدر الشریعہ کی فقاہت کا اندازہ ان کے فتاویٰ کے مندرجہ ذیل خصوصیات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ۔

۱ عبارت عام فہم
۲ مسائل مفتی بہ
۳ چند اقوال میں تطبیق و ترجیح
۴ قابل تشریح و تنقیح فتاویٰ کی وتشریح و تنقیح
۵ مختصر مگر معنی خیز
۶ تطویل سے اجتناب
۷ دلائل لیکن اختصار کے ساتھ
۷ چند متعارض اقوال کی تعبیر و تاویل

تقابلی جائزہ

ہم یہاں صرف ایک قول نقل کرنا چاہتے ہیں جس میں آپ نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک فتویٰ کا رد فرمایا ہے اور اس پر فقہی معارضات قائم کئے ہیں جبکہ مولوی گنگوہی آپ کے معاصرین میں سے تھے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے فقاہت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے ۔

مسئلہ : فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص۷۲ میں لکھا ہے کہ جتنے رنگ ولایتی ہیں سب میں شراب کا جز رہتا ہے ہم نے اس فتاویٰ میں جو کچھ لکھا ہے ایک واقف کار آدمی سے سنا ہے ۔

یہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا جواب تھا ایک مستفتی حضرت صدر الشریعہ سے استفتار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

جناب مولانا صاحب یہ بات جو فتاویٰ میں تحریر ہے یہ بات آپکی تحقیق میں صحیح ہے یا خلاف اگر خلاف ہے تو کیا دلیل ہے مع دلیل تحریر فرمائیں ۔

جواب : ولایتی رنگوں کے ناپاک ہونے کا کوئی ثبوت نہیں محض بعض لوگوں کا کہہ دینا کافی نہیں جب تک کہ شرعی ثبوت نہ ہو پھر اس رنگ میں ابتلار عام ہے عورتیں عموماً اس رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے پہنتی ہیں اور ان میں نمازیں پڑھتی ہیں کبھی کپڑے کا کونا تر چیز وغیرہ میں پڑ جاتا ہے کبھی بھیگا ہاتھ کپڑے پر لگتا ہے پھر اس ہاتھ کو پانی میں ڈالتی ہیں اور چیزیں چھوتی ہیں اگر اس کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے تو نہ ان کی نماز ہو نہ گھر کی چیزیں پاک رہیں نہ کھانا اور پانی پاک رہیں سب ناپاک ہوجائیں اس طرح مرد بھی عمامہ وغیرہ اس رنگ سے رنگا استعمال کرتے ہیں اور وضو کرتے وقت بھیگا ہاتھ سر پر مسح کرتے عمامہ سے لگاتے ہیں پھر لوٹے کو چھوتے ہیں اور دوسرے کپڑے کو ہاتھ لگاتے ہیں اگر اس رنگ کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے تو بڑی مشکل ہوگی ایسی دشواری کے موقع پر شرع مطہر نے عموم بلویٰ کا

مولانا سید الزماں حمدوی *

صدر الشریعہ کی دینی اور قلمی خدمات

تمہید: حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ ہوں یا وہ علمائے کرام جن کی ذوات قدسیہ نے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی علمی اعتقادی ۔ شرعی ۔ فقہی فیض بخش تربیت گاہ سے تربیت حاصل کی ان تمام حضرات کے یہ خصوصی امتیاز ہیں کہ اُن میں شرعی احتساب و اعتقادی انتقادات کا ملکہ پیدا ہوگیا ۔ اور بلا خوف لومۃ لایم ببانگ دُہل اظہار حق فرمانا ان کا شعار بن گیا ۔ ان حضرات کو یہ جوہر حق گوئی اہل حق اسلاف اہل سنت سے ورثہ میں ملا ہے "النباس الحق بالباطل" کی اشاعت صرف چودھویں صدی کے ساتھ خاص نہیں اور نہ صرف سرزمین ہند کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ جدت جدید سے یہ وبا ہر طرف پھیلی نظر آرہی ہے ۔ قلت و کثرت کا فرق ضرور ہے مگر ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں بدمذہبی جاری و ساری رہی ہے اور ہر دور کے گمراہوں نے اپنی گمراہیوں کی پردہ پوشی کے لئے جو حربے و حیلے اختیار کئے تھے وہ سب حیلے ۔ ضلالت کے حربے آج اہل حق کے مقابلے میں بھی اختیار کئے جارہے ہیں ۔

اپنے اپنے دور میں متبع سنت و پابند شریعت اہل حق نے جو جوابات گمراہ جماعتوں کو دیئے تھے وہی جواب باصواب آج بھی اہل سنت وجماعت اس زمانہ کے بددینوں کو دے رہے ہیں اس داد و دہش و واقعات کی مختصر داستان سماعت فرمایئے ۔

متاخرین علمائے احناف میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شخصیت محتاج تعارف نہیں ان کی کتاب "موضوعات کبیر" ایک متداول معروف و مشہور کتاب ہے ۔ اسی کتاب سے تھوڑا سا اقتباس بطور ہدیہ قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے پیش کر رہا ہوں ۔

علامہ موصوف نے پہلے "واضعین حدیث" کی حرکات ناشائستہ کا تذکرہ فرمایا اسکے بعد "ناقدین حدیث کی تنقیدی تبصروں پر مذبذب قسم کے حضرات کی اس سادہ لوحی کا اظہار فرمایا کہ "یہ تنقید تو غیبت ہے" و قبیحہ قبیحہ ہے جو شانِ مسلم کے خلاف ہے ۔ اِس اعتراض کا جواب جو ناقدین حدیث نے دیا ہے ۔ اس کا تذکرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں ۔

"قال الدارقطنی فاِن توھم متوھم اِن المتکلم فیمن روی حدیثاً مردوداً غیبۃ لہ یقال لہ لیس کما توھمت وذالک ان جماع اھلِ العلم علی اِن ھذا واجب دیانۃ للدین ونصیحۃ للمسلمین	دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی وہمی یہ وہم کرے کہ جن لوگوں نے حدیث موضوع کی روایت کی ہے ان پر نکتہ چینی کرنا ان کی غیبت کرنا ہے تو ایسے وہمیوں سے کہا جائے گا یہ کام ایسا نہیں جیسا تم نے وہم کیا ہے ۔ بلکہ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ ایسا ضرور کرنا چاہیئے کیونکہ ایسے لوگوں کا رد کرنا دین کی حمایت وصیانت کی خاطر دین ہی نے واجب فرمایا ہے اور اس میں اہل اسلام کی خیرخواہی بھی ہے کہ ان کو ضلالت وگمراہی سے بچانا ہے
حدثنا ابوبکر بن خلاد قال قلت لیحیٰی بن سعید القطان اما تخشیٰ ان یکون ھٰؤلاء الذین ترکت حدیثھم خصماء لک عند اللہ تعالیٰ فقال لان یکون ھٰؤلاء خصمائی احب اِلیّ من ان یکون النبی علیہ السلام خصمی	ہم سے ابوبکر بن خلاد نے بیان کیا کہ میں نے یحیٰ بن سعید القطان سے کہا ، کیا آپ اس بات سے

* پوکھریرہ ۔ بہار

يقول لِمَ لَمْ تذب الكذب عَن حديثي

نہیں ڈرتے کہ وہ تمام لوگ جن کی مرویات کو آپ نے چھوڑ دیا ہے کل اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے دشمن ہوں تو حضرت یحییٰ بن سعید القطان نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ ہمارے دشمن ہوں تو یہ مجھے محبوب تر ہے اس بات سے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں مجھ سے مطالبہ فرمائیں کہ تو نے کیوں نہیں میری حدیث سے جھوٹ کو دور کیا تو کیا جواب ہوگا

وَقيل لِشعبة هذا الذى تكلم فى الناس اليس هو غيبة فقال يا احمق هذا دين وتركه مخاباة

حضرت شعبہ سے کسی نے کہا آپ حضرات تنقیداً جو عیوب راویان حدیث کے بیان کرتے ہیں کیا یہ غیبت نہیں ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے احمق یہ جرح و تعدیل تو دین ہے۔ اس کو چھوڑ دینا تو دینی باتوں میں بے پروائی ہے جس کے نتائج خطرناک ہوں گے۔

وَقد قال محمد بن بندار الجرجانى لاحمد بن حنبل انه يشتد علىّ ان اقولُ فلان ضعيف وفلان كذاب فقال احمد اذا سكت انت يعرف الجاهل الصحيح من السقيم

محمد بن بندار الجرجانی نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے یہ بات بہت گراں معلوم ہوتی ہے کہ میں یہ کہوں کہ فلاں شخص ضعیف ہے اور فلاں بڑا ہی جھوٹا ہے۔ تو امام احمد بن حنبل نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ جب آپ ایسے موقع پر خاموشی اختیار کریں گے تو بے علم مسلمان صحیح و غلط حدیثوں میں کس طرح امتیاز کریں گے

اسی طرح حضرت سفیان ثوری سے مروی ہے کہ آپ نے کسی راوی کے بارے میں ارشاد فرمایا

كذاب والله لولا انه لا يحل لي ان اسكت لسكت

بڑا جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میرے لئے اس موقع پر چپ رہنا شرعاً جائز ہوتا تو ضرور میں خاموش رہتا۔

اسی طرح امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

إذا عَلم الرجلُ مِن محدِّث الكذبَ لم يسعه السكوت عليه ولا يكون ذالك غيبة فان العلماء كالنقاد فلا يسع الناقد فى دينه ان لايبين الزيوف من غيره

جب کسی آدمی کو کسی محدث کا جھوٹ معلوم ہو جائے تو اس کو اس موقع پر چپ رہنے کی گنجائش نہیں۔ ایسے محدث کے جھوٹ کا ظاہر کر دینا شرعاً غیبت نہیں کیوں کہ علمائے دین اس نقاد کی طرح ہیں جو کھرے اور کھوٹے سکوں کو پرکھتے ہیں۔ اسی طرح علماء کو دینی باتوں کی چھان بین کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

وكان شعبة بن الحجاج يقول تعالو الفتاب فى دين الله

اور شعبہ بن حجاج فرماتے تھے کہ اے لوگو! آؤ تاکہ ہم خدا کے دین کی خاطر غیبت کریں یعنی سچے، جھوٹے، کھرے کھوٹے کو الگ کر دکھائیں۔

"ناظرین کرام" موضوعات کبیر" کے اقتباسات آپ کے سامنے ہیں اس کی روشنی میں حق و باطل کا ایک معیار قائم کیجئے اور

اپنی نقادانہ نگاہ سے دیکھیے آپ کو چودھویں صدی میں ہندوستان کے اندر نئے نئے عقیدوں کے انبار دیکھنے کو ملیں گے۔ لفظاً حدیثوں کے اختراعات نہ سہی مگر معناً مطالب حدیث وقرآن کے اختراعی حضرات کا کارواں در کارواں گذرتا ہوا محسوس ہوگا اور جدید عقیدہ سازی کے سیل بیکراں کا سامنا ہوگا۔

ہندوستان میں اکابر اہل سنت و علماء اہل حق اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے اس دینی فتنے کے سدباب کے لئے متحرک نظر آئیں گے جارحیت و دفاع کی آویزش و حق و باطل کی محاذ آرائی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے نمایاں ہوگا۔ اس دینی جنگ میں کچھ حضرات تماشا بینی میں مصروف نظر آئیں گے اور ان کے ضمیر کی وہی بزدلانہ آواز سنائی دے گی کہ "یہ عقائد کی معرکہ آرائی عوام میں تفریق کی آگ کو ہوا دے گی ہر طرف فتنہ و فساد کی فضا قائم ہو جائے گی۔ ایک دوسرے کی غیبت و عیب جوئی کا بازار گرم ہو جائے گا" تو اس غیر شرعی اعتراض کا جواب بھی اس دور کے شیران حق یہی دے رہے ہیں کہ یہ فساد نہیں ہے فساد مٹا کر اصلاح پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ یہ پھوٹ ڈالنا نہیں ہے بلکہ صحیح اور غلط میں امتیاز پیدا کرنا ہے یہ غیبت نہیں بلکہ کار ثواب ہے، قلمی و لسانی جہاد ہے۔ نفلی عبادتوں سے فاضل تر ہے۔ "متیٰ الجاهل الصحيح من السقيم" کی صحیح ترجمانی ہے۔

اس باطل و غلط نظریہ کا جس عزیمانہ شان سے امام اہلسنت اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ نے رد فرمایا اور اپنی نظر فیض اثر سے خاطر خواہ شاگردوں کا ایک ایسا حلقہ تیار فرمایا جس کی نظیر گذشتہ چند صدیوں میں نہیں ملتی۔ انہیں میں سے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ذات ہے۔

یہ صحیح ہے آپ اعلیٰ درجہ کے ماہر درس استاد تھے مگر یہ وصف صرف آپ ہی کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ آپ کے ہمعصر اغیار بھی بڑے بڑے مدرس تھے۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے کس وصف خاص نے آپ کے تدریسی کمال کو چار چاند لگایا ہے۔ تو اس کا جواب صرف یہی ہوگا کہ وہ وصف خاص وہی ہے جو انہیں بارگاہ رضا سے حاصل ہوا شاگردوں میں حق و باطل کا امتیاز پیدا کرنا۔ ابطال باطل احقاق حق کا جذبہ پیدا کرنا۔ یہی وہ وصف خاص ہے جس نے صدر الشریعہ قدس سرہٗ کو نادر روزگار بنا دیا۔

صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی دینی خدمات کا اجمالی تذکرہ

صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز مصنف و محشی بھی تھے۔ تو کیا دوسرے ان کے ہم زمانہ مصنف و محشی نہ تھے۔ پھر تصنیف و تحشیہ کے لحاظ سے آپ کا وہ کون سا منفردانہ انداز ہے جو آپ کی تصنیفی زندگی کو تشخص و امتیاز کا جامۂ زریں پہناتا ہے۔ تو اس سوال کے جواب میں بھی یہی کہنا پڑے گا کہ آپ کا وہ وصف خاص احقاق باطل ازہاق ضلالت اور اظہار حق و تبیان صداقت ہے۔ اسی طرح ان کی تدریسی منفردانہ شان کو دیکھنا ہو تو اس کا عکس ان کے شاگردوں کی زندگی میں دیکھئے۔ ان کی تصنیف و افتا کا رنگ خاص اگر ملاحظہ کرنا ہو تو ان کی کتاب "بہار شریعت" اور "فتاویٰ امجدیہ" کو ملاحظہ فرمائیں اگر ان کے شاگردوں میں تصلب فی الدین کا منظر آپ دیکھنا چاہتے ہوں تو صدر الشریعہ کے ایک شاگرد حضرت مولانا قاضی جونپوری کی کتاب قانون شریعت کی دوسری جلد بیان غیبت کا مطالعہ فرمائیے۔ نمونتاً زیر نظر اقتباس اسی مقام سے ماخوذ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا فاجر کے ذکر سے بچتے ہو اسکو لوگ کب پہچانیں گے فاجر کا ذکر اس چیز کے ساتھ کرو جو اس میں ہے تاکہ لوگ اس سے بچیں (طبرانی و بیہقی) اور فرمایا فاسق کی غیبت نہیں ہے (طبرانی) اور فرمایا جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے، رب تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور عرش جنبش کرنے لگتا ہے (بیہقی)

"قانون شریعت جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ بیان غیبت"

اسی سلسلہ میں بیان مسئلہ کے بعد علامہ جونپوری ارشاد فرماتے ہیں۔

"یہ حکم فاجر و فاسق کا ہے جس کے شر سے بچانے کے لئے لوگوں پر اس کی برائی کھول دینا جائز ہے۔ اور غیبت نہیں۔ اب سمجھنا چاہئے کہ بدعقیدہ لوگوں کا ضرر فاسق کے ضرر سے زائد ہے۔ فاسق سے جو ضرر پہنچے گا وہ اس سے بہت کم ہے جو بدعقیدہ لوگوں سے پہنچتا ہے۔ فاسق سے اکثر دنیا کا ضرر ہوتا ہے اور بدمذہب سے تو دین و ایمان کی بربادی کا ضرر ہے۔ اور بدمذہب اپنی بدمذہبی پھیلانے کے لئے نماز۔ روزہ کی بظاہر خوب پابندی کرتے ہیں تاکہ ان کا وقار لوگوں میں قائم ہو۔ پھر جو گمراہی کی بات کریں گے ان کا پورا اثر ہوگا۔ لہٰذا ان کی بدمذہبی کا اظہار فاسق کے فسق کے اظہار سے زیادہ اہم ہے اس کے بیان میں ہرگز دریغ نہ کریں۔

آج کل کے بعض نیم مولوی اور بنے صوفی اپنا تقدس و پرہیزگاری ظاہر کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی کی برائی نہیں کرنی چاہیئے۔ ان کی یہ بات غلط ہے مخلوق خدا کو گمراہوں سے بچانا یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے جس کو ناکارہ تاویلات سے چھوڑنا چاہتا ہے اور اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ میں ہر دلعزیز بنوں کیوں کسی کو اپنا مخالف کروں۔

ایک امجدی فیض یافتہ کا یہ بیان بارگاہِ رضویہ کی صدائے حق ہے جس کو گوش امجدی نے سنا دل نے جگہ دیا پھر امجدی زبان سے ان کے شاگردوں نے سنا اور اپنے قلب و جگر کو ندائے حق سے معمور کیا اور آج ہر طرف امجدی فیوض کا دریا بہہ رہا ہے۔

میں اپنے اس خیال پر کہ صلابتِ دین و ایمان کی یہ لہر جو چل رہی ہے اعلیٰ حضرت کے فیض دینی کی ممنون ہے۔ لبطور شاہد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ایک مایۂ ناز شاگرد حضرت مولانا سید غلام جیلانی، میرٹھی کو پیش کر رہا ہوں جو شارح بخاری بھی ہیں۔ آنجناب اپنی شرح "بشیر القاری" میں اپنی سند معقول کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں :۔

"فقیر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ سے مجاز ہے اور آپ امام الجہابذہ، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری قدس سرہٗ سے ....

اس کے بعد مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا جیلانی صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

اور مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی جنھوں نے کسی ذاتی مصلحت کی بنا پر دیوبندی مسلک اختیار فرما لیا۔

حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب مرحوم کے شاگرد صدر الشریعہ بھی تھے اور بلیاوی صاحب بھی دونوں میں اتنا بون و لبعد کیوں؟ بلیاوی صاحب ذاتی مصلحت کی بنا پر دیوبندی مسلک اختیار کر بیٹھے اور صدر الشریعہ دیوبندی مسلک کا قلع قمع فرماتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔ یہ فرق اسی امام اہلسنت کی وجہ سے پیدا ہوا جنکی پوری زندگی "فارق بین الحق والباطل" رہی ہے۔ جن کو عالم اسلام اعلیٰ حضرت کے نام سے یاد کرتا ہے خوبیٔ قسمت سے صدر الشریعہ قدس سرہ کو بارگاہِ رضا کی غلامی مل گئی اور وہ کندن ہو گئے بلیاوی صاحب کو اس فیض بخش آستانہ سے محرومی نصیب ہوئی اسی لئے مس خام ہی رہے۔

صدر الشریعہ اور تصلب فی الدین

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ براہ راست "بہار شریعت" کا ایک مختصر اقتباس اِس مقام پر نقل کر دیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصل علم و مقصود عمل حفاظت دین و ایمان کی پختگی اور اس کی تلقین ہے۔ بہار شریعت حصۂ نہم "مرتد کا بیان" مطالعہ کیجئے فرماتے ہیں:

آج کل بعض لوگوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ کسی شخص میں ایک بات بھی اسلام کی ہو تو اُسے کافر نہ کہیں گے یہ بالکل غلط بات ہے، کیا یہود و نصاریٰ میں اسلام کی کوئی بات نہیں پائی جاتی حالانکہ قرآن عظیم میں اُنہیں کافر فرمایا گیا بلکہ بات یہ ہے کہ علماء نے فرمایا یہ تھا کہ اگر کسی مسلمان نے ایسی بات کہی

جس کے بعض معنی اسلام کے مطابق ہیں تو کافر نہ کہیں گے اس کو ان لوگوں نے یہ بنا لیا۔ ایک یہ وبا بھی پھیلی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ "ہم تو کافر کو کافر نہ کہیں گے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اُس کا خاتمہ کفر پر ہوگا" یہ بھی غلط ہے قرآن عظیم نے کافر کو کافر کہا اور کافر کہنے کا حکم دیا "قل یاایھا الکفرون" اور اگر ایسا ہے تو مسلمان کو بھی مسلمان نہ کہو تمہیں کیا معلوم کہ اسلام پر مرے گا۔ خاتمہ کا حال تو خدا جانے مگر شریعت نے کافر و مسلم میں امتیاز رکھا ہے اگر کافر کو کافر نہ جانا جائے تو کیا اُس کے ساتھ وہی معاملات کرو گے جو مسلم کے ساتھ ہوتے ہیں حالانکہ بہت سے امور ایسے ہیں جن میں کفار کے احکام مسلمانوں سے بالکل جُدا ہیں مثلاً ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا۔ اُن کے لئے استغفار نہ کرنا۔ اُن کو مسلمانوں کی طرح دفن نہ کرنا۔ ان کو اپنی لڑکیاں نہ دینا۔ اُن پر جہاد کرنا۔ اُن سے جزیہ لینا اس سے انکار کریں تو قتل کرنا وغیرہ وغیرہ بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ عقائد وغیرہ ہم کیا جانیں عالم لوگ جانیں وہ کافر کہیں" مگر کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ عوام کے تو وہی عقائد ہوں گے جو قرآن و حدیث وغیرہما سے علماء نے انھیں بتائے یا عوام کے لئے کوئی شریعت جداگانہ ہے۔ جب ایسا نہیں تو پھر عالم دین کے بتائے پر کیوں نہیں چلتے نیز یہ کہ ضروریات کا انکار کوئی ایسا امر نہیں جو علماء ہی جانیں عوام جو علماء کی صحبت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں وہ بھی اُن سے بے خبر نہیں ہوتے پھر ایسے معاملہ میں پہلو تہی اور اعراض کے کیا معنیٰ"

مذکورہ بالا عبارتوں کے تھوڑے ہی بعد اسی "مرتد کا بیان" میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"مرتد کو قید کرنا اور اسلام نہ قبول کرنے پر قتل کر ڈالنا بادشاہِ اسلام کا کام ہے اور اِس سے مقصود یہ ہے کہ ایسا شخص اگر زندہ رہا اور اُس سے تعرض نہ کیا گیا تو ملک میں طرح طرح کے فساد ہوں گے اور فتنہ کا سلسلہ روز بروز ترقی پذیر ہوگا جس کی وجہ سے اَمنِ عامہ میں خلل پڑے گا لہٰذا ایسے شخص کو ختم کر دینا ہی مقتضائے حکمت تھا۔ اب چونکہ حکومتِ اسلام ہندوستان میں باقی نہیں کوئی روک تھام کرنے والا باقی نہ رہا۔ ہر شخص جو چاہتا ہے بکتا ہے۔ اور آئے دن مسلمانوں میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ نئے نئے مذہب پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایک خاندان بلکہ بعض جگہ ایک گھر میں کئی مذہب ہیں اور بات بات پر جھگڑے لڑائی ہیں۔ ان تمام خرابیوں کا باعث یہی نیا مذہب ہے ایسی صورت میں سب سے بہتر ترکیب وہ ہے جو ایسے وقت کے لئے قرآن و حدیث میں ارشاد ہوئی اگر مسلمان اس پر عمل کریں تمام فتنوں سے نجات پائیں۔ دنیا و آخرت کی بھلائی ہاتھ آئے وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بالکل میل جول چھوڑ دیں۔ سلام کلام ترک کر دیں اُن کے پاس اُٹھنا بیٹھنا۔ اُن کے ساتھ کھانا پینا۔ اُن کے یہاں شادی بیاہ کرنا غرض ہر قسم کے تعلقات اُن سے قطع کر دیں گویا سمجھیں کہ وہ اب رہا ہی نہیں واللہ الموفق"

"بہار شریعت" کے دونوں اقتباس سے روز روشن کی طرح دینی صلابت۔ اسلامی حمایت کا مہر تاباں آنکھوں کے سامنے ضوفگن ہے۔ حضرت صدر الشریعہ نے اپنی اِس مہتم بالشان فقہی کتاب کا نام "بہار شریعت" تجویز فرمایا اس میں بھی ایک شانِ انفرادیت ہے اور ناموس شریعت کی پاسبانی کا جذبہ کارفرما ہے اِس پُرفتن دور میں یہ بھی ایک عظیم دینی خدمت ہے۔ ہمارے خیال ناقص و ذہن نارسا میں اِس نام کے انتخاب سے بھی تبلیغ شریعت کی حکمت آشکارا ہے۔

اس دور میں جملہ مکتبِ فکر نے اپنے عقائد و مسائل پر کتابوں پر کتابیں لکھی ہیں مگر شاید ہی کسی نے اپنی دینی تصنیف کا نام شریعت کے انتساب کے ساتھ رکھا ہو۔ یہ صرف علماء اہل سنت ہی کا طرۂ امتیاز ہے کہ جتنے فقہی رسائل اور کتابیں تحریر ہوئی ہیں وہ شریعت سے معنون ہیں سب سے پہلے پیشوائے اہل سنت اعلیٰ حضرت کا ایک مجموعۂ فتاوی بنام "احکام شریعت"

زیورِ طبع سے مزین ہو کر اشاعت پذیر ہوا اس کے بعد بارگاہ رضویت کے صحبت یافتہ عالموں نے ایک سلسلۂ تصنیف بنام شریعت قائم فرمادیا۔ "بہار شریعت" مصنفہ صدر الشریعہ کے سترہ حصوں کی بہار واقعی بہار بے خزاں ہے۔ پھر "قانون شریعت" "عرفانِ شریعت" "نظام شریعت" شہود پر جلوہ گر ہو گئیں۔ شریعت کے ساتھ موسوم کرنے کی حکمت ظاہر ہے۔ لفظ شریعت ایک دینی جامع اصطلاح ہے۔ شریعت بولتے ہی ذہن اس طرف بہ عجلت منتقل ہو جاتا ہے کہ اس میں کتاب بھی ہے سنت بھی ہے اجماع و قیاس بھی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان کا اتباع بھی ہے۔ ثم جعلناک علیٰ شریعۃ من الامر فاتبعها ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون۔ پھر ہم نے اس کام یعنی دین کے عمدہ راستہ پر تمہیں کیا۔ اے حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اسی راہ پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو یعنی رؤسائے قریش کی جو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں اس کی طرف دھیان نہ دو۔

ملاحظہ فرمایئے شریعت پر رب تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو قائم فرمایا اور حکم دیا کہ اسی راہِ شریعت پر گامزن رہیئے پھر مزید تاکید فرمائی گئی کہ نادانوں جاہلوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دیجئے۔ اللہ۔ اللہ مخاطب وہ حبیب رب ہیں جو سید المعصومین ہیں۔ مطاعِ عالم و منجیٔ اولاد آدم ہیں۔ جن کا ہر بول بھی خواہش نفس سے پاک ہے۔ جن کی ہر جنبش لب وحیٔ الٰہی ہے۔ بھلا غور تو کیجئے کیا ان سے شریعت کے خلاف چلنے کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ پیرایۂ خطاب اس لئے اختیار فرمایا گیا تاکہ حضور کے ذریعہ امت کو سمجھایا جائے کہ شریعت الٰہی میں اپنی خواہشوں کی آمیزش کرنے والوں کی پیروی نہ کریں کیوں کہ بہت ایسے گروہ وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہیں گے جو کتاب و سنت کا نام لے کر اور اسلامی لیبل لگا کر جادہ شریعت سے ڈگمگانے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا اے مسلمانو! مولا تعالیٰ جل شانہ نے جس شریعت پر تمہارے آقا و مولا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جلوہ افروز فرمایا ہے ہر حال میں اسی شریعت کی پیروی کرتے رہنا۔

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں علمائے اہلسنت نے فقہی و اعتقادی مسائل پر مشتمل کتابوں کا نام شریعت کے انتساب کے ساتھ رکھا۔ اتنی گذارشوں کے بعد اب جی چاہتا ہے کہ "بہار شریعت" کی جامعیت پر کچھ عرض کروں جس سے حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کا تخصص و امتیاز اپنے اقران و اماثل پر ظاہر ہو جائے۔

حضرت صدر الشریعہ کی تصنیفی دینی خدمات

یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ جو فقیہہ ہو گا وہ جملہ اسلامی علوم و فنون میں کامل و ماہر بھی ہو گا۔ اسکو اس طرح بھی سمجھئے کہ جو فقیہہ ہو گا محدث بھی ہو گا۔ مفسر بھی، اصولی بھی ہو گا اور کلامی بھی مگر یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جو محدث و مفسر ہوں وہ فقیہہ بھی ہوں۔ یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ہم عصر بڑے بڑے محدث کرام نے یوں مخاطب فرمایا تھا کہ اے ابو حنیفہ! واقعی آپ طبیب ہیں اور ہم لوگ عطار۔ مطلب یہ کہ عطار و کمپونڈر صرف دواؤں کے خزینہ دار و اسٹاکسٹ ہوتے ہیں۔ انہیں امراض کی تشخیص اور مریضوں کے مطابق دواؤں کی تعین اور دواؤں کے استعمال کے مواقع کی شناخت سے کیا واسطہ یہ حضرات تو صرف نسخہ جات کی پابندی جانتے ہیں۔ اس کے برخلاف اطبا دواؤں کو بھی جانتے ہیں مرضوں کی شناخت، نبض شناسی کی مہارت بھی رکھتے ہیں انہیں دواؤں کے استعمال کے طریقوں سے بھی واقفیت ہوتی ہے۔ اسی طرح غیر فقیہہ محدثین حدیثوں کے حافظ تو ضرور ہوتے ہیں مگر حدیث پاک کی معنوی و فقہی ندرت سے کما حقہ واقف نہیں ہوتے۔ مگر فقہا کرام حدیث بھی جانتے ہیں، تفسیر کا

بھی علم رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آیات و حدیث کی روح کے بھی حامل ہوتے ہیں جس کو فقیہہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ظاہر میں محدثین و فقہا اہل تحقیق کے مابین خلا سا رہتا ہے۔ اس معیار پر حضرت صدر الشریعہ کی بہار شریعت کو پرکھئے، چھان بین کیجئے ضرور آپ اس نتیجہ تک پہنچیں گے کہ حضرت صدر الشریعہ اپنے دور کے ایک فقیہ کامل ہیں۔ اور جب فقیہ ہیں تو محدث و مفسر بھی ہیں۔ علم کلام کے ماہر بھی علم خلافیات پر گہری نظر رکھنے والے بھی اپنے دور کے دینی ضرورتوں کی بے پناہ بصیرت سے مالامال بھی۔ اسی وجہ سے "بہار شریعت" میں جابجا ضرورت زمانہ و حوادثات تازہ کی رہنمائیاں بھی موجود ہیں۔

بہار شریعت کی جامعیت

بہار شریعت کی ہر جلد میں ہر باب کے آغاز میں فقہی مسائل کے بیان سے پہلے قرآن کریم کی آیتوں کا اردو ترجمہ کے ساتھ بیان موجود ہے۔ اس کے بعد اس باب کے مناسب حدیثوں کا بھی اردو ترجمہ کے ساتھ بیان موجود ہے۔ بعض بعض بابوں میں بیس۔ بیس۔ پچیس پچیس حدیثوں کو نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد مسائل فقہیہ کا آغاز کیا ہے۔

پڑھنے کے بعد ہر سلیم الصدر قاری محسوس کرنے پر مجبور ہو گا کہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ مفسر بھی ہیں اور محدث بھی۔ کیوں محسوس نہ ہو جب ہر فقیہ مفسر و محدث ہوتا ہے۔ بہار شریعت کے جملہ حصص میں معتدبہ قرآنِ حکیم کی احکامی آیتیں مذکور ہو گئی ہیں۔ اسی طرح حدیث مقدسہ کے وافر ذخیرے بھی جلائے ایمان کا سامان بنے ہوئے ہیں۔ اس طرز بیان نے اس حقیقت کو بھی بالکل واشگاف کر دیا ہے کہ فقہ حنفی کے جزئیات و مسائل کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں۔ ان بے شعور بے دینوں کا ردِ بلیغ بھی ہے جو بغض و عناد کی بنا پر عوام میں یہ جھوٹا پروپگنڈہ کرتے رہے ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد قرآن حدیث کے خلاف صرف قیاس پر مبنی ہے۔

حضرت صدر الشریعہ کی تحریری خصوصیت۔ بعض جگہ نہایت ہی دلآویز ہے اور کہیں کہیں نہایت ہی دلنشیں انداز سے مختصر تمہید بیان کرتے ہیں کہ دل کے لئے ان کے قلم حق رقم کو داد دیئے بغیر گذر جانا مشکل ہو جاتا ہے گویا ایک دریائے علم و عرفان ہے جو الفاظ کے کوزے میں بند ہے۔ اب اہل قلم اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس مختصر کو مطول فرماتے رہیں۔ مثال کے طور پر کچھ عبارتیں ملاحظہ فرمایئے:۔

"اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" جن اور آدمی میں نے اسی لئے پیدا کئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ ہر تھوڑی سی عقل والا بھی جانتا ہے کہ جو چیز جس کام کے لئے بنائی جائے اگر اس کام میں نہ آئے تو بیکار ہے۔ تو جو انسان اپنے خالق و مالک کو نہ پہچانے، اس کی بندگی و عبادت نہ کرے وہ نام کا آدمی ہے، حقیقتاً آدمی نہیں بلکہ ایک بیکار چیز ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عبادت ہی سے آدمی، آدمی ہے۔ اور اسی سے فلاح دینوی و نجات اخروی ہے۔ لہٰذا ہر انسان کے لئے عبادت کے اقسام و ارکان و شرائط و احکام کا جاننا ضروری ہے کہ بے علم عمل ناممکن۔ اسی وجہ سے علم سیکھنا فرض ہے۔ عبادت کی اصل ایمان ہے، بغیر ایمان عبادت بیکار کہ جڑ ہی نہ رہی تو نتائج کہاں سے مترتب ہوں۔ درخت اسی وقت پھول پھل لاتا ہے کہ اس کی جڑ قائم ہو۔ جڑ جدا ہونے کے بعد آگ کی خوراک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کافر لاکھ عبادت کرے اس کا سارا کیا دھرا برباد اور جہنم کا ایندھن۔ (بہار شریعت حصہ دوم ص۲)

اسی طرح حصۂ یازدہم "بہار شریعت" میں خرید و فروخت کا بیان شروع کیا گیا ہے جسکی تمہید یوں ہے۔

وہ خلاقِ عالم جس کی قدرتِ کاملہ کا ادراک انسانی طاقت سے باہر ہے عرش سے فرش تک جدھر نظر کیجئے اسی کی قدرت جلوہ گر ہے۔ حیوانات و نباتات و جمادات اور تمام مخلوقات

اسی کے مظہر ہیں۔ اس نے اپنی مخلوقات میں انسان کے سر پر تاج کرامت و عزت رکھا اور اس کو مدنی الطبع بنایا کہ زندگی بسر کرنے میں یہ اپنے بنی نوع کا محتاج ہے کیونکہ انسانی ضروریات اتنی نا پید اور ان کی تحصیل میں اتنی دشواریاں ہیں کہ ہر شخص اگر اپنی تمام ضروریات کا تنہا متکفل ہونا چاہے تو غالباً عاجز ہو کر بیٹھ رہے گا اور اپنی زندگی کے ایام خوبی کے ساتھ گذار نہ سکے گا لہٰذا اس حکیم مطلق نے انسانی جماعت کو مختلف شعبوں متعدد قسموں پر منقسم فرمایا کہ ہر ایک جماعت ایک ایک کام انجام دے اور سب کے مجموعہ سے ضروریات پوری ہوں۔ مثلاً کوئی کھیتی کرتا ہے، کوئی کپڑا بنتا ہے، کوئی دوسری دستکاری کرتا ہے، جس طرح کھیتی کرنے والوں کو کپڑے کی ضرورت ہے، کپڑا بننے والوں کو غلہ کی حاجت ہے، نہ یہ اس سے مستغنی نہ وہ اس سے بے نیاز بلکہ ہر ایک کو دوسرے کی طرف احتیاج۔ لہٰذا یہ ضرورت پیدا ہوئی کہ اس کی چیز اس کے پاس جائے اور اس کی اس کے پاس آئے تاکہ سب کی حاجتیں پوری ہوں اور کاموں میں دشواریاں نہ ہوں۔ یہاں سے معاملات کا سلسلہ شروع ہوا۔ بیع وغیرہ ہر قسم کے معاملات وجود میں آئے۔ اسلام چونکہ مکمل دین ہے اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر اس کا حکم نافذ ہے جہاں عبادات کے طریقے بتاتا ہے معاملات کے متعلق بھی پوری روشنی ڈالتا ہے تاکہ زندگی کا کوئی شعبہ تشنہ باقی نہ رہے اور مسلمان کسی عمل میں اسلام کے سوا دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ جس طرح عبادات میں بعض صورتیں جائز ہیں اور بعض ناجائز اسی طرح تحصیل مال کی بھی بعض صورتیں جائز ہیں اور بعض ناجائز اور حلال روزی کی تحصیل اس پر موقوف کہ جائز و ناجائز کو پہچانے اور جائز طریقے پر عمل کرے۔ ناجائز سے دور بھاگے قرآن مجید میں ناجائز طور پر مال حاصل کرنے کی سخت ممانعت آئی (بہار شریعت) ناظرین باتمکین بہار شریعت کے دو حصوں کی دو تمہیدی عبارتیں آپ کے پیش نظر ہیں مطالعہ فرمائیں اور فیصلہ فرمائیں کتنی باوقار باوزن عبارتیں ہیں حکمت احکام و رموز دین اور اسرار شریعت سے لبریز ہیں اختصار کے خیال سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ بہت سے مقامات سے اور بھی اقتباسات پیش کئے جا سکتے ہیں عالم تو یہ ہے کہ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست مگر علمی نے بضاعتی عناں گیر ہے۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کے علمی کارناموں۔ دینی خدمتوں کی فہرست میں یہ کارنامہ و دینی خدمت بھی کم اہم نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاوی رضویہ کی پہلی جلد آپ کے اہتمام و انصرام میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر دنیا کے سامنے نمودار ہوئی۔ اس جلد میں کتاب الطہارۃ سے تیمم تک کے مسائل و مباحث کی تفصیلی فہرست صفحہ ۸۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۸۸۰ پر ختم ہوئی ہے۔ جس میں رسائل کی تفصیل پھر ان رسالوں کے ضمن میں جو ضمنیہ رسالے ہیں ان کا بیان یہ سب کام دقت نظر و عبور فقہی کے بین ثبوت ہیں آخر میں مشتہر کی حیثیت سے آپ کا نام نامی اسم گرامی ہے جس سے میں نے سمجھا کہ یہ کارنامے آپ ہی کی محنت پسند شخصیت کے ہیں اسی اشتہار کی عبارتوں سے آپ کے ان والہانہ جذبات کی نشاندہی بھی ہوتی جو آپ کو اعلیٰحضرت کی ذات قدسی صفات کے ساتھ تھے اسی لئے میں نے یہ بات آغاز مضمون میں سپرد قلم کی ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کو صدر الشریعہ اعلیٰ حضرت کی چشم کرم نے بنا دیا ہے مولیٰ تعالیٰ ہمارے اسلاف کے فیوض سے ہمیں نوازے۔ اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

مولانا صدر الوریٰ مصباحی ★

صدر الشریعہ کی فقہی بصیرت

فتاویٰ امجدیہ کی روشنی میں

ماضی کی کسی شخصیت کو جاننے و پہچاننے کے دو ہی طریقے ہیں ایک تو یہ ہے کہ بذریعہ نقل و روایت اسے جانا جائے، مگر یہ طریقہ اسی وقت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے جب کہ راوی و ناقل ثقہ و مستند و معتمد ہو ورنہ اگر اس کی ثقاہت ہی مجروح ہو تو اس کی روایت بھی معتبر و لائق اعتماد نہ ہوگی۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی امر قابل توجہ ہے کہ علوم و فنون کا ماہر اگر کسی کی توصیف و مدح سرائی کرے تو دانشور و پڑھے لکھے طبقہ میں اس کی بڑی اہمیت و وقعت ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے اگر جاہل عوام کسی کی قابلیت اور ذہانت و فطانت کا ڈنکا پیٹیں تو اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔

شخصیت کو پہچاننے کا دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ پسماندگان کے سامنے کچھ اس کے علمی و فکری، تہذیبی و تمدنی ایسے نمایاں کارنامے ہوں جن سے وہ شخصیت خود بخود اجاگر ہو کر ہر عام و خاص کے سامنے آ جائے۔ یہ طریقہ انتہائی مستحکم و اوقع فی النفس ہے جس میں راویوں کے حالات جاننے یا کسی بھی جرح و تعدیل کی اصلاً ضرورت نہیں۔

ان دونوں معیار پر حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان کو دیکھا جائے تو آپ کی ہمہ گیر شخصیت میں اتنے کمالات و خوبیاں معلوم ہوتی ہیں جنھیں جمع کرنے کے لیے ایک عظیم دفتر درکار ہے۔

میں اس مقام میں باقی خوبیوں سے صرف نظر کر کے صرف آپ کی شان فقاہت دونوں طریقوں کو مد نظر رکھ کر واضح کروں گا۔ تاہم مقدم الذکر طریقے پر مجھے زیادہ زور صرف کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ فقہ کے جملہ ابواب میں آپ کی حذاقت و رسوخ ثقہ راویوں کے ذریعہ اس قدر معروف و مشہور ہے کہ اس کو خبر متواتر سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا بلکہ برمحل ہی ہوگا اور اس کے راوی بھی ایسے مستند و معتمد ہیں جن کے بارے میں کوئی جرح و نقد نہیں کیا جا سکتا اس سلسلے میں میں صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کافی سمجھتا ہوں جس سے پورے طور پر آپ کی شان فقاہت عیاں ہو جاتی ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

> "آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پایئے گا وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی۔ الملفوظ ج ۱ ص ۱۰۳

یہ ارشاد آپ کی فقاہت پر شاہد نوری ہے کیونکہ یہ کسی جاہل یا نیم خواندہ مولوی کا جملہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کے اس بحر ذخار کا قول ہے جسے دنیا مجدد اعظم سے جانتی ہے جس کی جلالت شان و تبحر علمی و تحقیق و تدقیق کا اعتراف اپنوں نے بھی کیا غیروں نے بھی کیا علماء عجم نے بھی کیا علماء عرب بھی نے کیا اور برملا اس کا اقرار کیا۔

لو رأہ ابوحنیفہ لافربہ عینہ وجعلہ من اصحابہ۔	اگر انہیں (امام احمد رضا) امام ابوحنیفہ دیکھتے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اپنے اصحاب میں انہیں شامل کر لیتے

موخر الذکر معیار پر حضرت صدر الشریعہ کو دیکھا جائے تو یہ

★ استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی مئو

حقیقت کھل کر عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے یقیناً فقہ کے بحر ذخار میں غوطہ زنی کر کے اس کے تمام جواہر بیش بہا کو جمع کر لیا۔ چنانچہ بہار شریعت آپ کا ایسا عظیم علمی دینی کارنامہ ہے کہ عوام تو عوام خواص بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس میں آپ نے ترتیب فقہی کے مطابق صرف مسائل رجیحہ منقحہ مفتی بہا کو ذکر کیا جس کی واضح دلیل اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی وہ تقریظ جلیل ہے جو اسی کا سے منسلک ہے۔

دوسرا آپ کا عظیم فقہی شاہکار فتاوی امجدیہ ہے اس کی دو جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ اس میں آپ نے زندگی سے متعلق مختلف سوالات کے جوابات جزئیات فقہ کی روشنی میں انتہائی حسین پیرائے میں ثبت فرمائے اس میں بے شمار ہیرے، جواہرات ملیں گے۔ میں اپنے اصل موضوع پر روشنی ڈالنے کے لیے فتاوی امجدیہ جلد دوم کا صرف ایک گوہر نایاب ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جو ص ۴۶ تا ص ۵۲ میں منتشر ہے ان الفاظ میں آپ سے استفتار ہوا۔

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو مس بشہوت کیا اور ہندہ نے خالد کی لڑکی زیب النسار کو دودھ پلایا تو زید یا زید کے لڑکے عمرو کا نکاح زیب النسار دختر خالد سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔ مرسلہ مولوی محمد آصف علی صاحب از کانپور ۳۰ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ

یہ بظاہر اگرچہ ایک مختصر سوال ہے مگر اس کے پیچ میں چار صورتیں مضمر ہیں اولاً اس میں دو شقیں نکلتی ہیں پہلی یہ کہ زید نے واقع میں ہندہ سے صرف لمس بشہوت کیا ہو۔ دوسری یہ کہ اس سے وطی کر لیا اور اسی سے اس عورت کو بچہ پیدا ہوا۔ دونوں صورتوں میں ہندہ نے زیب النسار کو مدت خلو کے طور پر دودھ پلایا۔ اب اس کے بعد چار سوالات یہاں پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) زید نے ہندہ سے صرف لمس بشہوت کیا اور ہندہ نے زیب النسار کو دودھ پلایا تو کیا ہندہ کی یہ رضیعہ زید کے لیے حلال ہوگی؟

(۲) زید نے ہندہ سے صرف لمس بشہوت کیا اس صورت میں کیا ہندہ کی رضیعہ کا نکاح زید کے لڑکے عمرو سے ہو سکتا ہے؟

(۳) زید نے ہندہ سے وطی کیا اور اس سے بچہ پیدا اور وہی زید کا دودھ ہندہ نے زیب النسار دختر خالد کو پلایا تو کیا اس صورت میں زید کے لڑکے عمرو کا نکاح اس رضیعہ سے جائز ہے؟

(۴) ہندہ کا دودھ زید مذکور ہی سے ہے تو کیا ہندہ کی رضیعہ سے خود زید کا نکاح حلال ہے؟

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے پہلی دو شقوں پر کلام کرتے ہوئے پہلے یہ ظاہر فرمایا کہ زید اور ہندہ کے درمیان رضاعت کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ صرف لمس بشہوت ہی کا صدور زید سے ہوا جو حکم میں وطی کے ہے اور ہندہ موطوءہ کے حکم میں ہے اور رضیعہ موطوءہ کی بیٹی ہے۔

پھر فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتب درمختار بحر الرائق، مجمع الانہر، فتح القدیر کی عبارتوں سے استشہاد فرما کر شق اول کا جواب دیا کہ ہندہ کی رضیعہ زیب النسار، زید پر حرام ہے۔ اور شق ثانی کا یہ جواب دیا کہ زیب النسار زید کے لڑکے عمرو پر حرام نہ ہوگی چنانچہ آپ رقمطراز ہیں۔

الجواب:۔ زید پر وہ لڑکی زیب النسار حرام ہے کہ ممسوسہ بشہوت حکم میں موطوءہ کے ہے اور موطوءہ کی بیٹی واطی پر حرام خواہ ہندہ زید کی زوج ہو یا اجنبیہ دونوں کا ایک حکم ہے (چند سطور بعد) تو جب ان میں رضاعت کا تعلق نہ ہوا جس کی وجہ سے وہ مرد اس کا باپ ہو جاتا تو اب صورت مسؤلہ میں زید کے لڑکے پر زیب النسار حرام نہ ہوئی کہ یہ زید کی رضاعی بیٹی نہیں کہ سوال سے ہی ظاہر ہے کہ ہندہ کو جو دودھ اترا ہے زید سے نہیں بلکہ کسی اور سے ہے۔ (ج ۲ ص ۴۶ - ۴۷ فتاوی امجدیہ)

شق ثالث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں دو روایتیں ہیں۔ فتح القدیر، فتاوی خانیہ، عالمگیری، اجناس ناطفی، تجنیس، عنایہ شرح ہدایہ کے حوالے سے ایک روایت یہ ذکر فرمائی کہ ہندہ کی رضیعہ زید کے بیٹے پر حرام ہوگی۔ جب کہ تبیین الحقائق، شلبیہ، جوہرہ نیرہ کی تصریحات سے دوسری روایت یہ بیان فرمائی کہ یہ رضیعہ زید کے اصول و فروع (بیٹے) پر حرام نہ ہوگی چنانچہ رقمطراز ہیں۔

"اگر صورت واقعہ یہ ہو کہ ہندہ کا دودھ زید سے تھا تو اب یہ رضیعہ زید کے بیٹے پر حرام ہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حرام ہے محیط وخانیہ و ذخیرہ میں اسی کو احوط فرمایا اور معراج الدرایہ سے اسی کا معتمد ہونا ظاہر" (تصریحات کتب کے بعد) دوسری روایت یہ ہے کہ زانی کے اصول و فروع پر یہ رضیعہ حرام نہیں امام اسبیجابی نے اسے ذکر فرمایا اور وبری و صاحب ینابیع و بدائع نے اسے اختیار فرمایا اور امام ابن الہمام نے اسے اوجہ بتایا اور صاحب بحر نے اسے معتمد فی المذہب کہا اور صاحب درمختار نے اسی کو مرجح رکھا اور قول اول کو بصیغہ تمریض ذکر کیا" (ج ۲ ص ۴۸ - ۴۹)

شق رابع کے بارے میں علامہ قہستانی نے صیغہ ترجی سے دو روایتوں کا ادعا کیا مگر اوجہ عدم حرمت کو قرار دیا یعنی ہندہ کی رضیعہ کا نکاح اس کے واطی یعنی زید سے جائز ہے چنانچہ عبارت متن وابوہ زوج لبنھا منہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فیہ اشعار بأن رجلا لو زنی بامرأۃ فولدت فارضعت صبیۃ جازلہ ان یتزوجھا کمافی شرح الطحاوی ولکن فی الخلاصۃ انہ لم یجز وقد مر فلعل فیہ روایتین	اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کسی مرد نے اگر کسی عورت سے زنا کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا اور اس نے کسی بچی کو دودھ پلایا تو اس زانی کے لیے جائز ہے کہ اس بچی سے نکاح کر لے لیکن خلاصہ میں ہے کہ جائز نہیں اور گزر چکا ہے تو شاید اس میں دو روایت ہے۔

پھر چند سطور بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں

فالتحریم کما یکون من جھۃ المرأۃ یکون من جھۃ الزوج ویسمیھا الفقھاء لبن الفحل وھو مایکون نزولہ من جھتہ کمافی المحیط ویدخل النازل بالزنا علی رأی	تو تحریم جس طرح عورت کی طرف سے ہوتی ہے اسی طرح شوہر کی طرف سے بھی ہوتی ہے اور اس کو فقہا شیر نر سے موسوم کرتے ہیں اور یہ وہ ہے جو شوہر کی طرف سے اترے جیسا کہ محیط میں ہے اور ایک روایت میں زنا سے اترنے والا دودھ اسی میں داخل ہے۔

(جامع الرموز للقہستانی ج ۱ ص ۲۹۹)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ قہستانی کی ہی تائید فرمائی چنانچہ علامہ زین بن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ مسئلہ ان الفاظ میں بیان فرمایا

انما قیدنا محل الخلاف باصول الزانی وفروعہ لانھا لاتحل للزانی اتفاقاً لانھا بنت المزنی بھا وقدمنا ان فروع المزنی بھا من الرضاع حرام علی الزانی [1]	ہم نے محل اختلاف کو زانی کے اصول و فروع سے اسلیے مقید کیا کہ وہ رضیعہ زانی کے لیے بالاتفاق حلال نہیں کیونکہ وہ مزنیہ کی لڑکی ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ رضاعت سے مزنیہ کے فروع زانی پر حرام ہیں۔

[1] البحر الرائق جلد ۳ ص ۲۲۶

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اقتباس پر اس طرح حاشیہ نگاری فرمائی

فی دعوی الاتفاق نظر فقی القہستانی ان فیہ روایتین

دعوی اتفاق محل نظر ہے کیونکہ قہستانی میں ہے کہ اس میں دو روایت ہے۔

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ قہستانی کے کلام کا دو طرح رد فرما کر یہ واضح کیا کہ قہستانی سے روایت کو سمجھنے میں دھوکہ ہوا کیونکہ روایت اور ان کے مزعوم کے درمیان کوئی مناسبت نہیں آپ فرماتے ہیں۔

"بہت ممکن ہے کہ قہستانی کو فہم روایت میں دھوکا ہوا ہو کہ روایت یہ تھی کہ صرف مرضعہ کی طرف سے رضاعت ہے زانی سے نہیں اور سمجھے یہ کہ زانی پر حرام نہیں۔

او بینہما بون بعید (ج ۲ ص ۵۰)

پھر علامہ موصوف کے عدم فہم پر دو قرینہ بیان کیا پہلے قرینے کا حاصل یہ ہے کہ متن کی جو عبارت ابھی گزری اس کا معنی یہ ہے کہ رضیع کے لیے شوہر کی ابوت اسی وقت ثابت ہوگی جب کہ مرضعہ کو دودھ اسی شوہر سے آیا ہو اور اگر دودھ اس شوہر کا نہیں ہے تو وہ رضیع کا باپ نہ ہوگا۔ اس سے زیادہ سے زیادہ صرف اس کا افادہ ہوا کہ اگر عورت کا دودھ زانی سے نہ ہو تو وہ رضیع کا باپ نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ ابوت کے انتفا سے حرمت کا انتفا لازم نہیں آتا کیونکہ کتب فقہ سے اس کی صراحت ہے کہ اگر باکرہ کو دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچہ کو پلا دیا اس صورت میں رضاعت صرف اسی باکرہ سے ثابت ہوگی مگر رضیعہ اس کے شوہر پر حرام ہے۔

اسی طرح دودھ والی کو طلاق دیا اور بعد میں اس نے دوسرے سے نکاح کیا اور وہی دودھ کسی بچہ کو پلایا تو ابوت صرف شوہر اوّل کے لیے ہے شوہر ثانی کے لیے نہیں حالانکہ وہ رضیعہ دونوں کے لیے حرام ہے قہستانی نے بھی یہ روایت ذکر کی۔ (ج ۲ ص ۵۰)

مذکورہ دونوں صورتوں میں ابوت کی نفی ہے مگر حرمت کی نفی نہیں بلکہ حرمت کا ثبوت ہے۔ پھر نتیجہ کے آخری جملہ دیدخل النازل الخ کے متعلق حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں۔

"اس آخر جملہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسکے مقابل کی دوسری روایت لبن زنا لبن فحل نہیں، اس سے علامہ مذکور یہ سمجھے کہ رضیعہ زانی پر حلال ہے"

(ج ۲ ص ۵۰)

یعنی اس روایت کے مقابل دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لبن زنا لبن فحل نہیں اس بنیاد پر وہ رضیع کا باپ نہ ہوگا اس سے یہ سمجھنا کہ رضیعہ زانی پر حلال ہوگی یہ بھی غلط فہمی ہے کیونکہ ابوت کی نفی سے حرمت کی نفی لازم نہیں آتی۔

پھر قہستانی کے عدم فہم پر دوسرا قرینہ یہ بیان کیا۔

"اس روایت کے مقابل خلاصہ کی روایت ذکر کی ولکن فی الخلاصۃ انہ لم یجز اور اسکے بالمقابل جو روایت ہے وہ یہی ہے کہ زانی کے اصول و فروع پر رضیعہ حرام نہیں نہ یہ کہ زانی پر بھی حرام نہیں تو صاف ظاہر ہوا کہ روایت خلاصہ کے مقابل والی روایت کو یہ سمجھے کہ زانی پر حرام نہیں حالانکہ وہ روایت یہ تھی کہ رضاعت جانب زانی سے نہیں"، (ج ۲ ص ۵۰)

پھر درر کے حوالہ سے یہ واضح کر دیا کہ رضاعت کا انتفا، انتفادِ ابوت کو مستلزم ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شوہر کا نکاح اس رضیعہ سے صحیح ہو جائے کیونکہ کسی عورت سے وطی کرنے سے اس کی بیٹیاں واطی پر حرام ہو جاتی ہیں اگرچہ یہ بیٹیاں رضاعی ہی ہوں۔

پھر علامہ حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس صراحت کو بھی ذکر کر دیا کہ اختلاف اس میں ہے کہ رضیعہ زانی کے اصول و فروع پر حرام ہے یا نہیں؟ رہا یہ امر کہ وہ رضیعہ خود زانی پر حرام ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اس کی حرمت پر اتفاق ہے اس سلسلے میں علامہ موصوف نے صاحب بحر علامہ ابن نجیم کے قول سے استناد کیا ہے اور یہ ابھی گزر چکا ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ زانی پر وہ رضیعہ بالاتفاق حرام ہوگی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ لہٰذا قہستانی کا اس بارے میں دعوی اختلاف اور دو روایت کا زعم خطا ہی پر محمول ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحب بحر الرائق رحمۃ اللہ علیہ کے دعوی اتفاق پر قہستانی کے قول سے تمسک کرکے جو نقد و نظر کیا اس پر کلام کرتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

اقول قد علمت ان القہستانی اخطأ فی فہم المسئلہ و من این یکون فیہ روایتان اذ الرضیعۃ لامحالۃ تکون بنت الزانیۃ رضاعا واتفق اصحاب المتون ان الزنا یوجب حرمۃ المصاھرۃ فقول القہستانی لایقبل۔

میں کہتا ہوں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ قہستانی نے یہ مسئلہ سمجھنے میں غلطی کی ہے اور کہاں سے اس میں دو روایت ہو سکتی ہے جب کہ رضیعہ یقینی طور پر زانیہ کی رضاعی بیٹی ہوگی اور اصحاب متون کا اس پر اتفاق ہے کہ زنا حرمت مصاہرت کو واجب کرتا ہے تو قہستانی کا قول قابل قبول نہ ہوگا۔ (ج ۲ ص ۵۱)

پھر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے قہستانی کی موافقت میں جوہرہ نیرہ کی عبارت ذکر فرمائی۔

وفی الجوھرۃ لو زنی رجل بامرأۃ فولدت منہ وارضعت صبیۃ لہ تحرم علیہ ھذہ الصبیۃ وعلی اصولہ وفروعہ

جوہرہ میں ہے اگر کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس سے بچہ پیدا ہوا اور اس نے کسی بچی کو اس کا دودھ پلا دیا تو اس پر یہ بچی حرام ہوگی اور اس کے اصول و فروع پر بھی۔

(منحۃ الخالق علی ھامش البحر ج ۳ ص ۲۲۶)

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ علامہ ممدوح کے اس تمسک پر کلام کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

وایضا تمسک بمافی الجوھرۃ لو زنی رجل بامرأۃ الخ وقد مر عبارتہ بتمامہا ولا دلالۃ لھذہ العبارۃ علی ان فی حرمۃ الرضیعۃ علی الزانی روایتین لان صاحب الجوھرۃ ذکر اولا ان الرضیعہ تحرم علی الزانی و اصولہ وفروعہ۔

نیز علامہ شامی نے جوہرہ کی عبارت (لو زنی رجل بامرأۃ) سے تمسک کیا حالانکہ اسکی پوری عبارت گزری اور اس عبارت کی اس پر کوئی دلالت نہیں کہ زانی پر رضیعہ کے حرام ہونے میں دو روایت ہے اس لیے کہ صاحب جوہرہ نے پہلے یہ ذکر کیا کہ رضیعہ زانی پر اور اس کے اصول و فروع پر حرام ہوگی۔

(ج ۲ ص ۵۱)

حاصل یہ ہے کہ جوہرہ کی عبارت سے تمسک کرنا بھی محل نظر ہے کیونکہ اس سے ہرگز یہ نہیں معلوم ہوتا کہ زانی پر مزنیہ کی رضیعہ حرام ہوتے میں دو روایت ہے بلکہ وہ عبارت اس بارے میں صریح ہے کہ رضیعہ خود زانی پر حرام ہوگی اور اس کے اصول و فروع پر بھی۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ جوہرہ پھر خجندی کا یہ قول ذکر کیا۔

فان الرضاع یکون منہا خاصۃ لا من الزانی

(منحۃ الخالق ج ۳ ص ۲۲۶)

کیونکہ رضاعت خاص طور پر زانیہ سے ہوگی زانی سے نہیں۔

اس تمسک پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نقد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

فهذا القول صريح في ان الرضيعة لا تكون بنتا للزاني رضاعا لان الرضاع من جانب المرأة خاصة ولا يدل اصلا على انها لا تحرم على الزاني ۔ (ج ۲ ص ۵۱)

تو یہ قول اس بارے میں صریح ہے کہ رضیعہ زانی کی رضاعی بیٹی نہیں ہوگی اس لیے رضاعت خاص طور پر عورت کی جانب سے ہے اور اس پر بالکل دلالت نہیں کرتا کہ زانی پر رضیعہ حرام نہ ہوگی۔

یعنی اس سے صرف اس قدر مستفاد ہوتا ہے کہ رضاعت جانب زانی سے ثابت نہ ہو اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ زانی پر وہ رضیعہ حرام نہیں کیونکہ نفی رضاعت نفی حرمت کو مستلزم نہیں۔

پھر معارضہ قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وإلا يلزم ان البكرا ذا نزل لها لبن فارضعت به صبية فتحل تلك الصبية على زوجها (ج ۲ ص ۵۱)

ورنہ لازم آئے گا کہ باکرہ کو جب دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچی کو پلا دیا تو وہ بچی اس کے شوہر پر حلال ہو جائے

پھر اس سلسلے میں خود رد المحتار اور دیگر کتب کے حوالے سے کئی شواہد ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وبالجملة كلام العلامة الشامي لا يخلو عن بعد (ج ۲ ص ۵۲)

حاصل یہ ہے کہ علامہ شامی کا کلام بعد سے خالی نہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موقف کی تائید میں علامہ وبری کا قول نقل کیا یہ فرماتے ہیں۔

ذكر الوبري ان الحرمة تثبت من جهة الام خاصة ما لم يثبت النسب فهذا صريح في ان الحرمة لا تثبت من جهة الزاني لانه لم يثبت النسب منه (منحة الخالق ج ۲ ص ۲۲۶)

وبری نے ذکر کیا کہ خاص طور پر ماں کی جانب سے حرمت اس وقت ثابت ہوگی جب کہ نسب ثابت نہ ہو تو یہ صریح ہے اس بارے میں کہ حرمت کا ثبوت جانب زانی سے نہ ہوگا کیونکہ اس سے نسب ثابت نہیں۔

اس کلام سے نتیجہ نکالتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں

فهذا صريح في ان كلام الوبري وغيره في عدم ثبوت الحرمة على الزاني نفسه (ایضا۔ ایضا)

تو یہ اس بارے میں صریح ہے کہ وبری وغیرہ کا کلام اسی بارے میں ہے کہ رضیعہ کی حرمت خود زانی پر ثابت نہ ہوگی

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ اس تمسک پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وانت تعلم ان كلام الوبري لا يدل على ان الرضيعة لا تحرم على الزاني لا صراحة ولا دلالة بل مقصوده ان الحرمة لا تثبت من جهة الرجل الا اذا يثبت النسب منه اما كون الرضيعة محرمة على الرجل فلا يتوقف على ثبوت الحرمة من جهة الرجل ولا على ثبوت النسب

اور آپ کو معلوم کہ وبری کا کلام اس پر دلالت نہیں کرتا کہ رضیعہ زانی پر حرام نہ ہوگی نہ صراحتاً نہ دلالۃً بلکہ ان کا مقصود یہ ہے کہ حرمت کا ثبوت مرد کی جانب سے اسی وقت ہوگا جب کہ اس سے نسب ثابت ہو رہا رضیعہ کا زانی پر حرام ہونا تو یہ مرد کی جانب سے ثبوت حرمت پر موقوف نہیں اور نہ ہی ثبوت نسب پر موقوف (ج ۲ ص ۵۲۔ فتاوی امجدیہ)

یعنی یہاں دو امر ہیں ایک زانی کی طرف سے حرمت ثابت ہونا اور یہ اس بات پر موقوف ہے کہ زانی سے نسب ثابت ہو۔ دوسرا امر یہ ہے کہ رضیعہ زانی پر حرام ہے اور یہ نہ اس

پر موقوف کہ زانی کی طرف سے حرمت ثابت ہو اور نہ اسی پر موقوف کہ زانی سے نسب ثابت ہو۔ اور علامہ وبری کے کلام وبری کے کلام سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ زانی کی طرف سے حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس سے نسب ثابت نہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زانی پر رضیعہ حرام بھی نہ ہو۔ چنانچہ لبن باکرہ والی صورت میں شوہر سے نسب ثابت نہ حرمت ثابت مگر اس کے باوجود رضیعہ اس باکرہ کے شوہر پر حرام ہے۔ لہٰذا عدم حرمت پر علامہ وبری کا کلام دلالت نہیں کرتا صراحتاً نہ دلالۃً۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ وبری کے کلام سے وجہ تمسک یہ ذکر کی۔

ولهذا قال في الفتح رادا على كلام الخلاصة الاتي واذا ترجح عدم حرمة الرضيعة على الزاني نفسه فيلزم منه بالاولى عدم ثبوت الحرمة على اصوله وفروعه۔ (منحة الخالق ج ۳ ص ۲۲۶)

اسی لیے فتح القدیر میں خلاصہ کے آنے والے کلام پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ جب خود زانی پر رضیعہ کی عدم حرمت راجح ہے تو اس سے بدرجہ اولی یہ لازم آتا ہے کہ زانی کے اصول و فروع پر حرمت کا ثبوت نہ ہو۔

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ اس وجہ تمسک پر نقد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

ولا يخفى عليك هذا لا مساس له بما ادعاه فان معناه ان الرضيعه لا تحرم على الزاني بسبب اللبن واما نفس الحرمة فليس في كلامه شئ يدل على نفيه كيف يثبت عدم الحرمة مع كونها بنت موطوءة وهي تحرم عليه بالاتفاق عند الحنفيه (ج ۲ ص ۵۲ فتاوی امجدیہ)

آپ پر مخفی نہیں کہ اس کا ان کے دعوی سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ رضیعہ زانی پر دودھ کے سبب حرام نہ ہوگی۔ رہی نفس حرمت تو ان کے کلام میں کوئی ایسی شئی نہیں جو اس کی نفی پر دلالت کرے۔ کیسے عدم حرمت کا ثبوت ہوگا باوجودیکہ یہ موطورہ کی لڑکی ہے اور یہ اس پر بالاتفاق احناف کے نزدیک حرام ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس کلام سے مطلق حرمت کی نفی نہیں ہو رہی ہے بلکہ یہ صرف اس حرمت کی نفی ہے جو دودھ کی وجہ سے ہو۔ گویا کہ اس کلام میں حرمت مقیدہ کی نفی ہے اور یہ مطلق حرمت کی نفی کو مستلزم نہیں۔ بالخصوص جب وہ موطورہ کی رضاعی لڑکی ہے تو وہ زانی پر حلال ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ احناف کے نزدیک بالاتفاق موطورہ کی لڑکی واطی پر حرام ہے۔

فتاوی امجدیہ ج دوم کے اس ایک جواب مثل گوہر نایاب سے یہ امر روز روشن کی طرح خوب عیاں ہو گیا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ گیر شخصیت جزئیات کا استحضار، کتب فقہ پر گہری نظر، متضاد اقوال میں تطبیق، فقہا کے کلام پر نقد و جرح، قطعی دلائل سے مدعی کا اثبات، احوط وارجح پر اعتماد، فقہی قواعد کا لحاظ، آداب افتا کی رعایت، سوال کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث، اردو کے ساتھ عربی زبان و ادب میں مہارت، جیسی عظیم خوبیوں کی مالک تھی۔

یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ عالمی پیمانے پر مرجع فتوی تھے، عوام نے بھی آپ کی طرف رجوع کیا اور علماء اہل سنت بھی آپ کی بارگاہ عالی سے مستفیض ہوئے فللہ الحمد علی ذالک

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی★

صدر الشریعہ کا مرتب کردہ نصاب تعلیم

مولانا عبد العزیز امجدی مبارک پوری ابن جناب عبد الوہاب مبارکپوری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۱ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ مدفون شاہ کے پنجے محلہ حیدر آباد مبارکپور) محلہ پورہ صوفی قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ کے باشندہ تھے جن کو صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل ہے، صدر الشریعہ جب مظہر العلوم بنارس میں صدر المدرسین تھے۔ اس وقت حضرت سے کچھ پڑھا تھا۔ آپ کے ذخیرۂ کتب سے ایک بوسیدہ نصاب تعلیم دستیاب ہوا جو حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے جس کا ثبوت نصاب کے سرے پر لکھی ہوئی اس عبارت سے ہوتا ہے۔

"نصاب تعلیم مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ مرتبہ حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس"

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام دادوں میں ۶۲ ۱۳ھ / ۱۹۴۳ء تک سات سال رہا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نصاب نصف صدی سے زیادہ پرانا ہے۔ فل اسکیپ سائز پر کالی روشنائی سے لکھا ہے، کاغذ پیلا پڑ گیا ہے، ایک جگہ کرم خوردہ ہے اور موڑ پر کہیں کہیں پھٹ بھی گیا ہے، کاتب کا نام کہیں لکھا ہوا نہیں ہے، میرا جہاں تک خیال ہے کہ کاتب مولانا عبد العزیز امجدی مبارکپوری صاحب ہی ہیں۔ اس لئے کہ ان کی دوسری تحریر اسی انداز کی ہیں۔

اس نصاب کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ درجۂ اولیٰ سے دورے تک پورے دس سال کا کورس ہے اور آج کے تخصص میں پڑھائی جانے والی بعض کتابیں بھی شامل ہیں۔

۲۔ حدیث میں صحاح ستہ مکمل شامل نصاب ہے۔

۳۔ معقولات کی کتابیں وافر مقدار میں ہیں۔

۴۔ ہیأت و ریاضی کی کتابیں بھی داخل ہیں۔

۵۔ ادب عربی میں دیوان علی کی شمولیت خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

۶۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں اس میں شامل نہیں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کی معتد بہ تعلیم کے بعد ہی یہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ابتدائی فارسی کا نصاب کوئی دوسرا ہوگا۔

۷۔ گلستاں، بوستاں کے ساتھ فارسی انشا کا بھی اہتمام ہے۔

۸۔ عربی ادب کی کتابیں بھی خاصی تعداد میں ہیں۔

یہ نصاب نذر کا ماہنامہ اشرفیہ کے صدر الشریعہ نمبر کے لئے پیش ہے تاکہ یہ تعلیمی نظام کا بیش قیمت سرمایہ محفوظ ہو جائے اور ماہرین تعلیم کے لئے رہنمائی کا کام کرے۔

نصاب تعلیم مدرسہ حافظیہ دادوں ضلع علی گڑھ مرتبہ حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس

درجہ	کتاب	صفحہ	میعاد	کتاب	صفحہ	میعاد	کتاب	صفحہ	میعاد	کتاب	صفحہ	میعاد
درجۂ اول	میزان منشعب پنج گنج ختم باب در صرف میر ختم	۵۰ ۵۴ ۵۳	۴ ماہ ۳ ماہ ۳ ماہ	گلستاں دو باب بوستاں دو باب اردو سے فارسی	۹۴ ۱۱۴	۵ ماہ ۵ ماہ	اردو سے فارسی بنانا نحو میر مع مائۃ عامل مع بحث مستثنیٰ	 ۳۶	۴ ماہ ۶ ماہ	بہار شریعت حصہ دوم بہار شریعت حصہ سوم		۴ ماہ ۶ ماہ
درجۂ دوم	علم الصیغہ فصول اکبری از خاصیات تا ختم	۱۰۰ ۸۴	۵ ماہ ۵ ماہ	کبری از ص۲۳، ص۴۷ ایساغوجی از ص۴۲ ص۵۹ مرقاۃ	۲۵ ۱۳ ۴۸	۴ ماہ ۲ ماہ ۴ ماہ	منیۃ المصلی القراءۃ الرشیدہ	۱۲۸	۵ ماہ ۵ ماہ	شرح مائۃ عامل مع ترکیب ہدایۃ النحو کامل	۱۰۶ ۱۵۰	۵ ماہ ۵ ماہ
درجۂ سوم	قدوری تا ختم کتاب الحج کنز فائق از کتاب البیوع تا ختم ص۲۰۷، ص۴۳۲	۷۰ ۲۲۵	۴ ماہ ۶ ماہ	شرح تہذیب کامل قطبی تصدیقات از ص۶۶، ص۲۱۷	۱۷۰ ۱۵۱	۵ ماہ ۵ ماہ	کافیہ شرح جامی بحث فعل و حرف از ص۲۹۰، ص۳۸۲	۱۱۸ ۹۲	۵ ماہ ۵ ماہ	قلیوبی ۶ حکایت نفحۃ الیمن باب اول دیوان علی تا ختم قافیہ را	۶۱ ۷۲ ۶۰	۳ ماہ ۴ ماہ ۳ ماہ
درجۂ چہارم	شرح وقایہ جلد اول شرح وقایہ جلد دوم	۳۶۷ ۴۱۲	۵ ماہ ۵ ماہ	قطبی تصورات مع میر ہدیہ سعیدیہ ختم فلکیات	۶۶ ۱۰۸ ۸۰	۶ ماہ ۴ ماہ	شرح جامی بحث اسم	۲۹۰	۱۰ ماہ	تاریخ الخلفاء تا خلفاء اربعہ سبعہ معلقہ ۴ معلقہ ترجمہ بردہ اصول الشاشی	۱۳۰ ۶۰ ۸۲	۴ ماہ ۳ ماہ ۳ ماہ
درجۂ پنجم	نور الانوار تا بحث قیاس	۲۲۳	۱۰ ماہ	ملا حسن تصورات	۲۰۵	۱۰ ماہ	تحریر اقلیدس مقالہ اولیٰ شرح ہدایۃ الحکمۃ از عنصریات تا ختم از ص۸۲، ص۲۲۴	۹۴ ۱۴۲	۴ ماہ ۶ ماہ	مختصر معانی کامل	۵۴۴	۱۰ ماہ
درجۂ ششم	جلالین شریف	۵۰۸	۱۰ ماہ	میر زاہد رسالہ مع غلام یحییٰ ملا جلال مع میر زاہد	۸۱ ۵۲ ۱۸۳	۵ ماہ ۵ ماہ	ہدایہ اولین باستثنا کتاب العتاق کتاب الحدود کتاب السرقہ، کتاب السیر		۱۰ ماہ	حماسہ رشیدیہ مشکوۃ شریف تا ختم کتاب الجنائز	۱۱۶ ۸۰ ۱۵۴	۵ ماہ ۲ ماہ ۳ ماہ
درجۂ ہفتم	مشکوۃ شریف از کتاب الزکوۃ تا ختم	۴۳۰	۱۰ ماہ	حمد اللہ تا ختم شرطیات مطول تا ختم ما انا قلت	۱۴۶ ۱۷۳	۶ ماہ ۴ ماہ	مدارک شریف تا سورہ کہف سراجی کامل	 ۶۶	 ۷ ماہ ۳ ماہ	حسامی مقامات حریری ۱۰ مقالے مضمون	۱۸۴ ۶۶	۵ ماہ ۵ ماہ

★ استاذ دار العلوم قادریہ چریا کوٹ مئو یوپی

درجہ ہشتم	ہدایہ آخرین باستثنار کتاب ادب القاضی وکتاب الشہادات وکتاب الدعویٰ کتاب المکاتب کتاب لماذون کتاب الجنایات تاکتاب المعاقل		۱۰ ماہ	قاضی مبارک تا مفہوم نزہۃ النظر	۱۵۸ ۱۲۱	۸ ماہ ۲ ماہ	صدرا تا ختم تصریح	۲۰۶ ۷۶	۷ ماہ ۳ ماہ	شرح عقائد مع خیالی متنبی قافیہ	۱۲۷ ۱۵۰	۱۰ ماہ
درجہ نہم	بیضاوی شریف ختم سورہ بقرہ	۱۸۰	۱۰ ماہ	میر زاہد امور عامہ مسلم الثبوت	۱۶۰ ۷۶	۷ ماہ ۳ ماہ	تلویح تا ختم مقدمات اربعہ	۵۲۷	۱۰ ماہ	شمس بازغہ تا حرکۃ شرح چغمینی تا ختم سی	۱۱۰ ۷۶	۵ ماہ ۵ ماہ
درجہ دہم	بخاری شریف		۱۰ ماہ	مسلم شریف	۱۰ ماہ		ترمذی شریف		۱۰ ماہ	نسائی ابن ماجہ ابو داؤد		

توضیح کے طور پر نصابِ مذکور میں شامل کتابیں فن وار لکھی جاتی ہیں تاکہ ہر فن کی کتابوں کی تعداد اور درجہ وار ان کی ترکیب و معیار کا سمجھنا آسان ہو ۔

نمبر شمار	نمبر کتب فن وار	کتاب	درجہ
		حدیث	
۱	۱	مشکوٰۃ شریف	درجہ ششم و ہفتم
۲	۲	بخاری شریف	درجہ دہم
۳	۳	مسلم شریف	”
۴	۴	ترمذی شریف	”
۵	۵	نسائی شریف	”
۶	۶	ابن ماجہ شریف	
۷	۷	ابو داؤد شریف	
۸	۸	شرح معانی الآثار	درجہ دہم
		تفسیر	
۹	۱	جلالین شریف	درجہ ششم
۱۰	۲	مدارک شریف	درجہ ہفتم
۱۱	۳	بیضاوی شریف	درجہ نہم
		فقہ	
۱۲	۱	بہار شریعت دوم ، سوم	درجہ اوّل
۱۳	۲	منیۃ المصلی	درجہ دوم

نمبر شمار	نمبر کتب فن وار	کتاب	درجہ
۱۴	۳	قدوری	درجہ سوم
۱۵	۴	کنز الدقائق	”
۱۶	۵	شرح وقایہ اوّل	درجہ چہارم
	۵	شرح وقایہ دوم	”
۱۷	۶	ہدایہ اولین	درجہ ششم
	۶	ہدایہ آخرین	درجہ ہشتم
		اصول فقہ	
۱۸	۱	اصول الشاشی	درجہ چہارم
۱۹	۲	نور الانوار	درجہ پنجم
۲۰	۳	حسامی	درجہ ہفتم
۲۱	۴	مُسَلَّمُ الثبوت	درجہ نہم
		صرف	
۲۲	۱	میزان منشعب	درجہ اوّل
۲۳	۲	پنج گنج	”
۲۴	۳	علم الصیغہ	درجہ دوم
۲۵	۴	فصول اکبری	”
۲۶	۵	صرف میر	درجہ اوّل
		نحو	
۲۷	۱	نحو میر مع مأۃ عامل و بحث مستثنیٰ	درجہ اوّل
۲۸	۲	شرح مأۃ عامل مع ترکیب	درجہ دوم
۲۹	۳	ہدایۃ النحو کامل	”
۳۰	۴	کافیہ	درجہ سوم
۳۱	۵	شرح جامی بحث فعل و حرف	”
۳۲	۶	شرح جامی بحث اسم	درجہ چہارم
		ادب	
۳۳	۱	القراءۃ الرشیدہ	درجہ دوم
۳۴	۲	قلیوبی	درجہ سوم

نمبر شمار	نمبر کتب فن وار	کتاب	درجہ
۳۵	۳	نفحۃ الیمن	درجہ سوم
۳۶	۴	دیوان علی	”
۳۷	۵	سبعہ معلقہ	درجہ چہارم
۳۸	۶	قصیدۂ بردہ	”
۳۹	۷	دیوان حماسہ	درجہ ششم
۴۰	۸	مقامات حریری	درجہ ہفتم
۴۱	۹	دیوان متنبی	درجہ ہشتم
۴۲	۱۰	گلستاں	درجہ اوّل
۴۳	۱۱	بوستاں	”
۴۴	۱۲	اردو سے فارسی بنانا	”
		بلاغت	
۴۵	۱	مختصر المعانی کامل	درجہ پنجم
۴۶	۲	مطول تا ختم مَا اَنَا قُلْتُ	درجہ ہفتم
		منطق	
۴۷	۱	اکبری	درجہ دوم
۴۸	۲	ایساغوجی	”
۴۹	۳	مرقات	”
۵۰	۴	شرح تہذیب	درجہ سوم
۵۱	۵	قطبی تصدیقات	”
	۵	قطبی تصورات مع میر	درجہ چہارم
۵۲	۶	ملا حسن تصورات	درجہ پنجم
۵۳	۷	ملا جلال مع میر زاہد	درجہ ششم
۵۴	۸	میر زاہد رسالہ	”
۵۵	۹	غلام یحییٰ	”
۵۶	۱۰	حمد اللہ تا ختم شرطیات	درجہ ہفتم
۵۷	۱۱	قاضی مبارک	درجہ ہشتم

نمبر شمار	نمبر کتب فن وار		
		فلسفہ	
۵۸	۱	ہدیہ سعیدیہ	درجہ چہارم
۵۹	۲	شرح ہدایۃ الحکمۃ	درجہ پنجم
۶۰	۳	شمس بازغہ	درجہ نہم
۶۱	۴	صدرا	درجہ ہشتم
		ہیأت واقلیدس	
۶۲	۱	تصریح	درجہ ہشتم
۶۳	۲	شرح چغمینی	درجہ نہم
۶۴	۳	تحریر اقلیدس	درجہ پنجم
		عقائد	
۶۵	۱	شرح عقائد	درجہ ہشتم
۶۶	۲	خیالی	درجہ ہشتم
۶۷	۳	میر زاہد امور عامہ	درجہ نہم
		اصول حدیث	
۶۸	۱	نزہۃ النظر	درجہ ہشتم
		مناظرہ	
۶۹	۱	مناظرۂ رشیدیہ	درجہ ششم
		میراث	
۷۰	۱	سراجی	درجہ ہفتم
		تاریخ	
۷۱	۱	تاریخ الخلفاء	درجہ چہارم

جد الممتار جلد ثانی کی اشاعت پر ایک شناور فن اور تجربہ کار بزرگ کے قلبی تاثرات

۹ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

۸۶/۹۲

محترم المقام جناب علامہ محمد احمد صاحب مصباحی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

جد الممتار کی صورت میں گرانقدر علمی تحفہ موصول ہوا ـــــ کثیر الانواع مصروفیات کے باوجود آپ نے جس تعمق، وقت نظر، لگن اور خلوص سے یہ خدمت سرانجام دی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ جو کام کئی لوگوں نے مرحلہ وار کئی سالوں میں کرنے تھے وہ اکیلے آپ نے پہلی اشاعت میں مکمل کر دیے۔ اور مختصر حاشیہ جد الممتار کی آپ نے ایک مستقل اور مبسوط ایسی شرح تیار کر دی ہے جس میں تنویر، درمختار، شامی کے ساتھ متعلقہ مسائل پر اعلیٰحضرت کی دیگر تحقیقات کے علاوہ آپ نے افادات، توضیحات اور تلخیصات کو اس میں سمو دیا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

تقدیم میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر قائم کردہ پندرہ عنوانات کی تقریب کے سلسلہ میں متعدد شواہد کا التزام پھر شواہد میں دقیق الفہم مسائل کا انتخاب آپ کی علمی مردانگی کی دلیل ہے۔ کہ سہل انگاری کی بجائے جرأت و بہادری سے مشکل میدان میں اتر کر مسائل کو دعوت مبارزت دی گئی ہے۔ سُبحانَ الذی خَصَّكَ وحَبَاكَ لِهٰذَا العملِ الشریف ـــــ کاش کہ آج اکابرین رحمہم اللہ تعالیٰ زندہ ہوتے تو آپ کی اس کاوش پر فخر فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ یہ ناچیز اور جملہ علماء اہل سنت آپ کے اس عظیم احسان پر ممنون ہیں۔ اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ مزید خدمات کی توفیق سے نوازے اور آپ کے علم وعمل اور خلوص میں برکت عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

خیر اندیش (مفتی) محمد عبد القیوم ہزاروی (دام ظلہ)

(ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور بانی رضا فاؤنڈیشن وناظم تنظیم المدارس پاکستان)



دار الحفظ والتجوید الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور



عزیزی دار الاقامہ



○ چوتھا باب

امام احمد رضا اور صدر الشریعہ

۲۶۴ ـــ تا ـــ ۲۸۴

* مولانا شہاب الدین رضوی
* ڈاکٹر محمود حسین بریلوی
* ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
* مولانا ایاز احمد مصباحی

مولانا شہاب الدین رضوی

امام احمد رضا کی تحریکات اور صدر الشریعہ کی خدمات

بریلی شریف میں آمد

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی (۱۹۲۱ء) کو مدرسہ منظر اسلام بریلی کے لئے ایک ذی استعداد استاد کی ضرورت پیش آئی۔ علامہ محدث سورتی سے امام احمد رضا کے دوستانہ مراسم تھے جب محدث سورتی سے ذکر کیا تو آپ نے مولانا اعظمی کا نام صدر المدرسین کے لئے پیش کیا۔ امام احمد رضا بریلوی کے طلب فرمانے پر پٹنہ سے مطب چھوڑ کر دار العلوم منظر اسلام میں تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ مولانا امجد علی اعظمی کے پٹنہ اور بریلی سفر کے تناظر میں مولانا جلال الدین قادری (کھاریاں پاکستان) اظہار خیال فرماتے ہیں۔

> اب طب جسمانی سے تبادلہ کرکے طب روحانی کے مطب میں کام شروع کیا، جلد ہی اپنی استعداد، قابلیت، خداداد حسن سلیقہ، اور سعادت مندی سے مجدد ملت امام احمد رضا بریلوی کی نظر میں مقبول اور مورد الطاف خاص بن گئے (۱)

مولانا اعظمی کے مدرسہ منظر اسلام آنے پر طلبہ میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی، ابتداً مدرسہ میں تدریسی خدمت سپرد کی گئی، بعدہٗ اور دیگر ذمہ داریوں کو آپ ہی کے حوالہ کردیا گیا۔ جس کی تفصیل آئندہ کے اوراق میں ملاحظہ کریں گے۔

دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں تدریس

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی نے ابتدائے شباب ہی سے تدریس کا کام شروع کیا، اور آخر حیات تک جاری رکھا۔ مولانا کے تلامذہ میں ایسے نابغہ روزگار افراد شامل ہیں جن پر علم و فضل کو بھی ناز ہے۔

مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت اور پٹنہ کے بعد ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء سے ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء تک منظر اسلام بریلی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (۱۹۳۳) صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر المدرسین کے لئے مدرسہ کے مہتمم و متولی میر نثار احمد کا دعوت نامہ لے کر بریلی شریف آئے۔ لیکن آپ نے اپنے شیخ کا آستانہ اور منظر اسلام کی تدریس چھوڑ کر جانے سے معذرت کردی۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے امام احمد رضا بریلوی کے خلف مولانا حامد رضا خاں (۱۹۴۳ء) سے رجوع کیا۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی اجازت وحکم سے دار الخیر اجمیر مقدس حاضر ہوئے، اور بے مثال تدریس کے ذریعہ مرجع علماء و عوام بنے۔(۱)

(۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۲۸ نوٹ: باغی ہندوستان مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور ص ۳۸۸ پر کتابت کی غلطی سے "منظر اسلام" کے بجائے "مظہر اسلام" چھپ گیا ہے۔ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کردی جائے۔ رضوی عفی عنہ

(۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا۔ محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۲۹

★ ایڈیٹر سنی دنیا سوداگران بریلی شریف

دوبارہ بریلی آمد، دار العلوم حافظیہ میں علمی خدمات

مولانا امجد علی اعظمی نے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء تک درس و تدریس فرمائی۔ مہتمم و متولی مدرسہ میر نثار احمد سے بعض امور میں اختلاف کے سبب مدرسہ معینیہ عثمانیہ کی تدریس سے علیحدگی اختیار فرمائی، علماء کی ایک کثیر تعداد، جو حلقۂ تلمذ سے وابستہ تھی ہمراہ لے کر دوبارہ بریلی شریف آگئے، اور منظر اسلام میں تدریس شروع کردی۔ تین سال بعد مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی کی رہنمائی میں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس دادوں ضلع علی گڑھ کی دعوت پر دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں میں بحیثیت صدر مدرس تدریس کا کام کیا۔ مولانا اعظمی نے سات سال تک بہ کمال حسن و خوبی دادوں میں درس دیا۔

مولانا حبیب الرحمٰن شروانی سابق صدر امور مذہبی حیدرآباد (دکن) نے ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء کے سالانہ جلسۂ امتحان کے موقع پر اپنی تقریر میں مولانا کی مہارت درس، اور تبحر علمی کا بکمال اعتراف کیا، اور کہا کہ:

> "مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنھیں میں منتخب جانتا ہوں"(۱)

بعد ازاں کچھ عرصہ بہار اور بنارس میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ منظر اسلام اور مظہر اسلام بریلی کے مدرسین جب کبھی بیماری یا اتفاقیہ رخصت کی بنا پر اپنے طلبہ کو سبق نہ پڑھا سکتے تو اس عرصہ میں عموماً مولانا امجد علی اعظمی طلبہ کو سبق پڑھاتے۔ (۲)

(۱) الف: محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماء اہلسنت ص ۵۳
(ب) جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۲۹، ۱۳۰
(ج): عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تکملہ باغی ہندوستان ص ۳۶۰
(۲) جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۳۰

بیعت، خلافت اور مرشد کی نوازش

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے امام احمد رضا بریلوی کو کافی انسیت و التفات اور محبت ہوگئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ تدریس کے علاوہ افتاء اور تصنیف و تالیف وغیرہ کی دیگر اہم ذمہ داریوں پر فائز کردیا تھا بالکل اسی عقیدت و خلوص سے مولانا اعظمی امام احمد رضا کے امور کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

"امام احمد رضا بریلوی کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی اور ورع و تقویٰ سے شاداب و درخشندہ زندگی کی مسلسل دید کے بعد آپ نے روحانی راہنمائی کے لئے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں امام احمد رضا بریلوی سے بیعت کی۔ اور جلد ہی تمام سلاسل میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے" (۱)

صدر الشریعہ کا مقام اور واعظین کے لئے لمحۂ فکریہ

امام احمد رضا بریلوی کا شہرہ انہی کے عہد میں آفاق کو پہنچ چکا تھا۔ دور دراز کے افراد آپ کے پاس آتے اور مسائل دریافت کرتے، وعظ و تقریر کے لئے امام احمد رضا سے منسلک علماء و مناظرین کو اپنے یہاں مدعو کرتے۔ جب یہ طریقہ بہت زیادہ رواج پاگیا کہ امام احمد رضا سے تعلق رکھنے والوں کو ہی میلاد شریف یا دیگر تقریبات میں مدعو کیا جائے گا، تو دوسری طرف علماء (سوء) میں ہل چل سی مچ گئی، اور اپنی گرتی ہوئی دوکان کو بچانے کے لئے انھوں نے اپنا تعلق و رشتہ امام احمد رضا بریلوی سے جوڑ دیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ وہ لوگ بھی اس میدان میں پیش پیش تھے جو نہ عالم تھے، نہ مفتی۔ جبکہ غیر عالم کو وعظ

(۱) ریاست علی قادری، سید: معارف رضا (سالنامہ) ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳ء

کہنا حرام ہے (۲) اس صورت حال کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی نے ایک اعلانیہ شائع فرمایا: ــــــ انہی کے الفاظ میں:

برادران اہل سنت کو اطلاع فقیر کے پاس شکایتیں گزریں، بعض صاحب باوصف بے علمی دنیا طلبی کے لئے وعظ گوئی کرتے ہوئے اکناف ہند میں دورہ فرماتے ہیں۔ اور یہاں سے اپنا علاقہ و انتساب بتاتے ہیں، جس کے سبب فقیر سے محبت رکھنے والے حضرات دھوکہ کھاتے ہیں۔ اس شکایت کے رفع کو یہ سطور مسطور ــــ یہاں بحمدہ تعالیٰ نہ کبھی خدمت دین کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا، نہ احباب علمائے شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار، اشاعت دین و جماعت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں کبھی نہ لائیں۔ کہ ان کی خدمت خالصتاً لوجہ اللہ ہو۔ ہاں اگر بلا طلب اہل محبت سے نذر پائیں رد نہ فرمائیں۔ کہ اس کا قبول سنت ہے۔ یہاں سے نسبت ظاہر فرمانے والے صاحبوں کے پاس فقیر کی دستخطی مُہری سند علمی یا اجازت نامہ طریقت ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ زبانی دعوے پر عمل پیرانہ ہوں۔

والسلام

فقیر احمد رضا غفرلہ (۲)

مذکورہ فرمان اپنی افادیت و اہمیت کا مزید حامل ہوگیا ہے۔ چونکہ دور جدید میں بہت سے ایسے مقررین ہیں جو نذرانہ قبل جلسہ طے کر لیتے ہیں۔ اور جب مقرر کو متعینہ نذرانہ سے کم ملتا ہے تو وہ نذرانہ کو سڑک پر پھینک دیتے ہیں۔ جبکہ حقیقتاً یہ شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے۔ راقم السطور کا مقصد کسی پر تنقید و تنقیح نہیں ہے بلکہ امام احمد رضا بریلوی کے پیغام کو دور و نزدیک پہنچانے کی سعی ہے۔ تاکہ ہم اپنے اندر اصلاح کی تحریک پیدا کر سکیں۔

امام احمد رضا بریلوی کے قلم مبارک سے جاری شدہ اسمار گرامی کو مولانا حسنین رضا خاں بریلوی ایڈیٹر ماہنامہ الرضا بریلی نے شائع کر دیا تھا۔ راقم السطور کو حاصل شدہ ۳۴ علمار، خطبار، مناظرین اور مفتیان کرام ہیں۔ ان میں سر فہرست مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی ہیں۔ تیسرے نمبر پر مولانا امجد علی اعظمی کا اسم گرامی مندرج ہے۔ لکھنے کی کیفیت یہ ہے۔

(۳) جناب مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب ساکن اعظم گڑھ وارد حال محلہ سوداگران بریلی عالم فقیہ، مصنف، واعظ، مناظر، حامی سنت، و مجاز طریقت۔ (۱)

امام احمد رضا بریلوی نے اپنے مختصر سے الفاظ میں جامع خصوصیات کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ آخر مضمون میں مولانا حسنین رضا بریلوی یوں رقم طراز ہیں:

فقیر مدیر (ماہنامہ الرضا بریلی) عرض کرتا ہے کہ مزید اطلاع کے لئے یہ بعض نام تحریر کئے گئے ہیں جن کا علاقہ اعلیٰ حضرت مدظلہ سے خصوصیت کے ساتھ ہے۔ ان میں جو بفضلہ تعالیٰ علم میں کامل ہیں، ان سے مسائل بھی پوچھے جائیں اور ان کا بیان بھی سن کر فیض پائیں۔ (۲)

---

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم: الملفوظ ج ۱ ص ۷، م قادری کتاب گھر نو محلہ بریلی ۱۹۹۵ء

(۲) حسنین رضا بریلوی، مولانا: ماہنامہ الرضا ص ۹، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

(۱) ماہنامہ الرضا بریلی ص ۱۰، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

(۲) " " ص ۹، " "

حضرت مولانا امجد علی اعظمی کی خداداد صلاحیت و قابلیت کا یہ بیّن ثبوت ہے کہ ان کے مرشد اور زمانہ کے امام ان کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہ منصب اور رتبہ بڑے نصیب ور لوگوں کو میسر ہوتے ہیں۔

مولانا اعظمی کو "صدر الشریعہ" کا خطاب

امام احمد رضا بریلوی اپنے معاصرین اور خلفار و تلامذہ کو ان کے مراتب کے مدنظر اپنی طرف سے ایک خطاب عطا فرماتے تھے۔ ان کی وسیع القلبی اور خرد نوازی بے مثال کسی دوسرے کے یہاں ملنا مشکل ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے، اور اپنے سے بڑے کی تعظیم و توقیر کرتے، سادات کا نہایت درجہ ادب و احترام فرماتے یہ وہ خصوصیت ہیں جن کی وجہ سے امام احمد رضا بریلوی اپنے تمام معاصرین میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی القاب و خطابات کی باقاعدہ کوئی تقریب نہیں منعقد فرماتے بلکہ مخصوص اشخاص کے درمیان فرما دیتے۔ رام پور کے قدیم ہفت روزہ دبدبۂ سکندری کے ایڈیٹر شاہ فضل حسن صابری کو آپ نے "محب العلم والسنن" کا لقب عطا کیا (۱) اور اسی طرح آپ نے مولانا امجد علی اعظمی کو "صدر الشریعہ" کا خطاب عطا فرمایا۔ (۲) یہ خطاب انگریز تنخواہ یافتہ علمار کے "شمس العلمار" کی طرح نہیں ہے (۳) بلکہ مولانا کی علمی تبحر کی عکاسی کرتا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کو کبھی کسی قسم کے خطاب کی خواہش نہ ہوئی، اگر وہ چاہتے تو درجنوں خطابات کے لائن لگ جاتی۔ مگر وہ اور ان کے فرزند و خلفار و تلامذہ ایسی تمام چیزوں سے اجتناب کرتے تھے (۱) مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی کو امام احمد رضا نے مفتی اعظم کا خطاب دیا۔ اور آج وہ خطاب علم کی حیثیت اختیار کر گیا ہے (۲)

مسند افتار پر جلوہ گری

امت مسلمہ میں علمار دین کے دو طبقوں نے خاص طور پر دین اسلام کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کر کے ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں ــــــ ایک محدثین کرام کا طبقہ جس نے احادیث نبوی کی روایات اور ان کے بیان و ضبط کا اہتمام فرمایا۔ اور اسناد و الفاظ پر گہری نظر رکھی ــــــ دوسرا فقہا کرام کا طبقہ، جس نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے مسائل و احکام کا استنباط و استخراج کیا۔ اور الفاظ حدیث سے زیادہ معانی حدیث اور اس سلسلہ کے اصول و قواعد پر ان کی نظر مرکوز رہی، مفتیان شرع متین کا تعلق اسی دوسرے طبقے سے ہے۔

تیرہویں صدی ہجری مولانا رضا علی خاں بریلوی نے بریلی شریف میں ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں افتار کی بنیاد رکھی۔ اور ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء تک فتویٰ نویسی کا گرانقدر کام بحسن و خوبی انجام دیا۔ اپنے فرزند مولانا نقی علی خاں کو خصوصی تعلیم دے کر مسند افتار پر فائز کیا۔ آپ نے مسند افتار پر فائز ہونے کے بعد ۱۲۹۶ھ / تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ اپنے لخت جگر امام احمد رضا بریلوی کو بالخصوص تعلیم دی

---

(۱) الف: ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور: بابت اپریل ۱۹۱۲ء / سنہ ۱۳۳۰ھ (ب) محمد شہاب الدین رضوی: سالنامہ یادگار رضا بمبئی ص ۱۱۲، رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۴ء

(۲) محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا: شیشے کے گھر ص ۶۵، لاہور

(۳) خواجہ رضی حیدر، مورخ: تذکرہ محدث سورتی ص ۲۶۶

(۱) الطاف علی بریلوی سید: تنقیدات و نگارشات ص کراچی

(۲) محمد شہاب الدین رضوی: مفتی اعظم اور ان کے خلفار ج ۱ ص ۸۵ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۰ء

جس نے بعد میں دنیا سے لوہا منوالیا۔ (۱) اور ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء سے مستقلاً فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے (۲) امام احمد رضا بریلوی اپنے قابل فخر شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

> بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اگر، دن اور زندگی بالخیر ہے تو اسی شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاوی لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے۔ اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے (۳)

امام احمد رضا بریلوی کے قریب میں جب سے مولانا امجد علی اعظمی نے رہنا شروع کیا، اسی دن سے افتار کی مشق اور امام احمد رضا کے لکھے ہوئے فتاوی کا املا کرنا آپ کی ذمہ داری میں آگیا۔ دور دراز سے آئے ہوئے خطوط امام احمد رضا کو سناتے اور ان کا جواب لکھتے، مرشد کی اسی تربیت نے آپ کو کندن بنا دیا تھا، اور آپ کے فتاوی میں امام کی طرز تحریر اور طرز استدلال کی جھلک نظر آنے لگی تھی۔ مشہور صحافی اقبال احمد اختر القادری (کراچی) لکھتے ہیں:

> حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی طرز و فکر کے اپنانے میں منفرد نظر آتے ہیں۔ اور حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فتاوی کے سلسلہ میں آپ پر صد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ (۴)

---

(۱) محمد شہاب الدین رضوی، راقم السطور: مولانا نقی علی خاں بریلوی (امام احمد رضا اکیڈمی بریلی ۱۹۹۵ء

(۲) ماہنامہ حجاز جدید دہلی: امام اہلسنت نمبر ص ۹۴، ستمبر و اکتوبر ۱۹۸۹ء

(۳) ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰحضرت محررہ، شعبان ۱۳۳۶ھ

(۴) اقبال احمد اختر القادری، ڈاکٹر: مضمون قلمی مملوکہ راقم السطور غفرلہٗ

رضوی دارالافتار اور تفقہ فی الدین

امام احمد رضا بریلوی کی فقہی اور علمی تحقیقات نے علمار عرب و عجم کو حیرت میں ڈال دیا تھا انھوں نے دل کھول کر امام کو خراج عقیدت پیش کیا، اور چودھویں کا مجدد قرار دیا۔ آپ کے دارالافتار میں صرف ہندوستان کے استفتار نہیں ہوتے تھے بلکہ براعظم ایشیا، براعظم یورپ، براعظم امریکہ، اور براعظم افریقہ سے بھی استفتا آتے تھے۔ اور ایک وقت پانچ پانچ سو جمع ہوجایا کرتے تھے۔ امام احمد رضا کی سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مسودات کو نقل کرنے والا بیک وقت چار چار افراد نقل کرتے جاتے تھے۔ یہ ابھی فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہوجاتا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتنا کچھ لکھا ہوگا۔ (۱)

امام احمد رضا بریلوی نے دارالافتار کی روزافزوں ترقی، عالمی شہرت و مقبولیت، اور کثرت کار کو دیکھتے ہوئے ایسا لاجواب نظام قائم فرمایا تھا کہ جس کی نظیر سوائے بریلی کے کہیں نہیں ملتی۔ آپ نے نظم جدید کی رو سے دارالافتار کا نام "رضوی دارالافتار" تجویز کیا۔ اور مہتمم مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کو مقرر کیا۔ آپ فتویٰ نویسی کا کام عموماً دو مقام پر کرتے تھے۔ ایک باہر دارالافتار میں ____ دوسرے زنانہ مکان میں۔ باہر دارالافتار میں کام کرنے والے حضرات کو نظم جدید کی رو سے دو منصب عطا کئے تھے، ایک پیش کار ____ دوسرے امین الفتویٰ،

امام احمد رضا بریلوی کے پیش کار کی سب سے زیادہ ذمہ داریاں تھیں، مولانا امجد علی اعظمی ایک متحرک اور فعال شخص ہونے کی وجہ سے امام احمد رضا نے کئی امور سونپ رکھے تھے۔ امام

---

(۱) حسنین رضا بریلوی، مولانا: سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۱۰) مکتبہ مشرق بریلی۔

احمد رضا عموماً بعد نماز عصر بیٹھک میں تشریف لاتے، اور عوام سے ملاقات کرتے حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتے۔ اسی دوران مولانا اعظمی دن بھر کے لکھے ہوئے فتاویٰ کو سناتے اور اپنے فتویٰ پر تصحیح کے ساتھ تصدیقی مہر بھی لگواتے۔ عصر اور مغرب کے درمیان آئے ہوئے احباب کے خطوط کے جوابات بھی لکھتے۔ پیش کاری کے عہدے پر اولاً مولانا ظفر الدین بہاری منتخب ہوئے، مگر وہ شملہ کی جامع مسجد کے خطیب ہوکر شملہ چلے گئے، تو ان کی جگہ مولانا اعظمی پیش کاری کے منصب پر فائز ہوئے۔ امام کی نشست گاہ میں رہنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ زمانہ کے جید اکابر علمار میں ممتاز حیثیت کے مالک ہوگئے۔

امام احمد رضا بریلوی کو آپ کی علمی ثقاہت اور فقاہت پر کس قدر اعتماد تھا، انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں!

> آپ یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے 'وہ امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتار سنایا کرتے ہیں' اور جو جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہوچکی ہے۔(۱)

مولانا امجد علی اعظمی، امام احمد رضا بریلوی کے زمانہ حیات ظاہری میں بھی حسب ضرورت افتار کا کام سرانجام دیتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

> اس کے بعد بلا تکلف میں اس خدمت افتار وغیرہ کو انجام دیتا رہا۔ اور سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں لوگوں کے سامنے اس کام کو تفویض فرمایا تھا، اب بھی اس کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔ اور جو کچھ دشواریاں ہوں گی اس میں وہ خود مددگار ہوں گے۔ چنانچہ کبھی باوجود اپنی کم بضاعتی کے اس سلسلہ میں دشواری پیش نہیں آتی۔ فللّٰہ الحمد۔ (۱)

---

(۱) مصطفےٰ رضا، مفتی اعظم: الملفوظ مکمل ح ۱) قادری کتاب گھر بریلی ۱۹۹۵ء

عہدۂ پیش کاری اور املاو خطوط

امام احمد رضا بریلوی کے قائم کردہ "رضوی دارالافتار" کے نظم جدید کی رو سے ملک العلمار مولانا ظفر الدین بہاری (۱۹۶۲ء) امام احمد رضا کے پیش کار رہے، ان کا کام نماز عصر کے بعد باہر کی آئی ہوئی ڈاک پیش کرنا تھا۔ جن کا جواب امام بولتے جاتے اور مولانا بہاری لکھتے جاتے تھے۔ استناد کے موقع پر کتب فتاویٰ کی عبارتیں بھی امام احمد رضا بریلوی برجستہ ہی پڑھ دیتے حالانکہ اس وقت کوئی کتاب بھی پاس نہ ہوتی تھی۔

مولانا ظفر الدین بہاری جب شملہ چلے گئے تو ان کی جگہ مولانا امجد علی اعظمی پیش کاری کے منصب پر فائز ہوئے ____ مولانا کے اوپر بیک وقت کتنی ذمہ داریاں تھیں سید شاہد علی رضوی رام پوری رقم طراز ہیں:

> حضرت صدر الشریعہ بیک وقت پیش کار بھی تھے، منظر اسلام کے مدرس بھی تھے۔ مطبع اہل سنت کے مہتمم بھی تھے ____ یہ سب فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے تھے، اسی حالت میں تصنیف بہار شریعت کا کام بھی جاری تھا۔ اور بوقت ضرورت مناظرہ کے لئے بھی یہ ہی بھیجے جاتے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ کی پیش کاری تا حیات امام احمد رضا قدس سرہ جاری رہی دیگر کارہائے متعلقہ جو پہلے سے کر رہے تھے بدستور کرتے رہے۔ (۲)

اسی عہدۂ پیش کاری پر مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی

---

(۱) سوانح حیات خود نوشت بحوالہ مقدمہ فتاویٰ امجدیہ ج ۱، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء

(۲) محمد شہاب الدین رضوی: مفتی اعظم اور ان کے خلفار ج ۱ ص ۸، ۷۹،

تقریباً ۲۶ سال تک فائز رہے۔ مولانا ظفر الدین بہاری سے قبل پیش کاری اور مراسلت کی تمام تر ذمہ داریاں۔ مولانا رضوی کے سپرد تھیں۔ مولانا اعظمی کے عہد میں وہ معین راست رہے۔ مولانا رضوی کی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے حوالہ سے گراں مایہ خدمات ہیں انہی خدمات کی بنیاد پر دنیا یاد کرتی ہے (۱) وہ رضویات کے نقش اول ہیں اس لئے کہ مولانا رضوی نے سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی کی سوانح حیات لکھنے کا منصوبہ تیار کیا اور اس سلسلہ میں مختلف کوششیں بھی کیں (۱)

مولانا اعظمی بعد نماز عصر امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوکر بیرون شہر سے آئے ہوئے خطوط املا کرتے۔ امام احمد رضا بولتے جاتے اور آپ جواب قلم بند کرتے جاتے ——— راقم السطور اپنے مذکورہ قول کی تائید وحمایت میں الملفوظ کی باسند روایت کا ذکر کرے گا۔ تاکہ کوئی بات تشنہ نہ رہ جائے اور قارئین کی اصل ماخذ کی طرف رہنمائی بھی ممکن ہوسکے۔

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

کھانے کے بعد ڈاک نکالنے کا حکم فرمایا۔ ڈاک نکالی گئی، مولانا مولوی حکیم محمد امجد علی صاحب نے خطوط سنانا شروع کئے، جواب فرماتے جاتے مولانا لکھتے جاتے۔ ان میں ایک خط حضرت سید شاہ نور عالم میاں صاحب صاحبزادہ سرکار خرد مارہرہ مطہرہ کا تھا۔ (۲)

امام احمد رضا بریلوی دوپہر کا جب کھانا کھاتے تو اس وقت مولانا اعظمی موجود ہوتے تھے۔ وہ بولتے یہ لکھتے رہتے۔ اور صبح سے دوپہر تک کی لکھی ہوئی ڈاک اور استفتار کو

(۱) محمد شہاب الدین رضوی: تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ قلمی

(۲) ماہنامہ جہان رضا لاہور: ص بابت

(۳) مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم: الملفوظ ج ا ص ۳۴

سناتے۔ کہیں کہیں ترمیم وتبدیلی فرماتے تھے۔ مفتی اعظم ہند نے جس خط کا ذکر کیا ہے۔ اس کا املا بھی مولانا ہی نے کیا تھا۔(۱)

مرکزی دار القضار شرعی کا قیام

امام احمد رضا بریلوی اپنے فرزندوں اور مولانا اعظمی کی ثقاہت وثقاہت پر اطمینان واعتماد کا اظہار فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض فتاوی پر مولانا اعظمی کے تائیدی دستخط بھی موجود ہیں

رجب المرجب ۱۳۳۹ھ میں امام احمد رضا بریلوی نے متحدہ ہندوستان کے لئے دار القضار شرعی قائم فرمایا۔ اور بعض علمار کرام کی موجودگی میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی کو منصب افتار وقضار پر مامور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے، اس کی بنا پر ان دونوں (صدر الشریعہ، مفتی اعظم) کو نہ صرف مفتی۔ بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔ (۲)

پھر اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر اس کام کے لئے قلم اور دوات وغیرہ سپرد فرمایا، مقدمات کے فیصلے کروائے۔ مزید معاون مفتی کی حیثیت سے برہان الملت مفتی برہان الحق جبل پوری

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم: الملفوظ ج ا ص ۳۴

(۲) الف: امجد علی اعظمی، مولانا: سوانح حیات خود نوشت مشمول فتاوی امجدیہ ج ا

(ب) محمد شہاب الدین رضوی: مفتی اعظم اور ان کے خلفار ج ا ص ۸۴

کا تعین فرمایا۔ (۱)

تبلیغی مشن میں جد وجہد

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کی تبلیغی خدمات کا جائزہ آئندہ اوراق میں تفصیل سے لیا جائے گا۔ تاہم یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ اجمیر شریف کے قرب وجوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد تھی۔ جو اگرچہ مسلمان ہوچکی تھی، لیکن ان میں فرائض وواجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ مولانا اعظمی کے ایما پر آپ کے تلامذہ نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا۔ اور جگہ جگہ جاکر مسائل شرعیہ بتائے۔ ان تبلیغی جلسوں کا خوش گوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب، اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ پیدا ہوگیا (۲) ——— مشہور مورخ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں.

اجمیر کے زمانۂ قیام میں نومسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی، اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے(۳)

اس کے علاوہ اردگرد کے بڑے بڑے شہروں اور قصبات مثلاً نصیر آباد، ببادر، لاڈ، جے پور، جودھپور، پالی ماڑو اور چیتوڑ وغیرہ میں بھی خود آپ اور آپ کے تلامذہ تبلیغی سرگرمی جاری رکھتے۔ مذہب اہل سنت کی اشاعت اور وہابیہ، قادیانیہ کارد کرتے تھے۔ آپ کی تقریر خالص علمی مضامین اور قرآن وحدیث کی تفسیر وتفصیل پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ مسلک اہلسنت کو ٹھوس دلائل سے اس طرح بیان فرماتے کہ مخالفین کو تسلیم کے علاوہ چارۂ کار نہ رہتا۔ (۴)

(۱) محمد شہاب الدین رضوی: تذکرہ برہان ملت ص ۳۵، مطبوعہ لاہور

(۲) مشتاق احمد نظامی، علامہ: ماہنامہ پاسبان امام احمد رضا نمبر الہ آباد، ص ۶۱۔

(۳) محمد ایوب قادری، پروفیسر: یادگار بریلی ص ۱۶، کراچی ۱۹۷۰ء

(۴) عبد الحکیم شرف قادری، مولانا: تکملہ باغ ہندوستان ص ۲۹۰ تا ۲۹۱

مطبع اہل سنت اور حسنی پریس کے کارنامے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف اس قدر برزور بڑھتی جارہی تھیں بلکہ مسودات قلمی مخطوطات کے انبار لگ رہے تھے۔ اور دوسری جانب احباب کا اصرار تھا کہ جلد سے جلد شائع کردی جائیں، اولاً یہ ہوتا تھا کہ جس رسالہ کی اس وقت ضرورت ہوتی، اس کو لکھنؤ، آگرہ یا رام پور وغیرہ سے چھپوالیا جاتا۔ مگر یہ سلسلہ نہایت دقت پریشانی کا سبب ہوگیا۔ کئی کئی افراد آمد ورفت میں لگے رہتے۔ تو امام احمد رضا بریلوی کی قائم کردہ تنظیم جماعت رضائے مصطفےٰ کے ارکان نے مجلس شوری منعقد کرکے یہ تجویز پاس کی کہ ان پریشانیوں کے باوجود کتاب صحیح وقت پر نہیں آپاتی ہے۔ اس لئے ایک پریس لگوایا جائے۔ بالآخر امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوکر لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت نے منظور عطا فرمادی۔ پھر ایک پریس خرید کر سوداگران محلہ (بریلی) میں لگوادی گئی۔ جو امام احمد رضا بریلوی کے دولت کدہ سے بالکل متصل تھی۔

امام احمد رضا بریلوی نے اس کا نام "مطبع اہل سنت وجماعت" منتخب فرمایا۔ اور مہتمم کے لئے مولانا امجد علی اعظمی کا انتخاب عمل میں آیا۔ مولانا اعظمی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کی بے پناہ مصروفیت کے باوجود مطبع اہل سنت وجماعت کو بخوبی چلاتے رہے۔ اس مطبع کے ذریعہ امام احمد رضا بریلوی کی بے انتہا تصانیف شائع ہوئیں۔

مولانا اعظمی کے بریلی سے جانے پر مطبع اہل سنت کی کارکردگی متاثر ہوئی، اور ملازمین نے مشین پر ضربیں پہنچائیں جس کی وجہ سے اس کام کو جلد ہی ختم کردیا گیا ——— راقم السطور نے اہل خاندان سے مطبع کے قیام کی تاریخ کے لئے کوشش کی مگر سب نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ تاہم تلاش وجستجو جاری ہے قدیم ماخذ بھی خاموش ہیں۔ اب ایسی صورت میں کسی حتمی تاریخ

کا تعین خاصا مشکل ہے ۔قرین قیاس ہے کہ ۱۹۷۱ء میں مطبع اہل سنت وجماعت واقع محلہ سوداگران بریلی قائم ہوا۔

مطبع اہل سنت وجماعت کے زوال کے بعد مولانا حسنین رضا خاں بن مولانا حسن بریلوی کی مساعی جمیلہ سے حسنی پریس کا قیام ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء کو عمل میں آیا۔ حسنی پریس کے ناظم و مہتمم مولانا حسنین رضا خاں جو امام احمد کے بھتیجے اور خلیفہ تھے ۔کے ذمہ امام کی جملہ کتابوں کی طباعت وکتابت اور پوسٹر و پمفلٹ وغیرہ کی تصحیح تھی ۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ کسی رسالہ یا پوسٹر کی امام احمد رضا بریلوی کو عجلت ہوتی تو اس کی کتابت مولانا حسنین رضا خود انجام دیتے ۔موجودہ زمانہ میں امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف پر سیکڑوں تعارفی مقالے لکھے گئے، اگر غور کیا جائے تو یہ فیض مطبع اہل سنت وجماعت اور حسنی پریس کا ہے ۔کیونکہ امام کی تمام تصانیف انہیں دو پریس کی شائع کردہ ہیں ۔دنیا اہل سنت وجماعت خصوصًا حلقہ بگوشان رضویت مطبع اہل سنت اور حسنی پریس کے اس احسان عظیم کے ممنون و متشکر ہیں۔ (۱)

ماہنامہ الرضا بریلی اور ماہنامہ یادگار رضا بریلی

امام احمد رضا بریلوی کی سرپرستی میں نکلنے والا واحد ماہنامہ الرضا ہے ۔جس کی قسمت میں جید اکابرین ملت کی خدمات لکھ دی گئی تھیں ۔ ماہنامہ الرضا بریلی کے ایڈیٹر مولانا حسنین رضا خاں بریلوی تھے ۔اور اس رسالہ کا اجرار محرم الحرام ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء کو ہوا ۔ اور پہلا پرچہ اسی ماہ شائع ہوا ۔پہلا شمارہ ۴۴ صفحات پر مشتمل اور سائز ۲۲ × ۱۸ تھا۔ الرضا کو سیاست سے کوئی تعلق نہ تھا۔ راقم السطور کے پیش نظر تمام شماروں میں کوئی ایسا مضمون پہلے نہیں گزرا جس میں سیاست کی بو بھی آتی ہو ۔(۱)

ماہنامہ الرضا بریلی مطبع اہل سنت وجماعت واقع محلہ سوداگران بریلی سے شائع ہوتا تھا ۔اور مولانا امجد علی اعظمی کا خصوصی اہتمام و انصرام تھا۔ الرضا کی پیشانی پر یہ عبارت مستقل طور پر اشاعت پذیر ہوتی رہی ہے:

> الرضا ــــ جس کو خاکسار حسنین رضا خاں مدیر رسالہ ہذا نے محلہ سوداگران سے شائع کیا ـــــ اور مطبع اہل سنت وجماعت بریلی میں باہتمام مولانا مولوی حکیم محمد امجد علی صاحب طبع ہوا ۔ (۲)

ماہنامہ یادگار رضا بریلی، الرضا بریلی کی اشاعت بند ہو جانے کے بعد شائع ہونے لگا ۔اس کی سرپرستی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کرتے تھے ۔یہ بھی مطبع اہل سنت وجماعت بریلی سے طبع ہوتا تھا۔ (۳)

سیاسی بصیرت کی ایک جھلک

برصغیر کی تاریخ میں قدم قدم پر منافقانہ ذہنیت اپنا کام کرتی نظر آتی ہے ۔مسلمانوں کی سماجی معاشی اور سیاسی حق تلفی ایک روایت بن گئی ہے ۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں رسائل سے محرومی مسلمانوں کی زندگی کے لئے ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ماضی میں سوراج اور اتحاد کے روپ میں مسلمانوں سے مذہبی شعار چھڑائے گئے ۔ ان ہی حالات میں قومی جدوجہد کی شمع روشن

---

(۱) راقم السطور نے حسنی پریس بریلی کی خدمات کا تفصیلی جائزہ ایک مقالہ کی صورت میں قلم بند کیا ہے، جو ماہنامہ سنی دنیا بریلی بابت ستمبر ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں ۔رضوی

(۱) ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف : بابت جنوری فروری ۱۹۹۵ء

(۲) حسنین رضا بریلوی مولانا : ماہنامہ الرضا بریلی ص ۱ بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

(۳) ابرار حسن تلہری، مفتی : ماہنامہ یادگار رضا بریلی ص ۱ بابت محرم ۱۳۴۶ھ

کرنے والوں میں علمار وصوفیا پیش پیش رہے ۔غیر ملکی اقتدار سے نجات حاصل کرنے میں شجاعت وعزیمت کا مینار یہی گروہ رہا وطن دشمن غداروں کے بہروپ کو اتارنے کا تلخ فریضہ انھوں نے ہی ادا کیا ۔

راقم اپنے قارئین کو ماضی کی سنگ لاخ وادی میں لے جانا چاہتا ہے ،جب ہندوستان آزاد نہیں ہوا تھا اور تحریک آزادی زور وشور سے چل رہی تھی، اس وقت علمار اہلسنت نے اجتماعی طور پر ہندوستان سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کی کوششیں کیں ۔مگر متعصب مورخین نے ان سنی علمار کو یکسر نظر انداز کردیا۔ اور ان لوگوں کو خوب بڑھا چڑھا کر ذکر کیا جنھوں نے صرف انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوایا تھا۔ تحریک آزادی کو پروان چڑھانے والوں میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مفتی برہان الحق جبل پوری ،مولانا امجد علی اعظمی، مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا عبد العلیم میرٹھی، مولانا حامد رضا بریلوی امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری ،حضرت پیر مانکی شریف وغیرہ نام نمایاں طور پر نظر آتا ہے ۔

ملت اسلامیہ ہند کو کانگریس پارٹی سے جتنا نقصان پہنچا ہے، اتنا کسی پارٹی نے نہیں پہنچایا کانگریس یہ چاہتی تھی کہ ہندوستان آزاد ہو جانے کے بعد یہاں سوراج کا نفاذ ہو، اور یہ ملک بالکل ہندو رسم و رواج کی بنیادوں پر گامزن ہو مگر دیگر مسلم لیڈروں کی وجہ سے کامیابی حاصل نہیں کرسکے ۔ امام احمد رضا بریلوی کے منعقدہ عرس مقدس ۲۳ ، ۲۴ ؍ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ / ۳۰ ؍ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف آستانہ عالیہ قدسیہ کے زبردست عظیم الشان مجمع میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی نے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کو متنبہ و آگاہ فرمایا ـــــ اقتباس ملاحظ فرمائیں :

کانگریس فتنۂ عظیم ہے، وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے ،اس کی سب سے بڑی آواز یہی اس کا سوراج ہے ۔ یہی اس کی آزادی ہے ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچانے کی سعی کرتے رہے، اور اس کی اسلام دشمنی کا بے دریغ اظہار کرتے رہے ۔خلافت کمیٹی کے زمانہ میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اس کے تملق وچاپلوسی سے دھوکہ کھا کر ان کے دام فریب میں آگئی تھیں ۔مگر روز مرہ کے تجربوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں، اور جو باتیں ہم بتاتے تھے ان کے معائنہ میں آگئی ،اور وہ ہندو جو اس وقت محبت کے پردہ میں دشمنی کرتا تھا ۔اب بالاعلان مقابل ہے، اور کانگریس اس بات کی مدعی ہے کہ وہ تمام ہندوستان کی خود ہی نمائندہ ہے، اس باطل دعوے کی تائید کرنے کے لئے اس نے وہی مولوی حاصل کئے ہیں جنھوں نے خدا و رسول سے غداری کی تھی ۔ اور جو طمع زر میں آج مشرکین ہند کی زبان بنے ہوئے ہیں، اور مسلمانوں کو ان کے دام تزویر میں پھانسنا چاہتے ہیں ،انتخابات کے موقعوں پر کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تو ساتھ نہ دیں کانگریس کی حمایت کریں ۔کانگریس امیدواروں کو کامیاب بنائیں ۔علمار اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کرسکتے ۔اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں، اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں ۔کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں ۔چنانچہ پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں ،اور کانگریس کو شکست ہوئی ۔اس وقت ہم اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں

جمیعت العلماء دیوبندی پارٹی مولانا حسین احمد نے زیر اثر طوفان برپا کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ احرار وخاکسار یونینسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد دیں پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں (۱)۔

صدرالشریعہ مولانا اعظمی کی تقریر بڑی غور سے سنی گئی، اور عرس کے اجتماع عام میں ہر فرد گہری عقیدت کے جوش میں وارفتہ تھا، بار بار تحسین ومرحبا، اور تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور مسلمان جو پہلے سے اپنے علماء کرام کی ہدایات کے منتظر تھے، اس رہنمائی کے بعد مطمئن ہو گئے۔ مولانا اعظمی کا اعلان تھا کہ مسلمان کانگریس کے پھندے میں آنے سے رکیں وہ مذکورہ تقریر موجودہ دور کے لئے وہی افادیت واہمیت رکھتی ہے، جتنی کہ آج سے ۴۵ سال قبل تھی۔ آج پھر وہی زمانہ آچکا ہے، اور کانگریس مسلمانوں کو یرغمال بنا کر استحصال کر رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مضر مضر نقصانات سے علماء کرام عوام کو آگاہ کریں۔ تاکہ مسلمان محفوظ ومامون رہ سکے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس

اہل سنت وجماعت کا کوئی سیاسی پلیٹ فارم ہونے کے سبب علماء اہل سنت نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد مرادآباد میں ڈالی، جس کے صدر مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی اور جنرل سکریٹری مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی تھے۔ سرپرست شہزادگان امام احمد رضا تھے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی مختلف نشستوں اور کانفرنسوں میں مولانا امجد علی اعظمی نے شرکت فرمائی اور بہترین خطاب فرمایا۔ (۲)

(۱) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور بابت ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء

(۲) تفصیل کے لئے خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ تا ۱۹۴۷ء ملاحظہ کریں۔ رضوی

مولانا امجد علی اعظمی جہاں جید عالم ومفتی، اور قاضی اسلام تھے وہیں نباض قوم اور ہمدرد ملت تھے۔ ان کی مدبرانہ نگاہیں ملکی سیاست کے آئینہ پر دیکھ رہی تھیں۔ اسی لئے انھوں نے سیاست میں عملاً حصہ لیا تاکہ اصلاح ممکن ہو سکے۔ ان کو گندی سیاست سے بالکل پرہیز تھا، آج کی سیاست اور کل کی سیاست میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ کل کے قائد تھے۔

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی میں شمولیت

امام احمد رضا بریلوی نے جماعتی نظم کے لئے اپنے احباب کے مشورں سے کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی بنیاد ۱۳۳۹ / ۱۹۲۰ میں ڈالی (۱) ــــــ جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبہ جات میں ایک درجہ "شعبۂ علمیہ" تھا، جس کی صدارت کے لئے صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کو مقرر کیا گیا، شعبۂ علمیہ کے صدر کی حیثیت سے آپ نے بے انتہا انتھک جدوجہد فرمائی، اور علمی میدان میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے وقار وعظمت کو ملحوظ خاطر رکھ کر اقدار کو بلند وبالا کرتے رہے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں:

(ا) پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کا تحفظ۔

(ب) متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کرنے والے فرقۂ گاندھویہ کا تحریری وتقریری رد۔

(ج) بدمذہبوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(د) آریہ اور عیسائیوں کے اعتراضات کا تحریری وتقریری جوابات دینا۔

(ھ) امام احمد رضا فاضل بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کی

(۱) ایوب علی رضوی، سید: روداد جماعت رضائے مصطفےٰ سال اول ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء) بریلی۔

تصانیف کی اشاعت (۱)

جماعت رضائے مصطفےٰ کے عملی میدان سے کچھ دنوں کے لئے رخصتی اختیار کر لی تھی، تو اراکین جماعت نے آپ کو سرپرست عمومی کا درجہ دے کر اپنی جماعت میں داخل رکھا، اور وہ باہر سے علمی سرپرستی فرماتے رہے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کی مساعی جمیلہ میں مولانا اعظمی کا بھرپور حصہ رہا ہے۔ ان کی قربانیاں ہرگز فراموش نہیں کی جائیں گی

مولانا آزاد کی تاریخی شکست

خلافت کمیٹی کے اراکین میں بالخصوص مسلم زعماء مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا عبدالماجد بدایونی نے ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء کو شہر بریلی شریف میں جمیعت العلماء کی جانب سے ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس سے قبل مذکورہ حضرات نے منافی اسلام کلمات کہے تھے، اور مسٹر گاندھی کو مذکر من اللہ بتایا، یہ کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے (معاذاللہ) وغیرہ وغیرہ۔ ان کے یہ کلمات اخبارات ورسائل میں چھپے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ نے فوراً ایکشن لیا، اور یہ دیکھا کہ یہ لوگ بریلی آرہے ہیں تو ان سے یہی سوالات کئے جائیں۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبہ کی ایک نشست ہوئی اور مولانا امجد علی اعظمی کی صدارت میں ایک پوسٹر "حجت تامہ" کے نام سے شائع کیا گیا اور ایک معزز وفد کے ہاتھ یہ پوسٹر ناظم جلسہ جمیعۃ العلماء مولوی عبدالودود کے پاس پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ مولانا آزاد اور مولانا فرنگی محلی جیسے ہی ٹرین سے اسٹیشن پر اترے بس وہیں ایک وفد نے اس کو پیش کر کے جواب کا مطالبہ کیا۔ ایک طرف جماعت نے مناظرہ کا چیلنج بھی دے دیا تھا۔ مگر وہ مناظرہ کرنے سے کتراتے رہے۔ "شعبۂ علمی" کی جانب سے مناظرہ کے لئے ایک وفد تشکیل دیا گیا، جس میں مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا حسنین رضا خاں، مفتی برہان الحق جبل پوری، اور مولانا ظفرالدین بہاری شامل تھے۔ یہ اکابر علماء کا معزز وفد جلسہ گاہ میں پہنچ گیا۔ وفد کے پہنچتے ہی خلافتی خیمہ میں ہلچل مچ گئی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے اپنی بات اعلانیہ طور پر مجمع عام میں کہی جس پر وہ سب لاجواب ہو گئے۔ اتمام حجت تامہ کا جواب کسی سے بھی نہ بن پڑا۔ (۱)

مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے امام احمد رضا بریلوی کے نام ایک مکتوب میں اس سوال نامہ کے بارے میں اس طرح اظہار خیال فرمایا ہے۔

سیدی دامت برکاتہم۔

سلام نیاز کے بعد گذارش، حضور سے رخصت ہو کر مکان پہنچا۔ یہاں آکر میں نے "اتمام حجت تامہ" کا مطالعہ کیا۔ فی الواقع یہ سوالات فیصلہ ناطقہ ہیں۔ اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی ہے۔ (۲)

مولانا ابوالکلام آزاد نے روانگی کے وقت بریلی کے اسٹیشن پر کہا:

(۱) راقم السطور نے "تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ" کے عنوان سے ایک تفصیلی کتاب مرتب کی ہے۔ جو تقریباً ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ انشاءاللہ عنقریب منظر عام پر آجائے گی۔ رضوی

(۱) الف: حسنین رضا، مولانا: ماہنامہ الرضا بریلی ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ ج ۲ ش ۷

(ب) نعیم الدین، مولانا: روداد مناظرہ ص ۱۷، اہل سنی پریس بریلی

(۱) جماعت رضائے مصطفےٰ، دوام العیش، مکتوب مولانا مرادآبادی ص ۵۴، ۵۵

ان کے جس قدر اعتراضات ہیں، حقیقت میں سب درست ہیں۔ ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں۔ جن کا جواب نہ ہو سکے، اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے(۱)!

حضور مفتی اعظم کی نیابت

مولانا امجد علی اعظمی نہ صرف علوم شرعیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، بلکہ طریقت کے بحر بے کنار کے ماہر شناور بھی تھے۔ اجلۂ علماء کرام و مشائخ عظام نے بارہا اس کا عملی اعتراف کیا۔ امام کے فرزند ارجمند مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی جب ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۵ء میں عازم حرمین شریفین ہوئے تو آپ نے مرکز علم و عرفان بریلی سے اپنی عارضی غیر حاضری میں مولانا اعظمی کو اپنا نائب و قائم مقام مقرر کیا۔ رضوی سلسلہ میں آپ کا یہ انتخاب اس امر کا بیّن ثبوت ہے، کہ علماء حقانی میں آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

مولانا شاہ مصطفےٰ بریلوی نے بریلی سے الوداع ہوتے وقت جو پند و نصائح اور وصایا ارشاد فرمائے اس کا ایک حصہ ملاحظہ کریں۔

آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی سے شرعی احکام پہنچانے کی خدمت فقیر اپنے برادر طریقت صدر الشریعہ حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی زید کرمہٗ کے سپرد کرتا ہے۔ موصوف آستانۂ عالیہ مقدسہ پر قیام فرما رہیں گے۔ آپ کی ذات گرامی محتاج تعریف نہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ و اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ ۲۰، ۲۲ سال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر علم و معرفت سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے آپ کے پہنچائے ہوئے شرعی احکام اعلیحضرت پر مبنی ہوں گے۔ موصوف مدرسہ اہل سنت مظہر اسلام مسجد بی بی صاحبہ، کے صدر المدرسین کی حیثیت سے ہر طرح کی سرپرستی فرمائیں گے۔ اور جملہ اختیارات جو اس آستانہ کے عقیدت کیشان کی جانب سے اس فقیر کو حاصل ہیں، وہ سب فقیر اپنی طرف سے صدر الشریعہ کو تفویض کرتا ہے۔ (۱)

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کا مذکورہ بالا فرمان عالی شان نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ انھوں نے اپنی غیر موجودگی میں اپنا جانشین مولانا اعظمی کو بنایا۔ یہ ہے امام احمد رضا کی تحریکات اور حضرت صدر الشریعہ کی خدمات کا مختصر جائزہ۔

(۱) جماعت رضائے مصطفےٰ: دواح الحمیر ص ۵۶، ۵۷

(۱) معراج الدین، حکیم: ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، بابت ۲۱/۲۸ اگست ۱۹۹۵ء

سانحۂ ارتحال

پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ خانقاہ مصباحیہ سے یہ دلخراش خبر موصول ہوئی کہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۹۵ء بوقت نماز فجر قلبی دورہ پڑنے کی وجہ سے حضرت مولانا سیّد محمد اصغر صاحب قبلہ نماز فجر ادا کرتے ہوئے عین سجدہ کی حالت میں واصل بحق ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

موت سب کو آنی ہے مگر ایسی موت رشک صد زندگی ہے۔

ع جتنی ہو قضا ایک ہی سجدہ میں ادا ہو

جامعہ اشرفیہ حضرت کے جملہ پسماندگان خصوصًا ان کے برادر اکبر حضرت مولانا سید شاہ محمد اکبر صاحب سجادہ نشین مدظلہ العالی و جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

ڈاکٹر محمود حسین بریلوی ★

امام احمد رضا کے ایک نامور خلیفہ

شریعت و طریقت میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو جو بالغ نظری حاصل تھی اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی علم و ادب کی دنیا میں ان کی عبقری شخصیت مسلم الثبوت تھی۔"

طریقت و سلوک کی راہیں جس طرح آپ نے خاندان مارہرہ کی رہنمائی میں طے کی ہیں وہ آپ کی حیات کا عدیم المثال مقام ہے، ایسے لوگ جنھیں آپ نے رشد و ہدایت کا پیغام عطا کیا اور ساتھ ہی بیعت و خلافت سے نوازا ایسے حضرات کی ایک لمبی فہرست ہے جو عرب و عجم میں پھیلے ہوئے ہیں،

فاضل بریلوی کے خلفاء کا سرسری جائزہ لیا جائے تو آج بھی صوبۂ مدراس، صوبۂ بنگال، صوبۂ بہار، صوبۂ پنجاب صوبۂ یوپی، بنگلور، کلکتہ، آرہ، مرادآباد، اعظم گڑھ، وغیرہ وغیرہ میں ان کے معتقدین کی شخصیت مشعل ہدایت بلکہ جہالت کی تاریکیوں کو دور کر رہی ہے،

آپ کے خلفاء نے دینی مشن سے لے کر تحریک آزادی تک نمایاں کام انجام دیئے ہیں، جس کی مکمل تفصیل اگر بیان کی جائے تو وہ خود ایک زبردست دستاویز ہوگی، درج ذیل طوالت سے احتراز کرتے ہوئے صرف ایک نامور خلیفہ کا ذکر پیش کیا جا رہا ہے جنھیں فاضل رضوی نے جذبۂ کامل عطا فرمایا،

یوں تو امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلفاء چند آفتاب چند ماہتاب سے کم نہ تھے اور طریقت و سلوک کی دنیا میں ہر ایک کسی نہ کسی میدان کا امام تصور کیا جاتا تھا، مگر صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی آپ کے ایسے عقیدت مند تھے جن کی صلاحیت علوم و فنون کی دنیا میں ہمیشہ رہی، اور جن کی عبقریت کا سلسلہ ہمیشہ رائج الوقت رہا اور علوم و فنون کے تمام گوشوں میں انھوں نے اپنی ریاست تسلیم کرائی جن کا بلا اختلاف مذہب و ملت تمام معاصر اہل علم نے اعتراف کیا امام احمد رضا خاں بریلوی نے انکی صلاحیت کے اعتراف میں اجازات و سندارت سے نوازا۔

مولانا امجد علی نے جہاں طریقت و سلوک میں اپنا مقام حاصل کیا تو اسی کے ساتھ ساتھ علوم معقول و منقول کی تحصیل سربرآوردہ علماء اور محدثین سے فرمائی اور ہندوستان کی اہم درسگاہوں میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے، آپ کی علمی صلاحیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک موقع پر فاضل بریلوی حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی نے روہیلکھنڈ کے مشہور و معروف محدث حضرت مولانا وصی احمد سورتی سے منظر اسلام (بریلی) میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے کسی ماہر مدرس کے لیے درخواست کی تو محدث سورتی نے اپنے ممتاز شاگرد صدر الشریعہ کو منظر اسلام کے لیے منتخب فرمایا (۱) آپ اس وقت مدرسہ حنفیہ (پٹنہ) میں علوم و فنون کی نشر و اشاعت کر رہے تھے مگر استاد کا حکم ہوتے ہی بریلی کے شہرۂ آفاق مدرسہ میں درس و تدریس اور افتاء کی ذمہ داری سنبھالی اور ساتھ ہی مطبع اہل سنت (بریلی) سے متعلق نشر و اشاعت اور امور طباعت کی بھی ذمہ داری سنبھالے رہے، آپ کی حد درجہ مشغولیت و مصروفیت اور نشر و اشاعت کو دیکھ کر حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی بہت متاثر ہوئے اور ایک موقع پر اس کا اظہار یوں فرمایا۔

"مولانا امجد علی تو کام کی مشین ہیں" (۲)

(۱) حسن رضا خاں: فقیہ اسلام ۲۶۹

(۲) ماہنامہ پاسبان (الہ آباد) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۶۲ء ۶۵

★ صدر شعبۂ عربی و فارسی روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی کالج بریلی

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی نے مولانا اعظمی کی علمی صلاحیت، تقویٰ وطہارت، درس وتدریس میں مہارت اور نشر و اشاعت میں مشغولیت کی وجہ سے ہی اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کیا اور ساتھ ہی سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

صدر الشریعہ ۱۸ برس تک مرشد اعلیٰ کی خدمت میں رہے اور اس اثنا میں ایسے ایسے نمایاں کام کیے جس کی تفصیل نہیں بیان کی جاسکتی مولانا اعظمی علم فقہ میں کامل دسترس رکھتے تھے اور تفقہ کی بنا پر آپ کی شخصیت سکہ رائج الوقت کے مانند تھی۔

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بھی آپ کی اس صلاحیت کے معترف ومداح تھے ایک مرتبہ مولانا اعظمی کی علمی صلاحیتوں کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہوچکی ہے، (۱)

مولانا اعظمی کو فاضل بریلوی سے کتنا لگاؤ تھا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اسی طرح فاضل بریلوی کی نگارشات کی طباعت سے انہیں کس درجہ دلچسپی تھی اس کی تفصیل بھی نہیں پیش کی جاسکتی، البتہ اتنا ضرور ہے کہ فاضل بریلوی کے عدیم النظیر ترجمۂ قرآن کنز الایمان فی ترجمة القرآن (۱۳۳۰ھ) آپ کی ہی جد وجہد اور مسلسل کاوشوں سے مکمل ہوا اور یہ ایک ایسا عدیم المثال کارنامہ ہے جسے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا،

مولانا اعظمی اپنے مرشد کی بارگاہ میں عرصۂ دراز تک علوم و فنون کی نشر واشاعت سے متعلق اہم کام کرتے رہے۔

---

(۱) محمد مصطفیٰ رضا خاں: الملفوظ ۱: ۹۳

۱۳۴۲ھ میں دار العلوم معینیہ (اجمیر) میں مدرس اول کی حیثیت سے چلے گئے اور دار العلوم میں ایک علمی فضا قائم کی اور سیکڑوں طالبان علوم وفنون کی تشنگی بجھائی مگر منظر اسلام میں پھر آپ کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی جس کے سبب آپ نے دار العلوم معینیہ کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر ۱۹۳۲ء میں بریلی چلے آئے، دوبارہ بریلی میں قیام آپ کا زیادہ نہ رہ سکا کہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں کی باگ ڈور آپ کے سپرد کی گئی، اس وقت مولانا عبد الشاہد خاں شیروانی اس درسگاہ کے نائب مدرس تھے مولانا شیروانی نے مدرسہ حافظیہ میں مولانا اعظمی کا پرجوش خیر مقدم کیا اور علی گڑھ کے نوابین آپ کی جلالت علمی کی بنا پر مدرسہ حافظیہ میں حاضر ہوئے اور موصوف سے اپنی علمی تشنگی بجھائی یہی وجہ ہے کہ نوابین نے آپ کی علمی صلاحیت اور تجربۂ علمی ودینی کا اعتراف کیا نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی اور مولانا عبد الشاہد خاں شیروانی نے مولانا اعظمی کی صلاحیت کو تسلیم کیا اور کلمات تحسین سے بھی نوازا (۱)

۱۹۲۶ء میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے نصاب کی تشکیل کے لیے ہندوستان کے جن پانچ سرخیل اساتذہ کو دعوت دی گئی تھی ان میں:

(۱) مولانا امجد علی اعظمی

(۲) مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی (نواب صدر یار جنگ)

(۳) سید سلیمان اشرف بہاری (خلیفہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی وسابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

(۴) عبد العزیز میمن (سابق صدر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

(۵) سید سلیمان ندوی (بانی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

---

(۱) عبد الشاہد خاں: باغی ہندوستان ۳۳۷

(ب) محمود احمد: تذکرہ علماء اہلسنت ۵۳

وغیرہ شامل تھے (۱)

ان حضرات کے باہمی مشورہ سے شعبۂ اسلامیات کا ایسا مایہ ناز نصاب تیار ہوا جو اپنی نوعیت کا انفرادی نصاب تھا، اس نصاب کی مقبولیت اور انفرادیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ یہ نصاب آج بھی اہمیت کا حامل ہے،

مولانا اعظمی کو جہاں درس وتدریس اور تصنیف تالیف سے گہرا شغف تھا تو اسی کے ساتھ انھیں ملکی سیاست سے بھی گہری دلچسپی تھی۔

تحریک آزادیٔ ہند اور قیام پاکستان سے متعلق جو انھوں نے سیاسی کردار ادا کیا ہے آج بھی تاریخ قیام پاکستان میں زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ (۲)

صدر الشریعہ ۱۳۳۷ھ میں پہلی بار زیارت حرمین سے مشرف ہوئے لیکن بارگاہ رسالت کی حضوری کی تمنا ہمیشہ دل میں انگڑائیاں لیتی رہی وہ موقع بھی آیا کہ سرکار مدینہ میں آپ کو دوبارہ یاد فرمایا آپ دوبارہ حج مبرور کی ادائیگی کے لیے اپنے وطن مالوف سے سفر میں چل پڑے بمبئی پہنچے تھے کہ اچانک طبیعت خراب ہوگئی اور راہ مدینہ کا یہ مسافر ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) میں راہی ملک عدم کا سفر طے کرنے لگا (۳)

صدر الشریعہ درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے آپ کی تصانیف کی تعداد بہت مختصر ہے مگر جو تصانیف بھی ہیں وہ مسائل شرعیہ کا شاندار خزانہ اور وقت کی ایک اہم ضرورت ہیں۔ آپ کی گرانقدر تصانیف میں بہار شریعت مسائل دینیہ اور علم فقہ کا ایک زبردست سرمایہ ہے۔ جو ۱۷ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے اور جس کی ہر جلد سیکڑوں صفحات پر مشتمل ہے یہ علمی وتحقیقی سرمایہ مفصل دستاویز ہونے کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ کا بھی احاطہ کرتا ہے جو اصل علم پر مخفی نہیں،

صدر الشریعہ کو جہاں درس وتدریس میں مہارت تھی تو اسی کے ساتھ انھیں علم فقہ میں اعلیٰ درجہ کی بصیرت حاصل تھی اگر یہ کہا جائے کہ فقہی بصیرت کی بنا پر اصحاب علم وفن میں آپ کی مقبولیت ہوئی تو بے جا نہ ہوگا، فتاویٰ امجدیہ آپ کی فقہی خدمات کا بہترین دستاویز ہے، یہ اہم فتاویٰ دو جلدوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ آپ نے شرح معانی الآثار کا حاشیہ قلمبند فرمایا جو علمی معلومات کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

کتابیات:

(۱) محمود احمد: تذکرہ علماء اہلسنت، مطبوعہ اسلام آباد، بھوانی پور
(۲) عبد الشاہد خاں: باغی ہندوستان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء
(۳) حسن رضا خاں: فقیہ اسلام۔ مطبوعہ اسلامک پبلیکشن سنٹر (پٹنہ)
(۴) ماہنامہ پاسبان (الہ آباد) احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۶۲ء
(۵) محمد مصطفیٰ رضا خاں: الملفوظ۔ حصہ اولی، دوم مطبوعہ جلال آباد۔
(۶) معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۲۶ء
(۷) صدر الشریعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ اعظم گڑھ۔
(۸) فقہ اسلامی اور بہار شریعت، ماہنامہ حجاز جدید (دہلی) جنوری ۱۹۹۰ء

---

(۱) معارف (اعظم گڑھ) فروری ۱۹۲۶ء

(۲) باغی ہندوستان ۳۴۵

(۳) صدر الشریعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ ۱۰

(بقیہ صفحہ ۲۴۲ کا)

اعتبار کیا ہے لہٰذا اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا جاسکتا اس مسئلہ کی کامل تحقیق اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ اَلْاَحْلیٰ مِنَ السُّکَّر میں فرمائی ہے واللہ تعالیٰ علم۔ ㅁㅁ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ★

امام احمد رضا اور صدر الشریعہ

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اپنے جن چودہ خلفائے کرام کا ذکر" الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد [۱]" میں فرمایا ہے۔ وہ بلاشبہ اس تاجور کشور علم و فضیلت و معرفت کے دربار کے چودہ رتن تھے ۔ امام محترم کے یہ چودہ چہیتے خلفاء تمام نقلی و عقلی علوم و فنون اور اخلاق و کردار سے آراستہ و پیراستہ تھے لیکن ان میں ہر ایک کسی ایک یا دو خوبیوں میں اپنی ایک انفرادی حیثیت رکھتا تھا۔

صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی (م ۱۹۴۸ء) درس و تدریس اور فقہ میں ایک امتیازی شان کے مالک تھے۔

دربار امام احمد رضا میں آمد سے قبل بھی ان کی تدریسی شان کی دھوم مچی ہوئی تھی اور انھوں نے قابل قدر تلامذہ کی ایک ٹیم تیار کر دی تھی۔ بریلی شریف میں ۱۳۲۹ھ میں ان کی آمد مدرسہ اعلحضرت منظر اسلام میں تدریس ہی کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ بعد میں ان کی دوسری صلاحیتوں کو پرکھ کر امام احمد رضا نے انھیں "جماعت رضائے مصطفےٰ" کے شعبۂ علمیہ کی صدارت اور مطبع اہلسنت کا انتظام سونپ دیا تھا۔ علاوہ ان کے افتاء کے کام میں بھی امام کا ہاتھ بٹاتے تھے ۔ صدر الشریعہ بریلی شریف ہی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔

عہد امام احمد رضا سے لے کر اب تک صدر الشریعہ جیسے قابل اور خوش نصیب اساتذہ گنے چنے ہی گذرے ہوں گے جن کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کا ایک لمبا سلسلہ پھیلا ہوا ہے ۔ آج ہند و سندھ سے لے کر دور دیسوں تک جو مشاہیر علماء و خطباء، مناظرین و اساتذہ اور مبلغین پھیلے ہوئے علم دین کی ترویج و اشاعت اور دین وسنیت کی تبلیغ میں مصروف ہیں ان میں بیشتر کا سلسلہ صدر الشریعہ ہی کے سلسلۂ تلمذ سے ہے اور اس سلسلے کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں صدر الشریعہ کے دو تلامذہ ۔ حافظ ملت سیدنا شاہ مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی و بانی الجامعۃ الاشرفیہ اور محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد لائل پوری رحمۃ اللہ علیہم کے اہم رول ہیں ۔ یہ سیدنا صدر الشریعہ کی خدمت تدریس علم دین ہی کا صلہ اور اسی کی برکت ہے ان کا گھر کا گھر دولت علم سے مالامال ہے اور ایک زمانہ کو نہال کرنے میں لگا ہوا ہے ۔ سیدنا صدر الشریعہ کے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں میں ہر ایک عالم و فاضل ہے اور اپنی ایک الگ پہچان رکھتا ہے ۔ یہاں تک ان کے گھر میں کئی خواتین بھی عالمہ فاضلہ گزری ہیں ۔

امام احمد رضا نے اپنے اس جلیل القدر خلیفہ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے لئے اس طرح فرمایا ہے ؎

میرا امجد مجد کا پکّا جس سے بہت لجیاتے یہ ہیں [۲]

اس شعر میں صدر الشریعہ کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا اپنائیت اور محبت کا اظہار بھی ہے ۔ اور ان کی خوبیوں کا بیان بھی ۔ ان خوبیوں میں علم و فضل، مناظرانہ اور قائدانہ صلاحیت اخلاق و کردار، استقامت، جرأت و ہمت اور حق گوئی و بیباکی سبھی شامل ہیں اور بلاشبہ حضرت صدر الشریعہ سچے نائب رسول اور مظہر اعلیٰ حضرت تھے ۔

(۱) امام احمد رضا فتاویٰ کے سلسلے میں سیدنا صدر الشریعہ

[۱] بعنوان " ذکر احباب و دعاء احباب" ص ۳ .

[۲] ایضاً (الاستمداد علی اجیال الارتداد) ص

★ ۱۰۴ جسولی بریلی شریف

پر حد درجہ اعتماد کرتے تھے ۔ ان سے سوالات سنتے اور جوابات لکھواتے امام احمد رضا جیسا عظیم تر فقیہ و مفتی جو اپنے وقت کا امام اعظم ہو وہ جس شخص سے اپنے فتاویٰ کے سلسلے میں اس طرح کے کام لے، بلاشبہ وہ خود بھی ایک عظیم فقیہ و مفتی رہا ہوگا اور امام احمد رضا نے سیدنا صدر الشریعہ کی اس عظمت پر اس طرح مہر ثبت فرمائی ہے:۔

" آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں ۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے [۱]"

امام احمد رضا نے صدر الشریعہ کی اسی خوبی کی بناء پر" رضائے مصطفےٰ" کے تحت جس شرعی کمیٹی کی تشکیل فرمائی تھی۔ انھیں قاضی القضاہ کے منصب پر فائز فرمایا تھا۔

صدر الشریعہ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف اور فقہ اسلامی کے انسائیکلو پیڈیا ۔ بہار شریعت کے ابتدائی چھ حصے اعلحضرت امام احمد رضا کو سنائے ۔ امام نے جہاں ضرورت محسوس کی اصلاح فرمائی اور تقریظ سے مزین کیا ۔

(۲) ۱۹۲۱ء میں امام احمد رضا کی قائم کردہ "جماعت رضائے مصطفےٰ" کی طرف سے ابو الکلام آزاد سے مناظرہ کے لئے جماعت کے جن چار علماء کے نام امام احمد رضا کی ایماء پر پیش کئے گئے تھے انہیں صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی صدر بنائے گئے تھے اور مخالفین کے سامنے جو ستر سوالات بعنوان "اتمام حجۃ تامہ" پیش کئے گئے تھے وہ بھی صدر الشریعہ ہی نے مرتب کئے تھے ۔

امام احمد رضا ۔ فقہ و فتویٰ کے علاوہ دوسرے امور میں بھی صدر الشریعہ پر حد درجہ اعتماد کرتے تھے اور ان کے علم و قلم کی توانائی اور تب و تاب کے معترف تھے ۔

(۳) امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کا بے مثل ترجمۂ قرآن مسمیٰ باسم تاریخی کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء) صدر الشریعہ ہی کی مساعیٔ جمیلہ سے شروع ہوا اور پایۂ تکمیل کو پہنچا ۔ [۱]

(۴) صدر الشریعہ کو جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی مگر فقہ، تفسیر اور حدیث سے خصوصی لگاؤ تھا اور جزئیات نوک زبان پر رہتے تھے اسی لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے انھیں "صدر الشریعہ" کا لقب عطا فرمایا تھا [۲] اور ان کی اسی خصوصیت اور ان کے قوی یادداشت کی وجہ سے امام احمد رضا نے اپنے وصایا میں اپنے نماز جنازہ کے سلسلے میں اس طرح فرمایا تھا :۔

" غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب از بر کر لیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی "

امام احمد رضا کا یہ فرمان بڑی اہمیت کا حامل ہے اور صدر الشریعہ کی علمیت، یادداشت اور بزرگی کی سند ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ اس جانب بھی اشارہ ہے کہ بعد شہزادہ و جانشین اگر امام احمد رضا کے نزدیک کوئی ان سے قریب تر ہے اور اس مرتبہ کے لائق ہے تو وہ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی کی ذات ہے ۔

(۵) امام احمد رضا نے اپنے ملفوظات اور مکتوبات میں بھی صدر الشریعہ کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ امام کی ان سے اپنائیت، محبت اور انہیں لائق و فائق سمجھنے کی دلیل ہے ۔

(۶) امام احمد رضا کے دونوں شہزادگان ۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں و مفتیٔ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں علیہم الرحمۃ بھی صدر الشریعہ سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے بالخصوص سیدنا مفتیٔ اعظم ہند نور اللہ!

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے عرس میں جب صدر الشریعہ بریلی شریف آتے تھے تو مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ ان کے لئے سواری بھیجا کرتے تھے ۔

[۱] مفتیٔ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں؛ الملفوظ حصہ اول ص ۹۳

[۱] تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۵۲

[۲] تذکرہ علمائے اہلسنت از مولانا محمود احمد قادری ص ۵۲

(بقیہ صفحہ ۲۵۴)

امام احمد رضا کو صدر الشریعہ سے خصوصی محبت تھی۔ وہ ان پر ہر امر میں خاص طور سے فتاویٰ کے معاملے میں کامل اعتماد فرماتے تھے اور ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔ صدر الشریعہ بھی امام محترم سے بے حد محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ خیر وہ تو مرید کے لئے لازمی ہے بھی۔ ہر مرید اپنے پیر کا مداح ہوتا ہے اور اس سے محبت و عقیدت رکھتا ہے۔ الحمد للہ امام احمد رضا جیسا پیر نصیب والوں ہی کو ملا کرتا ہے۔ لیکن خوبی تو یہ ہے کہ پیر اپنے مرید کو چاہے اور اپنی نگاہوں میں اسے عزیز و محترم رکھے یہ مرید کی عظمت و بڑائی کی سند ہے۔

امام احمد رضا نے صدر الشریعہ کو جہاں اپنی اولاد کی طرح چاہا ہے، وہاں ایک مصاحب اور مخلص دوست کی طرح ان پر اعتماد بھی کیا ہے اور انھیں عزت و احترام بھی دیا ہے۔

امام احمد رضا کے وصال کے بعد۔ ان کے مشن اور مسلک کو فروغ دینے کے لئے صدر الشریعہ نے اپنا فرض پورا کر دکھایا ہے شدھی تحریک کے انسداد، باطل کے توڑ علم دین کی ترویج و اشاعت اور خانوادہ رضویہ کے عظمت و تقدیس کے دفاع، پیر زادوں کے حلقہ و سلسلہ کو دراز کرنے وغیرہ میں جی توڑ کوششیں کی ہیں اور کامیابی حاصل کی ہے۔

بریلی شریف اور گھوسی کا تعلق آج بھی اسی طور استوار ہے جس طرح کل رضا و صدر الشریعہ کا تعلق تھا۔

طرف متبحر عالم، بے مثال فقیہ عظیم مدرس، نکتہ رس مفتی، اور فضائل و کمالات کے جامع تھے تو دوسری طرف عارف حق، پرخلوص صوفی اور مست مے توحید تھے، اعلیٰ حضرت بقول علامہ اقبال اپنے وقت کے امام ابو حنیفہ تھے تو بلا شبہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے قابل قدر مصاحب تھے، امام احمد رضا علوم و فنون کے بحر ناپیدا کنار اور حقائق و دقائق اور معارف و معارج کے قلزم زخار تھے تو صدر الشریعہ ایک ایسے نہر فرات تھے جس نے مدت العمر دینی و علمی جواہر اور فقہ اسلامی کے بیش بہا سونے اُچھالا کئے۔

چلتے چلتے یہ بات عرض کر دینی مناسب ہے کہ اب ہم لوگ صرف ظاہری علوم و فنون میں ہی گھر کر رہ گئے ہیں اور باطنی و روحانی علوم و نعم کی طرف توجہ کم دیتے ہیں، بیشک ظاہری علوم بیحد ضروری ہیں مگر

علم میں بھی سرور ہے لیکن
یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

ہمارے اسلاف کرام "درکف جام شریعت درکف سندان عشق" کے مصداق تھے، اس لئے انکی روحانی حیثیتوں کو اُجاگر کرنا بھی ضروری ہے، اگر بالفرض صوفیا ر اسلام کو (جن میں اکثر نظریۂ ہمہ اُوست کے قائل ہیں) الگ کر کے کہا جائے کہ اسلام کی اخلاقی روحانی، مجاہدۂ نفس، جذبۂ خدا طلبی اور تبلیغی جد و جہد کی تاریخ مرتب کرو تو نہ صرف مشکل بلکہ محال ہو جائیگا۔ اور ہمارے ہر مؤرخ کا ناطقہ تنگ ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ تاریخ مسلم بادشاہوں کی خانہ جنگیوں، اور سیاسی لڑائیوں سے مرتب ہو ہی نہیں سکتی،

امام احمد رضا ظاہری و باطنی علوم کے مجمع اور دریائے شریعت و طریقت کے سنگم تھے، اُن سے اُنکے تلامذہ اور خلفاء نے اپنا اپنا حصہ لیا اور فضل و کمال کے آسمان پر شمس و قمر بن کے چمکے، صدر الشریعہ نگاہِ اعلیٰ حضرت میں صاحب طبع سلیم پیکر فکر قویم، مجسمۂ فضل و علم اور اخاذ تھے، اندازہ لگائیے کہ مجدد اعظم کا چنا ہُوا طالب حق کیسا ہوگا۔

مولانا ایاز احمد مصباحی ★

امام احمد رضا کا مسلک تصوف اور صدر الشریعہ

طریقت کے چاروں سلسلوں کے اکابر اولیاء کرام اور صوفیاء عظام مسلک وحدۃ الوجود کے قائل تھے، جیسا کہ ان کی تصنیفات و تالیفات مکاتیب و رسائل، اور ملفوظات و اشعار سے ثابت ہوتا ہے، اس سلسلے میں حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۳۸ھ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جنھوں نے اس مسلک کو کتابی شکل و صورت عطا کی اور فن تصوف کی معرکۃ الآرا کتاب "فصوص الحکم" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے لکھی [1]

وہ اپنے کشف و یقین کی روشنی میں دلائل و براہین سے بے نیاز سے ہو گئے تھے اسی لئے ادھر توجہ کم دی، جس سے تصوف اسلامی کے مخالفین نے سمجھا کہ نظریۂ وحدۃ الوجود کوئی غیر اسلامی عقیدہ ہے، ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ اور ابراہیم بقاعی ۸۵۸ھ اس سلسلے میں سر فہرست ہیں،

مگر عارف باللہ، مقبول النبی حضرت سید شاہ عبد الرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "وحدت الوجود" کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا، اور اپنی کتاب "کلمۃ الحق" میں اس مسلک کے ثبوت میں بیشمار قوی دلائل دیئے، جنھیں دیکھکر قاری کی عقل دنگ و حیران ہوتی ہے اور اس مسلک کو وصول الی اللہ کے لئے راہ دو گام ٹھہراتی ہے صوفی عبد الرحمن لکھنوی کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے درس نظامی کے مسلمات کو ترتیب دیکر صرف نتائج اخذ کئے ہیں، میری نظر میں یہ کتاب ولی کی کرامت سے کم نہیں،

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء کا مسلک خدا رسی اور صوفیانہ حیثیت کا تعین ہم یقین کے ساتھ نہیں کر سکتے، کیونکہ اب تک ان کی شخصیت سے متعلق کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے جو انکی صوفیانہ حیات، اور قلبی دنیا کی عکاسی کرتی ہو، مگر یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ وہ اسلاف کرام کی طرح وجودی مسلک کے پابند تھے، کیونکہ اُن کے پیر و مُرشد اعلیٰحضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء "وحدت الوجود" کے ہی قائل تھے۔

وحدۃ الوجود کے انتھک مُفسر حضرت ابن عربی کو امام احمد رضا "سید المکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے معزز و مؤدب لقب سے یاد کرتے ہیں [1]

اب امام احمد رضا کا روحانی مسلک پیش کر دیا جائے تاکہ انکے محبوب تلمیذ اور نامی گرامی خلیفہ کا عارفانہ مسلک معلوم ہو جائے۔

اعلیٰ حضرت، فلاح باطنی کے بارے میں فرماتے ہیں

(۱) شرک خفی دل سے دور کئے جائیں، یہاں تک کہ لا مقصود الا اللہ، پھر لا مشہود الا اللہ، پھر لا موجود الا اللہ متجلی ہو یعنی اولاً ارادۂ غیر سے خالی ہو، پھر غیر نظر سے معدوم ہو، پھر حق حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اُسی کے لئے ہے باقی سب ظلال و پرتو [2]

(۲) وجود ہستی بالذات واجب تعالیٰ کے لئے ہے اسکے سوا جتنی موجودات ہیں۔ سب اُسکی ظل و پرتو ہیں، تو حقیقۃً وجود ایک ہی ٹھہرا [3]

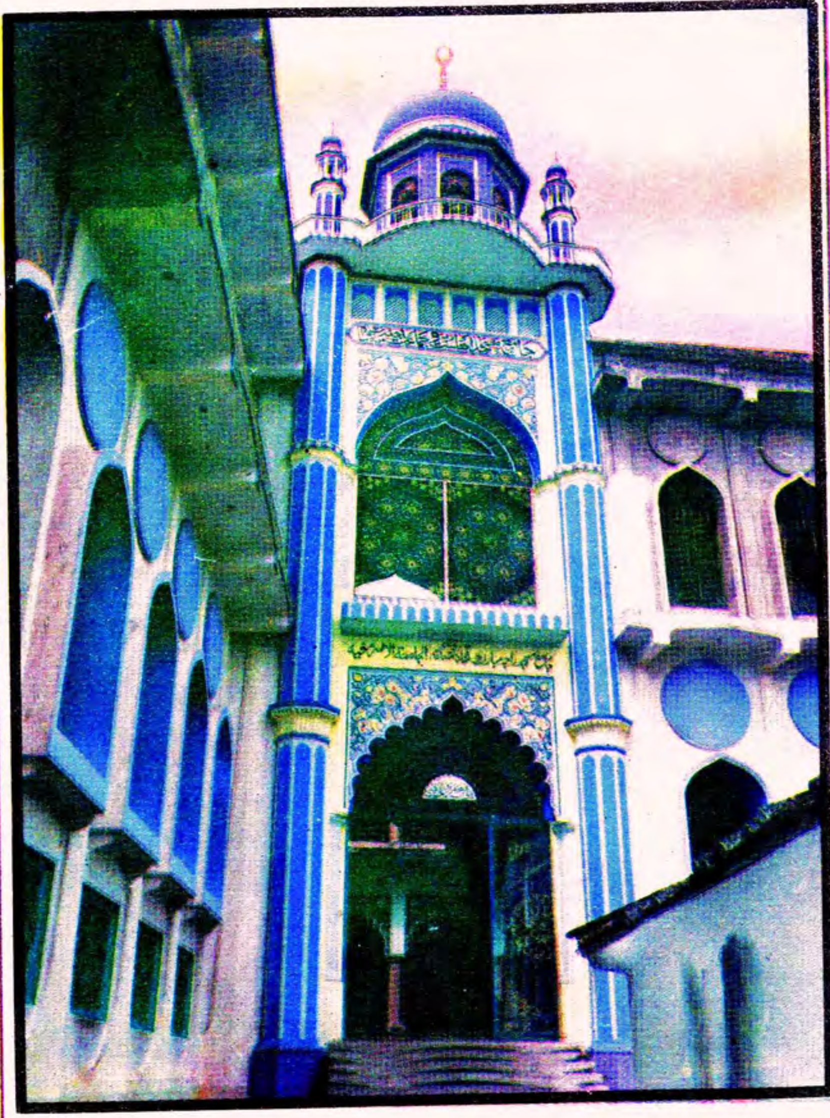
(۳) مرتبۂ وجود میں صرف اللہ عز وجل ہے، باقی سب

---

[1] اردو ترجمہ اخبار الاخیار بیان میر سید اشرف سمنانی، مطبوعہ لاہور

[1] ملفوظ حصہ اول، مطبوعہ کانپور [2] فتاویٰ افریقہ، مطبوعہ کانپور
[3] ملفوظ حصہ اوّل و حیات اعلیٰ حضرت۔

★ استاذ دار العلوم قادریہ بونہ



جامع مسجد راجہ مبارک شاہ۔ متعلقہ الجامعۃ الاشرفیہ

ظلال[1]

(۴) اسماء مظہر صفات ہیں، اور صفات مظہر ذات، اور مظہر کا مظہر، مظہر ہے، تو سب خلق مظہر ذات ہے، اگرچہ بواسطہ، یا بوسائط۔[2]

ان چاروں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت وجودی تھے جب وہ مشرباً قادری اور غوث اعظم کے عاشق زار ہیں، اور غوث اعظم بھی وجودی تھے، تو کیا وجہ ہے وہ وجودی نہ ہوں گے، وحدت الوجود کے قائلین میں بڑے بڑے صُلحاء، عُرفاء، اور اکابر صوفیہ شامل ہیں، فرق یہ ہے کہ کسی نے اس کی طرف اشارات کئے ہیں، اور کسی نے کھلم کھلا بیان کیا ہے،

شیخ طریقت سے وابستہ ہوتے کا مطلب عموماً راہ عشق میں قدم رکھنا اور قرب حق حاصل کرنا ہوتا ہے، اسی لئے دُنیائے معرفت طریقت میں مُرید کو مُرشد کے مسلک و مشرب سے اختلاف کرنا روا نہیں ہوتا، اور خلافت تو ملتی ہی نہیں جب تک کے مُرشد کی نیابت کی اہلیت نہ پیدا ہوجائے، صدر الشریعہ فانی فی الرضا اور خلیفہ رضا تھے، ان سے اپنے مُرشد کے خلاف جانا متصور نہیں۔

رسالہ انوار البشارہ بہار شریعت میں شامل کرتے وقت اپنے شیخ کی عبارت بدلنا گوارا نہیں فرماتے، بلکہ شیخ کی عبارت من وعن نقل کرنا باعث برکت ورحمت خیال فرماتے ہیں۔ مسائل طریقت وحقیقت سے کب اختلاف ہوگا،

صدر الشریعہ اعلیٰ حضرت کے شیدائی تھے، اُن سے اپنی سچی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

سیدی وسندی وکنزی وذخری لیوی
وغدی[3]

[1] ملفوظ حصہ دوم [2] ملفوظ حصہ اوّل [3] بہار شریعت حصہ دوم۔

بہار شریعت کی تصنیف میں کامیاب ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں،

بزرگان کرام ومشائخ عظام واساتذۂ اعلام کی دعاؤں کی برکت سے ایک حد تک اس میں کامیابی حاصل ہوئی[1]

خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ صرف صوفیاء اسلام کے عقیدت کیش ہی نہیں تھے، بلکہ اپنے شیخ کامل کی طرح "وحدت الوجود" کے قائل تھے، حقائق ومعارف سے آگاہ تھے، اگر انھیں موقع ملا ہوتا تو بہار شریعت کے طرز پر فن تصوف میں کوئی گراں قدر کتاب تصنیف فرماتے جیسا کہ لکھتے ہیں

اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری اور کتاب لکھی جائے گی جو تصوف اور سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی[2]

مگر افسوس کہ وہ معرفت وطریقت کے انمول موتی اپنے ہمراہ لے کر عالم برزخ میں روپوش ہوگئے "وحدت الوجود" یا ہمہ اوست" شریعت کا باطنی پہلو اور مسلک روحانی ہے، اللہ تعالےٰ نے اہل اسلام کو ظاہری وباطنی ہر دو نعمتوں سے نوازا ہے، وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً[3]

اسی لئے فقیہ کامل، حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں

طریقت منافی شریعت نہیں، وہ شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے[4]

ہمارے تمام متقدمین ومتاخرین، بزرگان دین، ظاہری وباطنی، نعمتوں سے مالا مال تھے، اسی لئے وہ لوگ وجد بہار شریعت باعثِ رونق طریقت اور راہبر قوم وملت تھے۔

حضرت صدر الشریعہ کی ذات، بلا شبہ دینی، علمی اور عملی، اوصاف کے ساتھ، باطنی وروحانی خوبیوں سے بھی مزین تھی، وہ ایک

[1] بہار شریعت ہفتدہم [2] عرض حال بہار شریعت ہفتدہم [3] سورہ لقمان [4] بہار شریعت حصہ اول

(باقی ص۲۸۲ پر)



جامعہ امجدیہ گھوسی بیادگار صدر الشریعہ



اشرفیہ جونیر ہائی اسکول

پانچواں باب

فضائل ومناقب

۲۸۵ ـــ تا ـــ ۲۸۸

صدر الشریعہ

از: بدر القادری

کس قدر سادہ وبے داغ ہیں اوراق حیات
روشنی بخش ہیں کس درجہ ترے نقش قدم
سنتِ سید عالم کے ہیں جلوے تجھ میں
پیکر صدر شریعت ہے، نہیں ساغز جسم

عشق کی رہ میں فنا ہوگیا، دیوانہ تھا
روشِ کشمکش دہر سے بیگانہ تھا
ہند کی خاک کا بے مثل فقیہِ اعظم
شمع محرابِ رسالت! ترا پروانہ تھا

مقتولِ حق، شہید محبت تجھے سلام
صدر الصدور بزمِ شریعت تجھے سلام

آفاق ہیں نثار تری عز وشان پر
حق آشنا نگاہ پہ حق گو زبان پر
سو جان صدقے جائیں تری ایک جان پر
جاں تونے کی فدائے مؤدت تجھے سلام

تو مخزنِ علوم نبوت کا فیض عام
تو ہے سوادِ ملتِ بیضا کا پیش امام
رب نے عطا کیا ترے فیضان کو دوام
کرتی ہے جھک کے خود تری رفعت تجھے سلام

اک آفتاب دفن یہاں زیر خاک ہے
پر نور جس سے انجمن ہند وپاک ہے
ذرہ بھی تیرے در کا بڑا تابناک ہے
کہتی ہے مہر چرخ کی طلعت تجھے سلام

از: نثار کریمی

جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدر الشریعت کا

اٹھا تھالے کے جو ہاتھوں میں پرچم اعلیٰ حضرت کا
وہ میرِ کارواں ہے کاروانِ اہلِ سنت کا

رہِ الفت میں پایا تو نے وہ رتبہ شہادت کا
حدِ ادراک سے آگے ہے زینہ جس کی رفعت کا

ذرا اعجاز دیکھو یہ شہیدِ راہِ الفت کا
ملائک بہرِ استقبال در کھولے ہیں جنت کا

ہوا تیری توجہ سے مجاہد دین کا کوئی
کوئی سردار دوراں اور حافظ کوئی ملت کا

یہ ساری برکتیں ہیں خدمتِ دینِ پیمبر کی
جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدرِ شریعت کا

مصنف بھی، مقرر بھی، فقیہِ عصرِ حاضر بھی
وہ اپنے آپ میں تھا اک ادارہ علم وحکمت کا

لئے بیٹھا تھا عشقِ مصطفےٰ کی آگ سینے میں
ولایت کا جبیں پر نقش، دل میں نورِ وحدت کا

اجل نے رہ نمائی کی کہ فوراً مل گئی منزل
گوارا تھا نہ شاید جھیلنا غم دشتِ فرقت کا

جو کرتا بڑھ کے پنجہ آزمائی کس میں ہمت تھی
صفِ باطل کو اندازہ تھا اس بازو کی قوت کا

اشرف بخشیں قبولیت کا ان بے ربط لفظوں کو
نثار آیا ہے در پہ لے کے نذرانہ عقیدت کا

از: عبدالرحمٰن اکمل

عطا کردے خدا صدقہ ہمیں صدر شریعت کا

بلندی پر ستارہ کیوں نہ ہو پھر اس کی قسمت کا
دیا امجد نے جس کو درس قانونِ شریعت کا

بسائے دل میں عشقِ مصطفےٰ طیبہ چلا راہی
مدینے کے سفر میں ہو گیا حقدار جنت کا

رسولِ پاک کے عشق و محبت کا یہ صدقہ ہے
جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدرِ شریعت کا

حقیقت میں نہ کیوں اللہ کا محبوب ہو جائے
نہ کھویا عمر بھر جس نے کوئی لمحہ عبادت کا

مرادیں مانگنے والو مرادوں سے بھرو دامن
سخی دربار ہے ان کا یہی در ہے سخاوت کا

درِ امجد سے منگتا کو برابر بھیک ملتی ہے
گدا پہنچے، تونگر، یا سوالی علم وحکمت کا

درِ امجد پہ اکمل ہے کھڑا دامن کو پھیلائے
عطا کردے خدا صدقہ ہمیں صدرِ شریعت کا

نازاںؔ فیضی گیاوی

ورق ورق کو گل لالہ کردیا جس نے

فروغِ مہر کے تاروں نے جب سلام کیا
تو ان کے نام محبت کا خط تمام کیا

قدم کی خاک کے ذرے مہک مہک اٹھے
جنھوں نے آپ کے کوچے کا احترام کیا

انھیں پرندوں کو بے شک ملی رہائی بھی
کہ جن کو آپ کی الفت نے زیرِ دام کیا

ہوا ہوس سے کنارہ کشی ملی اس کو
دو لمحہ جس نے ترے خیمے میں قیام کیا

زمانہ تم کو جو صدر الشریعہ کہتا ہے
تو اس وسیلے سے اس نے خود اپنا نام کیا

میں سوچتا ہوں کہ میرے قلم کی نزہت کو
یہ کس نے بزم میں تمثیل رقص جام کیا

مبارک ان کو جنھوں نے علوم وعرفاں کی
جہاں میں ان کے اشاعت کا اہتمام کیا

ورق ورق کو گل لالہ کردیا جس نے
تو رنگ و روپ کو اس کے مہ تمام کیا

فضا بھی عشق میں کس درجہ ہوگئی گلفام
نفس نفس کو متاعِ عروجِ بام کیا

پکار اٹھے گلستاں کے عندلیب تمام
چہک کے تو نے اے بلبل بڑا یہ کام کیا

ہے یہ نصیب کی رفعت کا حوصلہ نازاںؔ
کہ جھک میں نے بھی چوکھٹ پہ کل سلام کیا

محمد نوشاد عالم چشتی

احمد رضا نے جس کو دعا میں کہا "میرا"

وابستہ تھا جو ان سے وہ شاداں ہے آج بھی
اس نسبتِ عظیم پہ قرباں ہے آج بھی

تفقّہ میں وہ کمال کے ہیں معترف سبھی
اربابِ علم وفن کے یہاں چرچا ہے آج بھی

دم سے تیرے "بہارِ شریعت" ہے چار سو
باطل تیرے فتاویٰ سے لرزاں ہے آج بھی

دامن سے جو بھی ان کے جدا ہو کے رہ گیا
وہ مصدرِ افکار پریشاں ہے آج بھی

احمد رضا نے جس کو دعا میں کہا "میرا"
"امجد" یقیناً "مجد" میں یکتا ہے آج بھی

ثابت کیا ہے "صدر الشریعہ" نے بالیقین
"احمد رضا کا شمع فروزاں ہے آج بھی"

چشتی بصد خلوص لکھو احترام سے
اہلِ سنن پہ آپ کا احساں ہے آج بھی

از ڈاکٹر شکیل احمد شکیل اعظمی

دیارِ ہند سے نکلا تو بس پہنچا مدینے میں

سکوں ملتا بھلا کیا دور رہ کر اس کو جینے میں
قفس کو طائرِ جاں توڑ کر پہنچا مدینے میں
تھی صہبائے محبت اس کے دل کے آبگینے میں
سرور و کیف حاصل تھا اسے ہر لمحہ جینے میں
سکونِ دردِ دل کے واسطے نام خدا لے کر
مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
نہ کر پائی کوئی بادِ مخالف گل اسے آخر
جو روشن شمعِ عشقِ مصطفےٰ تھی اسکے سینے میں
وہ منزل آشنا تھا، کیا بھٹکتا رہ گزاروں میں
دیارِ ہند سے نکلا تو بس پہنچا مدینے میں
متاعِ عشقِ سرکار دو عالم ہو جسے حاصل
کشش اس کے لئے کیا ہوگی دنیا کے خزینے میں
وہ جوشِ عشق تھا اس کا کرم تھا سرورِ دیں کا
بغیر اسبابِ ظاہر کے بھی وہ پہنچا مدینے میں
ہے گھوسی سرزمینِ ہند کا وہ محترم خطہ
نہ جانے کتنے گوہر ہیں نہاں جس کے دفینے میں
ستارہ جگمگا اٹھتا شکیل اپنے مقدر کا
مجھے بھی کاش مل جاتی جگہ تھوڑی مدینے میں

از: شمشاد احمد مصباحی

آپ کا احسان اے صدرالشریعہ کم نہیں

فقہ میں پایہ ترا اس آسماں سے کم نہیں
ہے مرا یہ قول برحق مدح شبہ ذم نہیں
آپ کی تصنیف نے مستغنی ہم کو کر
غیر کے آگے جبین اہلسنت خم
نام سے تیرے لرزتا ہے وہابی کا وجود
تجھ سے ٹکرائیں یہ باطل کی صفوں میں دم نہیں
بازؤں میں قوت امجد اگر ملتی رہے
گردش ایام کا پھر مجھ کو کوئی غم نہیں
آپ کے زور بیاں سے نجدیت مٹتی رہی
آپ کی تحریر بھی تیر وسناں سے کم نہیں
ہر طرف علم و ہنر کا آپ سے دریا بہا
آپ کا احسان اے صدرالشریعہ کم نہیں
مل گیا شمشاد کو بھی عزم محکم کا جگر
قوت فکر و عمل میں اس کے زیر و بم نہیں

Regd. No. AZM/N.P. 28

The Ashrafia Monthly : Mubarak Pur, Azamgarh U

Phone :—— 4148, 4149, STD : 054677

مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔ اعظم گڈھ

سرزمین ہند پر دینی علوم و فنون کی عظیم ترین درسگاہ

● جہاں دینی و عربی تعلیم کیساتھ عصری علوم و فنون کی تعلیم کا بھی انتظام ہے ● جو بلاشبہ مسلمانان اہلسنت کا واحد علمی مرکز ہے۔ جو قطب ربانی حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی، فقیہ اعظم صدر الشریعہ اعظمی، سیّد الخطباء حضرت محدث اعظم ہند، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند، حضرت سیّد العلماء مارہروی (علیہم الرحمۃ والرضوان) اور اکابر علماء و مشائخ کی روحانی یادگار ہے۔ جسے چالیس سال تک معمار سنیت حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنی بیمثال قربانیوں سے پروان چڑھایا اور اس کو جامعہ کی شکل دی ● جس نے تدریس، تصنیف و تالیف، خطابت، مناظرہ، افتاء، صحافت، امامت، قرأت ہر میدان میں جیّد افراد قوم کو پیش کئے، اکثر مشاہیر اسی درسگاہ فیض کے تعلیم یافتہ ہیں ● جس کے فارغین نے ملک و بیرون ملک انگلینڈ، ہالینڈ، ممالک افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش وغیرہ میں سیکڑوں مدارس، تصنیفی، تبلیغی، اشاعتی مراکز اور تنظیمی ادارہ قائم کئے۔ جو آج اہل اسلام کی دینی و ملی زندگی کا سرچشمہ ہیں۔

حد نظر تک وسیع و عریض خطہ زمین پر علوم و معارف کا ایک حسین شہر تعمیر کے مرحلوں سے گزر رہا ہے۔ شہزادہ حافظ ملت حضرت عزیز ملت مولانا شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ دامت برکاتہم سربراہ اعلیٰ کی حیثیت سے جسکی تعمیر و ترقی میں شب و روز مصروف و منہمک ہیں۔ آپ اس دینی مرکز کو فروغ دینے میں ارباب حل و عقد کا مخلصانہ تعاون کر کے عنداللہ ماجور ہوں

آپ تعاون کسطرح کریں!

تعمیر میں حصہ لیں، کوئی ایک یا چند کمرے اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کیلئے بنوائیں مطبخ میں غلہ وغیرہ سے امداد کریں۔ ذی استعداد اور ضرورتمند طلبہ کے وظائف کا بار برداشت کریں ● اشرفیہ کا کوئی محصّل آپ کے پاس جائے تو اس کا خیر مقدم کریں، خود بھی تعاون کریں اور دوسروں کو بھی متوجہ کریں ● اور نہ پہونچنے کی شکل میں اپنی امدادی رقوم بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ ارسال کریں ● رمضان المبارک کے موسم خیر میں اور عید قرباں کے موقع پر اسکی ہمہ گیر خدمات اور ضروریات کو نہ بھولیں ● "ماہنامہ اشرفیہ" مفید علمی اصلاحی مضامین پر مشتمل ہر ماہ پابندی سے نکلتا ہے اس کی خریداری قبول کریں احباب کو خریدار بنائیں — اہل خیر و باحوصلہ افراد بھیجکر پانچ پتوں پر اعزازی طور سے سال بھر کے لئے رسالہ جاری کرائیں۔

نوٹ: چیک اور ڈرافٹ کیلئے یاد رکھیں، اپنی رقوم { بمد تعمیر بنام الجامعۃ الاشرفیہ ALJAMIATUL ASHRAFIA — بمد تعلیم بنام مدرسہ اشرفیہ Madrasa Ashrafia } ارسال کریں

رابطہ کا پتہ :- ناظم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور ۲۷۶۴۰۴، اعظم گڈھ (یوپی) (انڈیا)